یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

روح الحیات
اردو ترجمہ
عین الحیوۃ
علامہ محمد باقر مجلسی
Presented by www.ziaraat.com

ناشر: .... محفوظ بک ایجنسی ، مارٹن روڈ کراچی ۵

مطبع: .... سندھ آفسٹ پریس ۔ کراچی

مؤلف: ...... مُلّا محمد باقر مجلسیؒ قدس سرّہٗ

مترجم: .... مولانا سیّد علی حسن اختر صاحب قبلہ امروہوی

کتابت: ...... سیّد جعفر زیدی ۴/۹ - ۳۶ بی لانڈھی کراچی ۳۰

MOWLANA NASIR DEVJANI
MAHUVA, GUJARAT, INDIA
PHONE : 0091 2844 28711
MAIL : devjani@netcourrier.com

فہرست

باب اوّل

باب دوم

باب سوم

باب دہم

از صفحہ ۳۳۶ ـــــــــ تا ـــــــــ صفحہ ۴۷۸

ثمرات

○ ثمرۂ اوّل: خوف و رجاء ○ ثمرۂ دوم: چند قصص، حضرت یحییٰ علیہ السّلام کا گریہ، حضرت علی علیہ السّلام کی عبادت ○ ثمرۂ سوم: مخالفتِ نفس، ○ ثمرۂ چہارم: مذمّتِ دُنیا
○ ثمرۂ پنجم: مفہومِ دُنیا، بیوفائی دنیا، طریقہ نجات یافتنِ دنیا، پستیٔ دنیا، بدانجامیٔ دنیا دنیا و آخرت یکجا جمع نہیں ہوسکتیں، قصّۂ بلوہر اور یوذاسف، ○ ثمرۂ ششم: معنیٔ دنیا مالِ دُنیا کی قیمت، دنیا کے اعتبارات باطل۔ ○ ثمرۂ ہفتم: تواضع کی فضیلت، نجاشی کی تواضع، تواضع و فروتنی، انکساری جناب رسولِ خدا صلعم، جناب امیرالمومنینؑ کی تواضع،
○ ثمرۂ ہشتم: فقرِ مذموم و ممدوح، فقیری اور تونگری، ایک فقیر اور تونگر کا قصّہ، خلوصِ عمل، دوزخی لوگ، دوزخ کا بیان، دوزخیوں کی خوراک، جہنّم کے طبقے غسّاق و جحیم وغیرہ، سفر، حور العین کا بیان، بہشت کے دروازے، ہنسی اور مزاح۔
○ ثمرۂ نہم: سستی در عبادت، عبادت میں دلی توجہ، حیاء اور ایمان کی تشریح
○ ثمرۂ دہم: حلال روزی، شکم و فرج، شرمگاہوں کی حفاظت، پرہیز کرنا اکلِ حرام سے
○ ثمرۂ یازدہم: مذمّتِ زنا، عذابِ زناء و اغلام و سُحق ○ ثمرۂ دوازدہم: حفاظتِ چشم

باب یازدہم

از صفحہ ۴۷۹ ـــــــــ تا ـــــــــ صفحہ ۵۳۸

نجوم

○ نجمِ اوّل: فضیلتِ دعاء ○ نجمِ دوم: آدابِ دعاء ○ نجمِ سوم: عدمِ استجابتِ دُعا تاخیرِ وقبولیتِ دُعاء کے اسباب، دُعاء کے فوائد، جنکی دُعاء قبول ہوتی ہے، مظلوم کی بد دُعاء سے بچو! ، نمازِ شب کی فضیلت، ثوابِ معانقہ، مومن کے فضائل

شیعانِ علیؑ، ثوابِ اذانِ قیامت، ثوابِ تلاوتِ قرآن مجید، برادرِ مسلم کو کھانا کھلانا۔

باب دوازدہم

از صفحہ ۵۳۹ ـــــــــ تا ـــــــــ صفحہ ۶۴۷

ینابیع

○ ینبعِ اوّل: مسلمان بزرگ ○ ینبعِ دوم: فضیلتِ قرآن، فضیلت حاملانِ قرآن صفاتِ قُرّاءِ قرآن، قرآن پڑھنے کے آداب، دربیانِ استعاذہ، رو بقبلہ ہو کر تلاوت کرنا دربیانِ ختمِ قرآن، ثوابِ تعلیم و تعلّم اور حفظِ قرآن، تلاوتِ قرآن کا ثواب، قرآن کو دیکھکر تلاوت کرنے کی فضیلت، بعض آیات و سورتہائے قرآن کے فضائل، خواص دیگر سورتہائے قرآن، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ انعام، سورۂ اعراف، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ رعد، سورۂ ابراہیم، سورۂ حجر، سورۂ نحل، سورۂ کہف، سورۂ حج، سورۂ عنکبوت، سورۂ روم، سورۂ یٰسٓ، سورۂ صٰفٰت، سورۂ صٓ، سورۂ حٰمٓ سجدہ، سورۂ حٰمٓعسٓقٓ سورۂ زُخرف، سورۂ محمدؐ، سورۂ جنّ، سورۂ رحمٰن، سورۂ واقعہ، سورۂ قدر (انّا انزلناہ) سورۂ زلزال، سورۂ قارعہ، سورۂ تکاثُر، سورۂ والعصر، سورۂ کوثر، سورۂ نصر (اذا جاء نصر اللّٰہ) سورۂ اخلاص، سورۂ کافرون، سورتہائے معوذتین (سورۂ فلق و سورۂ ناس) سورۂ دھر۔
○ ینبعِ سوم: معاشرت باسلاطین، اہلِ حکومت کا برتاؤ، اُمراء اور رعایا پر ایک دوسرے کے حقوق کے بارے میں، مومنین کی اعانت اور اُن کو مزدور رکھنے کے بارے میں، ثواب حاجت برآریٔ مومن، مذمّتِ تحقیر و ایذائے مومنین، مومن کو خوفزدہ کرنا، حقوقِ بادشاہان، مفاسدۂ قربِ بادشاہان، ظالموں کے مددگار، حکّام سے ملاقات، نیک اخلاق کا بیان، بدخلقی ثواب نمازِ جماعت، ثواب تعقیبات، تقویٰ اور پرہیزگاری، ائمۂؑ کا علم امام حسینؑ کا حلم، امام زین العابدینؑ کا حلم، اللہ پر توکّل، صبر، تسلیم و رضا

حرفِ سپاس

آج جبکہ محترمی سیّد علی حسن اختر امروہوی (اعلی اللہ مقامہ) ہمارے درمیان نہیں ہیں، انکی کمی کا شدّت سے احساس ہورہا ہے۔ موصوف و مرحوم کی علمی اور مُشفقانہ شخصیّت میری ہمیشہ مُمد و معاون رہی، اور وہ بھی اپنے زرّیں مشوروں اور گرانقدر آراء سے نوازتے رہے۔

علّامہ مجلسی علیہ الرّحمہ کی فارسی کی کتاب "عین الحیٰوۃ" کا اُردو ترجمہ بنام "روح الحیات" جس محنتِ شاقّہ، لگن اور معیاری انداز سے مرحوم نے کیا تھا اس کو ہر خاص و عام میں بیحد مقبولیت حاصل ہوئی۔

اس کتاب کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر ہم نے اپنے محسن و مشفق محترم جناب ملازم حسین سالکؔ جعفری صاحب کے تعاون سے، جو چیزیں پہلے ایڈیشن میں کسی وجہ سے نظر انداز ہوگئی تھیں، مکمّل کیں تاکہ مومنین بخیر و خوبی استفادہ کرسکیں۔ اس سلسلے میں ہم جناب ملازم حسین جعفری سالکؔ صاحب کے بیحد ممنون و شکرگذار ہیں۔

ہم نے اپنی بہترین صلاحیّتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کتاب کو دیدہ زیب اور معیاری طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے باوجود ہم قارئینِ کرام کے مفید ترین مشوروں کے منتظر رہیں گے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُن کے مشوروں سے کمی کو دور کیا جاسکے۔ آخر میں ہم کتابِ ھٰذا کے قارئین کرام سے مؤدّبانہ استدعا کریں گے، کہ مترجمِ کتاب جناب سیّد علی حسن اختر امروہوی مرحوم کے ایصالِ ثواب کی خاطر سورۂ فاتحہ پڑھ کر مثاب ہوں۔" متشکّریم "... ناشر.. (محفوظ بک ایجنسی)

۷۸۶

پیشِ لفظ

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ
سید المرسلین وآلہ الطّاہرین المعصومین

امابعد: آج ہم ان احادیثِ نور بار کو جو علاّمہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بزبانِ فارسی "عین الحیوٰۃ" میں پیش کی ہیں، اپنے اُردو داں باذوق طبقہ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اُس کا ہزار شکر ہے کہ اس پیرانہ سالی میں ایک مہلک بیماری سے نجات پائی اور میرے ایک عزیز قریب ڈاکٹر سید شہنشاہ حسین زیدی سلمہٗ امروہوی نے جن کے ہاتھ میں شافیٔ مطلق نے شفائے کامل عطا فرمائی ہے، اُٹھا کر پھر بٹھا دیا۔

اب سوچا کہ کچھ کرنا چاہیے۔ لہٰذا عین الحیوٰۃ کا ترجمہ بنام "روح حیات" پیش کر رہا ہوں کتاب کی ندرت اور افادیت کا اندازہ آپ کو خود کتاب پڑھ کر ہوگا:

مشک آن است کہ خود مگوید نہ کہ عطار بگوید

اگر پسندِ خاطر مومنین ہو تو ایک سورۂ فاتحہ میرے فرزند دلپسند سید حسن اختر مرحوم اور والدین کی روح پر فتوح پر پڑھ کر بخشدیں: جزاک اللہ

نیز مالکِ "محفوظ بک ایجنسی سیّد عنایت حسین رضوی صاحب" بھی لائقِ صد مبارک باد ہیں جو دینی کتب شائع فرما کر قلوبِ مومنین کو جلا بخشنے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں اللّٰہم زد فزد:

احقر الزمن
سید علی حسن اختر امروہوی

۷۸۶

باب ۱

احوالِ اصحابِ اخیارِ حضرت رسول اللہ ص

حضرت ابوذرؒ

ابوذر آپ کی کنیت ہے اصل نام جندب بن جنادہ ہے۔ وطنِ عزیز عرب ہے۔ آپ کا تعلق قبیلۂ بنی غفار سے تھا۔ روایاتِ صحیحہ شاہد ہیں کہ بعد معصومینؑ تمام اصحابِ رسولؐ میں سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ سے افضل و برتر کوئی نہ تھا۔ بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوذرؓ، سلمانؓ سے کم اور مقدادؓ سے افضل تھے حضراتِ ائمۂ طاہرینؑ کی اکثر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر صحابہ بعد رحلتِ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مرتد اور بے دین ہو گئے تھے سوائے سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے۔ اور بعد میں بعض صحابہ دینِ حقّہ کی طرف لوٹ آئے اور حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کی بیعت کرلی۔

(عین الحیاۃ ص۲ سطر ۲۰)

فضائلِ سلمانؒ، ابوذرؒ، اور مقدادؒ

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب امیر المومنینؑ نے سلمانؒ سے فرمایا، اے سلمان! خانۂ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ پر آواز دو کہ اے طاہرہ! جنت سے جو تحفہ آپ کے پاس آیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرما دیں۔ سلمانؒ گئے اور درخواست کی کہ اے بنتِ رسولؐ! تحفۂ جنت سے مجھے بھی کچھ عنایت فرما دیجیے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے سلمان! تین حورانِ جنت، تین ظرف میں تحائف لائی تھیں۔ ایک حور نے اپنا نام سلمیٰ بتایا، اور کہا، مجھے خالقِ عالمین نے سلمانؒ کے واسطے خلق فرمایا ہے میں نے دوسری حور کا نام معلوم کیا تو اُس نے کہا، میرا نام ذرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوذرؒ کے واسطے خلق فرمایا ہے۔ تیسری حور نے اپنا نام مقدودہ بتایا اور کہا، مجھے خالقِ ارض و سما نے مقداد کے کے واسطے خلق فرمایا ہے۔

اس گفتگو کے بعد جناب فاطمہؑ زہرا نے اُس تحفہ میں سے قدرے مجھے عنایت فرمایا۔ اس میں اس قدر عجیب خوشبو تھی کہ میں جس طرف جاتا تھا، لوگ حیرت سے پوچھتے تھے کہ تمھارے پاس کیا چیز ہے جس کی خوشبو بیحد خوش کن اور عجیب ہے کہ ہم نے قبل ازیں کبھی سونگھی ہی نہیں۔ مستند کتبِ فریقین میں مروی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابوذر سے زیادہ سچا زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے خدا نے پیدا ہی نہیں فرمایا۔

کسی معترض نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کے متعلق اعتراض کیا کہ ابوذرؒ، حضرت علیؑ ابنِ ابیطالبؑ سے بھی زیادہ سچے تھے۔؟

- آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوذرؒ کے متعلق یہ کب اور کس موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔
- اُس نے کہا، نہیں۔
- آپؑ نے ارشاد فرمایا، کہ کچھ لوگ جناب رسولِ مقبولؐ کے پاس ابوذرؒ کی شکایت لے گئے کہ یہ علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کے بارے میں عقل میں نہ آنے والی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اس پر جناب رسولِ خداؐ نے یہ کلمہ جواباً ارشاد فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں، معصوم کا غیرِ معصوم سے مقابلہ نہ کرو؛ ان ہی جناب کا یہ ارشادِ گرامی قدر ہے کہ ایک روز ابوذرؒ، جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں پہونچے تو دیکھا کہ جناب رسولِ خداؐ دحیہ کلبی سے مصروفِ گفتگو ہیں؛ ابوذرؒ خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔

جبرئیل، جو اُس وقت بصورتِ دحیہ کلبی جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں موجود تھے آنحضرتؐ سے کہنے لگے کہ یا حضرتؐ! یہ ابوذرؒ نے کیا کیا کہ آپ کو بغیر سلام کیے گذر گئے، حالانکہ اُن کی ایک دُعا کا ذکر فرشتے بھی آسمان پر کرتے ہیں۔ جبرئیل جب وہاں سے رخصت ہو گئے اور ابوذرؒ خدمتِ رسولِ اکرمؐ میں حاضر ہوئے تو رسولِ خداؐ نے ابوذرؒ سے فرمایا، کہ اے ابوذرؒ! تم اس طرف سے گذر گئے اور مجھے سلام تک نہ کیا؛ ابوذرؒ نے کہا کہ، یا حضرتؐ! میں نے دیکھا کہ آپ دحیہ کلبی سے مصروفِ گفتگو ہیں کہ شاید کوئی رازدارانہ گفتگو ہو، لہٰذا میں خاموشی سے

آگے بڑھ گیا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اچھا وہ دعا، تو بتاؤ جو تم پڑھا کرتے ہو۔ کیونکہ جبرئیل، جو اُس وقت میرے پاس بصورتِ دحیہ کلبی بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ ابوذر نے آپؐ کو سلام نہیں کیا جبکہ اُن کی ایک دُعا کا ذکر فرشتے آسمان میں کیا کرتے ہیں۔

یہ سُن کر ابوذرؓ نے افسوس ظاہر کیا، اور کہا کہ وہ دُعا یہ ہے:۔

" اَللّٰھُمَّ اِنی اسئلک الایمان بِكَ والتصدیق بنبیّك والعافیة من جمیع البلاء والشکر علی العافیة والغنیٰ عن شرار النّاس "۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے معتبر روایت ہے کہ " بعدِ رحلتِ رسولِ مقبولؐ جو لوگ دینِ حقہ پر باقی رہے اور دین میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں کیا مثلاً سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود کندی، عمّار بن یاسر، جابر بن عبداللہ انصاری، عبداللہ بن صامت، عبادہ بن صامت، ابوایوب انصاری، حذیفہ بن الیمان ابوالھیثم، سہل بن حنیف، خذیمہ بن ثابت، ابوسعید خدری وغیرھم پر ان کی محبت و ولایت واجب ہے۔

ابنِ بابویہؒ، عبداللہ بن عبّاس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلعم مسجدِ قبا میں تشریف فرما تھے اور اصحاب بھی خدمتِ اقدس میں جمع تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا " جو شخص پہلے اس دروازے سے آئے گا وہ بہشتی ہے "۔ یہ سُن کر کچھ اصحاب اُٹھے تاکہ اس دروازے سے آنے میں پیشقدمی کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا " بہت سے لوگ اس دروازے سے آئیں گے اور

ہر ایک آگے بڑھتا جائے گا، ان میں سے جو آذر مہینے کے ختم ہو جانے کی خبر دے گا وہ بہشتی ہے "۔

ابوذرؓ ان لوگوں کے ساتھ اسی دروازے سے داخل ہوئے۔ آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ آجکل رومی مہینہ کونسا ہے۔ ابوذرؓ نے عرض کیا کہ آذر کا مہینہ ختم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا مگر دیگر اصحاب کو بتلانا چاہتا تھا کہ ابوذرؓ اہلِ بہشت سے ہے اور وہ کیسے بہشتی نہ ہو کہ لوگ اسے میرے اہلِ بیت سے محبت کی وجہ سے حرم سے نکال دیں گے اور وہ پردیس میں اکیلا زندگی بسر کرے گا، تنہائی اور بیکسی کی حالت میں انتقال کرے گا، عراق کے لوگ مسافر جانکر تجہیز و تکفین کریں گے اور یہ لوگ اس بہشت میں میرے ساتھ ہوں گے جس کا نیکوں کے لیے خدا نے وعدہ فرمایا ہے۔

نیز امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایمان کے دس درجے ہیں، سلمانؓ دسویں درجہ پر، ابوذرؓ نویں درجہ پر اور مقداد آٹھویں درجہ پر فائز ہیں۔

کیفیتِ اسلامِ ابوذرؒ

محمد بن یعقوبؒ کلینی سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تمھیں معلوم ہے کہ سلمان اور ابوذر کیسے ایمان لائے؟ آپ نے مزید فرمایا کہ ابوذرؓ اپنے قریے میں (مرکہ میں) جو مکّہ کے قریب ہے اپنی بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بھیڑیا بکریوں پر حملہ آور ہوا اُنھوں نے اُس کو اپنے عصا سے بھگا دیا، وہ دوسری طرف سے حملہ آور ہوا،

آپ عصا لیکر دوڑے اور فرمایا، ظالم! تو بھاگنے کا نہیں۔ بھیڑیا بقدرتِ خدا گویا ہوا کہ میں ظالم ہوں یا مکّہ والے جو خدا کے مقدس رسولؐ کو طرح طرح کی تکالیف پہونچا رہے ہیں اور ظلم بالائے ظلم کر رہے ہیں۔

ابوذرؓ نے جب بے زبان کی زبانی یہ سُنا تو پیادہ پا مکّہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب مکّہ پہونچے تو گرمی کی شدت نے پیاس سے بے چین کر دیا۔ اُنھوں نے چاہِ زمزم سے پانی نکالا تو دیکھا کہ ڈول میں بجائے پانی کے دودھ ہے، اُنھوں نے اس کو پی کر پیاس بُجھائی اور سمجھ گئے کہ یہ رسولِ خدا کی حقانیت کا پہلا معجزہ ہے۔ یہاں سے صحنِ کعبہ کی جانب آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے جنابِ رسولِ خدا کی شان میں گستاخانہ گفتگو کر رہے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص آیا۔ یہ لوگ اُس کے خوف سے سہم گئے اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ جب وہ شخص وہاں سے گذرنے لگا تو میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا، میں ابوطالب (سردارِ مکّہ) ہوں۔ کیا مجھ سے تمھارا کوئی کام ہے؟ میں نے اُن سے کہا، رسولِ خداؐ سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ایمان سے مشرّف ہو سکوں۔ حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا، کل اسی وقت میرے ساتھ چلنا۔ دوسرے روز پھر وہ وہیں جا پہونچے۔ آپ تشریف لائے اور دونوں روانہ ہوئے۔

ابوذر کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ مجھے ایک مکان میں لے گئے جہاں حضرت حمزہؑ موجود تھے۔ میں نے اُنھیں سلام کیا، اُنھوں نے سلام کا جواب دے کر میرا مقصد پوچھا، میں نے اپنا مقصد بیان کیا،

اُنھوں نے فرمایا کہ خدا ایک ہے، محمدؐ اُس کے رسول ہیں۔ تو میں نے گواہی دی کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پس، حضرت حمزہؑ مجھے ایک اور مکان میں لے گئے، جہاں حضرت جعفرؑ موجود تھے اُنھوں نے مجھ سے وہی سوال کیا، میں نے بھی اپنا مقصد بیان کیا، بعدہٗ کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا۔ حضرت جعفر طیارؑ مجھے خانۂ حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے اندر لے گئے۔ وہاں جاکر بھی میں نے کلمۂ شہادتین اپنی زبان پر جاری کیا۔

چنانچہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ مجھے جناب سرورِ کائنات سرکارِ رسالت پناہؐ کی خدمت بابرکت میں لے گئے۔ میں نے آنحضرتؐ کو سلام کیا، آپؐ نے مجھے بٹھایا اور کلمۂ شہادتین پڑھنے کی تلقین فرمائی اور میں نے کلمہ پڑھا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! تم اپنے وطن واپس جاؤ، تمھارے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی جاگیر کے تنہا تم مالک ہو اُس کا انتظام سنبھالو اور جب ہم بلائیں، آجانا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں شرفِ زیارت و ملاقات حاصل کیا۔

کیفیتِ اسلام سلمانؓ فارسی

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ ایک روز کچھ اصحاب قبرِ رسولِ خداؐ کے پاس بیٹھے مصروفِ گفتگو تھے۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے سلمانؓ فارسی سے سوال کیا۔ یا سلمان! تمھارے مسلمان ہو جانے کا کیا سبب ہوا؟ سلمانؓ نے کہا، یا امیر المومنین! کیونکہ آپ کے

سوال کا جواب دینا واجب ہے اس لیے بتا رہا ہوں کہ "میں شہر شیراز کا رہنے والا ہوں، کاشتکاری میرا پیشہ تھا، میرے والدین مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ ایک روز جب میں اُن کے ہمراہ صومعہ میں گیا تو مجھے ایک آواز سنائی دی، جیسے کوئی کہہ رہا ہے،

لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ، محمدٌ رسول اللہ

اس فقرے نے مجھ پر اس قدر اثر کیا کہ محبتِ رسولؐ میرے ہر بُنِ مو میں جاگزیں ہوگئی اور میں نے اپنے آبائی مذہب سورج پرستی کو ترک کر دیا۔ جس پر میرے والد نے ناراض ہو کر مجھے ایک بہت گہرے کنوئیں میں قید کر دیا۔ مدتوں تک میں اس میں مقید رہا، اور خدا سے اپنی نجات کے لیے دعائیں کرتا رہا۔

ایک روز ایک سفید پوش بزرگ آئے اور مجھے ایک صومعہ میں ایک راہب کے پاس پہونچا گئے۔ میں نے اُس پر اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا۔ وہ مجھ پر بڑا مہربان تھا کہ ایک روز اُس نے کہا کہ کل میں تم سے جُدا ہو جاؤں گا کیونکہ کل میرا روزِ مرگ ہے۔ میں نے کہا کہ، پھر میں کیا کروں اور کہاں جاؤں تو اُس نے ایک اور راہب کا نام بتلایا کہ فلاں ملک میں ہے اُس کے پاس جا کر میرا نام لینا۔ چنانچہ میں وہاں بھی کافی عرصے تک رہا۔ جب وہ بھی اس دارِ فانی سے رُخصت ہوا تو میں وہاں کے کچھ لوگوں کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ لوگ کھانے کے ساتھ شراب کے عادی تھے اُنھوں نے میرے سامنے بھی شراب رکھدی میں نے شراب پینے سے انکار کیا تو اُنھوں نے مجھے زدوکوب کیا اور ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ بھی مجھے طرح طرح کی تکالیف پہونچاتا رہا۔ بالآخر اُس نے بھی ایک خاتون سلیمہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُس کا ایک باغ تھا جس کی آبیاری میرے سپرد ہوئی۔ میری خدمات سے وہ خاتون بہت خوش تھی۔

ایک روز باغ میں کچھ ایسے حضرات داخل ہوئے جن کے سروں پر بادل سایہ کیے ہوئے تھا۔" ان میں آنحضرتؐ و امیرالمومنینؑ، حمزہؑ، زیدؑ بن حارثہ حضرت عقیلؑ، ابوذرؑ و مقدادؑ تھے۔" میں نے سوچا کہ یہ علامت تو رسول ہونے کی ہے مگر یہ سب تو رسول نہیں ہو سکتے، ایک ان میں سے ضرور رسول ہے۔ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ آنحضرتؐ نے مجھے اشارے سے بُلایا اور پشتِ مبارک سے ردا اُٹھا کر مہرِ نبوت کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ میں فوراً ہی قدموں پر گرا۔ آپؐ نے بکمال محبت مجھے اُٹھایا۔

پھر آپؐ نے سلیمہ سے فرمایا کہ اس غلام کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دے اُس نے میری قیمت چار سو درختِ خُرمہ، جن میں دو سو، خرمۂ زرد اور دو سو خرمۂ سُرخ قرار دی۔ آپؐ نے منظور فرما لیا اور اپنے وصی حضرت علی مرتضیٰؑ سے فرمایا، چار سو تخمِ خرمہ جمع کرو۔ آپؐ نے تخمِ خرمہ جمع کیے۔ آنحضرتؐ زمین میں تخم لگاتے اور حضرت علیؑ پانی دیتے جاتے تھے، رسولِ اکرمؐ نے دوسرا تخم جب زمین میں لگایا تو پہلے تخم سے ایک سرسبز درخت بن کر پھل لے آیا۔ المختصر چار سو درختِ خرمہ تیار ہوگئے جن میں دو سو خرمۂ زرد اور دو سو خرمۂ سرخ کے درخت تھے۔

جب سلیمہ نے دیکھا کہ اُس کی فرمائش پوری ہوگئی تو اُس نے فوراً ہی ایک دوسری شرط پیش کر دی اور کہا کہ یہ تمام درخت خرمۂ زرد ہونے چاہئیں، چنانچہ بحکمِ خدا حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور تمام درختوں کو خرمۂ زرد میں (اپنے پر مار کر) تبدیل کر دیا۔ مجبوراً سلیمہ نے سلمانؑ کو آنحضرتؐ کے حوالے کر دیا۔

تب جنابِ سرورِ کائنات نے سلمان کو آزاد کر دیا اور فرمایا "اے روزبہ ہم نے آج سے تمھارا نام سلمان رکھ دیا۔"

مظلومیّتِ ابوذرؓ

علی بن ابراہیمؒ سے روایت ہے
کہ جنگِ تبوک میں ابوذرؓ اپنے اونٹ کے کمزور د لاغر ہونے کی وجہ سے قافلے سے پیچھے رہ گئے تو اُنھوں نے اونٹ کو وہیں چھوڑ دیا اور اپنا سامان اپنی پشت پر لادا اور روانہ ہو گئے۔ جب قافلے کے قریب پہونچے تو اہلِ قافلہ نے جناب رسولِ خداؐ کو خبر دی کہ اے اللہ کے رسولؐ! کوئی شخص دور سے ہماری طرف آتا ہوا نظر آرہا ہے۔؟ آنحضرتؐ نے فرمایا" یہ ابوذرؓ ہیں" ان کے لیے پانی لیکر آؤ کیونکہ یہ بہت پیاسے ہیں۔ چنانچہ ابوذرؓ آئے اور اُن کو سیراب کیا گیا۔ ابوذر نے پانی پینے کے بعد اپنے سامان میں سے ایک صراحی پانی سے بھری ہوئی نکال کر رسولِ خداؐ کی خدمت میں پیش کی۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا" اے ابوذر! پانی کے ہوتے ہوئے بھی تم پیاسے رہے، اس کی کیا وجہ تھی۔؟ ابوذرؓ نے عرض کیا؛

یہ پانی میں نے راہ میں ایک چشمے سے حاصل کیا تھا جو نہایت سرد اور شیریں ہے۔ جی چاہا کہ اس کو میں اپنے آقا اور مولا کی خدمت میں پیش کروں اور خود نہ پیوں۔ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا" یا ابوذر! خدا تجھ پر رحم فرمائے اپنی تنہائی کے سفر، تنہائی کی موت، غربت اور بیکسی پر صبر کرنا۔ ایک قافلہ خدا پرستوں کا تمھاری تجہیز و تکفین کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمھیں داخلِ بہشت فرمائے گا۔ • معتبر تواریخ شاہد ہیں کہ ابوذر غفاریؓ کو خلافتِ ثانیہ میں ملکِ شام بھیج دیا گیا تھا۔ وہاں ابوذرؓ امیرِ شام کی خلافِ اسلام حرکتوں پر علی الاعلان مذمّت فرماتے اور امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کے مناقب بیان فرمایا کرتے تھے یہانتک کہ خلافتِ ثالثہ کا دور آیا تو امیرِ شام (معاویہ) نے خلیفۂ ثالث (عثمانؓ بن عفان) کو لکھا کہ ابوذر سے میں تنگ آگیا ہوں، یہ آپ کی بھی بُرائی

کرتا رہتا ہے۔ حکم ہوا کہ ابوذر کو ہمارے پاس جلد بھیج دو۔
چنانچہ شام کے عیش پسند حاکم نے رسولِ خداؐ کے اس جلیل القدر صحابی کو بے کجاوہ کے اونٹ کی پشت سے بندھوا کر روانہ کر دیا۔ ابوذرؓ، دربارِ خلافت میں شکستہ حالی میں پہونچے تو یہ عتاب آمیز الفاظ سنے۔" کیوں ابوذر! تم ہم پر جھوٹے الزام لگاتے ہو اور علی ابن ابی طالبؑ کی بڑی تعریفیں کرتے ہو" ابوذرؓ نے قرآن مجید کی ایک طویل آیت پڑھ کر سُنائی۔ (کہ خدا نے اپنے نافرمان بندوں کے واسطے فرمایا ہے کہ وہ عنقریب داخلِ جہنّم ہونگے اور اُن سے کہدو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے) خلیفۂ وقت نے غضبناک لہجے میں کہا، اے ابوذر! اب تم میں اتنی جرأت ہو گئی کہ ہمارا مقابلہ کرتے ہو۔ میں نے کونسا کام خدا و رسولؐ کے خلاف انجام دیا ہے؟ ابوذرؓ نے کہا کہ تمھیں یاد نہیں، ہم اور تم ایک روز شام کے وقت جناب رسولِ مقبولؐ

کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ آپؐ نہایت افسردہ اور ملول تشریف فرما ہیں ہم جب دوسری صبح کو حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ شاد و مسرور تھے۔ ہم نے اس کا سبب معلوم کیا تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا؛ کہ کل بیت المال میں چار درہم تھے، اس لیے میں پریشان تھا کہ یہ کسی حقدار کا حصّہ ہے جو ابتک بیت المال میں موجود ہیں، آج وہ حقدار کو دیدیے گئے، اِس لیے میں مطمئن ہوں۔"

اے خلیفۂ وقت! تمھارے پاس بیت المال میں اس وقت ایک لاکھ درہم موجود ہیں مگر تمھیں ایک لاکھ کا اور انتظار ہے تاکہ بیت المال میں زرِ کثیر جمع ہو جائے جو اپنے قرابت داروں کو حسبِ دلخواہ دے سکو کسی نے کہا کہ ابوذر دروغگو ہے، یہ آیات آپ کے بارے میں ہرگز نہیں ہیں۔ چنانچہ

حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بلایا گیا اور خلیفہ صاحب نے حضرت امیر المومنینؑ سے سوال کیا کہ ابوذر یہ کہتے ہیں کیا، یہ اس معاملہ میں دروغگو نہیں ہیں ؟

جناب امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا، خدا کے خوف سے ڈرو! میں نے حضرت رسولِ خداؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سُنا ہے کہ "ابوذر سے زیادہ سچّا زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے پیدا ہی نہیں ہوا۔"

حضرت ابوذرؓ نے رو کر کہا" افسوس تم سب مال پر جُھکے ہوئے ہو اور مجھے جھوٹا کہتے ہو اور خیال یہ ہے کہ حضوؐر پر مَیں نے جھوٹ باندھا، حالانکہ مَیں تم سب سے بہتر ہوں۔ حضرت عثمان نے پوچھا کس طرح ؟ اُنھوں نے کہا" جس روز سے مَیں اپنے حبیبؐ سے جُدا ہوا، یہی جُبہ پہنے ہوئے ہوں اور دین کو دنیا سے نہیں بیچا، اور تم نے دنیا کے لیے دین کو کھو دیا اور بدعتیں پیدا کیں، مالِ خدا کو ناحق خراب کیا، روزِ قیامت تم سے بازپُرس ہوگی اور مجھ سے نہ ہوگی۔" حضرت عثمان نے کہا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ ابوذرؓ نے جواب دیا کہ بِلا قسم بھی جو کچھ پوچھو گے جواب دوں گا۔

خلیفۂ وقت نے ابوذرؓ کو تنہائی میں بُلایا اور بڑے ہی درشت اور سخت لہجے میں کہا کہ دیکھو! تم کیونکہ اصحابِ رسولؐ میں سے ہو اِس لیے میں تمھیں قتل کرنے کا حکم تو نہیں دیتا، البتہ تم کو شہر بدر کرتا ہوں۔ بتلاؤ کس شہر کو پسند کرتے ہو۔؟ ابوذرؓ نے کہا، مکّہ جائے ولادتِ حبیبؐ خدا۔ اچھا، یہ بھی بتاؤ کہ کس شہر کو ناپسند کرتے ہو۔؟ فرمایا" ربذہ"۔ حکم ہوا کہ ان کو ربذہ ہی روانہ کر دیا جائے اور کوئی ان کے ساتھ نہ جائے۔ لیکن محمد بن یعقوبؒ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابوذرؓ مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالبؑ، حضرت حسن و حضرت حسین علیہم السّلام اور حضرت عقیلؓ، عمارؓ

یاسر کچھ دور ابوذرؒ کی مشایعت میں گئے اور ہر ایک نے آپ کو صبر کی تلقین کی۔ امام عالی مقام حسین علیہ السّلام نے فرمایا، عمِ محترم! دشمن آپ سے دین چھیننا چاہتا تھا مگر نہ چھین سکا، بلکہ آپ نے اس سے دین کو چھین لیا، خدا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

المختصر، ابوذرؒ غفاری ربذہ پہونچے، تنہائی کی زندگی، نہ کوئی یاور، نہ مونس نہ مددگار۔ پہلے چند بکریاں تھیں وہ بھی مر گئیں، پھر لڑکے داغِ مفارقت دے گئے، پھر شریک نے ساتھ چھوڑا۔ صرف ایک لڑکی رہ گئی، بے سروسامانی کا عالم۔ تین روز تک اُس ریگستان میں کھانے کے لیے کچھ نہ ملا تو ابوذرؒ نے ایک خاک کے تودے پر سر رکھ کر جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اب ایک چار سالہ بچّی غمگسار تھی اور مردہ باپ سامنے تھا۔ کیا کرتی؟ یتیم بچّی چیخی، چلاّئی، آواز فضائے بسیط کو چیرتی ہوئی بارگاہِ قدس میں جا پہونچی سامنے سے ایک عراقی قافلہ نمودار ہوا۔ بچّی کو باپ کی وصیّت یاد آئی۔ روتی ہوئی قافلے کی طرف دوڑی۔ جانے والو! صحابئ رسولؐ نے انتقال کیا، اور دو روز سے لاش بے گور و کفن ہے۔

دخترِ ابوذرؓ کہتی ہیں کہ میں اپنے باپ کی قبر پر رہی اور نماز روزہ ویسے ہی ادا کرتی رہی جیسے میرے باپ ادا کیا کرتے تھے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ نمازِ شب میں قرآن پڑھ رہے ہیں جیسا کہ ان کا معمول تھا۔ میں نے پوچھا باباجان! خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اُنھوں نے فرمایا: بیٹی! میں اپنے خدا کی بارگاہ آگیا ہوں، وہ مجھ سے خوش ہے اور میں اس سے راضی ہوں۔ مجھے اس نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اے بیٹی! عملِ نیک بجا لاؤ اور اس پر مغرور نہ ہو۔ (بعض روایات میں بجائے دختر کے زوجہ لکھا ہے)

حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بلایا گیا اور خلیفہ صاحب نے حضرت امیرالمومنینؑ سے سوال کیا کہ ابوذر یہ کہتے ہیں کیا، یہ اس معاملہ میں دروغگو نہیں ہیں ؟

جناب امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا، خدا کے خوف سے ڈرو! میں نے حضرت رسولِ خداؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سُنا ہے کہ "ابوذر سے زیادہ سچّا زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے پیدا ہی نہیں ہوا۔"

حضرت ابوذرؓ نے روکر کہا" افسوس تم سب مال پر جُھکے ہوئے ہو اور مجھے جھوٹا کہتے ہو اور خیال یہ ہے کہ حضورؐ پر مَیں نے جھوٹ باندھا، حالانکہ مَیں تم سب سے بہتر ہوں۔ حضرت عثمان نے پوچھا کس طرح ؟ اُنھوں نے کہا" جس روز سے مَیں اپنے حبیبؐ سے جُدا ہوا، یہی جُبہ پہنے ہوئے ہوں اور دین کو دنیا سے نہیں بیچا، اور تم نے دنیا کے لیے دین کو کھو دیا اور بدعتیں پیدا کیں، مالِ خدا کو ناحق خراب کیا، روزِ قیامت تم سے بازپُرس ہوگی اور مجھ سے نہ ہوگی۔" حضرت عثمان نے کہا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ ابوذرؓ نے جواب دیا کہ بِلا قسم بھی جو کچھ پوچھو گے جواب دوں گا۔

خلیفۂ وقت نے ابوذرؒ کو تنہائی میں بُلایا اور بڑے ہی درشت اور سخت لہجے میں کہا کہ دیکھو! تم کیونکہ اصحابِ رسولؐ میں سے ہو اِس لیے میں تمھیں قتل کرنے کا حکم تو نہیں دیتا، البتہ تم کو شہر بدر کرتا ہوں۔ بتلاؤ کس شہر کو پسند کرتے ہو۔؟ ابوذرؒ نے کہا، مکّہ جائے ولادتِ حبیبؐ خدا۔ اچھا، یہ بھی بتاؤ کہ کس شہر کو ناپسند کرتے ہو۔؟ فرمایا" ربذہ" حکم ہوا کہ ان کو ربذہ ہی روانہ کر دیا جائے اور کوئی ان کے ساتھ نہ جائے۔ لیکن محمد بن یعقوبؒ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابوذرؒ مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت امیرالمومنینؑ علیؑ بن ابی طالبؑ، حضرت حسن و حضرت حسین علیہم السّلام اور حضرت عقیلؒ، عمارؒ

یاسر کچھ دور ابوذرؒ کی مشایعت میں گئے اور ہر ایک نے آپ کو صبر کی تلقین کی۔ امام عالی مقام حسین علیہ السّلام نے فرمایا، عمِ محترم! دشمن آپ سے دین چھیننا چاہتا تھا مگر نہ چھین سکا، بلکہ آپ نے اس سے دین کو چھین لیا، خدا آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

المختصر، ابوذرؒ غفاری ربذہ پہونچے، تنہائی کی زندگی، نہ کوئی یاور، نہ مونس نہ مددگار۔ پہلے چند بکریاں تھیں وہ بھی مرگئیں، پھر لڑکے داغِ مفارقت دے گئے، پھر شریک نے ساتھ چھوڑا۔ صرف ایک لڑکی رہ گئی، بے سروسامانی کا عالم۔ تین روز تک اُس ریگستان میں کھانے کے لیے کچھ نہ ملا تو ابوذرؒ نے ایک خاک کے تودے پر سر رکھ کر جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ اب ایک چارسالہ بچّی غمگسار تھی اور مردہ باپ سامنے تھا۔ کیا کرتی؟ یتیم بچّی چیخی، چلّائی، آواز فضائے بسیط کو چیرتی ہوئی بارگاہِ قدس میں جا پہونچی سامنے سے ایک عراقی قافلہ نمودار ہوا۔ بچّی کو باپ کی وصیّت یاد آئی۔ روتی ہوئی قافلے کی طرف دوڑی۔ جانے والو! صحابیٔ رسولؐ نے انتقال کیا، اور دو روز سے لاش بے گور و کفن ہے۔

دخترِ ابوذرؓ کہتی ہیں کہ میں اپنے باپ کی قبر پر رہی اور نماز روزہ ویسے ہی ادا کرتی رہی جیسے میرے باپ ادا کیا کرتے تھے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ نمازِ شب میں قرآن پڑھ رہے ہیں جیسا کہ ان کا معمول تھا۔ میں نے پوچھا باباجان! خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟ اُنھوں نے فرمایا: بیٹی! میں اپنے خدا کی بارگاہ آگیا ہوں، وہ مجھ سے خوش ہے اور میں اس سے راضی ہوں۔ مجھے اس نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ اے بیٹی! عملِ نیک بجا لاؤ اور اس پر مغرور نہ ہو۔ (بعض روایات میں بجائے دختر کے زوجہ لکھا ہے)

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ: حضرت ابوذر کے کفن و دفن میں یہ لوگ شریک تھے:۔ احنف بن قیس تمیمی، صعصعہ بن صوحان عبدی خارجہ بن صلت تمیمی، عبداللہ بن مسلم تمیمی، ہلال بن مالک مُزنی، جریر بن عبداللہ بجلی اسود بن یزید النخعی، علقمہ بن قیس النخعی اور مالکِ اشتر۔

ابنِ عبدالبر نے کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں ابوذرؓ نے وفات پائی اور عبداللہ بن مسعود نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ بعض نے سنِ وفات ۲۴ ہجری لکھا ہے۔ لیکن پہلی روایت صحیح ترین ہے۔

یہ قافلہ سب اصحابِ رسولؐ کا تھا۔ میرِ قافلہ مالکِ اشتر تھے۔ لڑکی کی آواز پر رو پڑے لاشِ ابوذرؓ پر آئے نوحہ کیا، تجہیز وتکفین ہوئی مالکِ اشتر کے پاس ایک کفن تھا جو چار ہزار درہم میں خریدا تھا، وہ دیکر سپردِ خاک کیا۔ اور پھر اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیئے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کی بارِالٰہا! یہ تیرا نیک بندہ، تیرے حبیبؐ کا خاص صحابی تھا بحقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ، مغفرت فرما اور جس نے تیرے اس نیک بندے پر ظلم کیا اُس کو جزا وسزا جس کا وہ مستحق ہے، اُس پر مسلّط فرما۔ سب نے ملکر آمین کہی۔ ابوذرؓ کا یہ سخت ترین امتحان اللہ کے نیک اور مظلوم بندوں کے لیے صبر وتسکین کا باعث بنا۔

وصیتِ رسولِ اکرمؐ بہ ابوذرؓ

شیخ ابوعلی طبرسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مکارم الاخلاق" نیز دوسری بیشمار کتبِ معتبرۂ احادیث میں مستند ومعتبر روایت منقول ہے کہ "بیان کیا ابوذر غفاریؓ نے ابوالاسد دیلمی سے جبکہ وہ ابوذرؓ سے ملنے ربذہ گئے کہ میں ایک روز علی الصباح مسجدِ مدینۃ الرسولؐ میں

داخل ہوا تو کسی کو وہاں نہیں پایا، مگر صرف ایک قرآن کو جس کے پہلو میں ایک حائل تھی یعنی آفتابِ رسالت کے قریب مہتابِ امامت جلوہ گر تھا۔ موقع اور تنہائی کو غنیمت جان کر میں نے دست بستہ عرض کیا، مولائے کائنات! آپ پر میری جان قربان، مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیے جو دارین کے لیے مفید اور سودمند ثابت ہو۔

اللہ کے رسولؐ نے میری طرف بغور دیکھا اور فرمایا "ابوذر! تو ہمارے اہلِ بیت میں سے ہے اور میری نظر میں تو اللہ تعالیٰ کا مخصوص بندہ ہے سُن اور بہت غور سے سُن، یاد رکھ اور اس پر عمل پیرا ہوجا، کیونکہ یہ نصیحتِ عظیم جامع جمیع خیرات ہے۔" یا اباذر! اعبد اللہ کانک تراہ فان کنت لا تراہ فانہ یراک۔"

یعنی: "اے ابوذر! خدا کی اس طرح عبادت کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔" یہ حدیث کا وہ جامع فقرہ ہے جس کی تشریح وتفصیل کے لیے کتابیں درکار ہیں۔ ہم یہاں مختصراً چند فصول میں اس کی وضاحت کر رہے ہیں۔ اگرچہ مجھ جیسا بے بضاعتِ علمی حدیثِ رسولِ مقبولؐ کلِ علم رکھنے والے عالمِ ربانی کی زبانِ معجز بیان سے نکلے جامع الفاظ اور وہ بھی اللہ جل شانہٗ، قادرِ مطلق کی شان میں، بھلا کس طرح وضاحت کر سکتا ہے لیکن بعونہٖ سعی وکوشش کرنا میرا کام جیسا کہ کوشش کرنیکا حق ہے۔ (والحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ علی المعصومین۔)

باب ۲ (فصول)

" فصلِ اوّل "

مفہوم رویتِ باری تعؑ

حدیثِ ماسبق (جو ابھی مذکورہ بالا تحریر کی گئی ہے) میں رویتِ باری تعالیٰ پر زور دیا گیا ہے۔ لہٰذا جاننا چاہیے کہ رویت کی دو قسمیں ہیں: (۱) رویت بچشم (۲) رویت بقلب۔ عارفوں کی نظر میں رویت بقلب، رویت بچشم سے زیادہ قابلِ قدر و لقین ہے۔ آپ کا تجربہ ہوگا کہ آنکھ کبھی غلطی بھی کرتی ہے مثلاً ایک تیز رفتار ریل گاڑی میں بیٹھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ درخت وغیرہ بڑی تیزی سے پیچھے کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ "وعلیٰ ہٰذا القیاس" مگر بچشمِ قلب و ایمان اس قسم کی غلطیاں کم ہوتی ہیں۔

مولائے کائنات، امام العارفین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا کہ آپ جس خدا کی عبادت کرتے ہیں کیا آپ نے اُس کو دیکھا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، "اگر میں نے اس کو نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز اُس کی عبادت نہ کرتا، مگر میں نے اس چشمِ ظاہر سے اس کو نہیں دیکھا کیونکہ یہ اس کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔ میں نے تو اس کو چشمِ دل اور حقیقتِ ایمان سے دیکھا ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا، فرزندِ رسولؐ! عبادت اور بالخصوص نماز میں خضوع و خشوع کس طرح پیدا کیا جائے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، نماز میں سجدہ گاہ پر نظر رکھو۔

پھر کسی نے امام علیہ السّلام سے یہی سوال کیا۔ آپؑ نے اُس سے فرمایا کہ عبادت کے وقت یہ تصوّر ہو کہ اِس کے بعد موت واقع ہو جائے گی۔

کچھ روز بعد پھر امام علیہ السّلام سے کسی نے یہی سوال کیا۔

امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، عبادت کے وقت یہ تصوّر ہو کہ میں اُس کو دیکھ رہا ہوں، مگر وہ کیونکہ جسم و جسمانیت سے منزّہ ہے اس لیے دکھائی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا یہ تصوّر ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

ان تینوں قسم کے جوابات سے خیال ہوتا ہے کہ امام عالیمقامؑ نے بجائے تین جوابوں کے ایک ہی جواب ایسا کیوں نہ دے دیا جو سب سے بہتر ہوتا۔ لیکن یہ ہماری سمجھ کی غلطی ہے۔ دراصل امام علیہ السّلام نے ہر ایک کو اُس کی استعداد اور اہلیت کو دیکھ کر اس کے مطابق جواب عطا فرمایا اور آخر میں وہ حدیثِ رسولؐ ارشاد فرمادی جو عرفائے کے لیے مخصوص ہے اور معرفت میں جن کا سب سے بلند درجہ ہے وہ معصومین علیہم السّلام ہیں۔ جو یہ ارشاد فرماتے نظر آتے ہیں۔

"ما عرفناك حق معرفتك" یعنی:-

(ہم تیری معرفت کا حق ادا نہ کر سکے)

(فصل دوم)

وجہ تخلیقِ کائنات

بیشمار آیات اور کثیر احادیث سے ظاہر و واضح ہے کہ خالقِ عالم نے زمین و آسمان، عرش و کرسی اور جمیع مخلوقات کو نہیں پیدا کیا مگر صرف عبادت کے واسطے، اور جاننا چاہیے کہ عبادت اور معرفت لازم و ملزوم ہیں۔ بغیر معرفت عبادت بیکار اور بغیر عبادت معرفت بیکار ہے اور عبادت کے واسطے کچھ اور بھی شرائط ہیں جو روحِ عبادت ہیں مثلاً خضوع و خشوع اور حضورِ قلب۔ اگر یہ نہیں تو لطفِ عبادت بھی نہیں۔ اور یہ چیزیں وہ ہیں جو نمازی کو اعمالِ ناشائستہ سے روکتی ہیں۔ اگر نماز باشرائط ادا نہ ہو تو پھر حکمِ خدا کے مطابق نہیں بلکہ عادتاً نماز پڑھی گئی ہے۔

نماز کی قبولیت کے لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری نماز ہمیں اعمالِ ناشائستہ سے روک رہی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں روک رہی ہے تو وہ نماز مقصدِ خالق پورا نہیں کر رہی ہے، بلکہ ظاہری دکھاوے یا عادت کی بناء پر نماز پڑھی جا رہی ہے یا نمازگذار اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل کر رہا ہے۔

(فصل سوم)

شرائطِ عبادت

جملہ شرائط اعمالِ عبادت کو اس رسالہ میں ہم تفصیلاً بیان نہیں کر سکتے

لہٰذا مختصراً یہ ہے کہ منجملہ شرائط و آدابِ عبادت کے خلوصِ نیت ہے۔ چنانچہ خاتم النبیین سردار عارفین نے ارشاد فرمایا "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات"۔ یعنی (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے"۔ وہ نیت جس میں ارادۂ قربت نہ ہو لاحاصل ہے اور قربت سے مراد قربتِ جسمانی نہیں ہے بلکہ قربتِ روحانی ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی قربتِ جسمانی محال ہے کیونکہ وہ جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔ اُس کی قربت سے مراد وہ قربت ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں شخص سے بہت قریب ہے یعنی عادات و خصائل میں اس سے بہت قریب ہے۔ نیتِ نماز لاکھ خالص ہو اور صحیح نیت کی جائے مگر اس میں قربتِ خالق کے سوا کوئی اور مقصود ہو۔ مثلاً یہ کہ لوگ اس کو ایک مقدس اور پرہیزگار سمجھنے لگیں یا کوئی دولت مند اس کی نماز سے متاثر ہو کر اس پر مہربان ہو جائے۔

مترجم کو ایک پُر از عبرت واقعہ یاد آیا یہ کہ ایک چور بادشاہ کے محل میں چوری کرنے گیا اور اوّل وقت محل کی چھت پر وقت کا منتظر جا بیٹھا تاکہ بادشاہ اور ملکہ سو جائیں تو اس کا ہار چوری کر لے۔ اسی دوران اس نے ملکہ اور بادشاہ کو یہ باتیں کرتے ہوئے سُنا۔ ملکہ بادشاہ سے کہہ رہی تھی کہ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس نے ہمیں ایک لڑکی عطا کی ہے اب بحمداللہ وہ جوان ہو گئی ہے آپ اس کی شادی کی فکر کچھ نہیں کرتے۔

بادشاہ نے کہا کہ سوچ تو رہا ہوں کہ کسی حق پسند عبادت گذار فرد سے اس کی شادی کر دوں مگر ابھی کوئی سمجھ میں نہیں آیا۔ ملکہ نے کہا، یہ کیا مشکل

بات ہے۔ داروغہ کو حکم دیجیے کہ وہ علی الصبح مسجد میں جا بیٹھے جو جوان سب سے پہلے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہو اُس کو پکڑ لائے ہم اس کے ساتھ شادی کر دیں گے ہمیں کسی دولت مند کی تلاش کی ضرورت نہیں۔ خدا نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی۔ اُس نے داروغہ کو حکم دیا کہ وہ علی الصبح مسجد جائے اور سب سے پہلے آنے والے کو پکڑ کر ہمارے پاس لے آئے۔ چور یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ بڑا خوش ہوا اور فوراً چھت سے اُتر کر چلا گیا اور علی الصبح مسجد میں جا پہونچا۔ داروغہ نے پکڑ کر بادشاہ سلامت کے حضور میں حاضر کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو نہلا دھلا کر لباسِ فاخرہ پہنا کر ہمارے پاس لاؤ ہم اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کریں گے اور نصف سلطنت بھی عطا کریں گے۔

بادشاہ نے اُس جوان سے پوچھا کیوں میاں خوش بخت تمھیں منظور ہے۔ قدرت نے چور کو توفیقِ نیک عطا فرمائی، سوچا کہ جب اس جھوٹی نماز پر آدھی سلطنت اور بادشاہ کی دامادی مل رہی ہے اگر میں اُس قادرِ مطلق کی سچی عبادت کرنے لگوں تو وہ مجھے کیا نہیں دے دیگا۔ اُس نے بادشاہ سے صاف انکار کر دیا کہ مجھے تیری سلطنت کی ضرورت نہیں جس نے آدھی سلطنت دلوائی ہے وہ پوری سلطنت بھی دلوا سکتا ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر اُس جوان بخت کو گلے لگا لیا اور کہا، اچھا میں نے پوری سلطنت تجھے دی۔

لہٰذا عبادت میں انتہائی خلوص کی ضرورت ہے۔ مولائے کائنات امام عارفین نے فرمایا کہ "جو لوگ نماز اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ جنّت مل جائے اُن کی نمازیں تجارتی ہیں، اور جو جہنّم کے خوف سے نمازیں پڑھتے ہیں ان کی نمازیں غلامانہ ہیں اور جو اللہ کو لائقِ عبادت جان کر نماز پڑھتے ہیں وہ آزادوں کی سی

عبادت ہے۔ میں بھی نماز اس لیے پڑھتا ہوں اور عبادت اس لیے کرتا ہوں کہ وہ مالکِ حقیقی بہر حال لائقِ عبادت ہے۔ اس معبودِ حقیقی کے انعامات اس قدر ہیں کہ اگر ہر بُنِ مو زبان بن جائے تب بھی شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ! بندوں کے دلوں میں میری محبّت پیدا کرو۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا، پیدا کرنے والے! میں تو تجھ سے محبّت کرتا ہوں مگر بندوں کے دلوں میں تیری محبّت کیسے پیدا کروں۔

جواب ملا، میری نعمتوں کا اُن کے سامنے ذکر کرو محبّت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔

جنابِ رسالت مآب صؐ نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! خدا سے محبّت کرو اُس کی بیشمار نعمتوں کی وجہ سے، اور مجھ سے محبّت کرو خدا کی وجہ سے اور میرے اہلبیتؑ سے محبّت کرو میری وجہ سے۔"

انّما الاعمال بالنّیات کا مطلب یہ ہے کہ خالص خدا کے واسطے (عبادت کی نیّت) ہو۔ ایسی نیّت جس میں حضورِ قلب اور خلوص ہو وہ عمل سے بھی بہتر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظاہرہ الفاظ میں وضو اور غسل سے پہلے نیت کر لینے ہی کو نیّت کہتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ نیّت سے مطلب عمل میں اخلاص کا پیدا ہونا ہے اور عمل کو شرک و ریا سے دور رکھنا ہے۔ مثلاً، اگر کوئی شخص تارک الصلوٰۃ ہو یعنی کبھی نماز نہ پڑھتا ہو اور کسی روز سُنے کہ کوئی دولت مند مسجد میں آنے والا ہے جو نیکو کاروں، عابدوں اور نمازیوں کو مال و دولت تقسیم کرے گا، وضو کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ باوجود اِس کے کہ نیّت نماز ہی کی تھی لیکن اُس کی یہ نماز صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کا مقصد

حصولِ دولت تھا نہ کہ حصولِ رضائے الٰہی۔

نیّت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آسان تر اور دوسری دشوار تر۔

پہلی آسان نیّت یہ ہے کہ کام سے پہلے اس کی نیّت کرے اور سہواً وہ کام بجا نہ لائے۔ مثلاً حمّام میں داخل ہوا اور یہ بھول جائے کہ مجھے غسلِ جنابت کرنا ہے۔ سر و جسم پر پانی ڈال کر نکل آئے، تو یہ غسلِ جنابت نہ ہوگا۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ میں غسل کیوں کر رہا ہوں، گو بظاہر الفاظ کے ذریعے سے ادا نہ ہو تاہم صحیح نیّت قرار پائے گی۔

دوسری دشوار تر نیّت یہ ہے کہ اس کام کو جس کو وہ کر رہا ہے اس کی غرض و غایت اور علّت کا بھی علم و قصد ہو کہ میں یہ کام کیوں کر رہا ہوں۔؟ عقل کا مذہب کا کیا حکم اور فیصلہ ہے۔ مثلاً ایک شخص سے دریافت کیا جائے کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہے بازار جا رہا ہوں۔ یہ نیّتِ اوّل ہوئی پھر دریافت کیا جائے، بازار کیوں جا رہے ہو؟ وہ کہے فلاں چیز خریدنے کے لیے۔ یہ ہوئی نیّتِ ثانی۔

نیّت کے چند مدارج ہیں:۔

اس دنیا کی بنیاد عشق و محبّت ہے اور ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مقصود و مطلوب ہے جس کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کا مقصود مالِ دنیا ہے وہ نفس شیطانی کے فریب میں آ کر اس کے حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے مقصود حصول معشوق ہے اس راہ میں اُس کو جس قدر تکالیف اور مشکلات پیش آئیں گی وہ اس معشوق کے حصول کے سامنے نہ دشوار، بلکہ محبوب معلوم ہوں گی اگر اس کے سامنے کہیں کہ نماز ایسی چیز ہے جس کے ادا کرنے والے کو خدا جنّت میں دولتِ آخرت سے مالا مال کر دے گا وہ ہرگز اس طرف رغبت

نہ کرے گا۔ یہ شخص اگر عبادت بھی کرتا ہے تو مال پرست ہے اور اُس کا معبود مال ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص منصب و مرتبہ کا عاشق ہے وہ اپنے محبوب کی تلاش میں لگا ہوا ہے اگر عبادت بھی کرتا ہے تو اس نیّت سے کہ لوگوں کی نظر میں معزز ہو جائے جس کو دولت مند دیکھتا ہے اس کی خدمت کرنے اور تعظیم کرنے کے لیے تیار ہے وہ گردشِ ایام سے اگر تہی دست ہو جاتا ہے تو دوسرے دولت مند کی خوشامد اور اطاعت میں مصروف ہو جاتا ہے اس لیے خداوندِ عالم نے صرف اس لیے کہ دنیا پرست، جاہ پرست اور خدا پرست باہم ممتاز ہو جائیں حق پرستوں میں سے بیشتر کو فقیر اور مفلس رکھا ہے۔

چنانچہ زمانۂ رسالت میں کیونکہ دین و دنیا یکجا جمع تھے اعوان و انصار کی کثرت تھی، لیکن بعدِ رسول جب دین اور دنیا جدا جدا ہو گئیں تو دنیا دار کثرت سے دنیا دار حاکموں سے جا ملے اور دین داروں کی کمی ہو گئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ ریا سے پرہیز کرو، کیونکہ وہ شرک ہے اور ریاکار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ کافر، بدکردار، مکّار، زناکار۔ اور کہا جائے گا کہ تیرے اعمال کا اجر باطل ہوا۔ اور تیری محنت برباد ہو گئی اپنی اُجرت اور مزدوری اُس سے طلب کر جس کی خاطر تو کام کرتا تھا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ روزِ قیامت خداوندِ عالم ایک جماعت کو جہنّم میں داخل کرنے کا حکم دے گا اور داروغۂ جہنّم سے فرمائے گا کہ آتشِ جہنّم کو حکم دے کہ وہ اس کے پیروں کو نہ جلائے، کیونکہ یہ ان پیروں سے مسجد میں جاتے تھے اور ان کے چہروں کو نہ جلائے کیونکہ یہ وضو کرتے تھے اور اُن کے

ہاتھوں کو بھی نہ جلائے کیونکہ یہ دعا کے لیے بلند ہوتے تھے۔ زبان کو بھی نہ
جلائے کیونکہ اس سے یہ قرآن پڑھتے تھے۔

لہٰذا داروغۂ جہنّم اُن سے پوچھے گا، اے اشقیا! تم نے کیا کام کیا
ہے جو ان اعمال کے باوجود تم مستحقِ جہنّم قرار دیے گئے؟

وہ کہیں گے کہ یہ سب کام ہم نے غیرِ خدا کے لیے انجام دیے تھے
اس لیے آج کہا گیا ہے کہ اپنے کاموں کی مزدوری اس سے طلب کرو جس کے
لیے تم نے یہ کام کیے تھے۔

جنابِ لقمان نے اپنے فرزند کو وصیّت فرمائی کہ ریاکار کی تین علامتیں
ہیں۔ جب تنہا ہوتا ہے تو عبادت میں سُستی کرتا ہے، جب مجلس میں ہوتا ہے
تو سب سے زیادہ عبادت کا شائق نظر آتا ہے اور ہر کام میں یہ چاہتا ہے کہ
لوگ اس کی زیادہ سے زیادہ تعریف کریں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جنابِ رسالت مآبؐ سے
روایت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لیے نماز ادا کرے
وہ مشرک ہے۔ جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لیے حج بجالائے وہ مشرک ہے
جو شخص روزہ لوگوں کے دکھانے کے لیے رکھے وہ مشرک ہے۔ جو شخص لوگوں
کے دکھانے کے لیے زکوٰۃ دے وہ مشرک ہے اور جو شخص جملہ احکاماتِ خدا کو
لوگوں کے دکھانے کے لیے بجالائے وہ مشرک ہے۔ خدا ریاکار کے کسی عمل کو
بھی قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

ہر "ریا" شرک ہے۔ جو کام بھی لوگوں کے دکھانے کے لیے انجام
دیا جائے وہ شرک ہے۔" اور مزدوری بھی وہی دے گا جس کے واسطے وہ

کام کیا گیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ "جو بندۂ مومن نیک کام کرے گا، اگرچہ وہ قلیل
ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اس کو کثیر کر کے لوگوں پر ظاہر فرما دے گا" اور جو بدکار ہوگا
وہ اپنی بدکاری کو کتنا ہی چھپانے کی کوشش کرے گا، ایک نہ ایک روز خدا
اس کو ظاہر فرما دے گا۔

مکّاری اور ریاکاری کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے دل سے اغراضِ
فاسدہ، ہوسِ دنیا، خیالِ جاہ کو نکال دے اور سوچے کہ یہ سب چیزیں فانی
اور بے حقیقت ہیں۔ ایک روز ان میں سے کچھ باقی نہ رہے گا، لہٰذا اس باقی ذات
کی قربت و خوشنودی کے حصول میں ہمیں اس فانی دنیا میں سب کام انجام دینے
چاہئیں، اور دنیا و خرافاتِ دنیا سے منہ موڑ لینا چاہیے۔

منقول ہے کہ ایک شخص ایک درخت کے سائے میں بیٹھا ہوا یادِ الٰہی
میں مشغول تھا کہ بحضورِ قلب اس کی عبادت بجالائے کہ چند طائر اس درخت پر
جمع ہو گئے اور شور کرنا شروع کیا، اُس کے حضورِ قلب میں خلل پڑا، اُٹھ کر اُن کو
اُڑا دیا اور پھر مشغولِ عبادت ہوا۔ طائر پھر آبیٹھے اور شور و غل مچانا شروع کیا اُس
نے پھر اُن کو اُڑا دیا وہ تھوڑی دیر کے بعد پھر آبیٹھے۔ ایک شخص اس طرف سے
گذرا، اس نے یہ سب کچھ دیکھا اور کہا: برادر! جب تک یہ درخت باقی ہے
فراغت ممکن نہیں، اس درخت کو قطع کر دے۔ اس نے ایسا ہی کیا، فراغت
ہوگئی۔ اس طرح انسان کے دل میں جب تک محبّتِ دنیا کا درخت اور اُس پر
خواہشاتِ نفسانی کے طائر موجود ہیں عبادت اور ریاضت میں حضورِ قلب ناممکن
ہے۔ لہٰذا خواہشاتِ دنیا کو جو مانعِ عبادت و خلوص ہیں ترک کر کے محض طلبِ
رضائے الٰہی میں توجّہ کرے اور سوچے کہ عقلاً شکر گذاری اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر

واجب ہے اور اُسکی نعمتیں بیشمار ہیں جن کے شکریے سے وہ عہدہ برآ ہو ہی نہیں
سکتا۔ سب سے بڑی نعمت خود انسان کا وجود ہے جو اُس منعمِ حقیقی کا عطا کردہ ہے
اور تمام اعضاء و جوارح، حواس و قویٰ اُسی کے عطا کردہ ہیں۔ یہ زمین و آسمان
چاند، سورج، ستارے، عرش و کرسی، ملائکہ و جنّات، اور وحوش و طیور کو
اس نے اسی انسان کی منفعت کے لیے خلق فرمایا، ہر طرح سے اُس کی صحت
کے پیشِ نظر غذاؤں اور اسی اعتبار سے موسم کا مناسب انتظام و اہتمام فرمایا
دوستوں کا کیا ذکر اُس نے کافروں کو بھی اپنی نوازشات سے محروم نہیں فرمایا لیکن
ہزاروں نعمتوں کے باوجود جو صرف اس معبود و یگانہ کی طرف سے ہیں، انسان اپنی
احسان فراموشی کا ثبوت اس طرح دیتا ہے کہ غیر از خدا اپنا سر جھکاتا اور ان کی
عبادت کرتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ:۔

"اگر خدا جنّت کا امیدوار نہ بھی بناتا، خوفِ دوزخ سے نہ بھی ڈراتا
پھر بھی اُس کی عبادت بندوں پر واجب تھی۔ کیونکہ وہ قبل از وجودِ
انسان وغیرہ اور بعد از وجود تمام تر نعمتوں کا واحد عطا کرنے والا ہے۔"

عبادت کے درجات ہیں۔ لہٰذا مخلصین کے درجات میں ایک
درجہ اُن لوگوں کا ہے جو عبادت، حیا کے باعث کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا
قلب نورِ ایمان سے روشن ہوتا ہے۔ وہ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ (اللہ) علیم و
خبیر ہماری ہر حرکت و سکون سے واقف ہے۔ لہٰذا اُس کی معصیت اور مخالفت
میں ہرگز قدم نہیں اٹھاتے اور اپنے محسن کی ناشکر گذاری و نافرمانی کرتے ہوئے
شرماتے ہیں اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے فرزند سے فرمایا "اے فرزند! اگر خدا کی نافرمانی

یا معصیت کرنا چاہے تو ایسا مکان تجویز کر جہاں خدا موجود نہ ہو۔"

جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا، "اپنے خدا سے حیا کیا کرو جیسا
کہ حیا کرنے کا حق ہے۔"

اصحاب میں سے کسی نے سوال کیا کہ کس طرح حیا کی جائے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، "اگر حیا کرنا چاہو تو موت کو ہمیشہ پیشِ نظر
رکھو اور جملہ حواس (خواہشِ نفس) کو معصیتِ خداوندی سے باز رکھو، اکلِ
حلال و صدقِ مقال کا خیال رکھو، قبر اور خاک میں ملکر خاک ہوجانے کو
یاد رکھو۔"

ایک عبادت یہ ہے کہ جن لوگوں نے لذتِ عبادت کو حاصل کرلیا
ہے اُن کی عقل اور نفس مصفٰے و منوّر ہو چکے ہیں اور تمام خواہشاتِ نفسانی آئینۂ
دل سے محو ہو چکی ہیں وہ کسی لذّت کو اطاعت و عبادت پر ترجیح نہیں دیتے،
اور کوئی غم اُن کی نظر میں المِ معصیت سے زیادہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ حقیقتِ گناہ
اور قباحتِ معصیت کو کماحقہٗ سمجھ چکے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ اپنی عبادت
کا اجر حاصل کر چکے ہیں۔ اپنی عبادت کو بہشت اور معصیت کو جہنم سمجھتے ہیں
عبادت میں اس قدر لذت پاتے ہیں کہ دنیا کی کسی لذّت میں وہ لطف محسوس
نہیں کرتے۔ آنسو کا ہر قطرہ جو اُس مالکِ حقیقی کی یاد میں نکلے باعثِ لذّتِ قلب
ہوتا ہے اور شوق بھی۔ اور وہ قطرہ جو اُس کی آنکھ سے خوف میں نکلے اسمیں
لذّتِ خوف پاتے ہیں۔

حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ "نیک ترین بندہ وہ ہے جو عبادت
کا عاشق ہو، دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہو۔ اعضاء و جوارح مطیع و فرمانبردار ہوں
شوقِ عبادت میں کاروبارِ دنیا کو فراموش کر چکا ہو، اس کی مطلق پرواہ نہ ہو کہ زندگی

دنیا آرام سے گذر رہی ہے یا تکلیف سے، بلکہ تصورِ بہشت بھی عبادت اور تقرّبِ باری تعالیٰ کے تصوّر میں بے حقیقت ہو گیا ہو۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے "اے عبادت گذارو! میری عبادت سے فائدہ حاصل کرو دنیا میں، جس طرح آخرت میں فائدہ اُٹھاؤ گے۔ دیکھو جس طرح انسان کے جسم میں حواسِ خمسہ ہیں جن کے ذریعے سے محسوسات میں انسان تمیز کرتا ہے اسی طرح انسان کی روح میں بھی قوائے حاسّہ ہیں جن کے ذریعے سے حقائق اور معانی میں وہ تمیز کر لیتا ہے اور جس طرح حواسِ جسمانی مضر چیزوں سے انسان کو باز رکھتے ہیں اسی طرح حواسِ روحانی انسان کو بد ذائقہ معصیت سے باز رکھتے ہیں صحیح ذائقہ رکھنے والے ہر چیز کے صحیح ذائقے کو معلوم کر لیتے ہیں مگر جب انسان بیمار ہوتا ہے تو شیریں چیزیں بھی اُسے تلخ اور کڑوی معلوم ہونے لگتی ہیں اور پھر ایسے میں ذائقے کا اعتماد ہی نہیں رہتا۔ اسی طرح حواسِ روحانی پر جب تک شہواتِ نفسانی غالب نہیں آتے، وہ عبادات اور اعمالِ نیک کو لذیذ سمجھ کر بجالاتا ہے اور جب حواسِ روحانی پر خواہشاتِ نفسانی غالب آجاتے ہیں تو یہی اعمالِ نیک اس کو بد ذائقہ اور تلخ معلوم ہونے لگتے ہیں عبادت سے متنفر ہو جاتا ہے اور پھر وہ بداعمالیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اُس کی نظر میں نیک انسان بد اور بد انسان نیک معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس سے بھی عظیم مرتبہ محبانِ خداوندی کا ہے۔

چنانچہ خود خداوندِ عالم، حضرات معصومین علیہم السّلام کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ "خدا ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں۔" یہ وہ عبادت گذار ہیں کہ اگر جنّت میں بھی ہوں اور رضائے محبوب نہ ہو تو جنّت بھی اُن کے لیے جہنّم سے بدتر ہے۔ اور اگر جہنّم میں ہوں اور رضائے

محبوب وہاں ہو تو آتشِ جہنم بھی اُن کے لیے گل و ریحاں ہیں۔

چنانچہ خلیلِ خدا (حضرت ابراہیمؑ) نے آتشِ نمرود کو رضائے دوست میں گل و ریحاں سمجھا، قدرت نے بھی اُس آتش کو گُل و ریحاں بنا دیا۔ اگر آتشِ نمرود کو اللہ تعالیٰ گل و گلزار میں تبدیل نہ کرتا اور اسی میں اس کی رضا ہوتی تو خلیل کے واسطے وہ آتش ہی گل و ریحاں سے زیادہ آرام دہ ہوتی۔

مثال کے طور پر ایک جاہل انسان عشقِ مجازی میں اپنے محبوب کی رضا و خوشنودی کے حصول کی خاطر کیا کچھ نہیں کر گذرتا، اس کی خاطر ہر زحمت و تکلیف کو مزے لے لے کر بخوشی برداشت کرتا ہے اور نفع یا ضرر کا مطلقاً خیال نہیں کرتا۔ غرض جس کام کو کرتا ہے جہاں جاتا ہے مقصدِ رضائے محبوب ہوتی ہے۔ اسی طرح جب محبوبِ حقیقی کا عشقِ حقیقی انسان کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ پھر بہشت کے شوق اور جہنّم کے خوف سے گذر جاتا ہے اور اس کی نظر میں سب سے بڑی چیز رضائے دوست رہ جاتی ہے اور بہشت کو وہ اس لیے پسند کرتا ہے کیونکہ دوست اس کو پسند کرتا ہے اور جہنّم کو اس لیے ناپسند کرتا ہے کیونکہ دوست اس کو ناپسند کرتا ہے۔

چنانچہ امام المتقین، امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا "الٰھی! اگر تو مجھے جہنم میں جگہ دے اور اپنے دوستوں سے مجھے جُدا کر دے تو میں جہنّم کے عذاب پر تو صبر کر سکتا ہوں مگر تیری جُدائی اور فراق پر کیسے صبر کروں گا"

لہٰذا جس کا محبّت میں یہ مرتبہ ہو وہ کس طرح اپنے خالق کی نافرمانی کر سکتا ہے۔؟ چنانچہ محبوبِ رب العالمین صادقِ آلِ محمدؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ "وہ ہرگز خدا کا دوست نہیں ہے جو معصیتِ خدا بھی کرتا ہو اور وہ شخص جو اس کی عبادت ثواب کی غرض سے کرتا ہے یہ حریصوں جیسی عبادت ہے جو

جنت کے لالچ میں عبادت بجا لاتے ہیں اور جو جہنم کے خوف سے عبادت کرتا ہے، یہ غلامانہ عبادت ہے جو آقا کے خوف کی وجہ سے اطاعت کرتے ہیں ہم اس کی عبادت صرف اس کی محبت کی وجہ سے بجالاتے ہیں اور جو ہم سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے محبت فرماتا ہے۔ چنانچہ اس معبودِ حقیقی کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ:

"اے محمدؐ! لوگوں سے یہ فرما دیجیے، اگر اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ خدا تمھیں دوست رکھے"

پھر فرمایا "جو اللہ کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کو دوست رکھتا ہے اور جس کو اللہ دوست رکھتا ہے وہ امان میں ہے"۔

یعنی دنیا میں شرِ شیطان اور خواہشِ نفسانی سے بے خوف ہے۔

اور حضرت موسیٰ بن عمران کو وحی ہوئی،

"اے موسیٰ! دروغگو ہے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں اور جب رات آتی ہے تو غفلت کی نیند سو جاتا ہے، حالانکہ ہر دوست یہ چاہتا ہے کہ میں تنہائی میں اپنے محبوب سے گفتگو کروں۔ اے موسیٰ! جب رات آتی ہے تو رات کی تنہائی میں ہمارے دوست ہم سے اس طرح باتیں کرتے ہیں گویا وہ ہمارے پاس بیٹھے ہمیں دیکھ رہے ہیں اور یہ مرتبہ اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب مومن ہماری بیشمار نعمتوں کا تصوّر کرتا اور ان کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے"۔

جنابِ رسولِ خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا "بتلاؤ اللہ کی بیشمار نعمتوں میں سب سے پہلی نعمت کون سی ہے"۔ چنانچہ ہر شخص نے

اپنے اپنے خیال کے مطابق جوابات دیے: یعنی کسی نے لذیذ غذائیں کسی نے عمدہ لباس، کسی نے اولاد و فرزندان، کسی نے زنانِ حسین و جمیل بتائیں اور خاموش ہو گئے۔ بالآخر صحیح جوابات نہ ملنے پر آنحضرتؐ، امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے علیؑ! تم بتلاؤ کہ اللہ کی لاانتہا نعمتوں میں پہلی نعمت کونسی ہے؟

وصیٔ رسول اللہؐ نے جواب دیا، اے اللہ کے رسولؐ! آپ ہی مجھ سے بہتر جانتے ہیں اور جو میں جانتا ہوں وہ بھی آپؐ ہی کا تعلیم کردہ ہے۔ تاہم آپؐ کا حکم بجالانے کی خاطر جواب دیتا ہوں کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سب سے پہلی نعمت، نعمتِ ایجاد ہے کہ کتمِ عدم سے ہمیں لباسِ وجود و شہود عطا فرمایا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، اے علی سچ کہا تم نے، دوسری نعمت کیا ہے؟

(۲) حضرت علیؑ نے فرمایا، دوسری نعمت یہ ہے کہ ہمیں نباتات اور جمادات کی طرح نہیں بنایا، بلکہ روح و جان سے نوازا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، سچ کہا، تم نے اے علیؑ! تیسری نعمت کا بھی ذکر کرو۔

(۳) عرض کیا، تیسری نعمت یہ ہے کہ ہمیں بہترین شکل و صورت پر خلق فرمایا

آپؐ نے فرمایا صحیح ہے۔ پھر چوتھی نعمت کا بھی ذکر کرو۔؟

(۴) جواب دیا، کہ چوتھی نعمت یہ ہے کہ ہمیں حواسِ ظاہری اور باطنی دے کر ممتاز فرمایا۔

حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا، سچ ہے۔ پانچویں نعمت کونسی ہے؟

(۵) امیرالمومنینؑ نے فرمایا، پانچویں نعمت یہ ہے کہ ہمیں عقلِ سلیم سے نوازا۔

حضرتؐ نے فرمایا، سچ ہے اے علیؑ! اور چھٹی نعمت کیا ہے؟

(۶) فرمایا، چھٹی یہ ہے کہ ہمیں دینِ حق کی دولت بخشی اور گمراہ و غافل خلق نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا' اے علیؑ یہ بھی سچ ہے۔ اور اب ساتویں نعمت کا ذکر بھی کرو۔

(۷) فرمایا، ساتویں نعمت یہ ہے کہ ہمارے لیے آخرت کی غیر فانی زندگی بخشی۔

فرمایا آنحضرتؐ نے۔ درست ہے۔ آٹھویں نعمت کیا ہے؟

(۸) عرض کیا، ہمیں آزاد خلق فرمایا کسی کا غلام نہیں بنایا۔

فرمایا' یہ بھی درست ہے۔ نویں نعمت بھی بتاؤ؟

(۹) فرمایا حضرتؑ نے نویں نعمت یہ ہے کہ آسمان و زمین و ما فیہا کو ہمارے ہی فائدے کے لیے خلق فرمایا اور ہمارے لیے مسخر فرمایا۔

فرمایا' یہ بھی درست ہے۔ دسویں نعمت کون سی ہے؟

(۱۰) دسویں نعمت ہے کہ ہمیں مرد پیدا کیا اور عورتوں پر شرف بخشا۔

فرمایا حضرتؐ نے' اے علیؑ! اور بھی نعمتوں کا ذکر کرو۔

عرض کیا' اے اللہ کے برگزیدہ ترین اوّلِ مخلوق! نعماتِ الٰہیہ تو بیشمار ہیں جن کے شمار کے لیے میری عمر کوتاہ ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا' اے علیؑ! مبارک ہو کہ تم ہی " وارثِ علم ہو " "اے ابوالحسن! جو تیری پیروی کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو تجھے دوست رکھے گا وہ نجات پا جائے گا اور جو تیری مخالفت کرے گا اور تجھے دشمن سمجھے گا، وہ روزِ قیامت رحمتِ الٰہی سے محروم رہے گا۔ پھر فرمایا کہ اُس معبود کی زیادہ سے زیادہ قربت و محبت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی یاد اور زیادہ سے زیادہ ذکر کیا جائے اور سب سے

بہتر عبادت عرفاء کی ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

"میں تیری عبادت جہنم کے خوف سے اور جنت کے شوق سے نہیں بجا لاتا، بلکہ میں نے تجھے لائقِ عبادت سمجھا ہے اس لیے تیری عبادت کرتا ہوں۔"

یہ با معرفت عبادت کا وہ مرتبہ ہے کہ اگر کسی عابد کو عیاذاً باللہ جہنم میں بھی بھیج دیا جائے تو وہ وہاں بھی اس کی عبادت کرتا رہے گا کیونکہ وہ اس کو بہرحال لائقِ عبادت سمجھتا ہے۔

اگر کوئی معترض کہے کہ جب کمالِ عبادت میں بہشت اور جہنم کو کوئی دخل نہیں جیسا کہ مذکور ہوا، تو پھر انبیاءِ ماسبق اور اولیاءِ معصومینؑ کیوں اپنی دعاؤں میں جنّت کی خواہش اور دوزخ سے نجات کا ذکر فرماتے تھے۔؟

بات یہ ہے کہ بہشت کی معنوی و صوری اور ظاہری و باطنی لحاظ سے مختلف حالتیں ہیں، اس کے ایک میوے میں مختلف لذتیں ہیں اسی اعتبار سے وہ میوہ ہر شخص کو اپنے اپنے مزاج کے باعث پسند ہوتا ہے مثلاً کسی کیلئے اسکا ذائقہ خوشگوار ہے کسی کو اس کا ذائقہ کام ایمان کے باعث خوش آئند معلوم ہوتا ہے مثال کے طور پر بادشاہ کسی عام شخص کو اپنے دسترخوان سے ایک لذیذ طعام عنایت کرتا ہے وہ شخص اس کی لذّت سے کام و دہن کو شیریں کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ وہی طعام ایک حقیقت شناس کو عطا کیا جاتا ہے۔ وہ بھی خوش ہوتا ہے مگر اس لیے نہیں کہ وہ طعام خوش ذائقہ تھا۔ کیونکہ خوش ذائقہ طعام تو وہ اپنے گھر بھی کھاتا تھا، بلکہ اس کی خوشی اس لیے تھی کہ بادشاہ کی اس عنایت سے اس کی عزّت افزائی ہوئی، انبیاء و اولیاء بھی اسی جنّت کی دعائیں کرتے ہیں جس سے اُن کی عزّت میں اضافہ ہوتا ہے نہ کہ لذّاتِ جسمانی ہیں۔ اور دوزخ سے

نجات اس لیے نہیں چاہتے کہ آتشِ دوزخ سے ڈرتے ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ آتشِ فراقِ دوست کو برداشت نہیں کر سکتے۔ جیساکہ جناب امیر المومنینؑ نے دعا میں فرمایا ہے کہ "پروردگارا! میں تیرے عذاب پر تو صبر کر سکتا ہوں لیکن تیری رحمت سے جدائی پر کس طرح صبر کروں گا، تیری جہنّم کی آگ کی حرارت تو قابلِ برداشت ہے مگر تیرے فراق کی آگ اور اُس کی حرارت کو بھلا کیونکر برداشت کروں گا۔"

(فصل چہارم)

حضورِ قلب

شرائطِ عبادت میں ایک ضروری شرط حضورِ قلب ہے۔ اگر عبادت میں خضوع و خشوع نہ ہو تو وہ عبادت بیکار ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ باعثِ عذاب بن جائے۔ اگر ایک شخص بادشاہ سے باتیں کر رہا ہو اور دل اس کا کسی دوسری طرف متوجّہ ہو اور بادشاہ کو اس کا احساس ہو جائے کہ متکلّم لاپروائی سے گفتگو کر رہا ہے دل اس کا یہاں حاضر نہیں ہے تو یہی بات باعثِ عذاب بن سکتی ہے۔

خشوعِ قلب سے مراد ہے کہ دل سوائے اپنے معبودِ حقیقی کے کسی دوسری طرف متوجّہ نہ ہو اور تمام اعضاء و جوارح اس کے متّبع ہوں اور دل جس طرف جھکے تمام اعضاء اسی طرف متوجّہ ہوں۔ اگر یہ صورت عبادت میں پیدا ہو جائے تو سبحان اللہ بندے کی فرادیٰ نماز بھی بڑی فضیلت کی متحمّل ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ باجماعت نماز کا ثواب حاصل ہو جائے کیونکہ دل امامِ جماعت اور تمام اعضاء و جوارح دل کی اتباع میں ماموم جماعت بن گئے۔

خشوعِ قلب کے درجات میں جتنا ایمان کا درجہ بلند ہوتا جائے گا خشوعِ قلب بلند ہو جائےگا اِسی لیے معصومین علیہم السّلام کا خشوع سب سے زیادہ تھا۔ امام العارفین حضرت امیر المومنینؑ جب نماز کے لیے تشریف لیجاتے تو آپؑ کے پیروں میں لرزہ اور جسم میں رعشہ پیدا ہو جاتا تھا۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ یا علیؑ! کیا یہ وہی جسم نہیں جس نے قلعۂ خیبر فتح کیا اور بابِ خیبر اُکھاڑ پھینکا تھا، آپ نے فرمایا، بیشک یہ وہی جسم ہے لیکن تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس وقت وہ امانت اُٹھائے ہوئے ہوں جس کے اُٹھانے سے زمین، آسمان اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز امام زین العابدینؑ، سیّد السّاجدینؑ مصروفِ نماز تھے اور امام محمد باقرؑ ابھی بچّے تھے، آپ گھر کے کنوئیں میں گر گئے۔ آپؑ کی والدہ نے شور مچایا کہ یا ابن رسول اللہ! محمد باقر کنوئیں میں گر گئے، خبر لیجیے۔ مگر امام زین العابدینؑ اسی طرح مصروفِ نماز رہے۔ لیکن مادرِ امام محمد باقرؑ بے چین تھیں کبھی کنوئیں پر جاتیں کبھی مصلّے کی طرف دوڑتیں۔ بالآخر جب امام زین العابدینؑ نماز سے فارغ ہوئے، کنوئیں پر تشریف لائے اور باعجاز بچّے کو کنوئیں سے نکالا۔ جو بالکل تندرست و توانا تھے۔ امامؑ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اُس وقت کس کے سامنے کھڑا تھا اگر میرا آقا و مالک مجھ سے ناراض ہو جاتا تو کیا ہوتا؟ ہمارا مقصد صرف مالک و خالق کی خوشنودی ہے اگر اس کی خوشنودی سے ہمارا ذاتی کوئی بڑے سے بڑا نقصان بھی ہو جائے تو وہ بھی قابلِ اعتناء نہیں بچّے کی موت کے خیال سے میں کیوں پریشان ہوتا۔ میں تو بحضورِ قلب اپنے مالک کی بارگاہ میں موجود تھا نہ کہ گھر کی مصروفیات میں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ نمازیوں کی نماز کا نصف

حصّہ کسی کا ثلث حصّہ، کسی کا چوتھائی اور کسی کا پانچواں حصّہ جو بحضورِ قلب ادا ہوا ہے، ملائکہ صرف اسی کو پیش کرتے ہیں باقی کو نہیں۔ اسی لیے نوافل کی تاکید کی گئی ہے تاکہ نمازِ فریضہ کی کمی پوری ہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا جس دل میں ثواب کا شوق اور عذاب کا خوف جمع ہو جاتا ہے بہشت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب بندہ ادائے نماز کا ارادہ کرتا ہے تو رحمتِ خداوندی اور لطف و احسانات اُس کے سر پر سایہ فگن ہوتے ہیں اور فرشتۂ رحمت پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے بندے اللہ کے! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرا معبود تجھ پر کس قدر مہربان ہے تو ہرگز تو سجدہ سے اپنے سر کو نہ اٹھائے۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ جب بندہ اپنی نماز میں کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ اے بندے! کیا کوئی معبود مجھ سے زیادہ عظیم ہے جس کی طرف تو متوجہ ہے اور اسی طرح اگر تین مرتبہ بے التفاتی دیکھتا ہے تو پھر اس کی طرف کبھی متوجّہ نہیں ہوتا۔

نماز میں حضورِ قلب بندے کے حالات پر موقوف ہے۔ جتنا انسان ایمان و یقین اور معرفت میں کامل ہوگا اسی قدر اس کا حضورِ قلب بھی زیادہ ہوگا۔

جعفر بن احمد سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو رنگِ مبارک آپؐ کا متغیّر ہو جاتا تھا اور سینۂ مبارک سے ایک خاص آواز پُرجوش سنائی دیتی تھی۔

اور جب حضرت امام حسن علیہ السّلام وضو فرماتے تھے تو ہر عضوِ بدن آپ کا کانپتا تھا اور رنگِ مبارک زرد پڑ جاتا تھا۔ آپ سے لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی، فرمایا، ہر بندۂ عبادت گذار پر واجب ہے کہ جب اپنے عظیم معبود کے

سامنے حاضر ہو تو اسکی عظمت، بزرگی اور جلالتِ شان کے باعث چہرے کا رنگ زرد ہو جائے اور بدن میں رعشہ پیدا ہو جائے کہ وہ جبّار و قہّار بھی ہے۔

منقول ہے کہ جناب سیّد الساجدین علیہ السّلام جب وضو سے فارغ ہو کر نماز کا ارادہ فرماتے تھے تو بدن میں رعشہ، اعصاب میں لرزہ اور چہرۂ مبارک زرد ہو جاتا تھا۔ لوگوں کے سوال کے جواب میں فرماتے تھے، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ کس عظیم المرتبت معبود کے سامنے مناجات کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

منقول ہے کہ فاطمہؑ بنت حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے ایک بار حضرت جابر انصاری کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ رسولِ مقبولؐ کے ایک مقدس صحابی ہیں آپ سے ہماری یہ عرض ہے کہ حضرت سیّد الساجدینؑ جو کہ بقیۂ اہلبیتؑ ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ کثرتِ عبادت سے پیشانی، زانو اور پشتِ پا مجروح اور متورّم ہو گئے ہیں، آپ ان کو سمجھائیے کہ وہ اپنی عبادت کو اس قدر طول نہ دیں۔ جابر انصاری خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ محرابِ عبادت میں بیٹھے ہیں اور ضعفِ بدن چہرے سے نمایاں ہے۔

آپ نے جابرؓ کو دیکھ کر اپنے پہلو میں جگہ دی اور نہایت نحیف آواز میں احوال پرسی فرمائی۔ جابرؓ نے کہا، یا ابن رسول اللہ! خداوندِ عالم نے بہشت کو آپ کے اور آپ کے دوستوں کے لیے خلق فرمایا ہے اور جہنّم کو آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کے لیے بنایا ہے پھر آپ اس قدر زحمت اور مشقّت کیوں فرماتے ہیں؟ امامؑ نے ارشاد فرمایا، اے صحابئ رسولؐ! میرے جد حضرت رسولِ خداؐ جو پیشِ خالق بڑا مقام رکھتے تھے اور پروردگارِ عالم نے آنحضرتؐ کا ہر ترکِ اولیٰ گذشتہ و آئندہ بخش دیا تھا پھر بھی آپؐ اس قدر مصروفِ عبادت رہتے کہ آپؐ کے پائے اقدس پر ورم آ جاتا تھا۔ اصحاب عرض کرتے تھے، یا رسولؐ اللہ ....!

خداوندِ عالم تو آپ پر اس قدر مہربان ہے کہ ترکِ اولیٰ کی بخشش کا وعدہ فرماتا ہے
پھر آپ خود کو اس قدر مشقت میں کیوں مبتلا فرماتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے، 'اے میرے اصحاب! وہ خدا جو اپنے بندہ پر
اس قدر مہربان ہو، کیا اس کی نعمتوں کا شکریہ بندے پر واجب و لازم نہیں ہے

جابر نے کہا، 'مولا! مسلمانوں پر رحم فرمائیے، آپ کے وجود کے
باعث خدا مسلمانوں پر رحم فرماتا ہے آسمان سے عذابِ الٰہی کا نزول نہیں ہوتا

آپ نے فرمایا، 'اے جابر! میں چاہتا ہوں کہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح
عبادت گذار ہوں تاکہ اُن سے ملاقات کر سکوں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے
والد بزرگوار اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ مصروفِ عبادت
ہیں چہرۂ مبارک زرد پڑ گیا ہے پیشانیٔ مبارک زخمی اور پائے مبارک متورم ہیں
اور رخسار کثرتِ گریہ سے مجروح ہیں۔ میں یہ دیکھ کر بیساختہ باوازِ بلند رویا تو
آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا جاؤ اور جناب
امیر المومنین علیہ السلام کی وہ کتاب لے آؤ جس میں آپ کی عبادت کا تذکرہ ہے
میں وہ کتاب لے آیا۔ آپ اُس کتاب کو پڑھ کر مزید گریہ کرنے لگے اور فرمایا
کس میں طاقت ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کی طرح عبادت کر سکے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام عبادت کے قصد سے کھڑے ہوتے تو چہرے
کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب سجدہ میں جاتے تو عرق عرق ہو جاتے تھے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام علی
ابن الحسین علیہ السلام شب و روز میں ایک ہزار رکعات نماز ادا فرماتے تھے

اور جب نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور یہ معلوم
ہوتا تھا کہ ایک بندۂ عاجز ایک شہنشاہِ عظیم المرتبت کی بارگاہ میں کھڑا ہے تمام
اعضا خوفِ الٰہی سے کانپتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ آپ کی بس آخری نماز ہے
جب آپ سے سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ ایسے عظیم القدر معبود کے حضور ایک ایسے
حقیر بندے کو اسی طرح پیش ہونا چاہیے۔

منقول ہے کہ آپ کی اولاد میں سے ایک فرزند بلندی سے گر پڑا جس
کی وجہ سے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ گھر میں شور برپا ہوا۔ جرّاح کو بلایا گیا، ہڈی جوڑی
گئی مگر امام مصروفِ عبادت رہے۔ دوسرے روز صبح جب فرزند کے ہاتھ کو گردن
سے بندھا لٹکا ہوا دیکھا تو استفسار فرمایا۔

ایک روز گھر میں آگ لگ گئی محلّے والوں نے آگ بجھائی لیکن آپ
کو مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ لوگوں نے سبب معلوم کیا تو فرمایا، میں ایک بہت بڑی
آگ کے بجھانے میں مصروف تھا۔

ابو ایوب سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو چہرۂ
مبارک کا رنگ کبھی زرد اور کبھی سُرخ ہو جاتا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آپ خدا
کو دیکھ رہے ہیں اور مصروفِ گفتگو ہیں۔ دنیا والے جب دنیا کے بادشاہوں کے
سامنے حاضر ہوتے ہیں تو کس قدر آداب و تعظیم و تکریم بجالاتے ہیں۔ لہٰذا وہ خدا
جو بادشاہوں کو بادشاہت دینے والا ہو وہ کس قدر تعظیم و تکریم کا حقدار ہے
اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو دونوں قوّتیں نفسانی اور روحانی عطا فرما
کر فرشتوں سے افضل بنا دیا بشرطیکہ وہ قوّتِ روحانی سے کام لے۔ اور حیوانوں
سے کمتر کر دیا اگر وہ قوّتِ نفسانی و شہوانی ہی سے کام لے۔ خواہشات نفسانی

اور قوتِ شہوانی جو کہ انسان کو اس کے مراتب میں اضافے کا بھی سبب ہیں
کبھی کبھی دنیا کی دلفریبیوں میں مبتلا کر کے اُسے خدا سے غافل کر دیتی ہیں۔ اِس لیے
خالقِ عالم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ صبح و شام اور دوپہر، پانچ بار اس کی خدمت
میں حاضر ہو کر تجدیدِ عہد کرے اور اُس کی فرمانبرداری کا ثبوت دے۔

نماز کیونکہ معراجِ مومن ہے جو انسان کو فرش سے اُٹھا کر عرش کی
بلندیوں تک لیجاتی ہے اور قربتِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اور غافل دنیا داروں
کو خوابِ غفلت سے جگا کر آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ لہٰذا اس کی ابتداء غفلت زدوں
کے لیے اس طرح فرمائی ہے کہ، پہلی آواز کا نام اذان رکھا اور حکم ہوا آوازِ بلند
غافلوں کو یہ کہہ کر جگاؤ کہ اللہ سب سے عظیم المرتبت ہے کوئی اس سے بالا
و اعلیٰ اور اکبر نہیں۔ اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ حکم ہوا چار مرتبہ، اَللّٰہُ اَکْبَر
کہہ کر غافلوں اور متکبّروں کو خوابِ غفلت سے جگا کر اُن کے کبر و نخوت کو
توڑ دو۔ جب کچھ متوجّہ ہو جائیں تو اللہ کی توحید کا اقرار لو اور کہو کہ کائنات میں
اُس ایک خدا کے علاوہ کوئی خدا کہے جانے کے قابل نہیں۔

انسان کو اپنے جیسے انسانوں اور حیوانوں، نباتات یا جمادات کے
سامنے سر بسجود نہیں ہونا چاہیے۔ پھر ایک مرتبہ اسی کی تکرار کرو اور اس کے
بعد کہو کہ تمھارے اس یکتا و یگانہ معبود نے تمھاری اُخروی و دنیوی منفعتوں
کے لیے بہترین انتظام کیا ہے اور ایک اپنا نمائندہ اپنا حبیب اپنا پیغمبر تمھاری
طرف بھیجا ہے اس کے پیغامات جو درحقیقت ہمارے پیغام ہیں، سنو اور بغور
سنو! اور ان پر عمل کرو۔

اس کے بعد نمازیوں کو شوق دلایا جاتا ہے کہ نماز کی طرف جلدی کرو،
کیونکہ یہ تمھارے ہی فائدے کی چیز ہے۔ یہ بہترین عمل ہے اس کی طرف جلدی

کرو، سنو اور پھر ایک مرتبہ اس کی وحدانیت اور کبریائی کا اقرار کرو۔ گوشِ ظاہر
سے سُننے والے اس آواز کو سن کر نماز سے لاپروائی کا ثبوت دیتے ہیں اور
اپنے دنیاوی کاموں میں مصروف رہتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ظاہری
اور باطنی دونوں ہی کانوں سے سنتے ہیں اور وہ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے
اپنے مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب وقتِ نماز آتا ہے تو ایک فرشتہ ربّ العزّت کی
جانب سے ندا دیتا ہے کہ اے مومنو! نماز کی طرف چلو اور اپنے گناہوں کی آگ کو نماز
کے نور سے تبدیل کرو۔ جب مومن نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ پہلے اپنے
ظاہر کو نجاساتِ ظاہری سے پاک و صاف کرو اور جب نجاساتِ ظاہری برطرف ہو جائیں
تو ضروری ہے کہ نجاساتِ باطنی جو سلطانی اثرات سے مرتّب ہوئے ہیں بحضورِ قلب
ان کا اقرار کرے اور مکدّرِ قلب و جگر کو پاک و صاف کر لے۔ جب اُس کی
عبادت کے لیے آمادہ ہو جائے تو پہلے چہرے کو طاہر کرے اور بوقتِ طہارت
کہے کہ خداوندا! تو نے فرمایا ہے کہ بروزِ قیامت بعض چہرے سیاہ اور بعض
سفید و نورانی ہوں گے۔ لہٰذا میرے چہرے کو اُس روز نورانی بنا اور سیاہی
سے بچا۔ جب داہنے ہاتھ کو طاہر کرے تو یاد کرے کہ بروزِ قیامت نیکوکاروں
کے سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور گنہگاروں کے اُلٹے ہاتھوں
میں اُن کے نامۂ اعمال دیے جائیں گے۔

لہٰذا دعاء کرے کہ میرا نامۂ اعمال اُس روز میرے سیدھے ہاتھ میں
دیا جائے۔ جب سر کا مسح کرے تو دُعاء کرے کہ خداوندا! اپنے کرم اور رحمتوں
کا سایہ میرے سر پر رکھ۔ جب پیر کا مسح کرے تو دُعاء کرے کہ یہ قدم اُس روز
پُلِ صراط پر لغزش نہ کریں۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس گھر میں سگ (کتا)، شراب یا
تصویر ہو اُس میں نماز نہیں ہوتی اور نہ فرشتہ، رحمت اس گھر میں داخل ہوتا
ہے۔ لہٰذا جس طرح "کتے" کو گھر سے باہر نکالے اسی طرح سگِ شیطانی کو
خانۂ دل سے نکال دے، اور جس طرح گھر کو شراب ظاہری سے پاک کرے
اسی طرح خانۂ دل کو شرابِ باطنی "سے غفلت وشہوت سے" پاک کرے اور جس
طرح تصویر ظاہری گھر کے در و دیوار سے دور کرے اسی طرح تصویر غیر معبود کو بھی
خانۂ دل سے نکال پھینکے اور جب دروازۂ مسجد پر پہونچے تو کہے بارِ الٰہا! جس
طرح تو نے یہ دروازہ مجھ پر کھولا ہے اسی طرح اپنی قربت کے دروازے کو
کھول دے۔ جب باادب جائے نماز پر پیر رکھے تو پھر اقامت کہے اور نفس
کو اذان کے الفاظ و معانی پھر سُنائے اور کیونکہ نماز معراجِ مومن ہے اور
حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں ہر آسمان پر جب گذرے
تو اَللّٰہُ اَکۡبَر کہا، اِس لیے قبلِ نماز سات مرتبہ اَللّٰہُ اَکۡبَر کہا گیا۔
تکبیرِ آخر سے پہلے کیونکہ دربارِ احدیت میں حاضری نہ ہوئی تھی اس لیے عبد
سے کلام ہو سکتا تھا لیکن جب تکبیرِ آخر کہی اور بلاتشبیہ مجلسِ قربِ ملک
الملوک یعنی بارگاہِ مالک میں پہونچا تو اب کسی سے بات کرنا اور اپنے آقا
کی طرف توجہ نہ کرنا حرام ہو گیا۔

اب باقاعدہ اُس سے گفتگو (یعنی اس کی عبادت کی طرف توجہ)
کرے اور شیطان جو کہ دشمنِ راہِ حق ہے اور جس کی قوّت کے سامنے بڑے
بڑے شجاع ہتھیار ڈال چکے ہیں، جس کے شاگردوں کا لشکر اس قدر کثیر ہے
کہ اس کے مقابلے کے لیے عصمت کی سپر کے سوا اور کوئی نجات کی صورت نہیں
لہٰذا اس سگ سے ہر وقت خدا سے پناہ مانگتا رہے۔ اس شیطان کو کتے سے

اِس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ جس خیمے یا گھر میں ہوتا ہے اُس کے آشنا یا
آمد و رفت کرنیوالے کو کچھ نہیں کہتا ہے اور جب کسی کو وہاں آتے ہوئے دیکھتا
ہے جو اس سے پہلے نہیں آیا تھا اس پر جھپٹ پڑتا ہے اور جب تک صاحبِ خانہ
آواز نہ دے باز نہیں آتا۔ یہی حال شیطان کا ہے۔ مقرّبانِ خدا جو اس
گھر کے آشنا ہیں اُن کو نہیں چھیڑتا؛ جیسا کہ خود خالق نے ارشاد فرمایا ہے
کہ "تو میرے خالص بندوں پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا لیکن غیر مقرب بندوں
کو کیونکہ وہ پریشان کرتا رہتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ بندہ اُس کی درگاہ میں
حاضر ہونے سے پہلے بحضورِ قلب کہے۔ اعوذ باللہِ السمیع العلیم
من الشیطانِ الرَّجِیم۔ اس کے بعد کیونکہ اس کی بارگاہ میں
حاضری کا وقت ہے اس لیے مکالمے کو شروع کرے اللہ کے نام سے یعنی
بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم کہے۔ کیونکہ ہر کام سے قبل
بسم اللہ کہنا سنّتِ رسولؐ ہے بالخصوص نماز میں جب کہ معبود سے
مکالمہ کا آغاز ہے۔ انسان جب بھی کسی عظیم شخصیت کے روبرو جاتا ہے تو
اپنے مطلب و مقصد سے قبل اُس کی حمد وثنا، تعریف و توصیف کرتا ہے
تاکہ وہ خوش ہو کر اپنی عطا میں اضافہ کر دے۔ اس لیے اُس کی تعلیم کردہ تعریف
و توصیف کا طریقہ سورۂ حمد میں اُسی نے بتایا ہے کہ پہلے اُس کی حمد و ثنا کریں
رحمت خاص و عام کا ذکر کریں تاکہ وہ اور زیادہ مہربان ہو جائے۔ اس کو قیامت
کا مالک و حاکم کہہ کر پکاریں تاکہ قیامت کی مشکلات بھی آسان ہو جائیں، پھر
مکالمے سے مخاطبے کی طرف متوجہ ہوں اور کہیں؛ "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ۔" ہم
تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔
چنانچہ جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

جب عبادت کرو تو یہ سمجھو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور یہ سمجھ کر کہ عبادت میں مجھ سے کوتاہی ہو سکتی ہے بقصدِ عاجزی کہے (وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) پالنے والے ہم اپنی کوتاہیوں میں "تجھ سے تیری ہی مدد کی درخواست کرتے ہیں۔" پھر اپنی عبادت کو دوستانِ خدا جن پر اللہ نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی ہیں اُن کی عبادت میں شامل کر دے تاکہ اُن کی عبادت کے ساتھ یہ بھی قبول ہو جائے اور درجات بلند ہو کر حسنات میں اضافہ ہو سکے اور اللہ کے دشمنوں سے پناہ چاہے تاکہ عبادت میں خلوص پیدا ہو۔

اب ہم حضرت علی ؑ امیر المومنین علیہ السلام کے اس مقدس فقرے پر ختم کرتے ہیں، آپؑ نے فرمایا "ان اول عبادت اللہ المعرفۃ بہ انہٗ اول قبل کل شیٔ فلا شیٔ قبلہٗ و الفرد فلا ثانی لہٗ والباقی لا الیٰ غایۃ فاطر السمٰوات والارض وما فیہما وما بینہما من شیٔ وھو اللطیف الخبیر وھو علےٰ کل شیٔ قدیر۔"

یعنی امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا "اولِ عبادت اُس کی معرفت اور شناخت ہے کیونکہ وہ ہر چیز سے پہلے ہے کوئی چیز اُس سے پہلے نہیں، وہ ایسا یکتا ہے کہ اُس کا کوئی ثانی نہیں، وہ ایسا باقی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، وہی زمین و آسمانوں اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ اُن دونوں کے مابین و درمیان ہے پیدا کرنے والا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

ہم بعض مطالب کی طرف جو اس بیان سے تعلّق رکھتے ہیں چند اصولوں میں اشارہ کر رہے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

باب ۳

(اصل اوّل "معرفتِ باری تعالیٰ")

تمام عبادات میں سب سے پہلی اور ضروری شے معرفت الٰہی ہے جس پر تمام عبادتیں موقوف ہیں۔ اور معرفت ایمان پر موقوف ہے اگر ایمان نہ ہو تو تمام عبادتیں عبث ہیں بجائے ثواب کے موجبِ عتاب ہیں۔

ایمان کیا ہے؟ اعتقاد واجب الوجود اور اس کی صفاتِ ثبوتیہ اور سلبیہ کا اور اقرار اُس کی عدالت کا، اُس کے واحد و یکتا ہونے کا، آخری رسولؐ کی نبوّت اور اس کے احکامات اور پیغامات پر "ایمان لانا" اور اقرار آئمہ اثنا عشر کا، اور اعتقادِ معادِ جسمانی یعنی قیامت کا، کہ خداوندِ عالم روزِ قیامت اسی جسم کے ساتھ پھر زندہ فرمائے گا، اور اقرارِ بہشت و دوزخ ثواب و عذاب وغیرہ۔

اصل دوم "ایمان"

ایمان سرمایۂ سعادتِ ابدی ہے جس کا ترک شقاوتِ ابدی ہے اور شیطان دزدِ ایمان و اعمال (ایمان و اعمال کو کھا جانیوالا) ہے اور چور ہمیشہ

سب سے زیادہ قیمتی چیز پر ہاتھ مارتا ہے، اگر اس میں کامیاب نہیں ہوتا، تو پھر جزئیات پر ہاتھ صاف کرتا ہے مثلاً عقیدۂ واجب الوجود، اس میں کامیاب ہو کر بیشمار لوگوں کو جہنم رسید کر دیتا ہے۔ اگر اُس کے اِس حملے سے بچنا چاہے تو انسان کو چاہیے کہ وہ سفینۂ نجات جو اہلبیت رسولؐ سے متعلق ہے پر سوار ہو جانے کی کوشش کرے کیونکہ یہ حضرات "اہلبیتؑ" ہی ہر درد کا درماں ہیں، ہر ڈوبتے کا سہارا اور ہر شیطان سے بچنے کی پناہ گاہ و نجاتِ ابدی کا سہارا ہیں۔ اور جب تک خدا کو عقل سے نہ سمجھ لوگے نبی اور امام کا سمجھ میں آنا محال ہے۔ اور ادراکِ خدا کی دو صورتیں ہیں: ایک علم واجب الوجود: جو بہ دلیل ہر چیز سے واضح ہے، بلکہ معرفتِ واجب الوجود فطری ہے۔ چنانچہ کفار سے یہ مطالبہ نہیں ہوا کہ تم خدا کو مانو، بلکہ مطالبہ یہ تھا کہ مختلف، چند در چند خداؤں کو نہ مانو۔

منقول ہے کہ خدا کے رسولِ برحق نے ایک اعرابی سے سوال کیا کہ تم نے وجودِ خدا کو کس طرح سمجھا؟ اُس نے کہا کہ میں نے راستے میں اونٹ کی مینگنیوں کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہاں سے اونٹ ضرور گذرا ہے۔ انسان کے پیروں کے نشانات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس طرف سے انسان گذرا ہے۔ یہ اتنی بڑی زمین اور اتنے بلند آسمان، روشن سورج، چاند اور ستارے، کیا یہ نہیں بتلا رہے ہیں کہ ان کا کوئی بنانے والا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے کسی نے وجودِ خدا کی دلیل مانگی۔ آپؑ نے اُس سے فرمایا، کیا تجھے کبھی دریا کے سفر کا اتفاق ہوا ہے۔؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

فرمایا، کیا کسی وقت تیری کشتی طوفان سے دوچار ہوئی ہے؟

- اُس نے کہا، جی ہاں۔
- آپؑ نے فرمایا، اُس وقت یہ خیال بھی آیا ہے کہ اب بھی کوئی طاقت ایسی ہے جو ہمیں اس طوفان سے بچا سکتی ہے؟
- اُس نے کہا، جی ہاں۔
- آپؑ نے فرمایا، بس وہی خدا ہے۔

مگر وہ معترض، منکرِ خدا جو بات بات پر اعتراض کرتے ہیں اور اُس کی تخلیق میں عیوب نکالتے ہیں، اُن کی مثال ان اندھوں کی سی ہے جن کو ایک بہت ہی عالیشان مکان میں چھوڑ دیا جائے جس میں ایک بڑے دستر خوان پر کھانا چنا ہوا ہو، اُس اندھے کا پیر کبھی روٹیوں کے اوپر رکھا جائے، کبھی قورمے کے ڈونگے میں پیر رکھا جائے اور کبھی کسی دوسرے کھانے میں۔ لیکن ہر مرتبہ بگڑ کر کہے کہ یہ کیسا بے ڈھنگا مالک ہے جس نے ایسی غلط جگہ پر یہ طعام رکھ دیا ہے۔

دوسری صورت علمِ واجب الوجود کی ادراکِ کنہ ذاتِ خداوندی ہے جو محال ہے۔ اسی طرح معرفت کنہ صفات ہے جو محال و ناممکن ہے کیونکہ صفاتِ خداوندی بھی عینِ ذات ہیں جو عقل میں آ ہی نہیں سکتیں کیونکہ وہ عقل جو خود اپنی معرفت سے محروم ہے۔ اُس واجب الوجود کی معرفت کیسے حاصل کر سکتی ہے یہ سب عقل ہی کا تو کرشمہ ہے کہ جس نے مختلف العقائد کے سیکڑوں فرقے بنا کر کھڑے کر دیے۔ کوئی فرقہ اس نتیجے پر پہونچا کہ اس کی صورت ایک نوجوان حسین جیسی ہے کسی نے کہا ایک سفید ریش بزرگ کی صورت ہے۔ کسی نے کہا وہ ہر جگہ ہے اور ہر چیز وہی ہے کسی کی عقل نے یہ فتویٰ لگایا کہ وہ عرفاء کے جسم میں حلول کر سکتا ہے۔

لہٰذا اس بارے میں جس طرح خدا نے حکم دیا ہے "رسولؐ جو کچھ دے

وہ لے لو"۔ اور حضرت رسولِ مقبولؐ نے فرمایا کہ

"میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیت، ان کی پیروی کرو تو نجات پا جاؤ گے عمل کرنا چاہیے اور اپنی عقل کو دخل ہی نہیں دینا چاہیے۔

المختصر عارفِ کامل وہ ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق یہ کہتا ہوا نظر آئے کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا۔ اس لیے کہ اُس کا پہچاننا ہی یہ ہے کہ کوئی نہ پہچان سکے۔ پس جس نے کہا میں نے اُسے نہیں پہچانا سمجھ لو کہ اُس نے بس اس کو پہچان لیا۔

جناب علی بن الحسین علیہ السلام سے توحید اور خدا کے بارے میں لوگوں نے دریافت کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا" اللہ جلّ شانہ، جانتا تھا کہ پچھلے زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو میری بات پر غور کریں گے، پس سورۂ اخلاص اور سورۂ حدید نازل فرمائیں کہ ان کے مطابق ذاتِ باری کو معلوم کریں اور اس سے زیادہ کہنا باعثِ گمراہی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

"بارہ امام علیہم السّلام معرفت الٰہی کے ابواب ہیں، ان کی متابعت کے ذریعے سے راہِ ہدایت و معرفت حاصل ہو سکتی ہے اگر یہ نہ ہوتے تو اللہ کو کوئی نہ جانتا، ان کے ذریعے سے خدا نے حجت تمام کر دی۔" بہت سی احادیث اس مطلب میں وارد ہوئی ہیں، اکثر اہلِ علم کو شیطان نے فریب دیا کہ اپنی ناقص عقل پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا و رسُول کے قول کو چھوڑ دیا ہے اپنے خیال کے مطابق خدا کو بتلایا ہے لیکن سب غلطی پر ہیں اگر اس معاملے میں عقل رسا

ہوتی تو اس قدر علمائے اشراقی اور متکلمین کا اتفاق کیوں ہوتا اور اختلاف کیوں کرتے۔ چنانچہ فرقہ متکلمین کے بعض لوگ خدا کو جسم والا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "خدا آفتاب کی طرح چمکنے والا ایک نور ہے۔"

صوفیوں کے فرقے

بعض اہلِ سنّت صوفی کہتے ہیں کہ:

خدا کی صورت ایک سیدھے سادے لڑکے جیسی ہے۔ بعض کہتے ہیں سفید ریش بوڑھے انسان کی طرح خدا کی شکل ہے۔ بعض کا قول ہے کہ خدا کا بڑا جسم ہے جو عرش پر بیٹھا ہے۔ بعض متکلمین صوفی اور نصاریٰ خدا کے حلول کے قائل ہیں، مگر نصاریٰ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اور صوفی تمام چیزوں میں خدا کے حلول کے قائل ہیں۔ چنانچہ نصاریٰ کو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کافر کہا اور لعنت کی ہے۔

صوفیوں کا ایک دوسرا فرقہ حلول کے قائلین سے بھی بدتر ہے یعنی وہ خدا کے اتحاد کا قائل ہے۔ یعنی تمام چیزیں ممکن ہیں اور اللہ میاں ایک ہی ہے بلکہ سب کچھ وہی ہے اور مختلف صورتوں میں آجاتا ہے کبھی زید کبھی عمر کبھی بلّی کبھی کتے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی غلاظت کی شکل بن جاتا ہے۔ جیسے سمندر کی لہروں سے صورتیں بن جاتی ہیں ؎

کہ جہانِ موجہائے ایں دریا است
موجِ دریا یکیست غیر کجا است

یعنی تمام جہان اِس دریا یعنی خدا کی ایک موج ہے۔ دریا اور موج ایک ہی شے ہے، الگ الگ کہاں ہے۔ کہتے ہیں کہ چیزوں کا ممکن ہونا ایک فرضی بات ہے جو خدا کی ذات سے متعلق ہے۔

جا بجا کتب اور اشعار میں ایسا ہی واہی تباہی بیان کیا ہے
بعض ہندوؤں کا بھی بعینہٖ یہی عقیدہ ہے۔ برہمنوں کی کتاب "جوگ" اسی
مضمون پر ہے۔ اس زمانے کے صوفی اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور
شیعوں کی دینی کتابوں سے اس کو بہتر جانتے ہیں۔ بعض شیعوں کا بھی یہی
خیال ہے کہ وہ برحق ہیں۔ لاعلمی کے سبب ان کی باتیں مانتے اور کافر
بنتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ دنیا میں دشمنانِ دین کا زور بڑھ رہا ہے اور
دیندار مصائب میں گرفتار ہیں۔ اس لیے اکثر لوگ بے دینی کی طرف مائل ہو
گئے، کوئی صوفی بن گیا وغیرہ۔ ان کے عالم جن کی کتابوں پر عمل کرتے ہیں کافر
اور خلقت کو گمراہ کرنے والے ہیں مگر جو اہلِ بیت علیہم السلام کے پیروکار
رہے وہی راستی پر ہیں۔

اکثر صوفی لوگ سنی اور اشعاری مذہب کے ہیں اعتقادات اور
عبادت میں سب اُن کے موافق پر اتنا اختلاف ہے کہ اگر کسی کتاب میں
لکھا ہو کہ ابوحنیفہ کے نزدیک نماز اس طرح پڑھنی چاہیے اور سفیان ثوری
کے نزدیک اس طرح، تو سفیان کی رائے پر عمل کریں گے حالانکہ وہ اُن سے
بدتر ہے۔

کلینیؒ نے بسندِ معتبر سدیر سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن مسجد
سے آرہا تھا اور امام محمد باقر علیہ السلام مسجد کی طرف تشریف لیجا رہے تھے آپؑ
نے میرا ہاتھ پکڑ کر کعبہ کی جانب رُخ کیا اور فرمایا:
"اے سدیر! لوگوں کو خدا کا حکم ہے کہ اس گھر کی طرف آئیں حج و طواف
کریں اور امامت کا اقرار کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
"وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ

اهْتَدٰى۔" (یعنی میں بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور جو
ایمان لائے اور جو نیک کام کرے اور جو ہدایت پائے۔)
پھر حضرت نے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہدایت پانے سے ہماری
محبت" اور اطاعت" مراد ہے۔ پھر فرمایا: اے سدیر! میں تم کو دین کے رہزن
دکھاتا ہوں، وہ دیکھو، (اُس وقت سامنے مسجد میں ابوحنیفہ اور سفیان
ثوری بیٹھے تھے، آپؑ نے ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) یہ لوگ راہِ خدا
کے ڈاکو ہیں انھیں خدا کی طرف سے ہدایت نہیں ملی، اگر یہ خبیث لوگ اپنے
گھر میں بیٹھے رہیں اور لوگوں کو ہمارے پاس آنے دیں تو ہم، لوگوں کو دین کا
راستہ بتائیں اور خدا و رسول صلعم کے احکام سکھائیں۔"

ایک اور معتبر سند سے روایت فرماتے ہیں کہ مکہ کا رہنے والا ایک شخص
کہتا ہے کہ ایک دفعہ سفیان ثوری نے مجھ سے کہا کہ محمدؐ بن جعفر (علیہما السلام)
کی خدمت میں چلیں۔ ہم گئے تو ایسے وقت پہنچے کہ حضرت سواری پر سوار ہونے
ہی والے تھے۔ سفیان نے کہا: یا حضرت وہ خطبہ ارشاد فرمائیے جو جناب
رسولِ خدا صلعم نے مسجدِ خیف میں ارشاد فرمایا تھا۔
حضرتؑ نے فرمایا: اب ایک کام کے لیے جاتا ہوں آکر بتلاؤں گا۔
اس نے کہا: آپؑ کو قسم ہے قرابتِ رسول اللہؐ کی، ابھی فرمائیے
حضرتؑ سواری سے اُتر آئے اور فرمانا شروع کیا۔ سفیان ثوری لکھتا
گیا۔ جب خطبہ ختم ہوا، دوبارہ پڑھ کر حضرت کو سنایا۔ آپؑ سوار ہو گئے اور
ہم دونوں واپس ہوئے۔ راستے میں سفیان سے میں نے کہا: لاؤ ذرا میں بھی
اس خطبے کو دیکھوں۔ میں نے دیکھ کر کہا: "خدا کی قسم حضرت نے تم پر ایک حق
لازم کر دیا ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔ یعنی پیغمبر صلعم فرماتے ہیں:

"جس شخص میں تین خصوصیات ہوں گی اس کے دل میں کینہ اور خیانت کبھی نہ ہوں گے۔ (۱) عملِ خالص : جو محض اللہ کے لیے ہو (۲) امامؑ اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا (۳) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا۔"

میں نے "سفیان ثوری سے" پوچھا کہ جن اماموں کی محبت اور اطاعت کو فرض قرار دیا گیا ہے وہ کون ہیں ؟

(سفیان ثوری نے) کہا : معاویہ، یزید اور مروان بن الحکم (جیسے ملعون جن کے پیچھے نماز بھی درست نہیں، نہ شریعت میں ان کی گواہی قبول ہے۔)

(پھر میں نے پوچھا)، اور وہ جماعت مسلمانوں کی کونسی ہے جس کے ساتھ رہنا فرض ہے ؟

(سفیان ثوری نے) کہا : مرجیہ مذہب والے سنّی۔ (جو کہتے ہیں کہ ایک شخص جو نماز، روزے کا تارک، غسلِ جنابت سے ناواقف، کعبہ کو گرانے والے، ماں سے زنا کرنے والے کا ایمان حضرت جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کے ایمان کے برابر ہے۔ یا قدریہ مذہب والے سنّی، جو کہتے ہیں (معاذ اللہ) خدا جو چاہتا ہے نہیں کر سکتا ہے۔ یا خارجی لوگ جو (معاذ اللہ) حضرت علی علیہ السلام کو کافر کہتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں۔

سفیان نے کہا : نہیں، مگر شیعوں کا اور ان کے آئمہؑ کا اس حدیث کے بارے میں کیا خیال ہے ؟

میں نے کہا : شیعہ لوگ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت کو واجب جانتے ہیں۔

(سفیان ثوری نے) یہ سنتے ہی حدیث کو پھاڑ کر پھینک دیا اور کہا یہ بات کسی سے نہ کہنا۔

سچ تو یہ ہے کہ ایسا عناد اور انکار آئمہ علیہم السلام سے ابوحنیفہ نے بھی کیا، ان کے بزرگوں کا حال انشاء اللہ آگے آئے گا۔

بعض شیعوں میں اس جہالت اور گمراہی کا خیال پیدا ہونے سے دین میں رخنہ پڑ گیا ہے۔ محی الدّین عربی جو اُن کا بڑا پیر ہے اپنی کتاب "خصوص الحکم" میں کہتا ہے۔ "جو اللہ کی صفات ہم نے بیان کی ہیں وہ صفت ہم خود ہیں، اور اپنی صفت اللہ نے ہمیں بیان کیا ہے جب ہم اس کو دیکھتے ہیں تو اپنے تئیں دیکھتے ہیں کہ خاتم الاولیاء کہتا ہے گویا پیغمبروں سے بہتری کا دعویٰ کرتا ہے۔

کتاب فتوحات میں ہے : "سبحان من اظھر الاشیاء وھو عینھا" یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے چیزوں کو ظاہر کیا اور چیزیں خود ہی ہے۔

ایک اور جگہ "خصوص الحکم" میں کہتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے رسالت میں غلطی کی ان کی قوم راستی پر تھی اور معرفت کے دریا میں غرق ہوئے اگر وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے کہنے پر عمل کرتے بلندی سے پستی میں آتے بار بار کہتا ہے کسی مذہب کے پابند نہ بنو اور نہ کسی مذہب کا انکار کرو اور بتوں وغیرہ کا بھی انکار نہ کرو کیونکہ درحقیقت یہ خدا کا انکار ہے۔ ہر چیز میں خدا موجود ہے۔ وہ کہتا ہے کہ گو سالہ پرستوں پر خدا نے حضرت ہارونؑ کو غالب نہ کیا، تاکہ ہر صورت میں اس کی عبادت ہو اس کے نزدیک دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو معبود نہ ہو کہتا ہے کہ عیسائی اس لیے کافر ہیں کہ خدا کا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک ہونا مانتے ہیں۔ اگر سب چیزیں خدا کا ایک ہونا مانتے تو کافر نہ ہوتے، یہ عین توحید ہے اس کے کسی تذکرے میں لکھا ہے "شمس تبریز سے کسی نے مُلّائے رومی کا حال پوچھا، تو کہا کہ اگر

اس کے قول کی بابت پوچھتا ہے تو قولِ خدا یہ ہے:

"اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔"

یعنی: اِس کے سوا نہیں کہ اُس کا حکم ایسا ہے جب کسی شے کا ہونا چاہے تو

اُس کو کہے، ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

اگر اُس کے کام کو پوچھتا ہے تو یہ ہیں:"

"کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ۔"

(ہر دن وہ ایک جُدا شان میں ہے۔)

اگر اُس کی صفت کو پوچھتا ہے تو وہ یہ ہے:

"ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ

ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔"

یعنی: وہ خدا وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غیب وشہود کی باتیں

جانتا ہے، وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔

ان کی کتابوں میں کئی طرح کی کفر کی باتیں بھری پڑی ہیں۔ عزیزانِ من! انصاف کریں کیا خدا کی شان میں کسی بھی قسم کی کوئی گستاخی جائز ہے۔؟ پیغمبر اکرم صلعم یا ائمہؑ جو دین سکھانے والے ہیں ایسی باتوں پر (معاذاللہ) ان کی زبان کبھی نہیں چلی۔ اور نہ کسی کو ایسا سکھایا، نصاریٰ کو ایسی ہی گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کافر فرماتا ہے۔

کچھ لوگ جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں آئے اور آپؑ کے اوصافِ پسندیدہ کے سبب آپؑ کو خدا کہدیا۔ حضرت نے اُن پر اس قدر عتاب فرمایا کہ ان کو کنویں میں ڈلوادیا۔ غور طلب بات ہے کہ جب خدا کے ایسے خالص بندے کو خدا کہنا کفر ہے تو کتے، بلّی، اینٹ پتّھر کو خدا کہنے والوں کا ٹھکانہ

کہاں ہو سکتا ہے اور جو اس کے قائل ہوں نامعلوم کون سے خدا کی عبادت کرتے ہوں گے۔ اس لیے بعض کے نزدیک اس مرتبے پر پہنچ جانے والے کو عبادت کی ضرورت نہیں، اور جس آیت میں اللہ تعالیٰ عبادت کا حکم دیتاہے

یعنی: "وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ"

(اور عبادت کر اپنے ربّ کی یہانتک کہ تجھ کو موت آئے)

اِس کے معنی اپنے موافق اس طرح بدل لیتے ہیں:

"عبادت کر ربّ کی جبتک کہ تجھ کو وحدت الوجود کا یقین ہو"

علّامہ حلّیؒ اپنی کتاب "کشف الحق" و "نہج الصّدق" میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کسی شے میں حلول نہیں کرتا، کیونکہ اگر ایسا مان لیا جائے تو اللہ محتاجِ مکان ہوگا اور محتاج کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔

بحث مسئلۂ حلول

اہلِ سنّت میں صوفیوں کے ایک فرقے کا یہ مذہب ہے کہ خدا عارفوں میں حلول کرتا ہے یعنی اُتر آتا ہے اِس لیے مشائخ کی قبروں کو متبرّک جانتے ہیں۔ کیا عجیب بات ہے کبھی خدا اور تمام چیزوں کو متّحد بتاتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ خدا چیزوں میں حلول کیے ہوئے ہے۔ اس فرقے کی عبادت گانا اور تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا اور ناچنا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو بُرا فرماتا ہے: کفّار کو خطاب ہوتا ہے:

وَمَا کَانَ صَلَاتُھُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُکَآءً وَّ
تَصْدِیَۃً

یعنی: ان کی (مشرکوں کی) نماز و دعا، خانۂ کعبہ کے پاس سوائے سیٹی اور تالیاں بجانے کے اور کیا ہے۔؟

اس سے زیادہ کیا گمراہی اور غفلت ہوگی کہ جس عبادت پر اللہ تعالےٰ
کافروں کو عتاب فرمائے اسی عبادت کرنے والے کو یہ لوگ اپنا پیر اور رہبر
جانتے ہیں۔ یہ لوگ آنکھوں کے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ چند صوفی حضرت امام حسین علیہ السلام کے
روضۂ اقدس پر آئے، جب شام ہوئی تو سب نے نماز پڑھی سوائے ایک کے
وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اسی طرح عشاء کے وقت سب نے نماز پڑھی اور وہ الگ
بیٹھا رہا۔ میں نے اُن میں سے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ شخص نماز کیوں نہیں
پڑھتا۔؟ اُس نے کہا، اسے نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے یہ تو خدا تک پہنچا ہوا
ہے۔ جو خدا تک پہنچ جائے وہ اپنے اور خدا کے درمیان نماز کا پردہ کیوں ڈالے
نماز تو خدا اور بندے کے درمیان حاجب ہے۔

اے صاحبانِ عقل! اِن لوگوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھو کہ اللہ جلّ شانہٗ
کی بابت یہ اعتقاد اور عبادت کا یہ حال، ترکِ نماز کا عذر بھی ملاحظہ فرمائیں
پھر ان فاسد خیالات پر لوگ ان کو ابدال کہتے ہیں حالانکہ حقیقت میں یہ لوگ
جاہل ترین ہیں۔

اِس وقت بھی ان کی بہت سی بیہودہ باتیں سننے اور دیکھنے میں آتی ہیں۔
ان باتوں کو عاشقانہ نظم میں لاکر اپنے مریدوں کو دیتے ہیں وہ پڑھ کر چلّاتے
اور خوب اُچھلتے، کودتے اور تالیاں بجاتے ہیں۔ اور بھی بہت سی بدعتیں ہیں
جن کو عبادت کا نام دیتے اور کرتے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گی۔

(اصل سویم)

درجاتِ معرفت

معرفت کے مختلف درجات ہیں جو ایمان
کے درجات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ
ارشاد فرماتے ہیں کہ مراتبِ معرفتِ خدا مثل مراتبِ آتش ہیں۔

پہلا درجہ معرفتِ آتش کا یہ ہے کہ ہم کسی سے سُنیں کہ آگ ایک ایسی
چیز ہے کہ جس چیز کو اس میں ڈال دیا جائے جلا دیتی ہے۔ یہ درجہ معرفتِ الٰہی کا
وہ ہے کہ ہم کسی سے سُن کر اُس کی ذات پر ایمان لاتے ہیں (یہ ایمان لانا تقلیداً ہوا)

دوسرا درجہ معرفتِ آتش کا یہ ہے کہ ہم دھواں اُٹھتا ہوا دیکھ کر یہ یقین
کر لیتے ہیں کہ یہاں آگ ہے۔ یہ درجہ معرفتِ الٰہی کا وہ ہے جو اثرات کو دیکھ کر
دلائل سے اُس کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔

تیسرا درجہ معرفتِ آتش کا یہ ہے کہ خود آگ کے قریب تر ہو جائے جس
سے اس کی حرارت سے متاثر ہونے لگے۔ یہ درجہ معرفتِ الٰہی کا اُن مومنین و
خواص کا ہے جو معرفتِ خدا کے لیے اپنے دل میں نورِ الٰہی سے اطمینان حاصل کرتے
ہیں اور ہر چیز سے آثارِ صفاتِ کمالِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور صنعتِ الٰہی
سے صانع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

چوتھا درجہ معرفتِ آتش کا یہ ہے کہ آگ کے اندر خود ہی داخل ہو جائے
یہ درجہ معرفتِ الٰہی کا وہ ہے کہ جس پر ایک عارف اپنے آپ کو فنا فی اللہ
کے درجہ تک پہونچا دیتا ہے اور یہ درجہ کمالِ ریاضت و عبادت کے بعد ہی
حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ :

" جب بندہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل اور عواقب (سنّت) میں ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے تو پروردگارِ عالمین فرماتا ہے کہ میں اُس کو اپنا ایسا دوست بنا لیتا ہوں کہ جو اُس کا دوست بن جائے وہ بھی میرا دوست ہو جاتا ہے ، پھر اُس کی آنکھیں اُس کی نہیں ہوتیں جن سے وہ دیکھتا ہے بلکہ وہ تو میری آنکھیں ہو جاتی ہیں ، اُس کے کان اُس کے نہیں رہتے جن سے وہ سنتا ہے بلکہ وہ تو میرے کان بن جاتے ہیں ، اُس کی زبان ، اُس کی نہیں رہتی جس سے وہ بات کرتا ہے بلکہ میری زبان بن جاتی ہے "

اس مقدس حدیث کو اہلِ باطل اور صوفیاء نے سُن کر غلط نتائج نکالے اور مختلف فرقے پیدا ہو گئے ۔ اگر حدیث مبارک مذکور کو معلمانِ قرآن سے سنتے تو مغالطہ میں گرفتار نہ ہوتے ۔ حدیثِ مذکور و موصوف کا مطلب یہ ہے کہ میرا خاص بندہ جب میرے ذکر و فکر اور میری محبت میں مستغرق ہو جاتا ہے تو میں اُسکی زبان بنجاتا ہوں ، اور جس چیز کے دیکھنے میں میری رضا ہوتی ہے اسی کو وہ دیکھتا ہے میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں ۔ اور جس چیز کو میں سُننا پسند کرتا ہوں ، اس کو وہ بھی سُننا پسند کرتا ہے تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں ۔

معرفت کے مراتب

ہو سکتا ہے کہ اس حدیثِ قدسی میں اس کا یہ مطلب ہو کہ جب مردِ عارف اس مرتبے کو پہنچے تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں ۔ یعنی جہاں نظر پڑتی ہے میری صفت کی خوبی دیکھتا ہے میرے خلافِ

مرضی نگاہ نہیں کرتا ۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں ۔ یعنی وہ وہی سُنتا ہے جس کو میں پسند کرتا ہوں اُس میں اُس کا نفس شامل نہیں ہوتا ۔ اس کے ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنے اعضاء و جوارح پیارے ہوتے ہیں ، مگر اللہ کی محبت غالب ہو کر وہ ان کو بھول جاتا ہے ۔

اس سے بہتر اور عمدہ ایک مطلب اور بتاتا ہوں خدا کرے کہ گمراہ لوگ سمجھ کر اپنے فاسد خیالات کو ترک کر دیں :

اللہ تعالیٰ نے انسان میں بہت سی قوتیں اور خواہشات پیدا کی ہیں اور حکم دیا ہے کہ ہمارے موافق ان کا استعمال کرو اور وعدہ فرمایا :

" وَمَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ "

یعنی : " جو کچھ تم (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہو اس کے عوض اور دے دیتا ہے ۔"

یا ایسی نعمت عطا کرے گا جو پہلے سے مشابہ نہ ہو گی ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص مال جیسی بے اعتبار شے کو ، جو آگ لگ جانے یا چوری ہو جانے سے تھوڑی ہی دیر میں جاتی رہتی ہے ، راہِ خدا میں خرچ کرے اس کے عوض بہشت میں لازوال نعمت عنایت فرما دیتا ہے جو دنیاوی مال سے کسقدر زیادہ ہو گی ایسی ہی عارضی طور پر دنیاوی عزّت عطا کر کے بمقتضائے آیت :

" يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ "

یعنی : راہِ خدا میں جہاد کرتے (خرچ کرتے) ہیں اور طعنہ زنوں کے طعنوں سے نہیں ڈرتے ۔

یعنی راہ خدا میں صرف کرو ۔ جو شخص دنیاداروں کی عارضی اعتبار کی پرواہ نہ کرے اور راہِ خدا میں بہادرانہ رضائے الٰہی کے موافق عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کے عوض بہشت میں عزّت عطا فرمائے گا جو اس سے بڑھ کر ہو گی اور

بے انتہا ہوگی۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اپنی طاقتوں کو اطاعت وعبادت میں صرف کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اسقدر برکت بخشی کہ انسانی قوت سے بڑھ گئی۔ اسی لیے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "خیبر کے دروازے کو میں نے اپنی جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا، بلکہ قوتِ ربّانی سے۔" یہ ایسی قوت ہے اگر چاہیں تو ہاتھ ہلائے بغیر آسمان وزمین کو ٹکرادیں۔ یہ طاقت موت سے معدوم نہیں ہوتی۔ موت کے بعد بھی ویسی ہی برقرار رہتی ہے۔ چونکہ مشیّتِ الٰہی کے بغیر ان کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور یہ اپنے ارادے کو چھوڑ کر مشیّتِ الٰہی کے تابع ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنا ارادہ ان کے قلب میں ڈال دیتا ہے اور تمام کام اُس کی تدبیر سے ہوتے ہیں۔

مشہور حدیث ہے کہ "مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے۔" یعنی اُس کی قدرت میں ہے جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ سورۃ دہر کی آیتِ مبارکہ "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" جو اہلِ بیت علیہم السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کا بھی یہی مطلب ہے یعنی ان کا ارادہ نہیں ہوتا جبتک مشیّتِ الٰہی نہ ہو۔ اسی طرح خوفِ خدا سے زیادہ رونے اور عبادت میں زیادہ جاگنے سے آنکھوں کے نور جاتے رہنے کی پرواہ نہیں کرتے اور دوست کے ارادے کے تابع ہوتے ہیں۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ ایک خاص نور اِن حضرات کو عطا فرماتا ہے جو کبھی زائل نہیں ہوتا اور غائب چیزیں اُس سے دکھائی دیتی ہیں۔

حدیث میں ہے: "اتقوا من فراسۃ المومن
فانہ ینظر بنور اللہ"

یعنی: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

فتح اللہ ینابیع الحکمۃ من قلبہ علیٰ لسانہ

یعنی: اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے زبان کی طرف کھول دیتا ہے اور اس کو خبر نہیں ہوتی، ان چشموں سے جس طرح دوسروں کو فیض حاصل ہوتا ہے ایسے ہی خود بھی کامل طور سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس چشمے کی کہیں انتہا نہیں اس لیے ہمیشہ زبان پر جاری رہتا ہے اور ختم نہیں ہوتا۔

اس حدیث کے لیے اتنا ہی کافی ہے:

بِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يَبْصُرُ وَبِيْ يَمْشِيْ وَبِيْ يَنْطِقُ

یعنی: "اس مرتبے پر پہنچ کر میری ہی قوت اور مدد سے سُنتا، دیکھتا، چلتا اور بولتا ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ مقرّبانِ الٰہی کے لیے خاص ہے تاکہ بقول بے دینوں کے، ہر کس وناکس کے لیے حدیث تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی "اخلاق الٰہی جیسے اخلاق پیدا کرو"۔ بلاتشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے لوہا آگ میں سرخ کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوہا نہیں بلکہ آگ ہے، حالانکہ حقیقت میں آگ نہیں ہے اس کا رنگ اور اثر اس میں آگیا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے اپنی صفات کا کچھ حصّہ بندے کو عطا فرماتا ہے۔ انسانی علم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جہل کے برابر ہے مگر اُسی کی بے انتہا علم کا ذرّہ ہے جس سے بے بنیاد انسان غرور کے نعرے بلند کرتا ہے اور اُس کی قدرت وطاقت کا ذرّہ بادشاہوں کو ملا ہے جس سے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کس کی بادشاہی ہے) کا شور مچاتے ہیں۔

کمالات انسانی کے دو پہلو ہیں۔ ایک کمال کا اور دوسرا نقص کا۔ کمال

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نقص و عجز انسان کی طرف سے ۔

اللہ تعالیٰ جمیع شیعانِ آلِ محمدؐ کو جنّ و انس کے وساوس سے بچائے اور راہِ حق کی ہدایت پر گامزن رکھے ۔ بحقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ

اگر بندہ صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بن جائے ، دل مسکنِ خالق بن جائے تو دنیا والے لاکھ بار بھی اسے ستائیں ، ہمیشہ ذلیل و خوار رہیں گے ۔ ابوذرؓ جیسا عاشقِ خدا ہمیشہ عزّت و احترام سے یاد کیا جائے گا ۔ یزیدلع لاکھ مرتبہ بھی بزعمِ خود خوش ہو جائے کہ میں نے حسینؑ کو ذلیل و خوار کر دیا ، مگر حسینؑ قیامت تک منبرِ شرف پر احترام سے یاد کیے جائیں گے اور یزیدلع پر ہمیشہ لعنت کی بارش ہوتی رہے گی ۔

(اصل چہارم)

حدوثِ عالم

حدیثِ ماسبق سے اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ عالمِ ظاہر اور کائناتِ مادّی حادث اور فانی ہے اور ذاتِ خالقِ عالم غیر حادث یعنی باقی اور دائم ہے ۔ وہ سب سے پہلے تھا (موجود تھا) جس سے پہلے کوئی شے تصوّر نہیں کی جا سکتی ۔ وہ ہمیشہ رہے گا یعنی اس کی ذات لامتناہی و لامحدود ہے جس کی انتہا کا تصوّر ہی نہیں ہو سکتا ۔ تمام ترادیان جو انبیاء کے قائل ہیں اُن کا مسلک ہی یہ ہے کہ خدا کے علاوہ عالم اور تمام اشیاءِ عالم حادث ہیں ۔ بعض فلسفی جو عالم کے غیر فانی اور آسمان و زمین کے غیر حادث ہونے کے قائل ہیں وہ دینِ حقّہ یعنی پیغمبرانِ خدا کے لائے ہوئے دین کے پیشِ نظر کافر و مشرک ہیں

اس لیے کہ الہامی کتابیں قدم قدم پر قیامت کا تذکرہ کر کے زمین و آسمانوں کا تذکرہ اس طرح کرتی ہیں کہ وہ ، وہ دن ہوگا جس میں زمین و آسمان ، پہاڑ و کواکب کاغذ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے ۔ اور سوائے اللہ کے کوئی شے باقی ہی نہ رہے گی ۔

(اصل پنجم)

ذکر فردیتِ (وحدتِ) باری تعالیٰ

فردیت سے مراد ، ذاتِ واجب الوجود ، واحد و یکتا اور یگانہ ہے ۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے جس کا کوئی دوسرا شریک نہیں ہے اور نہ مشابہ ہے ۔ اگر اُس کے علاوہ دوسرا خدا ہوتا تو وہ بھی اس خدا کی طرح اپنا تعارف کراتا ، اپنے پیغامبر اور مرسلین کے ذریعے سے اپنے اصول و قوانین اپنی مخلوق کی طرف بھیجتا ؛ علاوہ بریں عالم میں رات دن فساد برپا رہتا ، ایک خدا کچھ کہتا ، دوسرا کچھ کہتا ۔ اور اگر دونوں ہمیشہ ایک ہی حکم دیتے تو پھر دو کی کیا ضرورت تھی ، ایک ہی کافی ہوتا ۔

"وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا" سے مطلب یہ نہیں کہ جب سے دنیا ہے وہ بھی ہے ، بلکہ وہ جب سے ہے جب دنیا نہ تھی ؛ وہ ہمیشہ رہے گا ، سے یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا ، بلکہ وہ دنیا کے ختم ہونے کے بعد بھی رہے گا ۔

حضرت امیر المومنین اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہما السّلام سے کئی روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ :

" دین کی ابتداء خدا کی معرفت ہے اور کمالِ معرفت اُس کے یکتا ہونے کا اقرار ہے اور یکتائی کے اقرار کا کمال یہ ہے کہ اُس کی صفات اور ذات کو ایک جانے کیونکہ ذات اور صفات دو ہونے سے دوئی لازم آتی ہے اور واجب الوجود کے لیے دوئی محال ہے

خدا کی ذات کو صفات سے جُدا ماننے کی صورت میں اس کا متعدّد ہونا لازم آتا ہے۔ متعدّد ہو تو لازمی نہیں ہو سکتا، نہیں کہہ سکتے کہ خدا کیسا ہے، کیونکہ اس کی کسی صفت کو الگ اس کی ذات سے کوئی نہیں بتا سکتا، نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کہاں ہے، کیونکہ اس کا مکان نہیں جو بتایا جاسکے، اس کے علم اور قدرت نے سب چیزوں پر احاطہ کر رکھا ہے۔ معلومات سے پہلے عالم تھا، جب کوئی بھی مخلوق نہ تھی تب بھی وہ خالق تھا۔ خدا کے تمام اوصاف اسی طرح حدِ بیان سے زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات

معتبر روایت سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کی وفات کے نویں روز بعد جو خطبہ حضرت امیر المومنین ؑ نے دیا تھا اس کی ابتداء اس مضمون سے ہے :

" حمد و ثناء اس پاک ذات کے لیے زیبا ہے جس نے عقلوں کو اپنی ذات اور صفات کی حقیقت معلوم کرنے سے عاجز کر دیا، کیونکہ اس کا مثل محال ہے جس سے تشبیہ دے کر کوئی اس کو بتا سکے بلکہ وہ ایسا خدا ہے جس کی ذات میں تعدّد یا تفاوت نہیں، ہر چیز سے دُور ہے یہ دُوری مکان کے لحاظ سے نہیں، بلکہ کمال اور پاکیزگی سے ہے۔ ہر شے پر قادر اور مختار ہے، یہ اختیار اور قدرت ایسی نہیں کہ چیزوں کے اندر ہے یا ملا ہوا ہے بلکہ اپنے علم اور قدرت سے اس کو

سب چیزوں کا علم ہے اور اس کا علم کسی نگاہ وغیرہ کے ذریعے کا محتاج نہیں اس کو کہتے ہیں کہ ہمیشہ تھا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشگی زمانی تھی، بلکہ واجب الوجود ہے اور ازل سے ہے، اور کہتے ہیں کہ ہمیشہ رہے گا۔ یعنی اس کا معدوم ہونا محال ہے۔"

منقول ہے کہ حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السّلام نے فرمایا :

" خداوند تعالیٰ قدیم ہے، واحد ہے اور صمد ہے۔ یعنی اس کی یہ صفتیں ایک ہی ہیں، اس کی ذات میں تعدّد نہیں۔"

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا : یا حضرت! عراق میں ایک فرقہ قائل ہے کہ خدا تعالیٰ جس صفت سے سُنتا ہے وہ الگ ہے اور جس سے دیکھتا ہے وہ الگ ہے ؟

حضرت نے فرمایا : وہ فرقہ جھوٹا ہے اور ملحد ہے کہ خدا کو خلقت سے تشبیہ دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ جس چیز سے سُنتا ہے، اُسی سے دیکھتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا : جس کا اس قسم کا اعتقاد ہو وہ مشرک ہے ہمارے شیعوں اور محبّوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے عالم ہے، قادر ہے، دیکھتا ہے اور سُنتا ہے۔

نقطۂ واحد کی تشریح

منقول ہے کہ جنگِ جمل کے موقع پر ایک اعرابی حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ : خدا کے واحد ہونے کے کیا معنی ہیں ؟

لوگ اُس کو دھمکانے لگے کہ جنگ کے وقت پریشانی کی حالت میں پوچھنے کا کیا موقع ہے۔

حضرت نے فرمایا اسے نہ روکو کیونکہ ہماری جنگ بھی تو اسی مطلب کے لیے ہے کہ

لوگوں سے توحید کا اقرار کرائیں۔

پھر فرمایا: اے اعرابی! تونے کہا خدا واحد ہے۔ اس کے چار معنی ہیں، اُن میں سے دو خدا کی ذات کے لیے محال ہیں اور دو واجب ہیں۔ پہلے دو، جو محال ہیں وہ یہ ہیں کہ خدا کو پہلا کہا جائے کیونکہ اس سے کسی دوسرے کا بھی ہونا لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ جبکہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا تین خداؤں میں سے تیسرا ہے۔ دوسرے محال کے معنی یہ ہیں کہ خدا کو جنس میں سے ایک کہیں۔ جیسے مثلاً زید کو انسانوں میں سے ایک کہتے ہیں۔ یہ بھی کفر اور شرک ہے۔ اور دوسری دو صورتیں جو خدا کے لیے واجب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کمالات میں یکتا ہے کوئی اُس کا مثل اور شریک نہیں، دوسری واجب صورت یہ ہے کہ وہ معنوں میں ایک ہے اُس کے حصّے اور اجزا نہیں، نہ ظاہر میں، نہ عقل میں

غور کا مقام ہے کہ جس امر میں بیان کرنے کی صدہا حکیموں اور عاقلوں نے ہزاروں سال کے عرصے میں طرح طرح کی دلیلیں سوچ کر حق بات بتائی، ہمارے ائمہ علیہم السّلام نے ایک حدیث میں اُس سے کئی گنا واضح بیان کر دیا۔ اس کے باوجود بھی بہت سے لوگ نہیں سمجھے۔

(اصل ششم)

بقائے حق تعالےٰ

یعنی حق تعالےٰ باقی ہے فنا اور عدم اُس کے لیے محال ہے اس کی بقا کی کوئی انتہا نہیں ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کیونکہ بہشت اور دوزخ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے رہنے والے بھی ہمیشہ رہیں گے۔ لہٰذا، یہ

ابدی صفت خدا کے ساتھ مخصوص نہیں رہی، بلکہ جنّتی اور دوزخی بھی ابدی ہو گئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بقائے الٰہی بالذّات ہے اور بقائے عوام بالغیر ہے۔ اور بقائے الٰہی ایک صفت اور ایک حالت پر ہے اور بقائے عوام کی مختلف خصوصیات مختلف اوقات اور ادوار میں بدلتی رہتی ہیں یعنی کبھی خاک تھی کبھی پانی۔ کبھی گوشت تھا کبھی ہڈیاں، کبھی سیاہ تھا کبھی سفید غرض ایک حال پر باقی نہیں تھا اور خدا ہر زمانے میں ایک ہی حال پر باقی رہتا ہے۔

اصل ہفتم

خالقِ کائنات

: حدیثِ مذکورہ اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خالقِ زمین و آسمان اور ہر وہ چیز جو ان میں ہے، چاند، سورج، ستارے ملائکہ، جنّ و انس، وحوش و طیور اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں بعض فلاسفہ نے عقولِ عشرہ کو ان کا خالق مانا ہے، بلکہ بعض غالی شیعوں نے بھی زمین و آسمان کا خالق ائمہ معصومین کو بعض وجوہ سے فرض کیا ہے۔ حالانکہ تمام احادیث اور اقوالِ ائمہ ؑ سے ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔

حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام سے یاسر نے دریافت کیا کہ:

یا ابن رسول اللہ تفویض کے مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ ؑ نے ارشاد فرمایا کہ جو قول اور حکم خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ کے ذریعے سے بندوں تک پہونچایا ہے اس کے لیے حکم ہے کہ اس پر عمل کرو باقی یہ صفات تخلیق اور رزّاقی کا کام کسی کے سپرد نہیں فرمایا۔

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام سے سوال کیا کہ غلات اور عقولِ عشرہ کے خالق ماننے والوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ سوائے ذاتِ واجب کے کسی کو خالق یا رازق ماننا کفر ہے، اُن سے دوستی رکھنا، اُن کے ساتھ کھانا پینا، شادی بیاہ سخت منع ہے۔

کتابِ احتجاجات میں علی بن احمد قمیؒ سے مروی ہے کہ بعض شیعوں میں اختلاف واقعہ ہوا، اور وہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ خدا نے ائمہؑ کو تخلیق اور روزی رسانی کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ بعض کہتے تھے کہ نہیں۔ محمد بن عثمان عمری جو کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے نائب تھے نے اس بارے میں عریضہ لکھا۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ خدا ہی ہے جو خلق فرماتا اور روزی دیتا ہے، مگر ائمہؑ سوال کرتے ہیں خدا سے، خدا اُن کو طاقتِ خلق اور روزی رسانی عطا فرماتا ہے۔ یہ محض اُن کی عبادت و ریاضت کے باعث ان پر معبودِ حقیقی مہربان ہو کر اُن کی دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے پھر وہ جس کو چاہتے ہیں روزی دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں مارتے اور زندہ کرتے ہیں۔

(اصل ہشتم)

خلقتِ سمٰوات

احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہے کہ آسمان آپس میں ایک دوسرے سے متصل نہیں ہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے اور تمام آسمان ملائکہ سے پُر ہیں جیسا کہ احادیث اور اقوالِ ائمہؑ سے ثابت ہے۔ ملائکہ اجسامِ لطیفہ کے مالک ہیں جن کو مکان

بھی درکار ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوندِ عالم کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں کہ اگر زمین پر ایک ہی فرشتہ اُتر آئے تو زمین میں گنجائش نہ رہے۔ فرشتوں کی تعداد تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور بلحاظِ جسم کوئی مخلوق فرشتوں سے عظیم نہیں۔

بعض فرشتہ اپنے جسم کے لحاظ سے اس قدر عظیم ہے کہ اس کے کاندھے اور کان کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت کا ہے۔ احادیث و اقوالِ ائمہؑ سے ثابت ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔ آسمانوں اور زمینوں کے اوپر اور نیچے اس قدر مخلوقات ہیں جن کا شمار ناممکن ہے۔

فرشتوں کا بیان

حکماء کہتے ہیں کہ عقل موجودہ اور نفس خلقی اور طاقتوں کا نام فرشتہ ہے مگر اس کے قائل ہونے سے دین کے ضروری مسئلے کا انکار اور کفر لازم آتا ہے۔ فرشتے سے زیادہ تعداد میں اور کوئی خلقت نہیں اور بلحاظ جسمانیت ان سے عظیم تر کوئی دوسری مخلوق نہیں سوائے روح کے۔

ابنِ بابویہؒ بسندِ معتبر روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ سے قدرتِ خدا کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا۔ حضرتؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا کہ جو اگر زمین پر اُترے تو تمام زمین اس کے لیے ناکافی ہو...... بعض اتنے بڑے ہیں کہ پورے آسمان میں سماتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ تمام آسمان ان کی کمر تک آتے ہیں اور بعض ہوا میں کھڑے ہیں اور زمین اُن کے ٹخنوں تک ہے۔ کیسا پاک اور بزرگ ہے ان کا پروردگار۔

پھر اُن پردوں کی بابت دریافت کیا جو آسمان کے اوپر ہیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: حجابِ اوّل کے سات طبقے ہیں، ہر حجاب کی موٹائی پانچسو۵۰۰ سال کی راہ کے فاصلے کے برابر ہے اور ہر ایک کا درمیانی فاصلہ بھی اتنا ہی ہے، اور ہر حجاب کے درمیان ستّر ستّر ہزار فرشتے ہیں اور ہر ایک فرشتے کی طاقت تمام انسانوں اور جنّوں کی طاقت سے زیادہ ہے۔ پھر اُن کے اوپر اور بھی حجاب ہیں جو ہر ایک موٹائی میں ستّر ہزار برس کی راہ کے فاصلے پر ہے۔ اس کے بعد سرادقاتِ جلال ہیں۔ یہ ستّر ہزار پردے ہیں۔ اور ہر ایک میں ستّر ہزار فرشتے ہیں، اور ہر ایک میں پانچسو۵۰۰ سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اس کے بعد سرادقِ عزّت ہیں۔ پھر سرادقِ کبریا، پھر سرادقِ عظمت، پھر سرادقِ قدس، پھر سرادقِ جبروت، پھر نورِ ابیض کے سرادق، اس کے بعد سرادقِ وحدانیّت ہے اور اس کا فاصلہ ستّر در ستّر ہزار سالہ راہ کے فاصلے کے برابر ہے۔ اس کے بعد حجاب اعلیٰ ہے۔

۔ علی بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف پیدا کیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلعم نے جبرئیلؑ کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور پنڈلیوں پر موتی اس طرح تھے جیسے سبزے پر شبنم کے قطرے پڑے ہوں اور زمین و آسمان کے درمیان سمائے ہوئے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ میکائیلؑ کو زمین پر آنے کا حکم فرماتا ہے تو اس کا ایک پاؤں ساتویں آسمان پر ہوتا ہے اور دوسرا زمین پر۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے بھی پیدا کیے ہیں جن کا آدھا جسم برف کا ہے اور آدھا آگ کا۔ اُن کی تسبیح یہ ہے:

" اے خدائے پاک! جس نے برف اور آگ میں اُلفت پیدا کر دی ہمیں اپنی تسبیح اور عبادت پر قائم رکھ۔ "

پھر حضرتؑ نے فرمایا: فرشتے کھاتے پیتے نہیں، نہ جماع کرتے ہیں اُن کی زندگی

نسیمِ عرش سے ہے۔ بعض فرشتے ایسے بھی ہیں کہ قیامت تک رکوع میں رہیں گے، بعض سجدۂ الٰہی میں۔ اور ہر شب ستّر ہزار فرشتے زمین پر نازل ہو کر کعبہ کا طواف کرتے ہیں، پھر رسولِ خداؐ پر سلام پڑھتے ہیں، پھر امیرالمومنینؑ پر سلام پڑھتے ہیں، پھر قبرِ امام حسینؑ پر آتے ہیں اور صبح کو آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے روز ایک اور گروہِ ملائکہ زمین پر آتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا۔

معتبر روایت میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا، یا حضرت! فرشتوں کی تعداد زیادہ ہے یا انسانوں کی؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے فرشتے زمین کی خاک کے ذرّوں سے بھی تعداد میں زیادہ ہیں جو صرف آسمان پر ہیں۔ اور آسمان پر پاؤں رکھنے کی بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتے کا مکان نہ ہو۔ وہ سب خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور زمین کے اوپر کوئی درخت یا ڈھیلہ ایسا نہیں کہ جہاں فرشتہ نہ ہو وہ اس پر موکّل ہے اور ہر روز اس کا حال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ جانتا ہے اور ہر فرشتہ ہم اہلِ بیتِ رسولؐ اللہ کی محبّت کے وسیلے سے درگاہِ الٰہی میں تقرّب چاہتا ہے اور ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے۔

ابنِ بابویہؒ نے بسندِ معتبر لکھا ہے کہ زینب عطارہ ایک روز جنابِ رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلقتِ خدا کی عظمت کا سوال کیا۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا عظمت میں کیا ٹھکانہ ہے مگر کسی قدر بیان کرتا ہوں۔ کہ زمین مع اپنی تمام چیزوں کے اپنی نچلی زمین کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے ایک حلقہ یا کڑا جنگل میں پڑا ہو۔ اور یہ دونوں تیسری زمین کے مقابلے میں ایسی ہی ہیں، ساتویں زمین تک یہی حال ہے

پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

" خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ "

یعنی : (اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور مثل ان کے زمینوں کو ۔)

یہ ساتوں طبقے زمین کے مع اپنی تمام چیزوں کے ایک مرغ کی پُشت پر ایسے ہیں جیسے جنگل میں حلقہ یا کڑا پڑا ہو۔ اس مرغ کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ اور یہ مرغ ایک ایسے وسیع سنگ پر ہے جس کے مقابلے میں یہ تمام چیزیں ایسی ہی ہیں جیسے جنگل میں کوئی حلقہ پڑا ہو۔ اور وہ ایک مچھلی کی پشت پر پڑا ہے جس کی وسعت کے مقابلے میں تمام چیزیں حلقۂ صحرا کی مانند ہیں اور مچھلی ایک دریائے تاریک میں ہے کہ اس کی وسعت کے مقابلے میں تمام اشیاء حلقۂ صحرا کی مانند ہیں اور اس کے نیچے ثریٰ ہے کہ سب چیزیں اُس کے سامنے حلقے کی طرح ہیں کہ جو صحرا میں پڑا ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

" لَهٗ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى "

یعنی : اُسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ تحتِ ثریٰ ہے

یہ سب چیزیں آسمانِ اوّل کے مقابلے میں مثل حلقے کے ہیں جو جنگل میں پڑا ہو۔ اور ساتویں آسمان تک ایسا ہی ہے ایک دوسرے کے مقابلے میں وسعت کا حال۔ اور یہ تمام آسمان و زمین دریائے مکفوف کے مقابلے میں مثل حلقۂ مذکور کے ہیں اور دریائے مکفوف کوہِ تگرگ کے مقابلے میں حلقۂ مذکور کی طرح ہے۔ پھر یہ تمام چیزیں حجابِ نور کے سامنے ایسی ہی ہیں جیسا کہ حلقۂ مذکور، اور حجابِ نور ستر ہیں کہ نگاہ ان کے سامنے اندھی و بے بصارت ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں کرسی کے سامنے ایک حلقے کی مانند ہیں :

" وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ "

(اصل نہم)

مفہوم لطیف و خبیر

لفظِ لطیف چار معنیٰ میں استعمال ہوا ہے :

(۱) وہ چیز جو نہایت باریک ہو اور دیکھنے میں نہ آئے۔ اس معنی سے مراد خدا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔

(۲) اشیاءِ لطیفہ کے صانع کو بھی لطیف کہتے ہیں۔ وہ صانع جو اشیاءِ لطیف کو خلق فرمائے جو دیکھنے میں بھی نہ آئے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز مثلاً مچھر، بلکہ اس سے بھی بہت چھوٹی چیز جو اپنی ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزوں کی حامل ہو جیسکی بڑی سے بڑی چیز کو ضرورت ہوتی ہے اس کا صانع بھی لطیف کہلائے گا اس معنی میں بھی خدا کو لطیف کہا جا سکتا ہے۔

(۳) لطیف اور دقیق اشیاء کے عالم کو بھی لطیف کہتے ہیں۔

(۴) لطیف مشتق ہے لطف سے، لہٰذا صاحبِ لطف کو بھی لطیف کہا جائے گا۔

اور لفظ "خبیر" دو معنی میں استعمال ہوتا ہے

(۱) خبیر، اسمِ فاعل یعنی جملہ امور سے باخبر۔

(۲) خبیر، بہ معنی خبر دینے والا یعنی دہندہ۔

لطیف و خبیر کی طرح جملہ اوصاف خدا میں نہ قدیم سے ہیں، نہ خدا سے پہلے تھیں۔ ورنہ خدا ان جملہ صفات کا خالق نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام

صفات اس کی عینِ ذات ہیں خدا نے خود کو چند ناموں سے منسوب فرمایا ہے کیونکہ
بندے بوقتِ اضطراب اُس کو پکارنے کے لیے پریشان تھے۔ مثلاً سمیع، بصیر
قادر، قاہر، حیّ وقیوم، ظاہر و باطن، لطیف وخبیر، قوی وعزیز، حکیم و
علیم وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

بعض گمراہ معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ یہ اسماء بندوں کے لیے
بھی استعمال کیے جاتے ہیں، لہٰذا بندے ان صفات میں اللہ کے شریک ہوگئے
حالانکہ یہ خیال باطل ہے، اِس لیے کہ اگرچہ بندوں کو ان اسماء سے پکارا جاتا
ہے لیکن معنی ومفہوم کے لحاظ سے جُدا ہیں۔ مثلاً خدا کو عالم کہتے ہیں اس معنی
میں کہ اُس کی ذات اور علم دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ علم عینِ ذات ہے کوئی
زمانہ ایسا نہ تھا کہ اللہ موجود تھا لیکن وہ عالم نہ تھا۔

لیکن جب بندوں کو اس نام سے منسوب کیا جائے گا تو اس سے مراد
یہ ہوگی کہ یہ بندے کسی وقت جاہل تھے جب علم حاصل کیا تب عالم کہلائے
گئے اور اب بھی یہ علم اُن سے زائل ہو سکتا ہے تو پھر بھی وہ عالم نہ کہلائے
جائیں گے۔

(اصل دھم)

قادرِ مطلق

عالمِ ایجاد کی ہر چیز چھوٹی، بڑی، کلی وجزوی، علمِ الٰہی میں محفوظ
ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کے علم میں نہ ہو۔ اس پر تمام علماء وحکماء
ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے وہ اس

پر قادر تھا۔ اور اب بھی قادر ہے کہ اِس جیسے بے حساب عالم خلق
فرمادے، مگر حکیم مطلق ہونے کی بنا پر اُس کی مصلحت کا تقاضا یہی تھا۔ وہ
یہ بھی کر سکتا تھا کہ ایک آدمی کے دو ہاتھوں کے بجائے ان سے زیادہ خلق فرما
دیتا، جیسے فرشتوں کے دو سے زیادہ بازو (پر) بھی ہیں، مگر تقاضائے مصلحت
یہی تھا کہ دو ہاتھ ہی مناسب ہیں۔ چنانچہ وہ اشیاء جو ممتنعات میں داخل
ہیں اور اُن کو اُس کی قدرت خلق کرنا نہیں چاہتی، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ
اُن کو خلق نہیں کر سکتا، بلکہ وہ اشیاء از خود قابلِ تخلیق نہیں ہیں (اور نہ اُن
کی تخلیق سے کسی کو کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے) اور نہ اُس کی قدرتِ مطلقہ میں کسی قسم
کی کوئی خامی نہیں۔ جس نے اپنے خزانۂ عدم سے صرف ارادہ اور لفظِ "کُن"
سے عالم کو خلق فرمادیا اُس کے لیے کیا مشکل تھا کہ وہ کسی چیز کو خلق نہ فرما سکے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے، خدا سے ہمکلام ہوئے اور درخواست
کی کہ مجھے اپنا خزانہ دکھادے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ! میرا خزانہ یہ ہے کہ جس چیز کا
میں ارادہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں "کُن" (ہوجا) بس وہ شے موجود ہوجاتی ہے

بہر حال اُس کی قدرت میں شک کرنا ایک موحّد کے لیے گناہِ کبیرہ
ہی نہیں بلکہ کفر ہے۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اے ابوذرؓ! معرفتِ الٰہی اور اُس کی ذات وصفات پر ایمان لانے کے بعد
مجھ پر ایمان لانا واجب ہے اور اقرار کرنا اس بات کا کہ خداوندعالم نے مخلوق کی
جانب مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں اُس کے مطیع بندوں کو ثواب بے حساب
کی بشارت دوں اور اُس کے مخالفین کو اُس کے دردناک عذاب سے ڈراؤں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نورانی چراغ عطا فرمایا ہے جس کے ذریعے سے میں اُس کے بندوں کو ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت اور سعادت کی راہ پر لگاتا ہوں۔

اصولِ دین میں ایک چیز پیغمبرِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کا اقرار ہے جس کو مختصراً چند فائدوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔

باب ۴
(فوائد)

فائدۂ اوّل ضرورت وجودِ نبی

یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ تخلیقِ عالم سے کوئی غرض خالقِ عالم کی وابستہ نہ تھی، کیونکہ اس کی ذات بے نیاز اور غنی ہے۔ اُس کی کامل ذات کسی غیر کی محتاج نہیں ہے۔ اُس نے دنیا کو اس لیے خلق فرمایا کہ اس کے کمالات کے خزانے سے اہلیت و قابلیت رکھنے والے افراد کمالات حاصل کر کے اشرف المخلوقات ہونے کی سند حاصل کر لیں۔

ظاہر ہے کہ ان افراد کو حصولِ کمالات کے لیے ایک ایسے معلّم کی ضرورت تھی جو ذاتِ کامل کی طرف سے تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف ہو کر اس خواہشاتِ نفسانی میں گم گشتہ مخلوق کو راہِ ظلمات سے نکال کر بذریعۂ تعلیم اور وحیِ ربّانی راہِ سعادت دکھلا سکے، اور یہ بھی ضروری تھا کہ وہ معلّم اور ہادی جس کو خالقِ عالم مقرّر فرمائے دو جنبہ (دو پہلو) رکھتا ہو۔ ایک طرف تو مادّیت میں شکلِ بشری کا حامل ہو، تاکہ مخلوق میں مجالست اور موانست سے پیغام رسانی اور ہدایت میں آسانی پیدا ہو اور دوسری طرف روحانیت میں مقربِ اقدسِ الٰہی ہو، تاکہ اپنی روحانی کیفیات سے حصولِ صفاتِ اقدسِ الٰہی کر کے شکلِ بشری کے ذریعے سے مخلوق کو راہِ حق پر لگائے۔
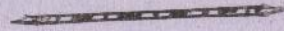
چنانچہ منقول ہے کہ ایک زندیق، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
کی خدمت میں آیا اور چند سوال کیے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ نبی یا رسول
کی کیا ضرورت ہے ؟

حضرت امامؑ نے ارشاد فرمایا، کیونکہ میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ ہمارا
خالق اللہ ہے، صانعِ جمیع مخلوقات ہے اور صفاتِ جمیع مخلوقات سے منزّہ
ہے اور امور اُس کے مصلحت اور حکمت پر مبنی ہیں۔ مخلوق کی آنکھیں اس کو
نہیں دیکھ سکتیں، احساسات اُس کو معلوم نہیں کر سکتے، وہ جسم نہیں رکھتا کہ حس
کے رُوبرو گفتگو کی جا سکے۔ لہٰذا اس ضرورت کے پیشِ نظر کسی ایسے ذریعے کا
ہونا ضروری ہے جو مصلحتِ خداوندی کے حکیمانہ نصائح مخلوق تک پہونچا سکے
تاکہ وہ اس پر عمل کر کے فائدہ اُٹھا سکیں جو اُن کی بقائے ابدی کا ذریعہ بنیں اور
وہ امور ترک کر سکیں جو فنائے نسل اور دیگر مہلک ترین نقصانات کا باعث ہوں
ان لوگوں کو جنکو مصلحتِ خداوندی نے اپنی مخلوق کے لیے ضروری سمجھا اُن کا
نام نبی اور رسول قرار دیا، جو سیرت میں اخلاقِ خداوندی کے حامل اور صورت
میں بشریت سے مشابہ ہوں اُن کو نبوّت و رسالت کے ثبوت کے لیے معجزات
عطا کیے گئے۔ مثلاً مُردوں کو زندہ کرنا، نابینا کو بینائی دینا، امراضِ لاعلاج
سے نجات دلانا، چاند کے دو ٹکڑے کرنا، سورج کو غروب کے بعد واپس پلٹا دینا
وغیرہ۔ اور خدا کی زمین کسی وقت بھی ان سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اگر پیغمبر نہ ہو تو
اس کا وصی، اُس کی پیغمبری کی دلیل موجود ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں، انسان مدنی الطبع ہے، ہر شخص اپنی ضروریاتِ زندگی
میں ایک دوسرے کا محتاج ہے اور یہ احتیاجِ باہمی کبھی نزاع، جھگڑے اور
جنگ کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ لہٰذا ان کو ایک ایسے حاکم کی لازمی ضرورت ہے

جو حکم بن کر اُن کے فیصلے بے لوث اپنی ذاتی اغراض کو برطرف رکھ کر انجام دے
اور ایسی ذات جو ان صفات کی حامل ہو اور اس سے فیصلوں میں غلطی بھی نہ ہو
اس کو صرف ذاتِ خداوندی کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

لہٰذا، ضروری ہوا کہ وہ منصوص من اللہ ہو (اللہ کی طرف سے ہو)
اُس کا انتخاب صرف وہ ذات فرمائے جو تمام اوصاف کا خالق ہو، دل کے حال
سے بخوبی واقف و عالم ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

فائدۂ ثانیہ، معجزہ

نبی کی نبوت کی دلیل عوام کے لیے معجزہ ہے۔ معجزہ وہ خارقِ عادت
عمل ہے جو مدعئ نبوت سے ظاہر ہو، اور دوسرے لوگ اُس کو پیش کرنے میں عاجز
ہوں۔ مثلاً، عصا کا اژدہا بنا دینا، مُردے کو زندہ کر دینا، چاند کے دو ٹکڑے
کر دینا۔ وغیرہ۔

جب کوئی شخص فرستادۂ خدا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے اور مذکورہ
بالا امر انجام دے کر ثبوت مہیا کر دے تو بلا شبہ وہ شخص فرستادۂ خدا پیغمبر ہوگا
اور اگر کوئی کاذب دعوائے نبوت کرے تو یہ بات ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس کے
ذریعے سے کسی قسم کا معجزہ دکھلا دے کیونکہ یہ بات اُس کے عدل و انصاف سے
قطعاً بعید ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہمیشہ کی گمراہی اور ضلالت میں مبتلا کر دے اور
جس طرح مدعئ نبوت کے معجزہ کو دیکھنے سے نبوت کا یقین ہوتا ہے اسی طرح
اس معجزہ کو سُن کر بھی اُس کی نبوت کا یقین ہونا چاہیے جس طرح ہم شہر مکّہ کے اخبارات
متواتر سُن کر اُس شہر کے وجود پر ایسا یقین کر لیتے ہیں جیسا کہ دیکھنے کے بعد ہوتا تو
متواتر معجزات کے اخبار سن کر بھی ہمیں ایسا ہی یقین کر لینا چاہیے گویا ہم نے معجزہ خود دیکھا ہے۔

فائدۂ ثالثہ، نبوّت پیغمبرِ آخر الزّمان

پیغمبرِ آخر الزّمان وجۂ تخلیقِ دوجہان حضرت محمّد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے معجزات لاتعداد اور بیشمار ہیں۔ منجملہ ان معجزات کے ایک معجزہ آپؐ کا قرآن مجید بھی ہے جس کو آپؐ نے بعدِ اعلانِ نبوّت بطور معجزے کے پیش کر کے اعلان فرمایا، کہ اس کی مثال تو کیا، اس کے ایک چھوٹے سے سورہ کی ہی مثل لے آؤ، مگر فصحاء و بلغاء کی کثرت کے باوجود کوئی بھی اس کی فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں ایک سطر بھی پیش نہ کر سکا، بلکہ جنگ اور قتل و غارت پر آمادہ ہو گئے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ابن السکیت عالم خدمتِ حضرت امام رضا علیہ السّلام میں آیا اور سوال کیا کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے عصا اور یدِ بیضا، اور حضرت عیسیٰؑ کو معجزۂ طب، ہمارے نبیٔ اکرمؐ کو کلام کا معجزہ کیوں عطا فرمایا۔؟

امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، خدا نے حضرت موسیٰؑ کو جب پیغمبر بنایا اُس زمانہ میں جادو اور سحر کا زور تھا۔ بڑے بڑے ساحروں کا مقابلہ کرنا تھا لہٰذا حضرت موسیٰؑ کو ایسا ہی معجزہ دیا گیا کہ جس سے اُن کے سحر کو باطل کیا جا سکے اور غالب آ جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے عصا نے اُن کے جادو کے سانپوں کو نگل لیا اور اُن کے سحر کو باطل کر کے غلبہ حاصل کر لیا اور اُن کی پیغمبری کو ثابت کر دیا۔ وہی جادوگر حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے اور اُن کے برحق پیغمبر ہونے کی تصدیق کی۔ حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ عروجِ طب کا زمانہ تھا نہایت ماہر طبیب اُس زمانے میں موجود تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسا معجزہ دے کر بھیجا کہ اُن کے

کمالاتِ طب پر حاوی آ جائے مثلاً مُردوں کو زندہ کر دینا اُن کے کمال سے مافوق امر تھا، مادر زاد نابینا کو بینائی دینا اُن کے کمال کی دسترس سے مافوق بات تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہ سب کچھ عملی طور پر انجام دیا جس کو دیکھ کر اُن لوگوں نے آپؑ کی نبوّت کا اقرار کر لیا اور ایمان لے آئے۔

اور ہمارے نبیؐ کیونکہ اس عہد میں بھیجے گئے جس میں فصاحت و بلاغت کا عروج تھا۔ فصحاء و بلغاء اور قادر الکلام شعراء اپنے قصائد درِ کعبہ پر لٹکا کر اس کی فصاحت کا دعویٰ کر کے مقابلہ طلب کرتے تھے۔ لہٰذا قدرت نے نبیٔ آخر الزّمان کو وہ کلام عطا فرمایا کہ جس کو دیکھ کر سب عاجز اور دم بخود رہ گئے اور یہ اعتراف بھی کیا کہ ما ھٰذا کلام البشر" یہ بشر کا کلام نہیں ہو سکتا"۔ اس کے باوجود آمادۂ جنگ ہو گئے۔

ابن السکیت نے کہا، آپؑ نے بیشک صحیح فرمایا، اب یہ فرمائیے کہ اِس زمانے میں حجتِ خدا کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ عقلِ سلیم تمھارے پاس ہے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے فائدہ اُٹھاؤ، سوچو! غور و فکر کرو اور تلاش کرو کہ خدا کا صحیح پیغام بندوں تک پہونچانے والا، اُن کو خدا کا پسندیدہ راستہ دکھلانے والا کون ہو سکتا ہے۔ اور اللہ کا مخالف کون ہے۔ اگر عقلِ سلیم سے کام لوگے تو یہ تمھیں حجتِ خدا تک ضرور پہونچا دے گی۔

علاوہ ازیں نبیٔ آخر الزّمان کے اور بھی بیشمار معجزات ہیں جن میں شک کی گنجائش نہیں، مثلاً شق القمر، درخت کا آپؐ کے حکم سے آنا اور واپس جانا اور انگشتہائے مبارک سے پانی کا جاری ہونا جس سے سارے لشکر اور جانوروں کا سیراب ہونا، آپؐ کے دستِ مبارک پر سنگریزوں کا کلام کرنا، بزغالۂ مسموم کا کلام کرنا، قلیل

طعام سے کثیر جماعت کو سیر کرنا، جنات کا مطیع ہونا، حضرت امیر المومنینؑ
کے لیے آفتاب کو پلٹانا، ناقہ کی اپنے مالک کی شکایت آپؐ کی خدمت میں
کرنا، اور دنیا میں کسی سے تعلیم نہ حاصل کرنے کے باوجود گذشتہ اور آئندہ کے تمام
حالات سے واقف ہونا، ہر شخص کے سوال کا صحیح جواب دینا، صحیح خبریں دینا،
مثلاً فتح مکہ، فتح خیبر، روم وفارس کا مسلمانوں کا فتح کرنا، حضرت امیر المومنینؑ
سے، عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ اور خوارج کا جنگ کرنا، مظلومیٔ اہلبیتؑ کی
خبر دینا، خبر دینا وفاتِ حضرت فاطمہؑ اور شہادتِ حسنین علیہم السّلام، اور
امت کا ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ بیشمار معجزات ہیں، قطع نظر
ان اوصاف کے جو آپؐ میں حسب ونسب، حلم وعلم، خُلق ومروّت، امانت
ودیانت، عدالت وشجاعت، زہد وورع، قناعت وریاضت، ترکِ
علائق، صفائے طینت، جہاد بالنّفس، حسنِ سلوک، معاشرت باخلق،
صداقت وحسنِ کردار، محبّت والنس وغیرہ وغیرہ پائے جاتے تھے۔

اگر انسان ذرا بھی ان اوصاف پر غور کرے تو یہ اوصاف ہی وہ ثبوت
ہیں کہ آپ کی نبوّت کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آپ
کے لائے ہوئے قانون اور شریعتِ مقدّسہ کو نظرِ غور سے دیکھے تو اس کو ماننا
پڑے گا کہ یہ قانون سوائے خدا کے کسی مخلوق کا نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں
آپ کی بعثت کے اخبار کتبِ سابقہ میں بکثرت ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ میرے والد نے
مجھ سے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی
خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور سوال کیا کہ کیا آپؑ فرزندِ محمدؐ
ہیں؟ جو اس اُمت کے پیغمبرؐ تھے اور حجّتِ اہلِ زمین تھے۔

- آپؑ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔
- اُنھوں نے کہا: ہم نے توریت میں پڑھا ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ کو اور اُن کے فرزندوں کو کتاب وحکمت اور نبوّت عطا کی ہے اور اُن کو اس ملک کی بادشاہی دی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اُن کی ہی حکومت رہی ہے۔ آپؑ کہتے ہیں ہم پیغمبرؐ کی اولاد ہیں ہم آپ کو ضعیف وکمزور دیکھتے ہیں اور دوسروں کو با اختیار، اس کی کیا وجہ ہے؟
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے سنا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا، ہمیشہ انبیاء، اولیاء، اور اوصیائے خدا مظلوم ومقہور رہے ہیں، ناحق قتل کیے گئے ہیں اور ظالم ہمیشہ غالب رہے ہیں، بہت قلیل تعداد ان کی مطیع اور مخلص رہی ہے۔
- اُنھوں نے کہا، انبیاء، اور اُن کی اولاد بغیر اس دنیا میں علم حاصل کیے ہوئے عالم ہوتے ہیں اور اللہ کے عطا کردہ علم کے ذریعے سے، وہ اور اُن کے اوصیاء خلقِ خدا کو راہِ حق دکھاتے اور معرفتِ خداوندی کا سبق سکھاتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی من جانب اللہ ایسا علم عطا ہوا ہے؟
- آپ نے مجھ سے فرمایا، اے موسٰیؑ! سامنے آؤ، اور میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دُعا کی، خداوندا! بواسطہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کا، تو اپنے بندے کے اس فرزند کی نصرت فرما۔ اور پھر آپ نے یہودیوں سے فرمایا، جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو اس بچے سے سوال کرو۔
- اُنھوں نے کہا، عجیب بات ہے کہ اس چھوٹے سے بچے سے جس نے ابھی پڑھا ہے نہ لکھا ہے، ہم اس سے کیا پوچھیں؟

- آپ نے فرمایا، یہ امام کا فرزند اور ہونے والا امام ہے آپ لوگ اِن سے سوال کرتے ہوئے نہ شرمائیں۔
- اُنھوں نے سوال کیا، کہ وہ نو چیزیں کیا تھیں جن کو خدا نے حضرت موسیٰؑ کا معجزہ قرار دیا تھا۔
- امام موسیٰ کاظمؑ نے جواب دیا (اس وقت آپ کی عمر ۵ سال تھی) (۱) عصا جو اژدہا بن گیا، (۲) یدِ بیضا، جس سے ہر چیز روشن ہوجاتی تھی جب آپ اپنا ہاتھ گریبان سے باہر لاتے تھے۔ (۳) ٹڈی (۴) مینڈک (۵) خون (۶) جوں، کو اصحابِ فرعون پر مسلط کردیا تھا۔ (۷) کوہِ طور کو بنی اسرائیل کے سروں پر لٹکا دیا گیا تھا۔ (۸) من و سلویٰ اُن کے لیے نازل کیا گیا۔ (۹) دریا شگافتہ ہوا۔
- یہودیوں نے کہا، آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دریافت کیا کہ آپ یہ فرمائیے کہ پیغمبرِ اسلامؐ نے وہ کون سا معجزہ پیش کیا کہ دیکھنے والے اس کو دیکھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے۔؟
- آپؑ نے فرمایا، اللہ کے حبیبؐ کے بہت سے معجزات ہیں سنو، اور غور سے سنو اور یاد بھی رکھو۔ پہلا معجزہ، یہ ہے کہ شیاطین اور جن آپؐ کی بعثت سے قبل آسمان پر جاتے اور وہاں کی باتیں اہلِ زمین کو سُناتے تھے جس کی وجہ سے بہت سے کاہن پیدا ہوگئے آپؐ کی بعثت کے بعد اُن کا آسمان پر جانا ممنوع قرار پایا، اِس کے بعد جب بھی وہ کوشش کرتے ہیں تو تیرِ شہاب اور ستاروں کے ذریعہ سے اُن کو روک دیا جاتا ہے ان کے نہ جانے سے کاہنوں کی کہانت باطل ہوگئی ہے۔ (۲) یہ کہ گرگ (بھیڑیے) نے آپؐ کی نبوت پر گواہی

دی (جیسا کہ قصۂ ابوذرؓ میں بیان ہوا) (۳) تمام آپؐ کے عہدِ طفلی، جوانی اور پیری میں آپؐ کی صداقت، دیانت اور امانت کے معترف تھے۔ (۴) جب سیف بن ذی یزن حبشہ کا بادشاہ ہوا اور جماعتِ قریش عبد المطلبؑ کی معیت میں وہاں گئی تو اُس نے اُن سے حضرتؐ کے متعلق سوالات کیے اور کہا یہ شخص عنقریب ہی تمھارے درمیان پیغمبر ہونے والا ہے۔ قریش کی جماعت نے اقرار کیا کہ یہ صفات جو یہ بادشاہ بیان کر رہا ہے محمدؐ کی ہیں۔ (۵) جب ابرہہ بن یکسوم انہدامِ کعبہ کے لیے ہاتھیوں کو لایا تو حضرت عبد المطلبؑ نے فرمایا کہ اس گھر کا ایک محافظ ہے اس لیے تو اس کو منہدم نہیں کر سکتا اس وقت سیف بن ذی یزن پیغمبرِ اکرمؐ کے آنے کی خبر دے چکا تھا۔ چنانچہ اہلِ مکہ نے دعا کی اور آپؐ کی برکت سے وہ خانۂ کعبہ کو منہدم نہ کرسکا۔ (۶) آپؐ دیوارِ کعبہ کے سائے میں آرام فرما رہے تھے، کہ ابوجہل ایک بڑا بھاری پتھر لے کر آیا تاکہ آپؐ کے سرِ مبارک پر مارے مگر وہ پتھر اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا، ہر چند کوشش کی مگر نہ مار سکا (۷) یہ کہ ابوجہل نے ایک اعرابی سے ایک اونٹ خریدا تھا اور اس کی قیمت ادا نہ کرتا تھا۔ اعرابی نے اہلِ قریش سے اس کی شکایت کی، اُنھوں نے آنحضرتؐ کو تکلیف پہونچانے کی غرض سے اُس کو یہ مشورہ دیا کہ رسولِ خداؐ سے کہے تو وہ ابوجہل سے اس کا مطالبہ دلوا دیں گے۔

چنانچہ وہ اعرابی آنحضرتؐ کی خدمت میں گیا اور عرض کرنے لگا کہ آپؐ میری مدد کیجیے اور میرے اونٹ کی قیمت ابوجہل سے دلوا دیجیے۔ آپؐ اس کو لے کر ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے۔ دقُ الباب

کیا۔ ابوجہل گھر سے نکلا۔ آپؐ نے اُس سے فرمایا، کہ اس اعرابی کے اونٹ کی
قیمت اسے دے دو۔ ابوجہل نے فوراً قیمت ادا کردی۔ اعرابی نے اہلِ قریش
کے پاس آکر اُن کا شکریہ ادا کیا۔ اہلِ قریش یہ سُن کر بڑے حیران ہوئے اور
ابوجہل سے جاکر کہا کہ ہم نے تو اعرابی سے مذاقاً کہا تھا تاکہ رسول خداؐ کو ذلّت
کا سامنا کرنا پڑے، مگر تو نے واقعی قیمت ادا کردی۔ ابوجہل نے کہا، میں مجبور
تھا۔ میں نے دیکھا کہ انؐ کے ہمراہ ایک جانور اونٹ سے بھی طویل القامت منھ
کھولے ہوئے مجھ سے کہہ رہا تھا کہ قیمت ادا کردے ورنہ میں تجھے ابھی ختم کیے
دیتا ہوں۔

(۸) یہ کہ قریشِ مکہ نے نضر بن الحرث وعقبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے
یہودیوں کے پاس بھیج کر آپؐ کے حالات معلوم کرنے چاہے۔ اُنھوں نے بتایا
کہ زیادہ تر غرباء آپؐ کے طرفدار اور ہمخیال ہوتے جارہے ہیں۔ قریشِ مکّہ نے
یہ سُن کر کہا بیشک محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہی اوصاف ہم نے گذشتہ
کُتب میں دیکھے ہیں۔

(۹) یہ کہ جب آپؐ نے مکّے سے ہجرت فرمائی تو قریش نے سراقہ بن جشیم کو
آپؐ کی طلب میں مدینہ روانہ کیا۔ آپؐ نے جب اُس کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے دُعا
کی کہ مجھے اس ظالم کے ہاتھ سے نجات دے۔ فوراً ہی اُس کے گھوڑے کے پیر
زمین میں دھنس گئے اور وہ چلّایا کہ اے محمّدؐ! مجھے نجات دلائیے میں آئندہ
آپ کو تکلیف ہرگز نہ پہونچاؤں گا۔

آپؐ نے دُعا فرمائی کہ پالنے والے اگر یہ اپنے اس قول پر سچّا ہے تو
اس کو نجات دے۔ چنانچہ اُس کو نجات ملی اور وہ واپس چلا گیا۔

(۱۰) یہ کہ عامر بن طفیل اور زید بن قیس آنحضرتؐ کے پاس آئے اور عامر نے

زید سے کہا کہ میں جب محمدؐ سے باتیں کرنے لگوں تو، تو موقع پاکر تلوار سے اُن کا
سر قلم کردینا۔ چنانچہ عامر آنحضرتؐ سے مصروفِ گفتگو تھا مگر زید نے اپنا کام
انجام نہ دیا۔ باہر نکل کر عامر نے زید سے کہا، بڑا بزدل نکلا، ڈر گیا اور وعدہ
خلافی کرگیا۔ اُس نے کہا میں نے وہاں سوائے تیرے کسی دوسرے کو دیکھا ہی نہیں
اگر تلوار چلاتا بھی تو تیرا ہی سر قلم ہوجاتا۔

(۱۱) یہ کہ زید بن قیس اور نضر بن الحرث دونوں آنحضرتؐ کے پاس آئے
تاکہ آپؐ سے چند سوالات کرکے یہ معلوم کرسکیں کہ آنحضرتؐ غیب کے حالات سے
واقف ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اس سے قبل کہ وہ سوال کرے آپؐ نے زید سے فرمایا
کہ کیا تو وہی شخص نہیں ہے کہ جو فلاں روز عامر کے ہمراہ میرے قتل کے ارادے
سے آیا تھا اور مجھے قتل نہ کرسکا۔ یہ سُن کر وہ بہت حیران ہوا کیونکہ ان دونوں کے
علاوہ کسی کو بھی اس کے بارے میں علم نہ تھا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔

(۱۲) یہ کہ ایک مرتبہ چند یہودی حضرت علی بن ابیطالبؑ علیہ السّلام کی خدمت
میں آئے اور کہا کہ ہم تمھارے چچازاد بھائی سے کچھ سوالات دریافت کرنا چاہتے
ہیں۔ آپؑ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں اُن کا پیغام پہونچادیا۔ جنابِ رسولِ خداؐ
نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے وہ کیا سوالات کرنا چاہتے ہیں میں تو اللہ کا ایک عاجز بندہ
ہوں۔ اُس کریم نے جس قدر علم مجھے عطا فرمایا ہے بس اُسی قدر میں جانتا ہوں۔
چنانچہ یہودی حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم سوال
کرنا چاہتے ہو یا تمھارا مطلب میں بیان کردوں؟ اُنھوں نے کہا، آپ ہی فرمائیے
آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم ذوالقرنین کے حالات مجھ سے دریافت کرنا چاہتے ہو۔
اُنھوں نے کہا بیشک۔ آپؐ نے فرمایا، ذوالقرنین روم کا رہنے والا ایک لڑکا تھا،
جو بڑا ہوکر مشرق و مغرب کا بادشاہ ہوگیا۔ آخر میں اُس نے ایک دیوار تعمیر کرائی جو آج

تک مشہور ہے۔ انھوں نے کہا، سچ فرمایا، اور وہ مسلمان ہوگئے۔

(۱۳) یہ کہ ایک روز وابصہ بن معبد اسدی آپؐ کی خدمت میں آیا اس خیال سے کہ آج آپؐ سے اتنا مشکل سوال کرے جس کا آپؐ جواب نہ دے سکیں اور کہنے لگا کہ آپؐ یہ بتلائیں کہ وہ کون کون سی چیزیں ہیں جو نیک ہیں اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو بد ہیں۔؟ آپؐ نے اُس طولانی سوال کا جواب صرف دو مختصر سے فقروں میں دیا۔ وابصہ کے سینے پر آپؐ نے ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا نیکی وہ چیز ہے کہ جس سے تیرا نفس مطمئن ہو جائے اور دل گواہی دے کہ یہ بیشک حق ہے۔ اور بدی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن نہ ہو، ہر چند کہ اُس کو اچھا بتلایا جائے مگر تو اُس پر عمل نہ کرے۔

(۱۴) یہ کہ گروہِ عبدالقیس آپؐ کی خدمت میں آیا، بعد ادائے مطلب آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ اپنے شہر کا خُرما جو تمھارے ہمراہ ہے دکھلاؤ۔ ہر ایک نے اپنے اپنے خُرمے حضرتؐ کے سامنے پیش کیے۔ آپؐ نے ہر ایک کے خُرمے کا نام بتلایا، وہ حیران ہوئے کہ آپؐ تو ہم سے زیادہ ہمارے شہر اور شہر کی چیزوں کا حال جانتے ہیں اور پھر کہنے لگے ہمارے ساتھ ہمارا ایک ماموں ہے جو دیوانہ ہوگیا ہے۔ آپؐ نے اُس کو طلب کیا اور ایک چادر اُس پر ڈال کر تین مرتبہ فرمایا، اے دشمنِ خدا اس کو نہ ستا۔ فوراً ہی وہ عاقل ہوگیا۔ اُن کے پاس ایک بکرا تھا وہ جب آپؐ کے قریب آیا تو آپؐ نے اُس کا کان زور سے پکڑ لیا جس کی وجہ سے اُس کے کان پر داغ پڑ گیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ داغ قیامت تک اس کی نسل میں باقی رہے گا۔ چنانچہ اس کی نسل میں اب بھی وہ نشان باقی ہے۔

(۱۵) یہ کہ ایک سفر میں آپؐ نے ایک اونٹ کو دیکھا جو تھک گیا تھا اور سفر نہ کرسکتا تھا۔ آپؐ نے تھوڑا سا پانی اپنے دہنِ مبارک کا اُس کے مُنھ میں ڈال دیا جس سے وہ

تازہ دم اونٹوں سے زیادہ تیز رفتار ہوگیا۔

(۱۶) یہ کہ ایک سفر میں اصحاب میں سے کسی کا ناقہ گم ہوگیا تھا۔ اُس نے کہا آپؐ پیغمبرِ خدا ہیں تو یہ بتلائیے کہ میرا ناقہ کہاں ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیرا ناقہ فلاں مقام پر ہے اُس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں لپٹ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ حرکت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ وہ گیا اور اُسی مقام سے ناقہ لے آیا۔

(۱۷) یہ کہ ایک اونٹ نے شکایت کی کہ مجھے میرا مالک بہت مارتا ہے آپؐ مجھے اُس ظالم سے نجات دلائیے۔ آپؐ نے اُس کے مالک سے فرمایا کہ اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے۔ مگر جب آپؐ چلے تو اونٹ نے پھر فریاد کی کہ کسی اچھے اور نیک مالک کے ہاتھ فروخت کیا جائے تاکہ میں زدوکوب کی تکلیف سے بچ جاؤں۔ آپؐ نے جناب امیرالمومنینؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اس ناقہ کو خرید لو۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ نے خرید لیا اور جنگِ صفین میں وہ ناقہ آپؑ کے پاس تھا۔

(۱۸) یہ کہ ایک روز آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور آپؐ کے دامن میں سر رکھ کر بلبلانے لگا آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ میرا مالک مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے آپؐ میری جان بچائیے ایک صحابہ نے کہا، میں جانتا ہوں یہ اونٹ فلاں صحابہ کا ہے اُس کے بیٹے کا آج ولیمہ ہے اور وہ اس اونٹ کو ولیمہ میں ذبح کرنا چاہتا ہے حضرتؐ نے اُس کو بلوایا اور سفارش کی۔

(۱۹) یہ کہ حضرتؐ نے قبیلۂ مضر کے لیے بددُعا کی کہ خداوندا! ان کو قحط میں مبتلا کردے۔ چنانچہ انتہائی شدید قحط پڑا جس سے وہ لوگ سخت پریشان ہوکر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپؐ نے پھر اللہ سے دُعا فرمائی کہ پروردگارا! ان پر رحم فرما۔ چنانچہ بارش ہوئی اور اس کثرت سے

ہوئی کہ اہلِ مدینہ آپؐ کی خدمت میں آکر رونے اور آہ وزاری کرنے لگے چنانچہ آنحضرتؐ نے خالق و مالکِ کائنات سے دعا فرمائی اور بادل کو حکم دیا کہ شہر کے باہر برسے اور وہ ایک ماہ تک بیرونِ شہر برستا رہا۔

(۲۰) یہ کہ قبلِ بعثت حضرت ابوطالبؑ آپؐ کو اپنے ہمراہ سفرِ شام میں لے گئے اور ایک بحیرا راہب کے دَیر کے قریب فروکش ہوئے۔ راہب کتبِ آسمانی کا عالم تھا اور اپنی کتابوں میں پڑھ چکا تھا کہ ایک پیغمبر فلاں وقت اس طرف سے گذرے گا۔ جب اُس نے یہ قافلہ دیکھا تو اُن کے لیے دعوت کا سامان کیا اور سب کو کھانے پر مدعو کیا لیکن اس جماعت میں کسی کو ان صفات کا حامل نہ پایا جو اُس نے اپنی کتابوں میں پڑھی تھیں۔ قافلے والوں سے معلوم کیا کہ تمھارے سامان کے پاس کوئی اور بھی تمھارے قافلے کا آدمی موجود ہے؟ اُنھوں نے کہا ایک طفلِ یتیم سامان کے پاس ہے۔ راہب وہاں گیا، دیکھا کہ طفل محوِ خواب ہے اور ایک بادل اُس کے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اس نے کہا یہ طفل ہی دُرِ یتیم ہے۔ اور میرا مطلب بھی اسی پیغمبرِ آخرالزمان سے تھا جس کا تذکرہ بھی ہماری کتابوں میں موجود ہے اور یہ عنقریب مبعوث بہ رسالت ہونے والا ہے قریش یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور حضرت کی تعظیم و تکریم زیادہ کرنے لگے

یہ خبر مکّہ میں مشہور ہو گئی اسی وجہ سے جناب خدیجہ بنتِ خویلد نے آپؐ سے عقد کی خود خواہش کی، حالانکہ سردارانِ قریش جناب خدیجہ سے عقد کے خواہشمند تھے آپ نے سب کو انکار فرما دیا اور آنحضرتؐ کی زوجیت سے مشرّف ہوئیں۔

(۲۱) یہ کہ قبلِ ہجرت آنحضرتؐ نے حضرت علی بن ابیطالبؑ سے فرمایا خدیجہ سے کہو کچھ طعام تیار کرے۔ آپ نے طعام تیار کیا۔ حضرتؐ نے اپنے

اعزّاء کو جن کی تعداد چالیس تھی کھانے کے لیے طلب فرمایا حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ سے فرمایا، یا علیؑ ان کے واسطے طعام لاؤ۔ حضرت علی امیرالمومنینؑ تین آدمیوں کے بقدر طعام لے آئے اور اُن سب سے فرمایا، بسم اللہ کہیے اور کھائیے اُنھوں نے بسم اللہ نہ کہا، رسول اللہؐ نے خود بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کر دیا۔ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ ابوجہل نے کہا، محمدؐ نے بڑا زبردست جادو کیا ہے۔ تین آدمیوں کے کھانے سے تیس ۳۰ آدمیوں کو سیر کر دیا۔ اس سے بڑا جادو اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرتؐ نے چند روز کے بعد پھر اُن کو بلوایا اور پھر اتنے ہی طعام سے سب کو سیر کر دیا

(۲۲) یہ کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں بازار گیا اور ایک درہم کا گوشت خریدا، ایک درہم کا آٹا خریدا، بنتِ رسولؐ جناب فاطمہؑ نے کھانا تیار کیا اور مجھ سے کہا کہ رسولِ خداؐ کو بلا لائیں تاکہ آپؐ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمالیں۔ میں گیا، رسولِ خداؐ مصروفِ دُعا تھے کہ خداوندا! میں اس گرسنگی سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ کھانا موجود ہے میرے ہمراہ چل کر تناول فرمائیے۔ میں آنحضرتؐ کو اپنے ہمراہ لے کر آیا، آپؐ نے اپنی نورِ چشم فاطمہ زہراؑ سے فرمایا۔ بیٹی! کھانا میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ لائیں تو آپؐ نے اُس کھانے پر ایک چادر ڈالی اور خدا سے دُعا کی کہ اس کھانے میں برکت عطا فرما۔ پھر آپ نے نو پیالے اور نو نان اس میں سے نکالے اور اپنی مستورات کو بھجوائے پھر فرمایا تم اور تمھارا شوہر اور بچّے بھی کھائیں، اس کے بعد ہمسائے کو حصّہ رسد طعام بھجوایا اور پھر بھی باقی رہا اور کئی روز تک کام آیا۔

(۲۳) یہ کہ زنِ عبداللہ مسلم گوسفند کا گوشت جو زہر میں بھونا گیا تھا آپؐ کے واسطے لائی۔ اُس وقت بشر بن البراء آپؐ کی خدمت میں موجود تھا اُس نے وہ گوشت کھایا۔ آپؐ نے فرمایا، یہ گوسفند کہہ رہی ہے کہ مجھے زہر میں بھونا گیا ہے،

کچھ دیر کے بعد بشر اس کے کھا لینے سے مر گیا۔ حضرتؐ نے اُس عورت کو طلب فرمایا، اور اُس سے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اُس نے کہا کہ آپؐ نے میرے شوہر اور قوم کے بہت سے معززین کو قتل کیا ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر آپؐ بادشاہ ہیں تو اس کو کھا کر مر جائیں گے اور اگر پیغمبر ہیں تو خدا آپؐ کو مطلع فرما دے گا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

(۲۴) یہ کہ جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ جب ہم یوم خندق، خندق کھودنے میں مصروف تھے تو سب کا بھوک کی وجہ سے بُرا حال تھا اور جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا شکمِ مبارک کمر سے لگا ہوا تھا میں نے گھر جا کر اپنی زوجہ سے سب حال بیان کیا، اس نے کچھ گوشت اور چند نان تیار کر کے کہا کہ جا کر جنابِ رسولِ خداؐ کو بُلا لائیے۔ جابرؓ گئے اور رسولِ خداؐ سے کہا کہ آپ خود اور جس کو چاہیں اپنے ہمراہ غریب خانے پر تشریف لے چلیے اور طعام نوش فرما لیجیے۔

آنحضرتؐ نے اپنے تمام اصحاب کو طعام کے لیے بُلایا کہ جابرؓ کے یہاں آج تم لوگ مدعو ہو۔ جملہ اصحاب رسولِ اکرمؐ کے ہمراہ چل پڑے جابرؓ بہت پریشان ہوئے کہ اب بڑی ذلت اور شرمندگی کا منھ دیکھنا پڑیگا، کیونکہ اس تھوڑے سے کھانے میں یہ کثیر تعداد کس طرح سیر ہو جائیں گے۔ لہٰذا انھوں نے زوجہ سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ زوجہ نے جابرؓ سے پوچھا کہ ان لوگوں کو تم بلا کر لائے ہو یا آنحضرتؐ؟ جابرؓ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے سب کو طلب فرمایا ہے۔ اُس مومنہ نے کہا، پھر تم کیوں فکر کرتے ہو۔ رسولِ خداؐ آپ سے بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے جابرؓ سے دریافت فرمایا کہ کتنا کھانا ہے۔ جابرؓ نے کہا کچھ گوشت اور چند نان ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کو ایک دسترخوان پر رکھ دو

اور اس پر ایک چادر ڈال دو۔ پھر اس میں سے ایک ایک نان اور گوشت نکال نکال کر لشکر کو دیتے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، لشکر کے تین ہزار آدمی سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔

(۲۵) یہ کہ سعد بن عبادہ، رسولِ مقبولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ روزے سے تھے۔ اُس نے افطار کے لیے آپؐ کو اور امیرالمومنینؑ کو مدعو کیا۔ آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ کے ہمراہ روزہ اس کے گھر پر ہی افطار فرمایا۔ بعد افطار دُعاء فرمائی، روانگی کے وقت سعد نے ایک گھوڑا آپؐ کی سواری کے لیے پیش کیا جو نہایت ہی شریر تھا مگر حضرتؐ کی کرامت سے وہ کھانا بھی کئی روز تک باقی رہا اور گھوڑا بھی انتہائی فرمانبردار ہو گیا۔

(۲۶) یہ کہ جب آپؐ حدیبیہ سے واپس ہوئے تو راستے میں ایک کنوئیں کی طرف سے آپؐ کا گذر ہوا جس میں بہت قلیل مقدار میں پانی تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی بھی کنوئیں کے قریب نہ جائے تاوقتیکہ میں اجازت نہ دوں، پھر آپؐ نے تھوڑا سا پانی طلب فرمایا اور اس کو منھ میں لیکر کنوئیں میں ڈال دیا جس سے پانی نے جوش مارا اور پانی کنوئیں کے اوپر آ گیا۔ سب لشکر اور جانوروں نے سیر ہو کر پانی پیا۔

(۲۷) یہ کہ جتنی خبریں آپؐ نے آئندہ کے متعلق دیں وہ سب حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئیں۔

(۲۸) یہ کہ شبِ معراج کے واقعات جب آپؐ نے بیان فرمائے تو منافقین نے تکذیب کی۔ آپؐ نے اُس شب کے تمام واقعات جو اُن منافقین کو پیش آئے تھے اُن کو بتلائے جس سے اُن کو خاموش ہونا پڑا۔

(۲۹) یہ کہ جنگِ تبوک میں پانی ختم ہو گیا۔ لشکری چلّائے العطش العطش، پیاس، پیاس، پانی پانی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟

ابوہریرہ نے کہا میرے پاس صراحی میں ایک پیالہ پانی ہے۔ آپؐ نے وہ پانی پیالے میں ڈالا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی۔ پھر اپنا ہاتھ اُس پیالے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد انگشت ہائے مبارک سے اِس قدر پانی جاری ہوا کہ سب نے سیر ہو کر پیا اور اپنی اپنی صراحی اور مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا، پھر خود پیا اور ابوہریرہ کو دیدیا۔

(۳۰) یہ کہ آنحضرتؐ نے خواہرِ عبداللہ بن رواحہ کو دیکھا کہ کوئی چیز اپنے ہمراہ لیے جا رہی ہے۔ آپؐ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہی ہے اور کیا چیز لیے جا رہی ہے؟ اُس نے کہا کہ کچھ خرمے اپنے بھائی عبداللہ کے واسطے لے جا رہی ہوں آپؐ نے اُس کو اپنے قریب بُلایا اور اُس سے خُرمے لے کر تمام خندق کھودنے والوں کو تقسیم کرنے شروع کر دیے۔ ہر شخص نے سیر ہو کر کھائے اور کافی خرمے خواہرِ عبداللہ کو واپس کر دیے۔

(۳۱) یہ کہ آپؐ ایک سفر میں تھے۔ کھانے کے لیے کچھ نہ رہا، اصحابؓ بھوک کی وجہ سے بے چین تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس کسی کے پاس کچھ کھانے کے لیے ہو وہ میرے پاس لے آئے۔ سب نے اپنا اپنا توشہ آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا جو تقریباً ایک سیر تھا۔ آپؐ نے ان ایک سیر خرموں کو ایک ظرف میں رکھ کر دُعا فرمائی۔ وہ خُرمے اس قدر کثیر ہو گئے کہ مدینے تک پھر کسی کو خوراک کی ضرورت نہ رہی۔

(۳۲) یہ کہ ایک سفر میں پانی ختم ہو گیا، بعد تلاشِ بسیار ایک کنویں پر پہونچے دیکھا تو اُس میں پانی بہت قلیل تھا۔ آپؐ نے لعابِ دہن ڈالا تا کہ پانی کثیر مقدار میں جمع ہو جائے۔ آپؐ کے لعابِ دہن کی برکت سے پانی جوش مارتا ہوا اوپر تک آ گیا سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ یہ خبر عام ہو گئی تو مسیلمہ کذّاب نے بھی ایک کنویں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا جس کی نحوست سے کنویں کا پانی ایسا خشک ہوا کہ کبھی اُس نے

پانی نہیں دیا۔

(۳۳) یہ کہ سراقہ بن جعشم کا گھوڑا دَلدل میں پھنس گیا تھا۔ آپؐ نے دُعا کی اور گھوڑا دَلدل سے نکل آیا۔ اُس نے گھر پہونچ کر ایک بکری بطور تحفہ آپؐ کی خدمت میں پیش کی جو حاملہ نہ ہوتی تھی۔ آپ نے اس کے تھنوں پر دستِ مبارک پھیرا اس کی برکت سے اُس نے دودھ دیا جو سب نے پیا۔

(۳۴) یہ کہ ایک عورت بنام اُمِ شریک کے یہاں آپؐ مہمان ہوئے، وہ عورت آپؐ کے پاس مشک لائی جس میں بہت معمولی روغن تھا، آپؐ نے دُعا فرمائی، اُس میں اتنا روغن ہو گیا کہ کبھی کم ہی نہ ہوا۔

(۳۵) یہ کہ جب سورۂ تَبَّتۡ ابولہب اور اس کی عورت کی مذمّت میں نازل ہوئی تو اُس کی زوجہ اُمِ جمیل ایک بھاری پتھر لیکر آپؐ کو نقصان پہونچانے کے لیے چلی۔ ابوبکر نے آنحضرتؐ سے کہا کہ اُمِ جمیل بھاری پتھر لیے ہوئے آپؐ کی جانب آ رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا، آنے دو، خدا میرا محافظ ہے۔ جب وہ آئی تو ابوبکر سے پوچھا، محمدؐ کہاں ہیں؟ ابوبکر نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ وہ نااُمید واپس چلی گئی۔ ابوبکر نے حضرتؐ سے پوچھا کہ آپ موجود ہوتے ہوئے اُس کو نظر نہ آئے۔ آپؐ نے فرمایا، میرے خدا نے اُس کے اور میرے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا تھا۔

اس کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے یہودیوں سے فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ کے بےشمار معجزات منجملہ ان معجزات کے ایک کتاب ہے جو اپنی حقیقت اور تمام کتبِ سابقہ کی گواہ ہے جس میں عقلاءِ زمانہ کی عقلیں حیران و ششدر ہیں۔

یہودیوں نے کہا، کہ یہ تمام معجزات جو آپ نے بیان کیے کیا معلوم

صحیح بھی ہیں یا نہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم جو حضرت موسیٰؑ کے معجزات بیان کرتے ہو اُن کے صحیح ہونے کی کیا دلیل ہے؟

یہودیوں نے کہا، ہمارے نیک کردار اور صادق لوگوں سے ہم تک وہ اخبار پہونچی ہیں پھر کیوں نہ ہم اُن کو سچ سمجھیں۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ علاوہ ازیں کہ یہ اخبار بھی صادقین سے نقل ہوئی ہیں، ایک پانچ سال کا بچہ جس نے سوائے درسگاہِ الٰہی کے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی، وہ تم سے بیان کر رہا ہے اور تم اس میں شک کر رہے ہو۔ یہ سُن کر وہ سب بیک زبان کہنے لگے کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے محمد مصطفٰےؐ اُس کے رسول ہیں اور آپ سب اُن کے اوصیائے برحق ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُٹھے اور فرزند کی پیشانی کا بوسہ لیکر فرمایا بیشک تم بعد میرے خلقِ خدا پر حجتِ الٰہی ہو۔ وہ تمام یہودی خلعتِ ایمان لیکر واپس ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی معمولی بصیرت بھی رکھتا ہو اور رسولِ اکرمؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر نظر ڈالے تو یہ بات سمجھ میں آنا مشکل نہیں کہ آپؐ کی صداقت اور حقانیت کی خبریں اس قدر ہیں جن میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ آپؐ کی ہر حدیث ایک کامل معجزہ ہے جس سے ہمیشہ آپؐ کے پیرو شیعہ فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کے ذریعے سے دوسروں کو بھی فائدہ پہونچتا رہا ہے۔ البتہ روشنی کی زیادتی دیکھنے والی کمزور آنکھ کو بیکار کر دیتی ہے۔ یہ اُن کی عظمت و جلالت کا غیر معمولی نور ہے جس نے بعض لوگوں کو نابینا کر دیا ہے۔ ورنہ ہر دوست و دشمن اُن کے فضائل کا معترف ہے

کہ یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے سے خدا تک رسائی ہو سکتی ہے۔

فائدۂ رابعہ: خاتم الانبیاءؐ

ہمارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنصِ قرآن، نہ صرف انسانوں کے رسول ہیں بلکہ جنّ و انس کے رسول ہیں جن کے بعد اب کوئی دوسرا رسول نہیں آسکتا۔ اور تمام انبیاء تا خاتم الانبیاء، ہر گناہِ صغیرہ و کبیرہ سے منزّہ اور معصوم تھے۔ احادیثِ معتبرہ سے ثابت ہے کہ آپؐ کے آباء و اجداد آدم و حوّا سے آپ تک سب پاک و پاکیزہ کفر و شرک سے منزّہ تھے اور ہر زمانے میں اپنے ہمعصروں میں سب سے زیادہ شریف معزز اور عالم تھے۔ بعض ضرورتمندوں نے اس ضرورت سے کہ اپنے پیشواؤں کے اس داغ کو چھپا سکیں کہ وہ خود اور اُن کے آباء و اجداد کافر تھے۔ انبیاءؑ کی شان میں بھی گستاخیاں کی ہیں اور اُن کو غیر معصوم اور کافر بتلایا ہے تاکہ اُن کے عیوب ہلکے پڑ جائیں۔ بعض یہودیوں نے بھی انبیاءؑ پر معاصی کا الزام لگایا ہے جس کے نتیجے میں وہ پیشوا جو گنہگار تھے ہی وہ بھی اور اُن کے وہ پیشوا مثلاً انبیاء اور رسول جو گنہگار نہ تھے وہ بھی گنہگار ہو گئے۔

فائدۂ خامسہ: شمائل و اوصافِ آنحضرتؐ

(عین الحیوٰۃ ص ۶۴)

ابن بابویہؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام الانس والجن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام حسنؑ نے ہند ابن ابی ہالہ سے جو وصافِ رسولؐ تھا، حضرت رسولِ خداؐ کے حلیہ اور شمائل کے بارے میں سوال کیا۔ ہند نے کہا، جنابِ رسولِ خداؐ

عظیم الشان تھے۔ آپؐ کی جلالت نے لوگوں کے دلوں میں جگہ کر لی تھی۔ چہرۂ
پُرنور سے چودھویں کا قمر بھی شرماتا تھا، میانہ قد، نہ زیادہ بلند قامت تھے نہ
پست تھے، سرِ اقدس بھی درمیانی تھا جس کے بال نہایت خوبصورت حلقہ دار
تھے سر کے بال جب کسی قدر بڑے ہو جاتے تھے تو آپ اُن کو دونوں جانب
اس طرح کر لیتے تھے کہ مسح کرنے میں آسانی رہتی۔ عرب میں اس زمانے میں سر کو
منڈانا معیوب تھا، سوائے حج اور عمرے کے سر نہ منڈاتے تھے۔ سفید رنگ
کشادہ پیشانی، اور بلند ابرو تھے، ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو ناخوشی
کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی۔ بینیٔ مبارک کشیدہ اور بلند تھی، درمیان سے
کچھ بلند۔ ریشِ مبارک گھنی تھی، میانہ دہن تھے۔ عربوں میں دہن کا چھوٹا ہونا
معیوب ہے۔ دندانِ مبارک نہایت سفید اور خوبصورت ایک دوسرے سے
جُدا تھے۔ سینۂ مبارک پر نرم و نازک بال تھے۔ گردن اتنی روشن و واضح اور
خوبصورت تھی گویا چاندی کی بنی ہوئی ہے۔ جسمِ مبارک معتدل نہ لاغر نہ فربہ پاکیزہ
اور منور تھا۔ قوی استخوان تھے، سینہ و شکم مبارک برابر تھے۔ کفِ دست
وسیع اور بزرگ تھے۔ رفتار کے وقت آپؐ نہ متکبرین کی طرح چلتے تھے اور
نہ عورتوں کی طرح، نہایت متانت و سنجیدگی سے گردن جُھکا کر چلتے۔ سینہ تان
کر یا گردن متکبرانہ بلند کر کے نہ چلتے تھے۔ جب کسی سے گفتگو کرتے تو نہایت
نرمی اور اخلاق سے، جب کسی کی جانب دیکھتے تو محبت بھری نظروں سے سلام
کرنے میں ابتداء خود فرماتے۔ کلام نہایت مختصر اور پُر از معانی و مطالب۔ لغو
باطل اور بے معنی یا بے سود گفتگو سے احتراز فرماتے، کسی سے ناراض نہ ہوتے
لذیذ غذا کی زیادہ تعریف نہ کرتے۔ ہر نعمت کا خواہ کثیر ہو یا قلیل، شکرِ
خالق ادا فرماتے۔ جب حق بات فرماتے تو دوست و دشمن کی رعایت نہ کرتے تھے

جب کوئی شے فرحت بخش ہوتی تو زیادہ اظہارِ فرحت نہ فرماتے۔
آپ کی ہنسی صرف تبسم ہوتی تھی جس سے روشن دانتوں کا کچھ حصہ نظر آتا تھا۔
حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے والدِ بزرگوار سے سوال کیا
کہ رسولِ اکرمؐ گھر میں اہلِ خانہ سے کیا سلوک فرماتے تھے؟
حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسالت مآبؐ
جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے
ایک حصہ عبادت میں صرف ہوتا تھا، دوسرا حصہ اہلِ خانہ میں اور تیسرا حصہ اپنے
آرام میں صرف فرماتے تھے۔ اس حصہ میں سے جو اپنے آرام کے لیے مخصوص فرماتے
اس میں عوام اور اصحاب کو اجازت دیتے کہ وہ آکر اپنے ضروری مسائل پیش کریں۔
چنانچہ جب وہ آتے تو اُن میں جو زیادہ عبادت گذار اور پرہیزگار ہوتا
پہلے آپ اُس کی طرف متوجہ ہوتے۔ سب کے سوالات اور مطالبات کو بہت
غور سے سُنتے اور ہر ایک کے سوال اور ضرورت کو بقدرِ امکان پورا فرماتے۔ جو کچھ
مسائلِ دینی ان کو سُناتے اُن سے یہ بھی فرماتے کہ یہ باتیں وہ اُن لوگوں کو بھی
سُنائیں جو اِس وقت یہاں موجود نہیں ہیں اور اگر کوئی معذور و مجبور مجھ تک نہ
آسکے اور اپنی ضرورت ظاہر نہ کر سکے وہ کسی دوسرے کے ذریعے سے مجھ تک
اپنی ضرورت کا اظہار کر دے تاکہ میں اُس کی خدمت کر سکوں اس کا ثواب نہ صرف
مجھے بلکہ اطلاع کرنے والے کو زیادہ ہوگا۔
پھر میں نے سوال کیا کہ جب رسولِ خداؐ باہر تشریف لاتے تھے تو
کیا طریقہ اختیار فرماتے تھے۔؟
جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ آپ جب باہر
تشریف لاتے تھے تو زیادہ کلام نہ فرماتے تھے۔ مگر وہ پیغامات جو اُن کیواسطے

مفید اور نافع ہوتے تھے۔ ہر ایک کو آپس میں الفت و محبت کی تلقین فرماتے، دیگر اقوام کے بزرگ جو آتے تھے اُن کی بہت عزت فرماتے تھے۔ ہر ایک کو اچھے اعمال بجالانے پر ثواب کی خوشخبری دیتے اور خوشنودیٔ مالکِ حقیقی کا امیدوار بناتے، نیکیوں کی طرف رغبت دلاتے، نیک کردار اور پرہیزگاروں کی مدح وثنا فرماکر اُن کی ہمّت افزائی فرماتے، جس کو مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ دیکھتے اُس کی بیحد عزت فرماتے اور جو مومنین کی مدد کرتا اس کا مرتبہ آپ کی نظر میں عظیم ہوتا تھا۔ ہر ایک کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے، اگر کسی کو معاصی و برائی میں دیکھتے یا سُنتے تو متاسف ہوتے اور اس کو احسن طریقے سے نیکیوں کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

میں نے پھر سوال کیا کہ جناب رسولِ اکرمؐ مجلس ومحفل میں کیا سلوک فرماتے تھے جس پر جنابِ امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا، کہ مجلس میں آتے جاتے وقت یادِ خدا میں مصروف رہتے، اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہ فرماتے، جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے، اکثر آخری صف میں بیٹھنا پسند فرماتے، اور لوگوں کو بھی یہی تعلیم فرماتے کہ بالا اور برتر جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کیا کریں۔ ہر اہلِ مجلس سے ایسی محبت سے پیش آتے کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ مجھ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں۔ جو شخص آپ سے کوئی سوال کرتا، وہ مایوس واپس نہ جاتا۔ آپ کا اخلاق اس قدر بلند تھا کہ ہر شخص اپنا یا غیر آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا، آپ ہر شخص پر اس قدر مہربان تھے جس طرح ایک شفیق باپ اپنے فرزند پر مہربان ہوتا ہے۔ آپ کی مجلس حلم وحیا، راستی، دیانت و امانت کی مجلس ہوتی تھی جس پر سکون و اطمینان ہوتا تھا۔ کوئی شخص کسی کی غیبت یا عیب جوئی نہ کرسکتا تھا۔ آپؐ کی مجلس میں باہمی موالست ومحبت اس درجہ ہوتی تھی کہ ایک دوسرے کی ضروریات کو

معلوم کر کے اُس کی حاجت روائی میں ایثار سے کام لیتے تھے۔

پھر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام سے دریافت فرمایا کہ جناب رسالت پناہؐ کا اہلِ مجلس سے کیا سلوک تھا؟

آپؑ نے فرمایا، ہر ایک سے نرمی واخلاق سے گفتگو فرماتے تھے کسی کو رنجیدہ نہ ہونے دیتے تھے کسی دشمن کو بھی مایوس اور کسی اُمیدوار کو نا اُمید نہ فرماتے۔ تین چیزیں آپؐ کو پسند نہ تھیں اُن سے ہمیشہ پرہیز فرماتے۔ کسی سے مناظرہ(۱) ومجادلہ نہ فرماتے، زیادہ اور(۲) بیکار گفتگو نہ فرماتے، وہ کام جس(۳) میں کوئی فائدہ نہ ہو انجام نہ دیتے تھے۔

لوگوں کے متعلق بھی تین چیزیں آپؐ نے ترک فرمادی تھیں۔

(۱) کسی کی مذمت نہ فرماتے۔ (۲) کسی کی عیب جوئی نہ فرماتے۔

(۳) لوگوں کی لغزشوں پر اُن کا زیادہ پیچھا نہ فرماتے۔

جب آپؐ گفتگو شروع فرماتے تو لوگ اس طرح خاموش ہو جاتے گویا مجلس میں کوئی موجود ہی نہیں۔ پوری مجلس پر سناٹا چھا جاتا۔ لوگ آپؐ کی گفتگو پر کوئی اعتراض نہ کرتے، نہایت خاموشی اور اطمینان سے بیش قیمت اور سودمند نصائح سُنتے رہتے تھے۔ اگر کوئی شخص غیر مجلس میں آجاتا اور آدابِ مجلس سے واقف نہ ہوتا اور اُس سے کوئی بات خلافِ ادب سرزد ہو جاتی تو آپؐ اصحاب سے فرماتے کہ اس کو درگذر کیا جائے، بلکہ اس کی کوئی حاجت ہو تو ضرور پورا کردو اثنائے گفتگو آپؐ کبھی دخل نہ دیتے۔ جب تک کوئی اپنی گفتگو ختم نہ کردے۔

میں نے پھر عرض کیا کہ آپؐ کے سکوت وخاموشی کا کیا حال تھا؟

حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا۔ آپؐ کا سکوت چار قسم کا تھا۔ (۱) حلم کی وجہ سے جبکہ دوسرا شخص کوئی غلط بات کہتا جس کو سُن کر

ناراضگی کا اظہار کرنے کے بجائے آپ پر تحمل و بُردباری کے آثار نمایاں ہوجاتے، یا برسبیلِ حذر جبکہ بات کرنے میں ضرر کا اندیشہ ہو، یا یہ دیکھنے کے لیے سکوت فرماتے کہ کون اور کس قدر میری طرف متوجہ ہے یا جب آپ دنیا اور آخرت کے بارے میں کچھ سوچتے تو ساکت و خاموش ہوجاتے۔ آپ نے حلم کو صبر کے ساتھ ایسا جمع فرمادیا تھا کہ کسی ناخوشی پر آپ کو غصہ نہ آتا تھا۔

علاوہ ازیں چار عادتیں اور بھی تھیں۔ کارِ نیک کی مداومت، تاکہ لوگ دیکھ کر اس کی پیروی کرنے لگیں (۲) ہر نامناسب کا ترک، تاکہ لوگ بھی ترک کریں۔ (۳) صلاحِ امت کے لیے صائب رائے کا اظہار (۴) دنیا اور آخرت کے امورِ خیر پر قیام۔

محمد یعقوب کلینی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تین صفات ایسی تھیں جو کسی دوسرے میں نہ تھیں۔ (۱) آپ کا سایہ نہ تھا۔ (۲) جس راہ سے گذرتے تھے، اس قدر معطر ہوجاتی کہ تین روز تک یہ معلوم ہوجاتا کہ اس طرف سے آپ گذرے ہیں اور جس پتھر یا درخت کی طرف سے آپ گذرتے تھے تو وہ آپ کو سجدہ کرتا تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شبِ تاریک میں آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوتا تھا۔ نیز جس راستے سے آپ گذرتے تھے اس کی ہر در و دیوار دن کی طرح روشن ہوجاتی تھی۔

منقول ہے کہ آپ کی ازواج میں سے کسی کی سوئی رات کے وقت تاریکی میں گم ہوگئی۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ کے نور سے تمام گھر روشن ہوگیا اور سوئی مل گئی۔ آپ کا پسینہ اس قدر خوشبودار ہوتا تھا کہ قوتِ شامّہ تاب نہ لاسکتی تھی۔ جس ظرف میں آپ کلّی فرمادیتے تھے مشک کی طرح خوشبودار ہوجاتا تھا۔ کوئی

پرندہ آپ کے سر کے اوپر سے پرواز نہیں کرتا تھا۔ آپ پشتِ سر سے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ جب آپ مہرِ نبوت کو کھول دیتے تو سورج کی طرح روشنی پھیل جاتی تھی۔ آپ کا فُضلہ کسی نے کبھی نہیں دیکھا کیونکہ زمین اس کو چھپالیتی تھی۔ جس جانور پر آپ سوار ہوجاتے وہ کبھی بوڑھا نہ ہوتا تھا۔ جس درخت کی طرف سے آپ گذر جاتے وہ آپ کو سلام کرتا تھا۔ کبھی مکھی یا مچھر وغیرہ آپ کے جسم پر نہ بیٹھتا تھا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ نانِ گندم آپ نے کبھی بھی تناول نہیں فرمایا اور نانِ جَو بھی کبھی تین مرتبہ سے زیادہ سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا۔ جب آپ نے رحلت فرمائی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس چار درہم میں رہن تھی باوجود تمام عرب پر حکومت کے آپ کے پاس از قسم سونا یا چاندی کوئی چیز نہ تھی۔ ایک روز آپ نے مالِ غنیمت سے تین سو ہزار درہم تقسیم فرمائے، رات کو ایک سائل آیا اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اُس خدا کی قسم جو واحد و یکتا ہے، آج آلِ محمدؐ کے گھر میں ایک سیر جو اور ایک درہم نہیں۔

منقول ہے کہ آپ بغیر زین کے سواری پر سوار ہوتے تھے۔ اپنا شکستہ جوتا خود درست فرماتے تھے۔ بچوں کو سلام میں ابتداء کرتے، غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر طعام نوش فرمالیتے اور ارشاد فرماتے کہ میں اپنے معبود کا سب سے بڑا غلام ہوں، کیونکہ اُس کے انعامات مجھ پر سب سے زیادہ ہیں۔ فقراء اور غلاموں کی عیادت فرماتے، جنازے میں شرکت فرماتے۔

معتبر روایت ہے کہ فرشتہ نے حاضر ہو کر خالق کا سلام اور پیغام پہونچایا کہ اے میرے حبیب! اگر تم چاہو تو ہم تمہارے واسطے مکّہ کی سرزمین کو سونے سے تبدیل کردیں۔ آپ نے سرِ اقدس آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا، پالنے والے!

محمدؐ کی دلی تمنا یہ ہے کہ ایک وقت اتنی روزی ملے کہ سیر ہو کر تیری عبادت میں مصروف رہے اور دوسرے وقت بھوکا رہ کر بصد عاجزی و انکساری تجھ سے اپنی روزی طلب کرے۔

ارشادِ گرامی جناب رسول مقبولؐ ہے کہ بعد اقرار رسالت میرے اہلبیتؑ کی محبت ہے جن کو خدا نے ہر شک اور شرک سے محفوظ رکھا ہے اور معصوم و مطہر قرار دیا ہے۔ چنانچہ آیۂ تطہیر شانِ اہلبیتؑ میں نازل ہوئی ہے جس کی تفصیل متعدد کتبِ اصحاب میں مرقوم ہے

باب ۵

(تنویرات)

تنویرِ اوّل: ضرورتِ امام

امام سے مراد وہ صاحبِ اختیار اولیٰ بتصرف ذات ہے جو امورِ دین و دنیا میں من جانب پروردگار، جانشین و قائم مقام رسول ہو۔ بیانِ رسالت میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ لوگوں کی ہدایت و اصلاح بغیر کسی رئیس اور قائم مقام کے ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے انسان کو چند امور کے کرنے اور چند امور کے نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ کوئی ہمارے قانون کی خلاف ورزی نہ کرے اور فساد و نزاع کا باعث نہ بنے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ان پر ایک ایسا حاکم من جانب اللہ متعین ہو جو آپس میں نزاع نہ ہونے دے اور قانونِ الٰہی کو نافذ کرتا رہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو گا تو ہر شخص اپنے ذاتی فائدے کے لیے دوسروں کو ستائے گا اور حصولِ دولت کی خاطر ظلم کرتا رہے گا۔

لہٰذا اس ضرورت کے پیشِ نظر اس عاقل و عادل خالق نے ہر زمانہ میں ایک امام کو منتخب فرمایا ہے تاکہ وہ لوگوں کو فساد سے روکے اور قانونِ الٰہی

پر عمل کرائے۔

یہ بات ظاہر وواضح ہے کہ دنیا کا کوئی فرقہ اور جماعت بغیر کسی سردار اور رئیس کے زندگی بسر نہیں کر سکتا، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ حکیم مطلق وعلیم، اپنی مخلوق کو ایسے امام اور حاکم سے محروم رکھے جو مصلح ورہبر عوام ہو۔ ان کو دشمنوں کے ظلم وستم سے محفوظ رکھے۔ مالِ غنیمت، خیرات اور صدقات کو ان میں بہ انصاف تقسیم کرے۔ جمعہ وجماعت کی عبادات کو قائم کر سکے۔ مظلوم کو ظالم کے شر سے نجات دلا سکے۔ اگر ایسا امام لوگوں میں نہ ہو جو محافظِ دینِ پیغمبرِ خدا ہو تو اُمت متفرق ہو جائے گی، دین متغیر ہو جائے گا۔ حلال، حرام سے اور حرام حلال سے بدل جائے گا۔ دشمنِ دین، مسائلِ دینیہ میں شبہات پیدا کر دینگے اس لیے لوگ اکثر خود رائے اور خود پسند ہیں اور ہر شخص اپنی رائے کو بہتر اور اُس پر عمل کرنے کو ثواب سمجھتا ہے۔ ایسی حالت میں کسی مصلح اور رہبر کا نہ ہونا دین کے باطل ہو جانے کا مترادف ہو گا۔

معتبر روایت ہے کہ ایک جماعت اصحاب کی خدمتِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میں حاضر تھی۔ آپ نے اپنے شاگرد ہشام سے فرمایا کہ اے ہشام! تم سے اور بصرہ کے عمرو بن عبید سے کیا مباحثہ ہوا، بیان کرو

ہشام نے کہا، یا ابن رسول اللہ، مجھے آپ کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ زبان یارا نہیں کرتی۔

آپؑ نے فرمایا، تمھیں اپنے امام کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے۔

ہشام نے کہا، مولا! عمرو بن عبید کے علم کی بصرہ میں بڑی شہرت تھی اور وہ اپنی جماعت اہلسنّت کے سامنے تقریر کیا کرتا تھا، میں بھی اُس کی شہرت سُن کر ایک روز مسجدِ بصرہ میں جا بیٹھا۔ وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا

عالمانہ لباس اور متکبرانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ لوگ سوالات کر رہے تھے وہ جوابات دے رہا تھا میں سب سے آخر میں بیٹھا ہوا تھا میں نے بھی اُٹھ کر کہا

- اَیُّھا العالم! میں ایک مرد مسافر ہوں، کیا اجازت ہے کہ میں بھی کوئی سوال کروں۔
- اُس نے کہا، ہاں۔
- میں نے کہا، کیا آپ آنکھیں رکھتے ہیں۔
- اُس نے کہا، اے فرزند! یہ بھی کوئی سوال ہے، اس احمقانہ سوال کا کیا جواب دیا جائے۔
- میں نے کہا، میرا یہی سوال ہے آپ جواب دیجیے
- اُس نے کہا، ہاں، میری آنکھیں ہیں۔
- میں نے کہا، ان سے آپ کیا کام لیتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، رنگ وغیرہ کو ان سے دیکھتا ہوں۔
- میں نے کہا، آپ کے ناک بھی ہے ؟
- اُس نے کہا، ہاں۔
- میں نے کہا، اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، اس سے خوشبو اور بدبو کو معلوم کر لیتا ہوں۔
- میں نے کہا، آپ کا منھ (دہن) ہے ؟
- اُس نے کہا، ہاں۔
- میں نے کہا، اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، چیزوں کا ذائقہ معلوم کرتا ہوں۔
- میں نے کہا، آپ کی زبان بھی ہے ؟

- اُس نے کہا، ہاں ۔
- میں نے کہا، اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، اس سے بات کرتا ہوں ۔
- میں نے کہا، آپ کان رکھتے ہیں ۔ ؟
- اُس نے کہا، ہاں۔
- میں نے کہا، ان سے آپ کیا کام لیتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، آوازیں سُنتا ہوں ۔
- میں نے کہا، آپ کے ہاتھ بھی ہیں ؟
- اُس نے کہا، ہاں۔
- میں نے کہا، ان سے آپ کیا کام لیتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، ان سے چیزوں کو اٹھاتا ہوں۔
- میں نے کہا، کیا آپ دل بھی رکھتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، ہاں ۔
- میں نے کہا، اس سے آپ کیا کام کرتے ہیں ؟
- اُس نے کہا، اس سے ان چیزوں میں جو ان اعضاء وجوارح پر وارد ہوتی ہیں تمیز کرتا ہوں ۔
- میں نے کہا، کیا یہ اعضاء وجوارح اس قلب کے محتاج ہیں۔
- اُس نے کہا، ہاں ۔
- میں نے کہا، ان اعضاء کے صحیح وسالم ہوتے ہوئے یہ دل کے کیوں محتاج ہیں ؟
- اُس نے کہا، کہ یہ اعضاء جب اپنے کام میں کوئی شک وشبہ پاتے

ہیں تو دل کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ فیصلہ دیتا ہے اور شک یقین سے بدل جاتا ہے ۔

- میں نے کہا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے دل کو انسان کے جسم میں اس لیے پیدا کیا ہے کہ جب بھی اعضاء وجوارح میں اختلاف یا شک ہو وہ فیصلہ دے اور شک کو یقین سے بدل دے ۔ ؟
- اُس نے کہا، ہاں۔
- میں نے کہا، یا ابا مروان !خدا نے اعضاء وجوارح کو تنہا اور آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ ان پر ایک دل کو حاکم و امام مقرّر فرمایا ہے تاکہ جو چیز درست ہو اُس کی تصدیق دل کردے اور مشتبہ چیز کو دور کردے ؛ کیا یہ ممکن ہے کہ اتنے بڑے عالم کو سرگرداں، حیران وپریشان، حیرت اور شک وشبہہ میں تنہا چھوڑ دیا اور ان پر کوئی بھی امام مقرر نہیں فرمایا جو اُن کے اختلافات شک و شُبہے کو دور کرسکتا۔
- بصری عالم دیر تک خاموش بیٹھا رہا ، بعد میں میری طرف بغور دیکھا اور کہا۔ کیا تم ہشام ہو ؟
- میں نے کہا، نہیں۔
- اُس نے کہا، ہشام کے ہمنشیں ہو۔
- میں نے کہا، نہیں۔
- اُس نے کہا، کہاں کے رہنے والے ہو ؟
- میں نے کہا، کوفے کا رہنے والا ہوں۔
- یہ سُن کر اُس نے کہا، پھر ' بیشک تم ہشام ہی ہو اور کھڑے ہو کر مجھ سے بغلگیر ہوا اپنی جگہ پر بٹھایا اور میرے سامنے پھر اُس نے مذہبِ حقّہ کے

بارے میں گستاخی نہیں کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تبسم فرمایا، اور فرمایا، اے ہشام! یہ باتیں تم نے کس سے سُنی ہیں؟

ہشام نے کہا، مولا! بس یونہی قدرت نے میری زبان سے کہلوا دیا۔

امام ؑ نے فرمایا، کہ اے ہشام! جس کا تجھ پر الہام ہوا ہے یہ باتیں صحفِ ابراہیم اور موسیٰ ؑ میں مندرج ہیں۔

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہم ہی مسلمانوں کے امام اور دنیا والوں پر حجتِ خدا، مومنوں کے سیّد، شیعوں کے پیشوا، آقائے مومناں اور عذابِ خدا سے اہلِ زمین کے لیے امان ہیں جس طرح ستارے اہلِ آسمان کے لیے امان ہیں۔ اور ہم ہی وہ جماعت ہیں جن کی وجہ اور برکت سے خدا نے زمین کو باقی اور قائم رکھا ہے۔ ہماری برکات ہیں کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ ہماری شفاعت سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ زمین سے نعمتیں برآمد ہوتی ہیں، اگر زمین میں ہم میں سے کوئی امام نہ رہے تو زمین پھٹ جائے اور اہلِ زمین، زمین کے اندر سما جائیں۔ پھر فرمایا، جب سے اللہ نے حضرت آدم ؑ کو خلق فرمایا، زمین بغیر حجّتِ خدا اور بغیر اس کے خلیفہ نہیں رہی، خواہ خلیفہ یا حجتِ خدا ظاہر ہو یا پوشیدہ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو عبادتِ خدا ہرگز زمین پر نہ ہوتی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے سوال کیا، یا ابنِ رسول اللہ! اگر حجت یا امام غائب ہو تو اُس سے کیا فائدہ ہے۔؟

آپ نے فرمایا، ویسا ہی فائدہ ہے جیسا، آفتاب سے اہلِ دنیا کو فائدہ پہونچتا ہے جبکہ وہ بادلوں میں پوشیدہ ہو۔

جابر جعفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

سے سوال کیا کہ لوگوں کو پیغمبر یا امام کی کیا ضرورت ہے۔

آپ ؑ نے فرمایا، اس لیے کہ دنیا اپنی اصلاحی حالت پر قائم رہے اور خدا عذاب کو اہلِ زمین سے پیغمبر یا امام کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ "اے میرے حبیب! جب تک تم زمین پر ہو (ان میں موجود ہو) اس وقت خدا اہلِ زمین پر عذاب نازل نہیں کریگا"۔

اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ستارے اہلِ آسمان کے لیے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے لیے امان ہیں، اگر ستارے آسمان سے برطرف ہو جائیں تو آسمان نہ رہے گا، اور اگر میرے اہلبیت زمین پر نہ رہیں تو زمین نہ رہے گی"۔

اہلبیتؑ سے مراد وہ گروہ ہے جس کو خدا نے فرمایا کہ "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ؐ کی اور اولی الامر کی"۔ اور اولی الامر وہ ہیں جو ہر گناہ سے پاک اور معصوم ہیں، خدا کے منتخب کردہ ہیں، خدا اُن کی برکت سے بندوں کو روزی عطا فرماتا ہے۔ ان کی برکت سے خدا کے شہر آباد ہیں آسمان سے بارش ہوتی ہے، زمین سے درخت اُگتے ہیں، اُن کی وجہ سے گنہگاروں پر فوراً عذاب نازل نہیں ہوتا، وہ قرآن سے جُدا نہیں ہوتے، قرآن اُن سے جُدا نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "اگر زمین پر صرف دو نفر رہ جائیں تو ایک اُن میں امام ہوگا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ نے جناب رسولِ خدا ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ فرمایا اللہ نے میں زمین کو ہرگز خالی نہ چھوڑوں گا مگر یہ کہ اس میں عالم اور امام ہو جو میری اطاعت اور فرمانبرداری کا طریقہ لوگوں کو سکھائے اور دو پیغمبروں کے درمیان کا فاصلہ خالی از ہدایت نہ رہنے دوں گا۔

اور یہ ہرگز نہ ہونے دوں گا کہ شیطان کو بالکل آزاد چھوڑ دوں کہ وہ لوگوں کو بہکاتا پھرے اور اُس کے مقابلہ میں زمین پر میرا ہادی بندوں کی ہدایت کے لیے موجود نہ ہو۔ کہ وہ حاضر یا غائب ہو کر میرے بندوں کی رہبری کرے۔

نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز زمین خالی نہیں رہ سکتی ایسے شخص سے جو دین میں زیادتی کرنے والوں اور کمی کرنے والوں اور کتاب میں تحریف کرنیوالوں کو نہ روکے۔

علاوہ ازیں عقلِ سلیم کا تقاضہ ہے کہ اہلِ عالم کو توحید پر قائم رکھنے اور راہِ مستقیم کے دکھانے کے لیے ایک رہبر، رہنما اور امام کی بہرحال ضرورت ہے۔ اور امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ منصوص من اللہ ہو۔ عقلِ سلیم بالیقین جانتی ہے کہ جس خدا نے دین کے معمولی مسائل تک کو بیان کرنا ضروری سمجھا ہو، یعنی آدابِ بیت الخلاء، آدابِ جماع، اور کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے وغیرہ کے طریقے تعلیم فرمائے ہوں اور لوگوں کی عقل پر نہ چھوڑا ہو، وہ اتنی بڑی ذمہ داری یعنی مقامِ امامت جیسی چیز جس پر بقائے دین اور نجاتِ اُمت موقوف ہو اُس کو لوگوں کی ناقص عقل پر کیسے چھوڑ سکتا ہے۔

علاوہ ازیں تمام پیغمبرانِ ماسبق نے اپنا اپنا وصی مقرر کیا یہ کیسے ممکن تھا کہ پیغمبرِ آخرالزمان جو تمام پیغمبروں کا سردار ہو وہ اپنا وصی مقرر نہ فرمائے حالانکہ آپؐ اپنی اُمت پر تمام انبیاء سے زیادہ شفیق تھے۔ دیگر پیغمبروں کو اپنے بعد دوسرے پیغمبر کے مبعوث ہونے کا یقین تھا اگر وہ وصی مقرر نہ کرتے تو اتنا نقصان نہ تھا جتنا پیغمبرِ آخرالزمان کو کیونکہ آپؐ کو معلوم تھا کہ آپؐ کے بعد اب کوئی پیغمبر قیامت تک آنے والا نہیں ہے اور آنحضرتؐ کی نظر میں تو وصی کا مقرر فرمانا اس قدر ضروری تھا کہ آپؐ اپنی غیبتِ صغریٰ

میں جب بھی کسی جنگ کے لیے تشریف لے جاتے، اپنا جانشین اور قائم مقام ضرور مقرر فرماتے۔ پھر زمانۂ غیبتِ کبریٰ اور عالمِ بقا کی طرف رحلت کے وقت کیسے ممکن تھا کہ اپنا وصی نہ چھوڑ جاتے۔ آپؐ نے اپنی اُمت کو تاکیداً وقتِ رحلت وصیت کا حکم فرمایا ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ آپؐ اپنی رحلت کے وقت وصیت نہ فرماتے۔ وصی اور امام کے لیے عصمت کی شرط ہے اور یہ کہ کون معصوم ہے سوائے اُس عالم الغیب خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امام کا تقرر من جانب اللہ ہو۔

سعد بن عبداللہ قُمی اکابر محدثین سے منقول ہے کہ ایک روز بدترین ناصبی سے میرا مباحثہ ہوا وہ کہنے لگا، وائے ہو تم روافض پر کہ تم لوگ اصحابِ پیغمبرؐ کو بُرا کہتے ہو اور الزام لگاتے ہو کہ وہ پیغمبرِ خدا سے محبت ہی نہ رکھتے تھے۔ حالانکہ ابوبکر سابق الاسلام ہونے کی وجہ سے تمام اصحاب سے بہتر اور برتر تھے اور جناب رسولِ خداؐ ان کو اس قدر دوست رکھتے تھے کہ شبِ ہجرت ان کو اپنے ہمراہ غار میں اس وجہ سے لے گئے کہ اگر یہ قتل کر دیے گئے تو میرے بعد اسلام کا رہبر اور خلیفہ کون ہوگا۔ اسلام کی بقا خطرہ میں پڑ جائے گی اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر اس لیے لٹا گئے کہ اگر یہ قتل ہو گئے تو اسلام کو کوئی خاص خطرہ یا نقصان نہیں ہو سکے گا۔ ابوبکر سب سے پہلے بخوشی اسلام لائے، بتلاؤ ان کا اسلام لانا بہ رغبت تھا یا بہ اکراہ؟

میں نے سوچا، اگر کہتا ہوں کہ بہ رغبت تھا تو یہ کہے گا، پھر نفاق کہاں سے آیا، اور اگر کہتا ہوں کہ بہ اکراہ تھا تو اُس وقت اسلام میں اتنی قوت کہاں تھی کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنا سکے۔ میں سخت پریشان ہوا اور اُس سے جواب کیلئے کچھ مہلت چاہی۔ چند ضروری سوالات کے ساتھ میں نے اُس کے اِس سوال کو

بھی لکھا اور سامرہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا۔
میرے ہمراہ احمد بن اسحاق امامؑ کا وکیل بھی تھا جو اپنے ہمراہ شیعوں کی طرف سے
ایک سو ساٹھ تھیلیاں دینار و درہم کی لایا تھا۔

ہم دونوں خدمتِ امام علیہ السلام میں پہونچے، غلامانہ آداب بجالائے
آقا نے جوابِ سلام دیا اور بیٹھ جانے کا اشارہ فرمایا۔ امام علیہ السلام کے
نورانی چہرۂ مبارک سے تمام مکان منوّر تھا۔ آغوشِ مبارک میں ایک طفل جو حسن و
جمال میں رشکِ صد ماہ تھا بیٹھا ہوا تھا۔ بچّے کے ہاتھ میں ایک طلائی انار تھا جس سے
وہ کھیل رہا تھا۔

احمد نے اپنی جیب سے وہ تمام تھیلیاں نکالیں اور امام علیہ السلام
کے سامنے رکھ دیں۔ امام علیہ السلام نے وہ تمام رقوم اس طفل کے سامنے
رکھ کر فرمایا، یہ تمھارے شیعوں نے تمھارے لیے تحائف بھیجے ہیں ان کو شمار
کرو۔ بچّے نے کہا، کیا امامؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے پاک و پاکیزہ ہاتھ
نجس تحائف کو لگاؤں؟ امامؑ نے احمد سے فرمایا، اس میں سے ایک تھیلی
کو کھولو اور اپنے ہونے والے امامؑ کے سامنے رکھو۔ بچّے نے وہ رقم دیکھی اور
فرمایا کہ اس میں اتنی رقم ہے جو فلاں شخص نے قُم سے روانہ کی ہے اور اتنی رقم
اس میں حلال ہے اور باقی مالِ حرام ہے۔ اور کُل باسٹھ اشرفیاں اس میں ہیں
دو اشرفیوں پر کچھ مٹے ہوئے نشان ہیں جو ضرب خوردہ ہیں وہی مالِ حرام ہے۔
احمد نے اشرفیاں نکال کر شمار کیں جو پوری باسٹھ ہی تھیں اور
دو پر وہی نشانِ ضرب موجود تھے جو فرزندِ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا امامؑ
نے فرزندِ ارجمند امامؑ ابن امامؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے بیٹے! آپ نے بالکل سچ فرمایا۔
اس کے بعد احمد نے دوسری تھیلیاں پیش کی۔ طفل امامؑ نے پھر حلال و حرام کی

تعداد بتلائی۔ اسی طرح جب سب رقوم حلال و حرام جُدا جُدا ہو گئیں تو امامؑ
نے فرمایا کہ مشتبہ حرام رقوم اُٹھالو اور ان کے مالکوں کو واپس پہونچا دو کہ یہ امامؑ
کو مطلوب نہیں ہیں۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا، اے احمد! وہ کپڑا جو فلاں
عورت نے ہمارے واسطے بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟

احمد نے کہا، میں نے اپنے دوسرے سامان کے ساتھ زنبیل میں
رکھ لیا تھا، ابھی نکال کر پیشِ خدمت کیے دیتا ہوں۔ احمد اپنے سامان کی
طرف گیا تو امام علیہ السلام میری طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا، تم کیا کہنا چاہتے
ہو؟ میں نے کہا کچھ سوالات ہیں جن کا جواب مطلوب ہے آپ نے ارشاد
فرمایا۔ میرے اس فرزند سے سوال کرو۔ یہ جواب دیں گے۔

میں نے دست بستہ عرض کیا، اے مولا، اے میرے مولا کے
فرزند! ہم نے سُنا ہے کہ جناب رسولِ خدا نے اپنی ازواج کو طلاق دینے کا
اختیار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو دے دیا تھا۔ چنانچہ جنگِ جمل میں جناب
امیر المومنین علیہ السلام نے جناب عائشہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ نے اسلام
اور فرزندانِ اسلام کو ہلاک کیا ہے اور آپ نے اس سلسلے میں اگر اسلام دوست
طریقہ اختیار نہ کیا تو میں آپ کو طلاق دیدوں گا۔ یہ کیسی طلاق تھی جو بعد وفاتِ
رسولؐ خدا، امیر المومنینؑ کو سونپا گیا تھا۔

امام ابن امامؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، خداوندِ عالم نے اپنے
رسولؐ کی ازواج کو تعظیم کے طور پر اُم المومنین یعنی امت کی مائیں کہا تھا۔
جناب رسولِ خداؐ نے جناب امیر المومنینؑ سے فرمایا تھا کہ یہ ازواج میرے بعد
اگر خدا اور احکامِ خدا کی فرمانبردار نہ رہیں اور تم سے آمادۂ جنگ ہو جائیں تو تم کو

میں اختیار دیتا ہوں کہ تم اُن کو طلاق دے دو یعنی خطاب ام المومنین سے
خارج کر دو۔

میں نے عرض کیا، یا ابن رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ یہ جو خداوندِ عالم نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، "اپنے جوتے اُتار دو"۔ اِس کا کیا مطلب تھا
بعض عالم کہتے ہیں کہ وہ جوتے مُردے کی کھال کے بنے ہوئے تھے اِس لیے
نجس تھے جن کا مقامِ مقدس پر لے جانا درست نہ تھا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، یہ غلط ہے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی
شان میں گستاخی ہے کہ اُن کو باوجود نبی و پیغمبر ہونے کے اتنا علم بھی نہ تھا
کہ یہ نجس ہے یا پاک۔ حضرت موسیٰؑ اس جوتے سے نماز پڑھتے اور اُس کی بندگی
بجالاتے تھے۔ لہٰذا جس جوتے سے نماز پڑھی جاسکتی ہو وہ کیسے نجس ہوسکتا ہے

میں نے کہا، یا حضرت! پھر نعلین سے کیا مراد تھی؟

آپؑ نے فرمایا، حضرت موسیٰؑ جب قربِ الٰہی کے مقام تک
پہونچے جہاں صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے کسی اور کا خیال دل میں نہیں
ہونا چاہیے تھا جبکہ حضرت موسیٰؑ کے دل میں اپنی اہلیہ کی محبت اُس وقت
جاگزیں تھی کیونکہ آپ اُن کے واسطے آگ لینے پہونچے تھے۔ لہٰذا خداوندِ عالم نے
ارشاد فرمایا، کہ موسیٰ! یہ مقامِ قرب ہے یہاں کسی اور کی محبت دل میں نہ ہونی
چاہیے لہٰذا کفشِ پاکی محبت دل سے نکال دو (اکثر زوجہ کو کفشِ پا سے تشبیہ
دی جاتی ہے) چنانچہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ میرا جوتہ تلف (چوری)
ہوگیا ہے تو اُس کی تعبیر اکثر یہ ہوتی ہے کہ اہلیہ سے جدائی ہوگی۔

سعد نے کہا، میں نے سوال کیا، فرزندِ رسولؐ! کھیعص سے
کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا، یہ اخبارِ غیبت ہیں جن کی خبر اللہ نے حضرت

زکریا علیہ السلام کو دی اور پھر رسول خداؐ سے اس کو نقل فرمایا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اسمائے
مقدسہ آلِ عبا کی تعلیم فرمائیے تاکہ مشکلات میں وہ اسماء ردِ بلا کے لیے کام آئیں
جبرئیلؑ نازل ہوئے اور پنجتنِ پاکؑ کے اسماء تعلیم فرمائے۔ حضرت زکریاؑ جب
حضرت محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کا نام لیتے تھے تو مسرور ہوتے تھے مگر جب
حضرت امام حسینؑ کا نام لیتے تو بے اختیار رو دیتے اور صبر نہ کر سکتے تھے حضرت
زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو خداوندِ عالم نے حضرت
امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت اور شہادت کے قصے کو کھیعص کہہ کر
سمجھایا۔ یعنی کاف سے مراد کربلا، ھا سے مراد ہلاکت ہے اور
یا سے مراد یزید ہے جو حسینؑ اور اعزا و انصارانِ حسینؑ کی شہادت
کا باعث ہوا، اور ع سے مراد عطش (پیاس) ہے یعنی تین روز تک
پانی نہ ملے گا۔ اور ص سے مراد حسینؑ اور اہلبیتِ حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ
کا شدائد و مصائب پر صبر کرنا ہے۔

جب جناب زکریاؑ نے یہ دردناک قصہ سُنا، تو تین روز تک مسجد
سے باہر نہ نکلے۔ روتے، چلاتے اور آہ و زاری میں مشغول رہتے تھے اور آپ
بار بار فرماتے تھے کہ پروردگارا! تو اپنے ایسے برگزیدہ محبوب کو اتنے بڑے
امتحان اور غم و اندوہ میں مبتلا فرمائے گا تو اس واقعے سے تیرے حبیبؐ
کا کیا عالم ہوگا؟ علیؑ تیرے رسولؐ کا وصی اس واقعہ پر کس طرح صبر کر سکے گا؟
حسینِ مظلوم کی ماں فاطمہ زہراؑ کا کیا حال ہوگا؟ اور ان کا فرزند حسنؑ کیسے اِس
واقعہ کو برداشت کر سکے گا؟

میرے معبود تجھے واسطہ ان ہی پنجتنِ پاک کا، مجھے بھی ایک فرزند عطا

فرما، جو صورت و سیرت میں حسینؑ جیسا ہو، اس کی محبت سے میرے
قلب کو معمور فرمادے اور پھر اُس کو حسینؑ جیسی مصیبت میں مبتلا فرمادے جس کو
میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور جس طرح تیرا حبیبؐ حسینؑ کے غم میں دردناک
ہو، میں بھی اسی طرح غمزدہ ہوں۔

خداوندِ عالم نے جناب زکریاؑ کی دُعا قبول فرمائی اور ایک فرزند یحییٰؑ
عطا فرمایا جو امام حسینؑ کی طرح صرف چھ ماہ شکمِ مادر میں رہے اور امام حسینؑ
کی طرح مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

پھر میں نے عرض کیا، یا ابن رسول اللہؐ! اس کی کیا دلیل ہے کہ
عوام الناس اپنا امام خود منتخب نہیں کر سکتے؟

آپؑ نے فرمایا کہ عوام الناس ایسا امام منتخب کریں گے جو مصلحِ عوام
ہو یا ایسا کہ جو مفسدِ عوام ہو؟

میں نے کہا کہ امام تو وہی انتخاب کیا جائے گا جو مصلحِ عوام ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا، کیا یہ بات ممکن ہے کہ عوام کسی کو دیندار اور
مصلحِ عوام سمجھ کر منتخب کریں اور بعد میں اتفاق سے وہ مفسد ثابت ہو؟

میں نے عرض کیا، یہ بات ممکن ہے کہ ایسا اتفاق ہو جائے اور
وہ منتخب شدہ مفسدِ عوام ثابت ہو۔

آپ نے فرمایا، اسی وجہ سے انتخاب امام کا صرف وہ کر سکتا
ہے جس کے انتخاب میں یہ غلطی ممکن ہی نہ ہو اور جس کو وہ منتخب کرے
وہ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے مصلحِ امت ثابت ہو اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ
کی ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دلوں کے
حالات سے بخوبی واقف ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ پھر آپ نے ارشاد

فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ جو جلیل القدر پیغمبر تھے کیا اُن کے انتخاب میں
غلطی ہو سکتی تھی۔؟

میں نے عرض کیا جی نہیں۔

پھر حضرتؑ نے باعجاز فرمایا: اے سعد! تمھارے مخالف نے یہ بھی
اعتراض کیا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کو معلوم تھا کہ ابوبکر آپؐ کے بعد خلیفہ
ہوں گے اس لیے آپؐ غار میں انھیں اپنے ساتھ لے گئے کہ مکہ میں رہ کر کہیں
مارے نہ جائیں۔

اس کا جواب تم نے یہ کیوں نہ دیا کہ بقول تمھارے، پیغمبرؐ نے فرمایا:
"میرے بعد خلافت ۳۰ سال رہے گی" اور تم یہ تیس سال چار خلفاء
پر تقسیم کرتے ہو اور تمھارے نزدیک چاروں حق پر تھے۔ پھر تو آنحضرتؐ کو
چاہیے تھا کہ چاروں کو غار میں اپنے ہمراہ لیجاتے، باقی تین کو چھوڑ جانے سے
تمھارے خیال کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ آنحضرتؐ کو شفقت
نہ تھی اور حقیر جانتے تھے۔

مخالف کا ایک سوال یہ بھی تھا کہ ابوبکر اور عمر کا ایمان بخوشی تھا یا جبرًا؟

تم نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ: بخوشی تھا، طمعِ دنیا کی غرض سے۔ کیونکہ وہ
یہودیوں اور کافروں سے ملے ہوئے تھے اور آنحضرتؐ کے حالات سے تورات کے
ذریعے سے انھیں معلوم ہو چکے تھے کہ آنحضرتؐ ملکِ عرب پر بادشاہ اور حاکم ہوں گے
اور بخت نصر کی طرح اُن کی حکومت وسیع ہوگی اور وہ دعویٰ نبوت کریں گے، مگر
کفر و عداوت کے سبب سے کہتے تھے کہ درحقیقت وہ پیغمبر نہیں، (معاذ اللہ) وہ
دعویٰ نبوت جھوٹا کریں گے۔

چنانچہ آپؐ نے اعلانِ نبوت و رسالت فرمایا، اور ان دونوں نے طمع کے
خیال سے ظاہراً کلمہ پڑھا، تاکہ اسلام کے فتح مند ہونے پر شاید حکومت مل جائے

باطن میں اپنے کفر پر قائم تھے۔ چنانچہ جب ایک موقع پر مایوس ہوتے تو وہ
بھی منافقوں کے ساتھ منھ لپیٹ کر پہاڑ پر جا پہنچے تاکہ پہچانے نہ جائیں اور
خالی کپّے حضرتؐ کی قیام گاہ کی طرف لڑکا دیے تاکہ آنجنابؐ کا اونٹ ڈر کر بھاگے
اور آنجنابؐ کو تکلیف پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو بھیج کر حضرتؐ کو خبر
پہنچا دی اور ان کی شرارت سے بچالیا۔

اسی طرح حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافتِ ظاہری میں طلحہ و
زبیر نے آپؑ کی بیعت صرف اس لیے کی کہ آپؑ اپنی سلطنت کے زمانے میں
اُن کو کہیں کا گورنر مقرر فرمادیں لیکن جب عدالتِ علوی سے مایوس ہوگئے تو
بیعت توڑ کر جنگ پر آمادہ ہوگئے۔

سعد کا بیان ہے جب فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام
کا بیان ختم ہوا تو امام علیہ السلام نماز کے واسطے تشریف لے گئے۔ اور آپؑ
بھی اپنے پدرِ گرامی کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ میں اُٹھ کر باہر آیا تو دیکھا، احمد بن
اسحاق روتا ہوا آرہا ہے۔ میں نے گریہ کا سبب پوچھا، تو اُس نے کہا وہ کپڑا جو امامؑ
نے طلب فرمایا تھا باوجود تلاش کے نہ مل سکا۔ میں نے کہا، پھر اس میں رونے
کی کیا بات ہے، امام علیہ السلام سے جاکر معذرت کرلو۔

احمد، امام علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور فوراً ہنستا ہوا باہر آگیا
اُس کی زبان پر درود تھا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو کہا۔ جب میں امامؑ کی
خدمت میں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ وہ کپڑا امامؑ کے زیرِ قدم بچھا ہوا ہے اور
آپ اس پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ہم نے چند روز وہاں قیام کیا، پھر احمد
قم کے رہنے والے دو بزرگوں کو لیکر امام علیہ السلام کی خدمت میں پہونچا اور
کہا کہ مولا! آپ پر اور آپ کے آباء و اجداد طیبین و طاہرین پر ہزاروں بار
درود و سلام ہو۔ اب میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں اگرچہ یہ فراق اور
جدائی ناقابل برداشت ہے مگر میری دعا ہے کہ خداوند عالم پھر آپ کی زیارت

سے جلد مشرف فرمائے۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ احمد! یہ دُعا نہ کرو، یہ تمھارا آخری
سفر ہے اس کے بعد عالمِ بالا کا سفر درپیش ہے۔

احمد نے جب یہ سُنا، غم سے بیہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا تو امام سے
عرض کیا کہ مولا! مجھے اپنے لباس میں سے کچھ عطا فرمائیے تاکہ میں اس کو بجائے
کفن استعمال کرسکوں۔

آپ نے زیرِ فرش ہاتھ ڈال کر تیرہ۱۳ درہم نکالے اور احمد کو دیے اور
فرمایا، اس کو خرچ کرو کفن تمھارا تمھارے پاس پہونچ جائے گا۔

سعد کا بیان ہے۔ جب ہم واپس ہوئے اور منزلِ حلوان پر پہونچے تو
ایک سرائے میں مقیم ہوئے۔ جب شب ہوئی تو احمد نے ہم سے کہا کہ مجھے یہاں
تنہا چھوڑ دو اور میرے پاس سے سب چلے جاؤ۔ ہم سب اپنے اپنے مقام پر شب
بسر کرکے علی الصبح احمد کے پاس گئے تو دیکھا، کافور خادم امام حسن عسکریؑ آرہا ہے
جب ہم اُس کے قریب پہونچے تو کافور نے کہا خدا آپ حضرات کو صبرِ جمیل عطا
فرمائے، میں نے احمد بن اسحاق کو آقا کے حکم سے غسل و کفن دے دیا ہے۔
اب آپ ان کو دفن کردیں۔

ابن بابویہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ
جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی مرتبہ معراج پر تشریف لے گئے ہر بار جو
احکامات خدائے جلیل کی جانب سے ہوئے ان میں سب سے زیادہ اہم اور
ضروری امامتِ امیرالمومنینؑ کا حکم تھا۔ اور جب آپؐ کی رحلت کا زمانہ قریب آیا
تو جبرئیل مِن جانب ربِّ جلیل ایک نامہ لائے جس میں خود جنابِ رسالتمآبؐ
اور آپؐ کے تابعین ائمۂ طاہرین کے فرائضِ منصبی مندرج تھے۔

حضرت جبرئیلؑ نے بعد تحفۂ درود و سلام منجانب ربِ جلیل یہ
ارشاد فرمایا کہ مالکِ کون و مکان نے آپؐ سے استفسار فرمایا ہے کہ کیا آپؐ کو
یہ ہدایات منظور ہیں۔ جناب رسولِ خداؐ نے سب حاضرین کو رخصت فرمایا اور
حضرت علی ابنِ ابیطالبؑ علیہ السلام کو اپنے قریب بُلایا اور نامۂ خداوندی تلاوت
فرمایا اور حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ بندے کو اپنے مالک کا حکم دل و جان سے
قبول ہے اس کی راہ میں جو تکالیف مجھے یا میرے اہلبیت کو برداشت کرنی
پڑیں گی وہ ہم اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر بخوشی انجام دیں گے۔

حضرت جبرئیلؑ رخصت ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اپنی لختِ جگر فاطمہؑ
اور پارۂ دل حسنینؑ کو طلب فرمایا۔ نامۂ خداوندی پڑھ کر سنایا۔ حضرت علیؑ
سے سوال کیا۔ کیوں اے ابوتراب! یہ تمام شدائد و مصائب برداشت کرو
گے؟ دشمنوں کے مظالم پر نہایت خاموشی سے صبر کرنا ہوگا، حق تلفی پر شکوہ
شکایت نہ ہوگی، اے علیؑ! اگر تمھاری ریش مبارک خون سے خضاب ہو تو اُف
نہ کرنا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، اے اللہ کے رسولِ برحق! جب یہ سب باتیں
آپ کو منظور ہیں تو میں بھی یقیناً آپ کا فرمانبردار غلام ہوں انشاء اللہ آپؐ
مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ پھر آپؐ اپنی پارۂ جگر فاطمہ زہراؑ کی طرف متوجہ
ہوئے اور فرمایا، اے فاطمہؑ کیا یہ سب مصائب صبر و شکر سے برداشت کرو
گی؟ املاک غصب کی جائے گی، بابِ امامت منہدم ہوگا، محسن کی شہادت
ہوگی۔ علاوہ ازیں علیؑ پر جو مصائب گذریں گے وہ بھی سب تم اپنی آنکھوں سے
دیکھو گی۔ رسول خداؐ کی اطاعت گذار اور فرمانبردار بیٹی صدیقۂ طاہرہ نے فرمایا
بابا! جب آپؐ کو یہ سب کچھ منظور ہے تو آپؐ کی بیٹی کو بھی خوشنودیٔ خالق
میں سب کچھ قبول ہے۔ مگر بابا! یہ تو ارشاد فرمائیے کہ آپؐ نے میرے بیٹے

حسینؑ کے واسطے کیا پڑھا تھا، کیا ایک جسمِ نازک پر ایک ہزار نو سو پچاس زخم، تین
روز کی بھوک و پیاس، آنکھوں کے سامنے دوستوں، عزیزوں اور اولاد بلکہ چھ
مہینہ کے بچے علی اصغر کی شہادت۔ یہ سب شدائد گذر جائیں گے، کیا یہ سب
آپ کی موجودگی میں ہوگا۔؟ نہیں بیٹی یہ سب میرے بعد ہوگا۔ بابا! کیا ابوالحسنؑ
کی موجودگی میں ایسا ہوگا؟ فرمایا، نہیں بیٹی علی بھی نہ ہوں گے۔ بابا! تو کیا میں
موجود ہوں گی؟ فرمایا، نہیں، تم بھی نہ ہوگی۔ فاطمہ زہرا نے یہ سنا اور غش کھا کر
گر پڑیں۔ جناب رسولِ خداؐ نے بیٹی کو سنبھالا اور فرمایا، اے بیٹی! کیا حکمِ خدا کے
سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتیں۔؟

طاہرہؑ نے جواب دیا، بابا، اُس خالق و مالک کے سامنے فاطمہ کی
کیا مجال کہ حکم عدولی کرسکے۔ مگر بابا، میں نے اپنے اس بچے کو چکیاں پیس پیس
کر بڑی مصیبت سے پالا ہے۔ کیا آپ خداوندِ عالم سے یہ نہیں فرماسکتے کہ حسینؑ
کی اس مصیبت کو ٹال دے؟ مجھے ڈر ہے کہ میرا ناز پروردہ بچہ ان مصائب
کو کس طرح برداشت کرے گا؟

جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا، بیٹی! خدا سے میں کیا کہوں؟ اگر
تم آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ظالموں کے لیے بددعا کردو، تو روئے زمین پر ایک
بھی جاندار باقی نہ رہے۔ مگر بیٹی! اعلیٰ مقام اور مرتبہ تیرے اس بیٹے کو اس
امتحانِ شدید کے بعد ملے گا اور دینِ حقہ کی بقا بھی اس امتحان پر منحصر ہے
اے بیٹی تیرے دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ سردارانِ جوانانِ جنت بنائے جائینگے
تو خاتونِ جنت بنے گی، تیرا شوہر ساقیٔ کوثر بنایا جائے گا، تیرا بابا، مالکِ
جنت اور شفیعِ روزِ محشر ہوگا۔

جناب فاطمہؑ زہرا نے ارشاد فرمایا، اچھا بابا، اگر دین کو اس شہادت

کی ضرورت ہے تو مجھے منظور ہے، مگر میرے بچے سے بھی وعدہ لے لیجیے، کیونکہ
اس کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسولؐ نے نواسے کو بلایا، آغوش
رسالت کی گرمی پہونچائی اور فرمایا، اے بیٹا حسینؑ یہ جو سب کچھ من جانب اللہ تمھارے
واسطے طے پایا ہے کیا تم اس جانکاہ امتحان کے لیے تیار ہو؟ بیٹا اسی امتحان
پر اللہ کے دین کی بقا کا انحصار بھی ہے۔

حسینؑ مسکرائے اور فرمایا، نانا جان! مجھ سے نہ پوچھیے، بلکہ جب
سرزمین کربلا پر زیرِ خنجرِ قاتل میرا گلا ہوگا اور زبان پر شکر خدا ہوگا تو آپ خود ہی سُن
لیں گے اور حسین کے صبر کا مظاہرہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

جناب رسولِ خداؐ دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ نامہ حضرت علیؑ ابنِ
ابی طالبؑ کے پاس رہا۔ بنتِ رسولؐ نے ظالموں کے ظلم برداشت کرتے ہوئے
دو ڈھائی ماہ کے بعد ہی اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ آپ کے بعد حضرت علیؑ کے سر
مبارک پر ابنِ ملجم کی زہر آلود تلوار لگی۔ اور آپؑ نے فرمایا "ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب
ہوگیا"۔ اپنا وعدہ میں نے پورا کیا۔ اب تک فاتح خیبر تھا آج ساقیٔ کوثر بن گیا۔
اب وہ نامہ میرے پاس ہے اور میرے بعد یہ نامہ ائمہؑ کے پاس ہوتا ہوا رسولِ خدا
کے آخری وصی بارہویں امام صاحب الزمان کے پاس ہوگا۔ ہر امام اس نامہ کی
ہدایات کے مطابق اپنے اپنے فرائضِ منصبی کو انجام دے کر رخصت ہوں گے، مگر
آخری جانشینِ رسولؐ جن کو خداوندِ عالم عمرِ طویل اور زمانہ عریض دیکر یہ موقع فراہم
کرے گا کہ دیکھو! یہ بھٹکی ہوئی اور گمراہ قوم راہِ راست پر آتی ہے یا نہیں۔ جب
اپنے احکامات کی نافرمانی دیکھے گا اور حجت تمام ہو جائے گی تو حکم ہوگا کہ رسولؐ
اور اہلبیتِ رسولؐ کا انتقام لیا جائے۔ یہ سب کچھ زمانہ رجعت میں ہوگا جس
پر ہر شیعہ کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ

ان ذواتِ مقدسہ کے یہ امتحانات اس لیے نہیں تھے کہ خداوندِ عالم ان حضرات کے
درجات روحانی اور ایمانی کو جانچنا چاہتا تھا ایسا نہیں تھا وہ عالم الغیب تو پہلے
ہی سے ان کے ایمانی درجات سے باخبر اور واقف تھا۔ یہ تمام امتحانات صرف
اس غرض سے ہوئے تھے کہ دنیا والے اگر یہ کہیں کہ حسینؑ میں ہی ایسی کون سی
خاص بات تھی کہ اُن کو جنت کی سرداری مل گئی۔ فلاں صاحب کو سردارِ
جنت کیوں نہیں کہتے۔

جواب میں حسینی خدمتگار یہ کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ جیسی شہادت پیش
کی جائے تو ہم اُن کو کچھ مرتبہ دے سکیں۔ اصل میں جنت کی سرداری یا اسی قسم
کے دیگر مراتب کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے وہ جس کو بھی چاہے
نوازے۔ بقول ے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یا جناب فاطمہ زہراؑ ہی کو خاتونِ جناں کیوں کہا جاتا ہے یا حضرت
علیؑ کو ساقیٔ کوثر کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ: ے

قسمت کیا ہر ایک کو قسامِ ازل نے ٭ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوندِ عالم
کی جانب سے جبرئیلِ امین جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
میں ایک نامہ لیکر نازل ہوئے جس میں جناب رسولِ خداؐ سے لیکر تمام
اوصیاءِ رسولؐ ائمۂ طاہرینؑ کے فرائض مندرج تھے۔ آنحضرتؐ نے اُس نامے
کو کھولا اور پڑھا اور جبرئیل سے فرمایا کہ مجھے اپنے خالق کا حکم بے کم و کاست
منظور ہے۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی مُہر کا حصہ کھولا اور پڑھا، جو فرائضِ منصبی

اس میں درج تھے پڑھے اُن پر عمل کیا شدائد و مصائب برداشت کیے اور
اس دارِفانی سے کوچ فرمایا۔ خاتونِ جنّت نے اپنے فرائض پر عمل کیا۔ حضرت
امام حسنؑ نے اپنی مہر کا حصّہ پڑھا، اس پر عمل کیا اور اس جہانِ فانی سے رحلت
فرمائی۔ حضرت امام حسینؑ کی باری آئی اور یہ نامہ ان کے پاس پہونچا، آپ نے اپنے
فرائض کو پڑھا اور ان پر عمل کر کے شہادت کا بلند درجہ حاصل کیا اور رحلت فرمائی
اسی طرح حضرت علیؑ ابن الحسینؑ اور حضرت امام محمد باقرؑ نے بھی اپنے اپنے فرائض
انجام دیے اور اب وہ نامہ میرے پاس ہے میں بحکمِ خدا بے خوف و ہراس
اس پر عمل کر رہا ہوں اور دینِ حقّہ کی تبلیغ کا کام انجام دے رہا ہوں۔ اس کے
بعد یہ نامہ اسی طرح ہر امامؑ کے پاس پہونچتا ہوا۔ امام آخر الزمان تک پہونچے گا
اور وہ، جو شدائد اب تک معصومین علیہم السّلام پر ہوئے ہیں، انتقام لیں گے۔

(تنویرِ دوم)

عصمتِ امام

مذہبِ حقّہ جعفریہ کا اس پر ایمان ہے کہ:
امام اوّل عمر سے آخرِ عمر تک ہر گناہِ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک، منزّہ اور معصوم
ہو۔ مگر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ امامت کے لیے عصمت ضروری نہیں۔ اس کی
صرف یہ وجہ ہے کہ اگر وہ عصمت کو ضروری مان لیں تو اُن کے مذہب کی
تمام عمارت ہی منہدم ہو جائے گی۔ اس لیے کہ وہاں تو وہ امام مان لیے گئے
ہیں جو برسوں حالتِ کفر میں زندگیاں گذار چکے ہیں۔ حالانکہ ہر عقلِ سلیم رکھنے والا

جانتا ہے کہ ایسا شخص جس پر دین کی اصلاح کا دارومدار ہو اُس کو ہر گناہ سے پاک ہونا
چاہیے ورنہ اُس کی امامت سے وہ فائدہ جو ایک سچّے اور صادق امام سے ہو سکتا
ہے ہرگز ظہور پذیر نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے غلط فتاویٰ سے دین و دنیا کے اُمور میں
مفاسدِ عظیمہ کے پیدا ہونے کا امکان ہے اور اگر یہ دیکھ کر کہ یہ شخص امورِ دینی اور
دنیاوی میں غلط فتوے دے رہا ہے برطرف کر دیا جائے تو باہمی نزاع اور
فسادات کا اس سے بھی زیادہ خطرہ ہے اور اس خطرے کے پیشِ نظر اگر خاموشی
اختیار کی جائے تو پھر دین کو خود ہم نے اپنے ہاتھوں رخصت کر دیا اور کارِ خلافت کو
خود ہم نے یزید لعنہ جیسے فاسق و فاجر تک پہونچا دیا۔ حالانکہ خدا نے اولوالامر کی اطاعت
کا حکم دے کر معصوم کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔
چنانچہ علّامہ فخر الدین رازی نے تفسیر میں لکھا ہے کہ اولوالامر سے مراد
معصوم ہے کیونکہ اس میں اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک ایسے شخص کی اطاعت
جو محرمات پر عمل کرنے کا حکم بھی دیتا ہو حرام ہے۔ خداوندِ عالم ایسے شخص کی اطاعت
کا حکم ہرگز نہیں دے سکتا جو خود گناہگار اور دوسروں کو برائیوں سے منع کرے
اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم سے خطاب کرتے ہوئے اس مسئلہ کو واضح
فرمادیا ہے کہ "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔" (بقرہ آیت ۱۲۴)
یعنی "میرا عہدہ ظالمین تک نہیں پہونچے گا" اور جو شخص ایک دن بھی
کافر رہا ہو وہ ظالمین کی فہرست میں داخل ہو گیا۔ لہٰذا صادقین کے ساتھ ہو جاؤ
اور حقیقی صادق کو امام تسلیم کرو اور یہ کہو کہ صادق ہمارا امام ہے۔

تنویرِ سوم

آیۂ تطہیر

روایاتِ عوام وخواص میں بہ تواتر مرقوم ہے کہ آیۂ تطہیر اہلبیتِ رسولؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو کہ آلِ عبا ہیں اور بعض احادیث سے آیۂ تطہیر کے مصداق تمام ائمۂ طاہرینؑ ہیں۔

صاحبِ کشاف نے باوجود متعصب ہونے کے قصۂ مباہلہ میں ذکر کیا ہے کہ جب رسولِ خداؐ نے نصاریٰ نجران کو مباہلہ کی دعوت دی تو اُنھوں نے کچھ مہلت چاہی اور تنہائی میں اپنے سردار عاقب سے جو بڑا صائب رائے تھا مشورہ لیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ عاقب نے کہا واللہ محمدؐ پیغمبر ہیں اور حق کو اُنھوں نے تمھارے سامنے پیش کر دیا ہے اور جو قوم کسی پیغمبر سے مباہلہ کرتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر تم اپنے دین کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو مباہلہ نہ کرو، بلکہ صلح کر لو۔

جب صبح ہوئی تو رسولِ خداؐ مباہلہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو آپؐ کی آغوشِ مبارک میں حسینؑ تھے دائیں جانب اُنگلی پکڑے ہوئے حسنؑ تھے اور پسِ پشت فاطمہؑ وعلیؑ تھے۔ اس طرح آپؐ میدانِ مباہلہ میں تشریف لائے اور آپؐ نے چاروں صادقین سے فرمایا کہ جب میں اس قوم کے لیے بددُعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ دوسری جانب اسقف نجران نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہِ نصاریٰ! میں اپنے سامنے اور مدِمقابل ایسی صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دُعا کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ ان سے ہرگز ہرگز

مباہلہ نہ کرو، ورنہ زمین پر ایک نصرانی بھی باقی نہ رہے گا۔

لہٰذا وہ سب لوگ جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرنا چاہتے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اگر مباہلہ نہیں کرنا چاہتے تو مسلمان ہو جاؤ۔

اُنھوں نے مسلمان ہونے سے بھی انکار کیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، آمادۂ جنگ ہو جاؤ۔

اُنھوں نے کہا، ہم میں جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے صلح چاہتے ہیں لہٰذا اس شرط پر صلح ہوئی کہ ہر سال دو ہزار حلّے ماہِ صفر میں اور ایک ہزار حلّے ماہِ رجب میں، تیس۳۰ نفیس زرہیں ہر سال دیا کریں گے۔ رسولِ خداؐ نے بعد صلح ان سے فرمایا کہ اگر تم لوگ صلح نہ کرتے اور مباہلہ پر رضامند ہو جاتے تو تم میں سے ایک فرد بھی باقی نہ رہتا، حتیٰ کہ وہ طائر جو اِس صحرا میں درختوں پر ہیں اور قوم نصاریٰ ایک سال کے اندر سب ختم ہو جاتی۔

صاحبِ کشاف نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ ایک روز باہر سے تشریف لائے بالوں کی سیاہ عبا دوشِ اقدس پر تھی، پھر حسنؑ وحسینؑ آئے، اس کے بعد علیؑ وفاطمہؑ آئے اور ان سب کو آپؐ نے اپنی عبا میں لے لیا۔ اس کے بعد اس آیۂ مبارک کی تلاوت فرمائی:-

"إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

(اللہ تو بس چاہتا ہی یہ ہے اے اہلِ بیت! کہ تم سے ہر قسم کے رِجس (بُرائی) کو دور رکھے اور جیسا حقِ طہارت ہے ویسا ہی پاک وپاکیزہ رکھے۔")

اِس کے بعد صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ

ان ہی حضرات کو مباہلہ میں کیوں ہمراہ لے گئے۔؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان ایسے
پُرخطر موقع پر اپنے اعزا، اور اولاد کو جو جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں لے جانا پسند
نہیں کرتا، لیکن آنحضرتؐ کو اپنی صداقت کا یقین تھا اور یہ حضرات بھی آیۂ مذکور
کے مطابق پاک و پاکیزہ اور صادق تھے اس لیے آپؐ صرف اُن کو ہی اپنے ہمراہ
لے گئے۔

مالک جو اہلسنت کے امام ہیں اپنی کتاب موطا میں لکھتے ہیں کہ:

" جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تو جناب رسولِ خداؐ تقریباً چھ مہینے تک
جب بھی نمازِ صبح کے لیے تشریف لیجاتے تھے تو پہلے، دروازۂ فاطمہؑ
پر بہ آوازِ بلند فرماتے تھے، الصلوٰۃ یا اھل البیت !
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔"

صحیح ابی داؤد نے بھی بالکل یہی لکھا ہے۔ انس اور صحیح بخاری
جلد چہارم، صحیح مسلم، صحیح ابوداؤد وغیرہ نے حضرت عائشہؓ سے یہی روایت کی ہے
اور صحیح مسلم جلد چہارم میں بابِ فضائلِ امیر المومنینؑ میں سعد وقاص نے روایت کی
ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو رسولِ خداؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو
بُلایا اور اُن کو اپنی عبا میں داخل فرما لیا اور اللہ تعالیٰ سے فرمایا، یہ میرے اہلبیتؑ
ہیں۔" اور ابوداؤد نے اپنی صحیح میں اُم سلمہ سے روایت کی ہے کہ آیۂ تطہیر میرے
گھر میں نازل ہوئی تھی اُس وقت عبا میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ تھے اور میں
دروازے پر بیٹھی تھی کہ رسولِ خداؐ نے دُعا فرمائی، خداوندا! یہ میرے
اہلِ بیت ہیں، ان سے ہر قسم کی بُرائی (رجس) اور گناہ کو دور رکھنا اور پاک و
پاکیزہ رکھ جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ میں آگے بڑھی اور کہا یا رسول اللہؐ!

کیا میں آپؐ کے اہلِ بیت میں سے نہیں ہوں ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، نہیں، تم میری زوجہ ہو، تمھاری عاقبت بخیر ہے
اسی قسم کے مضامین اکثر کتبِ اہلِ سنت میں مرقوم ہیں۔ یہاں رِجس سے
مراد صرف گناہ نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی بُرائی، عیب اور بدی سے تطہیر مراد ہے اور
یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی وعدہ ہے جو غلط نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ ذواتِ مقدسہ جھوٹ بھی
نہیں بول سکتے اور یہ ثابت ہے کہ ہر ایک امام نے دعوائے امامت کیا ہے۔ لہٰذا
ماننا پڑے گا کہ ان کا دعویٰ صحیح اور سچا تھا۔

(تنویرِ چہارم)

فضائلِ اہلِ بیت اطہار

ابنِ بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت
امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا
کہ " میرے اہلِ بیتؑ کی محبت اور میری محبت سات مواقع پر
مفید ثابت ہوگی۔

(۱) بوقتِ موت، (۲) قبر میں، (۳) بوقتِ مبعث (۴) بوقتِ
نامۂ اعمال (۵) بوقتِ حساب (۶) بوقتِ میزان (۷) بوقتِ صراط۔

حارث ہمدانی کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے سوال کیا، اے حارث! یہاں کیسے آنا ہوا؟
میں نے عرض کیا، مولا کا اشتیاقِ زیارت مجھے یہاں لایا ہے۔

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے حارث! کیا تم مجھے دوست رکھتے ہو؟

• میں نے عرض کیا، بیشک۔

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے حارث! جب تمھاری جانکنی کا وقت ہوگا تو تم مجھے اپنے پاس دیکھو گے کہ میں اپنے دوستوں کو جامِ کوثر دے رہا ہوں گا، اور دشمنوں کو دور کر رہا ہوں گا تو تم یہ دیکھ کر خوش ہوگے اور جب دیکھو گے کہ میں صراط سے گذر رہا ہوں اور لوائے حمد میرے پاس ہے تو تم اور بھی خوش ہوگے انشاء اللہ تعالےٰ۔

○ ابوحمزۂ ثمالی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول مقبولؐ نے "اے علیؑ! تمھاری محبت جس دل میں ہوگی اگر اس کا ایک قدم صراط سے ہٹ جائے گا تو دوسرے قدم پر وہ ثابت قدم ہوگا حتیٰ کہ خداوندِ عالم اُس کو داخلِ جنّت فرمائے گا۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ:

"ہم اہلِ بیتؑ کی محبت گناہوں کو اس طرح دور کر دیتی ہے جس طرح تیز ہوا پتوں کو۔"

○ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ 'آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے لوگوں کی شفاعت میں بروزِ قیامت کروں گا، اگرچہ اُن کے گناہ زمین والوں کے برابر ہوں گے۔ (۱) جس نے دل سے میرے اہلِ بیتؑ کی مدد کی ہوگی (۲) جس نے حالتِ اضطراب میں اُن کی استعانت کی ہوگی۔ (۳) جس نے دل و زبان سے اُن کو دوست رکھا ہوگا (۴) جس نے میرے اہلِ بیتؑ سے ضرر کے دور کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ نیز انہی حضرتؑ نے فرمایا کہ ارشاد گرامی قدر ہے جناب رسولِ خداؐ کا کہ "جس نے میرے اہلِ بیتؑ کو دوست رکھا اُس کو خدا

روزِ قیامت دوست رکھے گا اور اُس دن اُس کو کوئی خوف نہ ہوگا۔"

○ کتاب بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا، اے علیؑ! میں نے اپنی اُمت کے ہر چھوٹے بڑے کو عالمِ ارواح میں دیکھا، تمھیں اور تمھارے شیعوں کو دیکھا، اُن کے لیے دُعا کی۔

• جناب امیر المومنینؑ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کچھ فضائل شیعوں کے بیان فرمائیے۔

• آپؐ نے ارشاد فرمایا، "اے علیؑ! تم اور تمھارے شیعہ جب اپنی اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے تو اُن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ غم و الم تمھارے نزدیک نہ آسکے گا۔ لوگ غمگین ہوں گے اور تم زیرِ سایۂ عرش خوش و خرّم ہوگے، لوگ مصروفِ حساب ہوں گے اور تم نعمتِ پروردگار سے فیضیاب ہوگے۔"

○ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ارشادِ گرامی ہے جناب رسولِ خداؐ کا کہ "جو علیؑ کو دوست رکھے گا اُس کو روزِ قیامت پیغمبروں کے درجے میں جگہ ملے گی اور جو علیؑ کو دشمن رکھے گا وہ روزِ قیامت یہودی محشور ہوگا اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہماری محبت کا سوال ہوگا۔"

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ آسمان پر ستر قسم کے ملائکہ ہیں اور اُن کی ہر قسم تعداد میں روئے زمین کے انسانوں سے زیادہ ہے اور ہر فرشتہ ہماری ولایت کا ماننے والا ہے۔

○ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے جناب میثم تمارؒ سے روایت کی ہے کہ میں ایک شب جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں تھا، آپؑ نے فرمایا کہ "نہیں ہے کوئی

بندہ جس پر صبح کو خدا رحمت نہ نازل فرماتا ہو مگر وہ جس کے دل میں ہماری محبت ہو،
اور نہیں ہے کوئی بندہ جس پر خدا عذاب نہ نازل فرماتا ہو مگر وہ جس کے دل میں ہماری
دشمنی ہو۔ میں جب صبح کرتا ہوں تو اس تصور میں کہ خدا میرے دوستوں سے
خوشنود ہے خوش ہوتا ہوں۔ اور وائے ہو ہمارے دشمنوں پر کہ جب وہ بدبخت
صبح کرتے ہیں تو عذابِ الٰہی اُن کو جہنم کی خبر دیتا ہے۔ اور ہماری محبت اور دشمنی
ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی ہے۔ جو ہمیں دوست رکھنا چاہتا ہے اس کو
چاہیے کہ ہم سے اپنی دوستی کو بالکل خالص کرے جس طرح سونے کو کھوٹ سے
خالص کیا جاتا ہے۔

ہم ہیں برگزیدگانِ خدا، ہمارے فرزند، فرزندِ پیغمبرؐ ہیں، ہم ہیں وصی
داوصیاء، ہم ہیں یاورانِ خدا و رسول۔ جو ہم سے جنگ کرے وہ گروہ
شیاطین سے ہے۔ جو شخص چاہے کہ یہ معلوم کرے کہ وہ ہم سے محبت
کرتا ہے یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ اُس کے دل میں ہمارے دشمنوں کی
محبت تو نہیں ہے، اگر ہے تو وہ ہرگز ہمارا دوست نہیں ہے اور خدا
اور اُس کے فرشتے ایسے کافر کے دشمن ہیں۔"

○ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ابی عبداللہ جدلی سے فرمایا کہ
"میں تمھیں بتلاؤں اُس نیکی کو جس کی وجہ سے روزِ قیامت کوئی خوف نہ ہوگا،
اور اس گناہ کو جس کی وجہ سے خدا اس کو جہنم میں مُنھ کے بل ڈال دے گا۔"

• میں نے عرض کیا ارشاد فرمائیے؟
• آپؑ نے ارشاد فرمایا "وہ نیکی ہماری محبت ہے اور وہ گناہ
ہماری دشمنی ہے۔"

○ سلمانؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم خدمتِ رسولِ خداؐ میں

حاضر تھے۔ سامنے سے حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ جناب رسولِ خدا کے
ہاتھ میں ایک سنگریزہ تھا۔ آپؐ نے اس کو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ سنگریزے
نے کلمۂ شہادتین پڑھا اور ولایتِ علی ابن ابی طالبؑ کا اقرار کیا۔ جناب رسولِ خداؐ
نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور محمد رسول اللہ
زبان پر جاری کیا نیز علی کی ولایت کا اقرار کیا وہ جہنم سے بےخوف ہو گیا۔"

○ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آباء و اجدادؑ سے روایت
کی ہے اور انھوں نے جناب رسولِ مقبولؐ سے اور آنحضرتؐ نے حضرت جبرئیلؑ و
حضرت میکائیل سے روایت کی اور انھوں نے کہا کہ فرمایا خداوندِ عالم ربِ جلیل
نے کہ "ولایتِ علیؑ ایک قلعہ ہے جس میں پہونچ کر ہر شخص میرے
عذاب سے محفوظ ہو سکتا ہے۔"

○ کتبِ فریقین میں مرقوم ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا "اگر لوگ
ولایتِ علیؑ پر متفق ہو جاتے تو خداوند عالم جہنم کو ہرگز پیدا نہ فرماتا۔"

○ انس سے روایت ہے کہ جناب رسولِ مقبولؐ نے ارشاد فرمایا کہ
"خداوندِ عالم روزِ قیامت ایک جماعت کو مبعوث فرمائے گا جن کا چہرہ
نورانی ہوگا، نور کی کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں گے، نورانی لباس زیبِ تن ہوگا،
سایۂ عرش میں متمکن ہوں گے، پیغمبروں کے ہمنشیں ہوں گے حالانکہ وہ خود پیغمبر نہ ہوں
گے، شہداء کے ہمسر ہوں گے، حالانکہ وہ شہداء نہ ہوں گے، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا
کہ وہ ان کے (حضرت علیؑ کے سر پر اپنا دستِ مبارک رکھا) شیعہ ہوں گے۔"

○ شیخ طوسیؒ نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے
حضرت رسالت مآبؐ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ جب خداوند عالم قیامت
کے روز حساب و کتاب سے فارغ ہو کر کلیدِ جنت اور جہنم مجھے عطا فرمادے گا

اور اے علیؑ! وہ کلیدِ جنّت و جہنّم میں تمھارے سپرد کر دوں گا اور کہوں گا، اے ساقیٔ کوثر! جس کو تم چاہو جنّت میں داخل کرو اور جس کو چاہو جہنّم میں۔"

○ ابن بابویہ نے بہ سندِ معتبر معصومین سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز ایک منبر رکھا جائے گا جس پر جناب امیرالمومنین بحکمِ خدا رونق افروز ہوں گے ایک فرشتہ آپ کے دائیں جانب ہوگا اور ایک بائیں جانب۔ دائیں جانب کا فرشتہ ندا کرے گا کہ یہ امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں، جس کو چاہیں گے داخلِ بہشت فرمائیں گے۔ بائیں جانب کا فرشتہ ندا دیگا یہ امیرالمومنینؑ ہیں جس کو چاہیں گے جہنّم میں داخل فرمائیں گے۔"

○ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ مقبولؐ نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ "جب قیامت ہوگی تو اے علیؑ! تم ایک نور کے گھوڑے پر سوار ہوگے، تمھارے سر پر نور کا تاج ہوگا جس کی روشنی دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دے گی، پھر خدائے بزرگ و برتر کی ندا آئے گی، اے میرے حبیبؐ (محمد مصطفیٰؐ) کے خلیل! تم کہاں ہو؟ اے علیؑ! تم کہو گے لبیک یارب العالمین! پھر خداوند عالم ارشاد فرمائے گا، اے علیؑ! تم ہی قسیمِ جنّت و دوزخ ہو آج جس کو چاہو جنّت میں داخل کر دو اور جسے چاہو جہنّم میں بھیج دو۔

○ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز ہم کعبہ کے قریب جناب رسولِ مقبولؐ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک پیر مرد خمیدہ کمر، ہاتھ میں عصا لیے ہوئے، سر پر سرخ ٹوپی، جسم پر اونی کرتہ پہنے ہوئے تھا، جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، اے اللہ کے رسولؐ! دعا فرمائیے کہ خدا مجھے بخشش دے جناب رسولِ خداؐ نے اُس سے فرمایا، یہ توقع تیری غلط ہے اب تیری یہ اُمید پوری

نہیں ہو سکتی۔ وہ مایوس ہو کر جانے لگا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا، اے علیؑ! تم نے اس بوڑھے کو پہچانا؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا، یہ ملعون شیطان ہے۔

یہ سُن کر میں تیزی سے اُس کی طرف لپکا اور بڑھ کر اُس دشمنِ خدا کا گلا پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ وہ چلّایا کہ اے ابوالحسن! مجھے خدا نے قیامت تک مہلت دی ہے خدا کا واسطہ مجھے نہ ماریئے میں آپ کا دوست ہوں اور جو بھی آپ کا دشمن ہے اُس کے باپ کے ساتھ اس کی ماں سے ہم بستری کے موقع پر میں بھی شریک رہتا ہوں تاکہ وہ حرامزادہ ہو جائے، حلال زادہ نہ رہے (کیونکہ ولد الزنا اور حرامزادہ ہی آپ کا دشمن ہوتا ہے) یہ سُن کر مجھے بیساختہ ہنسی آگئی اور میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔

○ سلمانؓ سے روایت ہے کہ ایک روز شیطان کچھ ایسے لوگوں کی طرف سے گذرا جو امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام کی مذمت کر رہے تھے اور اُن کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اُن لوگوں نے پوچھا، تم کون ہو؟

اُس نے کہا میں ابومرہ ہوں۔

اُنھوں نے کہا، تم نے سُنا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔

اُس نے کہا، تمھارا بُرا ہو تم اپنے ہی آقا، علیؑ ابنِ طالبؑ کو بُرا کہہ رہے ہو۔

اُنھوں نے کہا کہ وہ ہمارے آقا کیسے ہیں؟

اُس نے کہا، کہ تمھارے مولا، رسولِ خداؐ کے ارشاد کے مطابق کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کے علیؑ مولا ہیں۔ (وہ تمھارے مولا اس طرح ہیں۔) اُن کی دوستی خدا کی دوستی ہے اُن کی دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔

- اُنھوں نے کہا، کیا تو اُن کے شیعوں میں سے ہے ؟
- شیطان نے کہا نہیں، لیکن میں علیؑ کو دوست رکھتا ہوں اور جو اُن کا دشمن ہے اُس کے فرزند میں، میں بھی شریک ہوں۔
- اُنھوں نے کہا کہ "اے ابو مرہ ! علیؑ کی کوئی فضیلت بیان کر سکتا ہے؟
- شیطان نے کہا "اے گروہِ گمراہاں ! تم خارج از دین ہو گئے ہو سنو !

میں زمین پر کچھ لوگوں کے درمیان بارہ ہزار سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا، جب ان گمراہوں کو خدا نے ہلاک کر دیا تو میں تنہا رہ گیا۔ میں نے اللہ سے اپنی تنہائی کی شکایت کی۔ اُس کریم نے مجھے آسمان پر اُٹھا لیا اور وہاں میں بارہ ہزار سال تک ملائکہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا۔ ایک روز میں یادِ الٰہی میں محو تھا کہ ایک نور کی عجیب و غریب شعاع میری طرف سے گذری فرشتے سجدے میں گر گئے اور تسبیحِ خدا کرنے لگے اور کہنے لگے یہ نور کسی جلیل القدر پیغمبر کا تھا۔ ربّ العزت کی جانب سے آواز آئی۔ اے میرے فرشتو ! یہ نور تو میرے ولی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا ہے۔

۵ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ ایک شخص جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں آیا، اور اُس نے بیان کیا کہ ایک غریب آدمی چین گیا تھا، وہاں سے اسقدر جلد مالدار ہو کر واپس آیا کہ لوگ اُس کی دولت پر رشک کرنے لگے۔ حضرت ختمی المرتبتؐ نے فرمایا، کیا یہ فانی دولت بھی قابلِ رشک ہے ؟ وہ دولت جو قابلِ رشک ہے جس پر ملائکۂ آسمان بھی رشک کرتے ہیں وہ، وہ ہے جس کو یہ سامنے والا آدمی حاصل کر کے آیا ہے۔

ہم نے دیکھا ایک انصاری آیا، رسولِ خداؐ نے فرمایا، اس شخص نے آج اس قدر کثیر دولت حاصل کی ہے کہ اُس کا ایک حصّہ خزانۂ عرشِ الٰہی میں جمع کر دیا

گیا ہے اور اس شخص کو اس کا ثواب اس قدر ملا ہے کہ اگر تمام اہلِ آسمان و زمین پر وہ تقسیم کیا جائے تو اُن کے تمام گناہ معاف ہو جائیں اور بہشت ان پر واجب ہو جائے۔

صحابہ نے اُس سے پوچھا، آج تو نے کیا ایسا کام کیا ہے جس کی جزا اس قدر کثیر تجھے ملی ہے ؟

اُس نے کہا، میں ایک ضروری کام کے لیے گھر سے چلا تھا۔ راہ میں سوچا کہ مجھے دیر ہو گئی ہے اب شاید وہ کام انجام نہ دے سکوں تو معاً خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ کوئی نیک کام کروں۔ لہٰذا حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کر کے آ رہا ہوں کیونکہ حضورؐ کی حدیث ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، بیشک، واللہ، عبادت ہے۔ اے شخص تو مالِ دنیا کے حاصل کرنے کے لیے گھر سے چلا اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے چہرے پر نظر کرنے کو عبادت سمجھ کر بہ خلوصِ قلب علیؑ کی زیارت کی، معلوم ہے کہ تجھے کتنی دولت حاصل ہوئی ؟ اگر تمام دنیا خالص سونا بن جائے اور اُس کو راہِ خدا میں خرچ کر دیا جائے تو اس کا اتنا ثواب نہیں ہو گا جتنا چہرۂ علیؑ ابن ابی طالبؑ پر نظر کرنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(تنویرِ پنجم)

عبادت اور حُبِّ اہلِ بیتؑ

صحتِ عبادت موقوف ہے اعتقادِ امامتِ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم ائمہ معصومینؑ۔ اور عبادت، بغیر مذکورہ بالا اعتقاد کے لاحاصل ہے، بلکہ باعثِ عذاب و عتاب ہے۔

ابنِ بابویہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جب بندہ روزِ قیامت حساب کے لیے پیش ہوگا، تو نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج سے پہلے ہماری ولایت کا سوال ہوگا۔ اگر موت کے وقت ہماری ولایت کا اقرار و اعتقاد رکھتا ہوگا تو نماز و روزہ و زکوٰۃ اور حج بھی قابلِ قبول ہونگے ورنہ کوئی عملِ نیک قبول نہ ہوگا۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلِ امین، رسولِ خداؐ کی خدمت میں نازل ہوئے اور فرمایا کہ خداوندِ عالم بعد تحفۂ درود وسلام ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اور مقامِ ابراہیم کو خلق کیا ہے۔ اگر بندہ مجھے تمام زندگی بلکہ اُس روز سے جب سے زمین و آسمان خلق ہوئے ہیں قیامت کے دن تک مقامِ ابراہیم (درخانۂ کعبہ) میں بیٹھ کر مجھے یاد کرے اور اس کے دل میں محبت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی نہ ہو اس کو میں سر کے بل جہنم میں ڈال دوں گا۔

نیز منقول ہے کہ خدائے تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے رسولؐ پر کہ اگر کوئی

شخص میری عبادت میں خشک مشک کی طرح لاغر ہوجائے اور تمھارے اہلبیتؑ کا منکر ہو اُس کو ہرگز داخلِ بہشت نہ کروں گا۔

حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا جو بندہ روزِ قیامت ستر پیغمبروں کے برابر اعمالِ نیک رکھتا ہو اور ہماری اور اہلِ بیتؑ کی محبت نہ رکھتا ہو، اس کو خدا ہرگز داخلِ بہشت نہ فرمائے گا۔ نیز امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، بتاؤ کون سا مقام زیادہ مقدس ہے؟ اصحاب نے کہا، امام ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے افضل مقامِ ابراہیم ہے لیکن وہاں بھی کوئی بیٹھ کر عمرِ نوحؑ کے برابر عبادت کرے اور ہماری ولایت کا قائل نہ ہو تو وہ عبادت بالکل بیکار ہی نہیں بلکہ ضرر رساں بھی ہے۔

اور یہ حدیث متفقہ بین الفریقین ہے کہ "جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرا۔" لہٰذا ہر مسلمان پر دیدارِ امامؑ نہیں بلکہ امامؑ کی معرفت واجب ہے۔

(تنویرِ ششم)

صفاتِ امامؑ

کیونکہ عوام الناس احکامِ دین و دنیا کے محتاج ہیں اس لیے ضروری ہے کہ امام احکامِ دین و دنیا کا عالم ہو۔ آیاتِ قرآنی محکم ہوں یا متشابہ، مجمل ہوں یا مفصل، ناسخ ہوں یا منسوخ، عام ہوں یا خاص

کو جانتا ہو۔ احادیثِ نبویؐ کا ماہر ہو اور ہر علم میں فاضل اور اکمل ہو۔ صاحب رائے ہو۔ اشجع النّاس ہو، تاکہ اعدائے دین پر غالب آسکے اور دنیا کے تمام انسانوں سے علم و عقل میں افضل ہو۔ کیونکہ ترجیح مفضول کی فاضل پر متعلّم کی معلّم پر، جاہل کی عالم پر قبیح ہے۔ خداوندِ عالم بھی یہی ارشاد فرماتا ہے:-

"جو کچھ پوچھنا ہو صاحبانِ علم سے پوچھو" (مترجم)

کیوں ہے محتاجِ ہدایت سے ہدایت کی طلب
ہاتھ پھیلاتا ہے کب کوئی گدا کے سامنے

چنانچہ خداوندِ عالم نے حضرت آدمؑ کو ملائکہ پر فضیلت صرف علم کی وجہ سے عطا فرمائی اور مسجودِ ملائک قرار دیا۔ عالموں کے لیے ارشادِ الٰہی ہے۔ "کیا عالم اور جاہل برابر ہیں؟"

علاوہ ازیں عقل کا تقاضا ہے کہ امام، رہبر اور ہادی ہو، ماموم راہرو ہدایت طلب سے عالم تر اور اکمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ امام جانشینِ رسولؐ اور وصیٔ پیغمبر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا کام بھی ہدایتِ اُمّت کے لیے وہی ہے جو رسول کا۔ اگر امام کمالِ علمی سے محروم ہوگا تو ظاہر ہے کہ اُمّت کا کیا حال ہوگا

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ امام کی چند علامات یہ ہیں کہ دانا ترین انسان ہو، پرہیز گار ترین ہو، سب سے زیادہ حلیم و بُردبار ہو، شجاعت و سخاوت میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو، سب سے زیادہ عبادت گذار ہو۔ جب پیدا ہو تو مختون ہو (فاعتبروا یا اولی الابصار)۔ پاک و صاف متولّد ہو۔ جس طرح سامنے سے دیکھتا ہے اسی طرح پس پشت دیکھتا ہو۔ اس کے جسم کا سایہ نہ ہو۔ جب پیدا ہو تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر کلمۂ شہادتین پڑھے۔ محتلم نہ ہو۔ چشمِ ظاہر خواب میں ہوں مگر چشمِ دل پھر بھی

بیدار ہو۔ مستقبل کے اُمور سے بذریعہ خواب آگاہ ہو جائے۔ فرشتہ اُس سے کلام کرتا ہو، جناب رسولِ خداؐ کی زرہ اُس کے جسم پر صحیح آجائے، اُس کے بول و براز کو کسی نے نہ دیکھا ہو، اُس کے جسم سے مشک سے بہتر خوشبو آئے، لوگ اپنی جانیں اپنے امام پر نثار کریں، مومن پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہو، تواضع اور فروتنی میں سب سے بہتر ہو، لوگوں کو جن نیکیوں کا حکم دے خود بھی اُن پر عمل کرتا ہو، جن چیزوں سے منع کرے خود بھی اجتناب کرتا ہو، اُس کی دُعا اس قدر مستجاب ہو کہ اگر پتھر کو چاہے تو ٹکڑے ہو جائے۔ جناب رسولِ خداؐ کے تمام اسلحہ اُس کے پاس ہوں، ذوالفقار کا وہ حامل ہو، اُس کے پاس ایک صحیفہ ہو جس پر اُس کے دوستوں اور دشمنوں کے نام تحریر ہوں، جفرِ اکبر اور جفرِ اصغر کا عالم ہو۔ جس میں تمام حالات مندرج ہیں۔ اور صحیفۂ جناب سیّدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اُس کے پاس ہو۔ اُس کا کوئی اُستاد نہ ہو علمِ لَدُنّی کا مالک ہو۔

○ کلینی سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ امام کی دس علامتیں ہیں۔ پاک و پاکیزہ مختون متولّد ہو۔ جب پیدا ہو تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر باآوازِ بلند کلمۂ شہادتین پڑھے۔ محتلم نہ ہوتا ہو۔ چشمِ دل کبھی خوابیدہ نہ ہوں، کبھی انگڑائی اور جماہی نہ لیتا ہو، سامنے کی طرح پس پشت بھی دیکھے، رسولِ خداؐ کی زرہ اس کے قد پر بالکل درست آئے، ملائکہ سے کلام کرتا ہو۔

○ حمیری نے کتاب "قرب الاسناد" میں بسندِ صحیح روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے کہا کہ میں ایک روز خدمتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام میں حاضر ہوا اور میں نے سوال کیا، یا ابن رسول اللہؐ! امام کی شناخت کیا ہے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی شناخت یہ ہے کہ امام کے پدرِ بزرگوار نے

اُن کو امامت کے واسطے منتخب کیا ہو اور خبر دی ہو، تاکہ اتمام حجت ہو جائے جس طرح جناب رسولِ خداؐ نے امیر المومنین کی امامت کی خبر دی اور آپ کو اپنا وصی منتخب فرمایا۔ دوسرے یہ کہ امام سے جو بھی سوال کیا جائے وہ عاجز نہ ہو بلکہ اس کا جوابِ شافی فوراً دے بلکہ سوال کرنے سے پہلے جوابِ سوال دیدے اور سائل جس زبان میں سوال کرے اُسی زبان میں اس کا جواب دے۔

پھر فرمایا، بیٹھ جاؤ تاکہ میں تمھیں اپنی امامت کی علامت دکھاؤں اور تم مطمئن ہو جاؤ۔ اتنے میں ایک مردِ خراسانی آیا اور اُس نے عربی زبان میں آپؑ سے سوال کیا۔ امامؑ نے اُس کا جواب فارسی (جو اُس کی مادری زبان تھی) میں دیا۔ اُس مردِ خراسانی نے کہا کہ یا حضرت! میں نے تو عربی زبان میں اِس لیے سوال کیا تھا کہ شاید آپ فارسی نہ جانتے ہوں، مگر آپ تو مجھ سے بہتر فارسی جانتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے خراسانی سے فرمایا کہ میں فارسی نہ جانوں تو تم مجھ سے افضل ہوئے اور پھر میں تمھارا امام کیسے بن سکتا ہوں جب تمھاری زبان سے ناواقف ہوں۔ پھر فرمایا، اے ابو محمد! امام سے کسی آدمی کی زبان پوشیدہ و مخفی نہیں ہے۔ وہ چرند، پرند کے علاوہ تمام ذی روح کی زبانوں سے بھی واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا امام کو ان علامتوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اگر یہ علامتیں اس میں نہ پائی جاتی ہوں تو وہ امام نہیں ہے۔

○ ابو بصیر سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ امام کی علامت کیا ہے۔ ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، پہلے یہ کہ وہ اپنے والد کا سب سے بڑا فرزند ہو علم و فضل میں سب سے افضل ہو، رسولِ خداؐ کے اسلحہ، زرہ وغیرہ جس کے پاس ہو، جس کے پاس علمِ رسولؐ ہو۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے

مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے جس کے ہر باب سے ہزار باب مزید مجھ پر روشن ہو گئے۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے ابو محمد! میرے پاس جامعہ ہے۔

میں نے عرض کیا، مولا! جامعہ کیا چیز ہے ؟

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، وہ ایک تحریر ہے جس کو جناب رسولِ مقبولؐ کے حکم سے حضرت امیر المومنینؑ نے بقلمِ خود تحریر فرمایا جسمیں ہر حلال و حرام اور ہر وہ چیز جس کی اُمت کو ضرورت ہے موجود ہے۔ پھر فرمایا ہمارے پاس مصحفِ فاطمہؑ ہے اور کسی کو کیا معلوم کہ مصحفِ فاطمہؑ کیا ہے ؟ اے ابو محمد مصحفِ فاطمہؑ قرآن مجید کی ضخامت سے سہ گُنا ہے جسمیں قرآن مجید کے علاوہ تمام گذشتہ اور آئندہ کی خبریں موجود ہیں۔

حماد بن عثمان سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زنادقہ ایک سو اٹھائیس میں ظاہر ہوں گے۔ میں نے مصحفِ فاطمہؑ میں خود دیکھا ہے۔

میں نے سوال کیا، مصحفِ فاطمہؑ کیا چیز ہے ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، جب جناب رسالت پناہؐ نے اِس دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرت فاطمہ زہراؑ پارۂ جگرِ رسولِ خداؐ نہایت غمزدہ تھیں۔ گریہ و زاری کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ خداوندِ عالم نے اپنے حبیبؐ کی محبوب بیٹی فاطمہ زہراؑ کی دلجوئی کا یہ انتظام فرمایا کہ ایک فرشتہ متعین فرمایا، تاکہ وہ آئندہ کے تمام ہونے والے واقعات جناب فاطمہ زہراؑ کو سنا کر اس طرف متوجہ رکھے۔ فرشتہ حالات سناتا رہتا تھا اور جناب امیر المومنین تحریر فرماتے رہتے

تھے۔ اس کا نام مصحفِ فاطمہؑ ہے جس میں اشیاءِ حلال و حرام ہی کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف علومِ آئندہ کا تذکرہ ہے۔

○ ابی یحییٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا۔ آپؑ نے فرمایا اے ابی یحییٰ! خدا نے ہمیں بڑے بلند مراتب عطا فرمائے ہیں۔ ہر شبِ جمعہ کو اللہ تعالیٰ ہر نبی اور امام کی روح کو اور تمھارے موجودہ امام کو اجازت دیتا ہے کہ وہ عرش کی سیر کو آئیں۔ جب وہ سب عرش پر جاتے ہیں تو ہر قائمۂ عرش کے قریب دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور بیشمار علوم لیکر واپس ہوتے ہیں اور تمھارا امامؑ بھی اپنے اندر غیر معمولی علوم کا اضافہ پاتا ہے۔

○ سیف تمّار کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے ہمراہ ہوتا تو اُن کو یقین کرنا پڑتا کہ میں ان سے زیادہ دانا اور باخبر ہوں۔ اُن کو کچھ ایسی باتیں بتاتا جن سے وہ بے خبر تھے کیونکہ وہ تو صرف گذشتہ کے حالات کا علم رکھتے تھے اور ہمیں گذشتہ اور آئندہ کے عجائب و غرائب سب کا علم جناب رسولِ خداؐ سے میراث میں پہونچا ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ رحیم و کریم خدا اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے، اُس نے آسمان و زمین کے صبح و شام ہونیوالے حالات سے ہمیں باخبر رکھا ہے

نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں جبرئیلِ امین دو انار لائے۔ آنحضرتؐ نے ایک انار خود تناول فرمالیا اور دوسرے کے دو حصے کیے۔ نصف خود تناول فرمایا اور نصف جناب علیٔ مرتضیٰؑ کو کھلایا اور فرمایا اے علیؑ! معلوم ہے کہ یہ دو انار کیسے تھے؟ ایک انار میں پیغمبری تھی جس میں تم شریک نہیں تھے اور دوسرا انار علم تھا۔ جس میں ہم دونوں شریک ہیں۔ راوی نے سوال کیا کہ حضرت علیٔ مرتضیٰؑ علم میں رسولِ خداؐ کے کس طرح شریک تھے؟ آپؑ نے

ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے کوئی علم اپنے رسولؐ کو تعلیم نہیں فرمایا جس میں یہ ہدایت نہ فرمائی ہو کہ اس کو علیؑ تک پہونچا دو اور اس طرح وہ علم ہم تک بھی پہونچا۔

پھر ارشاد فرمایا، جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ دریا کے کنارے ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہتے تھے تو اُنھوں نے ایک طائر کو دیکھا جس نے ایک قطرہ مشرق کی طرف، دوسرا مغرب کی جانب تیسرا آسمان کی طرف اور چوتھا زمین پر پھینکا اور پانچواں قطرہ دریا میں ڈال دیا۔ دونوں حیران تھے کہ یہ کیا معمّہ ہے۔ کہ ایک صیّاد دریا سے برآمد ہوا اور اُس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کو بتلایا کہ یہ پرندہ جو دریا سے نکلا اور چار قطرے ہر چہار جانب پھینکے، اس کا مطلب یہ تھا کہ آخری زمانہ میں ایک پیغمبر پیدا ہوگا جس کے پاس مشرق و مغرب آسمان و زمین کا علم ہوگا اور یہ پانچواں قطرہ جو دریا میں ڈالا وہ علم مثل دریا کے ہے جو اُس کے ابنِ عم اور وصی کے پاس ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ صیّاد غائب ہوگیا، جس سے وہ سمجھ گئے کہ یہ کوئی من جانب اللہ، فرشتہ تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، کہ میں از اوّل تا آخر کتابِ خدا کا علم رکھتا ہوں اور وہ قرآن جس میں زمین و آسمان، گذشتہ اور آئندہ کی خبریں ہیں وہ گویا سب ہماری مٹھی میں ہیں۔ ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے دو اسمِ اعظم حضرت عیسیٰؑ کو تعلیم فرمائے تھے جن سے وہ معجزات ظہور میں آئے جو اُن سے منسوب ہیں اور حضرت موسیٰؑ کو چار اسمِ اعظم تعلیم فرمائے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو آٹھ اسمِ اعظم اور حضرت نوحؑ کو پندرہ اسمِ اعظم اور حضرت آدمؑ کو پچیس اسمِ اعظم تعلیم فرمائے۔ کل اسمِ اعظم تہتر ہیں۔ جن میں سے بہتّر پیغمبرِ آخر الزمان کو تعلیم فرما دیے اور ایک اسمِ اعظم کسی کو بھی تعلیم نہ فرمایا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم کے تہتر ۷۳ اسمِ اعظم ہیں جن میں سے صرف ایک اسم آصف بن برخیاؑ کو معلوم تھا جس کے ذریعے سے چشم زدن میں تختِ بلقیس کو لاکر حاضر کیا تھا اور ہم بہتر اسمِ اعظم جانتے ہیں۔ ایک اسم ایسا ہے جس کو سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ ○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا حضرت آدمؑ کے پاس تھا، یہاں تک کہ حضرت شعیبؑ کے پاس آیا، اُن سے حضرت موسیٰؑ کو ملا، اور اب وہ ہمارے پاس ہے اور اب تک وہ سرسبز ہے گویا آج ہی درخت سے جُدا کیا گیا ہے۔ اُس سے بات کی جائے تو وہ جواب دیتا ہے اور وہ سلسلہ بہ سلسلہ ہمارے قائمؑ تک پہونچے گا۔ اور جب وہ دشمنوں کی طرف اس کو ڈالیں گے تو وہ اپنا منہ کھول کر اژدہے کی طرح اُن کو نگل جائے گا۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، الواحِ موسیٰؑ اور عصائے موسیٰؑ ہمارے پاس ہے۔ ہم ہیں پیغمبروں کے وارث۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "جب قائم آلِ محمدؑ کا مکہ سے ظہور ہوگا تو حکم ہوگا کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ کھانے اور پینے کی چیز نہ لے اور ایک سنگِ موسیٰؑ کو اونٹ کی پشت پر اپنے ہمراہ رکھیں گے جس سے بوقتِ ضرورت یہ چیزیں خود بخود مہیا ہو جائیں گی۔

○ مفضل سے روایت ہے اُن کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا، جانتے ہو پیراہنِ حضرت یوسفؑ کیا تھا؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں مولا، میں لاعلم ہوں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا، جب حضرت ابراہیمؑ کو آتشِ نمرود میں ڈالا گیا تو خداوندِ عالم نے اُن کے لیے ایک پیراہن بھیجا جو گرمی و سردی کے اثرات کو قبول نہیں کرتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ بوقتِ رحلت اُس پیراہن کو حضرت اسحاقؑ کو دے گئے تھے اور حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوبؑ تک پہونچا اور آپؑ نے اپنے بیٹے یوسفؑ کو دیا اور وہ وہی پیراہن تھا جس کو سونگھ کر حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔

مفضل نے سوال کیا، مولا! پھر وہ پیراہن کہاں گیا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، پھر وہ اپنے اہل کے پاس گیا یعنی آلِ محمدؑ کے پاس، اور اب وہ ہمارے پاس ہے، اور تبرکاتِ جنابِ رسولِ خداؐ، تابوتِ بنی اسرائیل، اسلحہ اور زرہ جناب رسولِ خداؐ سب کچھ ہمارے پاس ہیں اور یہ چیزیں جس کے پاس ہوں گی وہی وصی اور جانشینِ رسولِ خداؐ ہو سکتا ہے۔

اے مفضل! وصیٔ رسولِ خداؐ وہ ہے جس کے پاس فرشتے آئیں، فرشتے اُس کے پیچھے نماز ادا کریں، دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں، اُس کو مرنے والے بادشاہ اور ہونے والے بادشاہ کی خبر دیں۔

○ بسندِ معتبر سدیر صیرفی سے روایت ہے کہ مدینہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے ایک کام کے انجام دینے کے لیے باہر جانے کا حکم دیا۔ میں ابھی راستے ہی میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھے خط دیا جس کی مُہر بالکل تازہ تھی۔ میں نے کھولا تو امامؑ کا خط تھا جس میں کچھ تازہ ہدایات مندرج تھیں۔ میں حیران ہوا کہ یہ فرشتہ ہی ہو سکتا ہے جو اس قدر جلد خط لے آیا۔

واپسی پر میں نے امام عالیمقامؑ سے معلوم کیا، کہ، مولا! کیا وہ خط آپ نے کسی فرشتے کے ذریعے سے میرے پاس بھیجا تھا؟ آپؑ نے فرمایا، نہیں وہ جن تھا

اور اکثر و بیشتر وہ ہماری خدمت میں حاضر رہتا ہے۔

o ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ تھا کہ دور سے ایک کتّا آتا ہوا دکھائی دیا جب قریب آیا تو وہ ایک طائر تھا۔ میں نے تعجب سے عرض کیا، مولا! یہ کیا چیز ہے؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا، یہ ایک جِنّ ہے جو ہشام کی موت کی خبر لیکر آیا ہے۔

o کلینیؒ سے روایت ہے کہ سعد اسکاف کا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب رخصت ہونے کی میں نے اجازت چاہی تو ارشاد فرمایا، ابھی توقّف کرو۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بلندقامت زرد چہرے والے داخلِ بیت الشرف ہوئے۔ میں نے عرض کیا مولا! یہ کون لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا، یہ تمھارے برادر جنّات ہیں جو اپنے دینی مسائل حلال و حرام کی معلومات کے لیے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

o حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علیہ السلام منبرِ مسجدِ کوفہ پر تشریف فرما تھے کہ ایک اژدہا درِ مسجد سے داخل ہوا۔ لوگوں نے اُس کو مارنا چاہا۔ آپؑ نے منع فرمایا۔ اژدہا منبر کے قریب جا پہونچا، بلند ہوا اور امیر المومنینؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے اُس سے آنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ اُس نے کہا، مولا! میں عمر بن عثمان ہوں جس کے باپ کو آپؑ نے جنّات کا خلیفہ مقرر فرمایا تھا، اُس کا انتقال ہوگیا ہے اور مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا حکم بجا لاؤں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ میری جانب سے تو اپنے باپ کی جگہ کارِ خلافت انجام دے۔

راوی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا عمر بن عثمان آپ کے پاس آتا ہے اور کیا اُس پر آپ کی اطاعت بھی واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا، ہاں۔

o نعمان ابنِ بشیر سے روایت ہے کہ ہم جابر بن یزید جعفی کے ہمراہ جب مدینہ سے بعدِ زیارتِ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو ہم نے دیکھا ایک طویل القامت انسان ہماری طرف آیا اور اُس نے جابر کو ایک خط دیا۔ جس پر تازہ مُہر تھی۔ جابر نے وہ خط لیکر چوما اور آنکھوں سے لگایا پھر اُس کو کھول کر پڑھا اور نہایت غمگین ہوئے۔ جب ہم کوفہ پہونچے تو ایک روز میں جابر سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ وہ بانس کی لکڑی (لاٹھی) پر سوار ہیں کوفہ کی گلی کوچوں میں بچوں کے ساتھ یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ منصور کوفے کا امیر بن گیا۔ جابر نے میری طرف دیکھا مگر کوئی بات نہیں کی، چند اشعار پڑھے اور لاٹھی پر سوار کوفے کے بچّوں کے ساتھ گلی کوچوں میں دوڑتے رہے۔ لوگوں نے کہا، افسوس کہ جابر دیوانے ہوگئے

چند روز کے بعد ہشام ابن عبد الملک کا حکمنامہ والیٔ کوفہ کو پہونچا کہ جابر کو قتل کر کے اُس کا سر ہمارے پاس بھیج دو۔

والیٔ کوفہ نے لوگوں سے پوچھا کہ جابر کون شخص ہے؟

لوگوں نے کہا، ایک عالم و فاضل راوی اور محدّث ہیں جنھوں نے بہت سے حج کیے ہیں لیکن اب دیوانے ہوگئے ہیں۔

والیٔ کوفہ نے کہا، الحمد للہ، کہ مجھ پر اُن کا قتل کرنا ضروری نہیں ہے

اس واقعے کے چند روز کے بعد منصور کو کوفے کا حاکم بنا دیا گیا اور جابر کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

o جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ:

خدا کے دو علم ہیں، ایک مخصوص اُس کی ذات کے واسطے ہے جو دوسروں کو تعلیم نہیں کیا گیا، اور دوسرا علم انبیاء اور ملائکہ کو تعلیم کیا گیا جو ہم تک پہونچا ہے

○ باسنادِ صحیح ائمہ علیہم السّلام سے روایت ہے کہ توریتِ موسیٰؑ، انجیلِ عیسیٰؑ، زبورِ داؤدؑ، وصحفِ ابراہیمؑ اور جملہ انبیاء کے صحیفے ہمارے پاس موجود ہیں اور جس طرح وہ پڑھتے تھے، ہم بھی پڑھتے ہیں اور اُن کی تفاسیر سے واقف ہیں

○ جویریہ بن مسھر سے منقول ہے کہ ہم جناب امیرالمومنین علیہ السّلام کے ہمراہ جنگِ خوارج سے جب واپس ہوئے اور سرزمینِ بابل پر وارد ہوئے تو آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! اس سرزمین سے تیزی سے گذرنے کی کوشش کرو کیونکہ اس سرزمین پر عذابِ الٰہی تین مرتبہ نازل ہو چکا ہے اور یہ سب سے پہلی زمین ہے جس پر بُتوں کی پرستش کی گئی ہے

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ عصر ادا کریں اور اِس سرزمین پر نماز نہ پڑھیں۔ چنانچہ ہم جلدی جلدی وہاں گذر رہے تھے کہ سورج غروب ہو گیا، لیکن جناب امیرالمومنینؑ نے یہاں سے نکل کر وضو فرمایا، ہم نے بھی بڑی حیرانی میں وضو کیا کیونکہ نمازِ عصر کا وقت تو ختم ہو چکا تھا۔ تاہم آپؑ نے نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور اذان کہنے کے لیے فرمایا۔ میں متعجب ہوا جب آپؑ نے غروب شدہ آفتاب کو اپنی انگشتِ مبارک کے اشارہ سے واپس عصر کے مقام پر پہونچا کر نمازِ عصر فرمائی ہم سب نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ پھر آفتاب غروب ہو گیا اور ستارے نمودار ہو گئے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا اے جویریہ! تم اس قدر متعجب نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فسبح باسم ربك العظيم" میں نے اللہ تعالیٰ کو اُس کے عظیم اسم سے پکارا اس نے میرے واسطے آفتاب

کو پلٹا دیا۔

○ صفار نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ ہم حضرت امیرالمومنینؑ کے ہمراہ ایک مقام پر پہونچے جس کا نام عاقول تھا، وہاں ایک خشک درخت کے قریب پہونچے۔ حضرت نے اُس پر ہاتھ مارا اور فرمایا، خدا کے حکم سے اپنی اصلی حالت پر پلٹ آ۔ درخت سے فوراً شاخیں پھوٹ نکلیں اور امرود کی شکل کے پھل نمودار ہو گئے۔ دوسرے روز جب ہم نے اس کو دیکھا تو وہ بعینہٖ سرسبز وشاداب تھا۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام بغرضِ عمرہ تشریف لے جا رہے تھے کہ اولادِ زبیر میں سے ایک شخص آپؑ کے ہمراہ ہو لیے۔ راستہ میں ایک درخت کے نیچے قدرے آرام فرمایا اُس زبیری نے درخت کی طرف دیکھ کر کہا، کاش! اس درخت پر رُطب ہوتے اور ہم کھاتے!

حضرت امام حسن علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، کیا رُطب کھانے کو دل چاہتا ہے۔؟

اُس زبیری نے کہا، جی ہاں یا حضرت۔

حضرتؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بطرفِ آسمان بلند فرما کر دُعا کی، بس فوراً ہی درخت سرسبز وشاداب ہوا اور رُطب نمودار ہو کر بہار دینے لگے۔ شتربان یہ دیکھ کر گویا ہوا کہ واہ کیسا جادو کیا ہے کہ دیکھتے دیکھتے خشک درخت پھلدار ہو گیا حضرتؑ نے فرمایا، جادو نہ کہو، بلکہ فرزندِ رسولِ خداؐ کی دعا قبول ہوئی ہے

○ سلمان ابنِ خالد سے روایت ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادقؑ کے ہمراہ ایک خشک درختِ خرما کے قریب پہونچے۔ امامؑ نے درخت کو حکم دیا کہ اے

درخت حکمِ خدا کے مطیع اور فرمانبردار! ہمیں اُس کے حکم سے اپنے پھلوں کا ذائقہ چکھا دے۔ فوراً ہی درخت سے تازہ رُطب رنگ برنگ کے نمودار ہو کر زمین پر گرنے لگے سب نے سیر ہو کر کھائے۔ عبداللہ بلخی نے کہا، یا ابن رسول اللہ! جو چیز حضرت مریمؑ کے واسطے سُنی تھی وہ آج ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

○ حسن بن عبداللہ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا۔ سامنے ایک درخت تھا، حضرت نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ جا کر اُس سے کہو کہ تجھے امام نے طلب فرمایا ہے۔ وہ شخص گیا، اور درخت سے جونہی کہا وہ فوراً زمین کو چیرتا ہوا خدمتِ امام میں جا پہونچا۔ آپؑ نے حکم دیا، اپنی جگہ واپس پلٹ جا۔ وہ واپس پلٹ گیا۔

○ حسن نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا۔ آپؑ حضرت پیغمبرِ آخرالزمان کے وارث ہیں۔؟

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، بیشک میں وارث ہوں آنحضرتؐ کا۔

• میں نے عرض کیا، رسول خداؐ تمام پیغمبروں کے وارث تھے۔ جو اوصاف دیگر انبیاء میں تھے وہ آنحضرتؐ میں بھی ہوں گے، اور آپ میں بھی؟

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، بیشک ایسا ہی ہے۔

• میں نے عرض کیا، کیا آپ مردے کو زندہ اور نابینا کو بینا کر سکتے ہیں۔؟ آپؑ نے فرمایا، ہاں، خدا کے حکم سے ایسا ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا میرے قریب آؤ۔ میں قریب گیا حضرت نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا فوراً دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ ہر چیز مجھے نظر آنے لگی۔ پھر فرمایا، کیا بینا ہی رہنا چاہتے ہو؟ یا اپنی پہلی ہی حالت پر پلٹ کر جنت کے حقدار ہونا چاہتے ہو؟

میں نے کہا، پہلی حالت ہی پر رہنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے پھر میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو میں اپنی پہلی ہی حالت پر آگیا۔

○ علی بن مغیرہ سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام منیٰ میں ایک عورت کی طرف سے گذرے جو خود اور اُس کے بچے اپنی گائے کے مرجانے کے باعث رو رہے تھے۔ آپؑ نے اُس سے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔

اُس نے کہا، یہ بچے یتیم ہیں، یہ گائے ہمارے لیے ذریعۂ معاش تھی جو مر گئی ہے اب ہمارے معاش کا ذریعہ ختم ہو گیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، کیا تیرے لیے اس کو زندہ کر دوں؟ اُس نے کہا۔ ہاں۔ چنانچہ آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی، ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور گائے کے قریب جا کر ایک ٹھوکر ماری اور کہا "قم باذن اللہ" اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ گائے زندہ ہو گئی۔

یہ دیکھ کر عورت حیران و ششدر رہ گئی اور چلائی کہ کعبہ کی قسم آپ عیسیٰؑ بن مریمؑ ہیں۔ آپ نے فوراً خود کو اُس اژدحام میں پوشیدہ فرمایا، تاکہ لوگوں کو معلوم نہ ہو۔

○ داؤد بن کثیر سے روایت ہے کہ میں اپنی زوجہ کے ہمراہ زیارتِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو گیا۔ راستے میں بیوی انتقال کر گئی۔ میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔

• آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ جاؤ اور تم دیکھو گے کہ وہ کھانا کھا رہی ہوگی۔

• میں واپس آیا اور دیکھا، واقعی وہ کھانا کھانے میں مشغول تھی۔

○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز میں اور میرے پدرِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مقامِ عریض کی طرف

جارہے تھے کہ راستے میں ایک مقدس شخص سفید ریش سے ملاقات ہوئی۔ پدرِ بزرگوار اُن کو دیکھ کر بصد احترام آگے بڑھے اور اُن کو بصد احترام سلام کیا، پیشانی و دست بوسی کی اور فرمایا میں آپ پر فدا۔ اُنھوں نے آپ کو چند نصیحتیں کیں اور روانہ ہو گئے۔ یہ میرے جدِ امجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔

○ سماعہ سے منقول ہے کہ میں ایک روز بعدِ وفاتِ حضرت امام محمد باقرؑ خدمتِ امام جعفر صادق علیہ السلام میں پہونچا۔ آپؑ نے فرمایا میرے والدِ ماجد کو دیکھنا چاہتے ہو۔؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا، اس گھر میں داخل ہو جاؤ۔

جب میں وہاں پہونچا تو میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ پھر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بعدِ شہادت جناب امیر المومنینؑ کچھ شیعہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوالات کیے۔ آپ نے اُن کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد فرمایا "میرے پدرِ بزرگوار جناب امیر المومنینؑ کو اگر دیکھو گے تو کیا اُنھیں پہچان لو گے؟"

اُنھوں نے کہا، ضرور پہچان لیں گے۔

آپؑ نے فرمایا، سامنے سے یہ پردہ اُٹھاؤ۔ اُنھوں نے پردہ اُٹھایا تو دیکھا کہ جناب امیر المومنینؑ سامنے تشریف فرما تھے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب امیر المومنین علیہ السلام نے صفین کا قصد فرمایا، دریائے فرات عبور کر کے ایک پہاڑ کے قریب پہونچے تو نمازِ عصر کے واسطے آپؑ نے وضو فرمایا۔ اذان دی گئی، جیسے ہی اذان تمام ہوئی وہ پہاڑ شگافتہ ہوا اور ایک آواز آئی "اے وصیِ خاتمِ

پیغمبران، یا امیر المومنینؑ! آپ پر سلام ہو۔

آپؑ نے جواب میں فرمایا علیکَ السّلام اے برادرِ من شمعون بن حمون وصیِ عیسیٰؑ بن مریمؑ، کیا حال ہے تمھارا؟

جواب میں اُنھوں نے "الحمدللہ" کہ آپ پر رحمتِ پروردگار ہو کہا اور یہ بھی فرمایا کہ "میں حضرت عیسیٰؑ کا منتظر ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور آپؑ کے فرزند کی نصرت فرمائیں، اے امیر المومنینؑ! اگر ان لوگوں کو معلوم ہوتا کہ آپؑ کا مرتبہ پیشِ پروردگار کیا ہے تو ہرگز ہرگز آپؑ سے ارادۂ جنگ نہ کرتے اور وہ لوگ جو آپؑ کی مدد کر رہے ہیں اُن کو اگر علم ہوتا کہ اس میں کیا ثواب ہے تو اپنے اجسام کے پارہ پارہ ہونے کی دُعائیں کرتے۔ والسّلام

اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام مشغولِ نماز ہوئے۔ اصحاب میں سے عمّار بن یاسرؓ، مالکِ اشترؓ، ابنِ عباس وغیرہم نے سوال کیا یا امیر المومنینؑ یہ کس شخص کی آواز تھی؟ آپؑ نے فرمایا کہ شمعون وصیِ حضرت عیسیٰؑ کی آواز تھی۔

○ عبادہ اسدی سے روایت ہے کہ میں جب ایک روز جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہونچا تو آپ ایک شخص سے گفتگو میں مشغول تھے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے جناب امیر المومنینؑ سے سوال کیا کہ یہ کون شخص تھا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، یہ وصیِ حضرت موسیٰؑ (ہارونؑ) تھے۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے وقتِ رحلت مجھ سے فرمایا کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے غسل و کفن کے بعد بٹھا دینا اور جو کچھ سوال کرنا چاہو مجھ سے سوال کرنا، اس کا جواب تمھیں ملے گا۔

○ حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ مکّہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جس کے گلے میں

زنجیر بھی اور ایک دوسرا شخص اُس کو گھسیٹ رہا تھا۔ وہ روتا تھا اور بار بار
پانی مانگتا تھا۔ وہ شخص کہتا تھا کہ اے بدبخت ونحس ترین! تیرے واسطے
پانی نہیں ہے۔ اور یہ وہی شخص تھا جس نے آپؑ سے (امیرالمومنینؑ سے) صفین
میں جنگ کی اور قرآن مجید نیزوں پر بلند کیے۔

ایسی ہی روایت جناب امام زین العابدین و امام جعفر صادق علیہما السلام سے
بھی منقول ہے۔

○ ابوحمزہ ثمالی ناقل ہیں کہ میں حضرت علی ابن الحسینؑ علیہ السلام کی
خدمت میں حاضر تھا کہ کچھ چڑیاں شور کرتی ہوئی آئیں۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے ابوحمزہ! سمجھتے ہو یہ کیا کہہ رہی
ہیں؟ یہ پروردگارِ عالم کی تسبیح میں مصروف ہیں اور اُس سے آج کی روزی طلب
کر رہی ہیں۔

○ فضیل ابن یسار سے منقول ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی
خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جوڑا کبوتروں کا دیوار پر آ بیٹھا اور کبوتر نے غٹرغوں
کرنا شروع کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، جانتے ہو یہ کبوتر کیا کہہ رہا ہے؟

میں نے عرض کیا، نہیں "یا حضرت"۔

آپؑ نے فرمایا، یہ اپنی مادہ سے کہہ رہا ہے کہ اے میری رفیقِ حیات
اے میری شریکِ حیات! دنیا میں تجھ سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں ہے
مگر میرا یہ امام اور مولا و آقا جو اس وقت ہمارے سامنے تشریف فرما ہے تجھ سے
بھی کہیں زیادہ مجھے محبوب ہے۔

○ محمد بن مسلم سے معتبر روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت امام محمد باقرؑ
کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک جوڑا کبوتروں کا آیا، حضرت سے ہمکلام ہوا اور چلا گیا

میں نے امام علیہ السلام سے اس کے متعلق استفسار کیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے محمد بن مسلم! خداوند عالم نے ہر جاندار کو انسانوں
سے بھی زیادہ ہمارا مطیع و فرمانبردار بنایا ہے۔ یہ کبوتر اپنی مادہ سے بدگمان تھا
مادہ اپنی پاکدامنی کا ثبوت پیش کرتی تھی مگر کبوتر اس سے مطمئن نہ تھا۔ چنانچہ مادہ
نے کہا کہ اچھا اگر امام محمد بن علیؑ علیہ السلام کے فیصلے پر تم راضی ہو جاؤ گے کبوتر نے
کہا بیشک وہ میرے مولا و آقا ہیں۔

میں نے کبوتر سے کہہ دیا کہ تیری مادہ سچ کہتی ہے یہ بے قصور ہے۔
لہٰذا وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

○ سلمان جعفری سے منقول ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی
خدمت میں آپ کے باغ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک چڑیا آئی اور زمین پر لوٹ کر فریاد
کرنے لگی۔ امام علیہ السلام اُٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے اور باہر واپس آکر مجھ سے
فرمایا، اے سلمان! معلوم ہے یہ چڑیا کیا کہہ رہی تھی۔؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں۔

فرمایا، اس کے بچے ایک سانپ کھا جاتا تھا۔ آج بھی وہ سانپ اس
کے بچوں کو کھانے آیا تھا، یہ اس کی شکایت اور مجھ سے پناہ کے لیے آئی تھی میں
نے جا کر اس سانپ کو مار دیا۔

○ احمد بن ہارون سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
میرے خیمے میں تشریف لائے اور گھوڑے کو طنابِ خیمہ کے قریب چھوڑ دیا اور
مجھ سے گفتگو میں مصروف ہو گئے۔ یک لخت گھوڑے کی آواز بلند ہوئی امامؑ
اس کی آواز پر متبسم ہوئے اور فرمایا۔ جا پیشاب کر کے جلد واپس آ۔ گھوڑا وہاں
سے بہت دور چلا گیا اور پیشاب کر کے واپس آیا۔ آپؑ نے فرمایا، اے ابن ہارون

تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور آلِ داؤد سے زیادہ کرامات حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عطا فرمائی ہیں۔

○ محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ہمراہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہا تھا کہ ایک پہاڑ سے ایک بھیڑیا اترا اور دوڑتا ہوا امامؑ کے گھوڑے کے قریب آیا اور دونوں ہاتھ بلند کر کے اپنا مُنہ زین پر رکھ دیا۔ امامؑ نے گردن جھکا کر اُس کی بات سُنی، پھر جواب میں کچھ فرمایا۔ وہ مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔ امامؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم کچھ سمجھے اس نے مجھ سے کیا کہا؟

میں نے عرض کیا، جی نہیں مولا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ اس کی مادہ دردِ زہ میں مبتلا ہے، کہنے لگا کہ حلّالِ مشکلات! میری مادہ کے لیے دعا فرمائیے تاکہ مشکل آسان ہو جائے اور یہ بھی دُعا فرمائیے کہ میری اولاد کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ آپکے کسی شیعہ کو نہ ستائے۔

○ منقول ہے کہ ایک روز حضرت علی بن الحسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی فریاد کرتی ہوئی آئی۔ آپؑ نے اصحاب سے فرمایا، آپ لوگ سمجھے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے؟

اُنھوں نے کہا، جی نہیں مولا، ہمیں علم نہیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، یہ کہہ رہی ہے کہ فلاں قریشی نے میرے بچے کو پکڑ لیا ہے۔ آپ اس سے سفارش فرما کر میرا بچہ واپس دلا دیجیے تاکہ میں اسے دودھ پلا دوں اور بچہ اُسی کو واپس کر دوں گی۔

امامؑ نے اصحاب سے فرمایا، آؤ اُس قریشی کے گھر چلیں اور اس ہرنی

کی ضرورت پوری کر دیں۔

چنانچہ آپ اس کے گھر تشریف لے گئے اس کو بُلایا اور فرمایا کہ وہ ہرنی کا بچہ جو آج تم نے پکڑا ہے اس کو میری سفارش پر اتنی مہلت دیدو کہ وہ اپنی ماں کے پاس جا کر دودھ پی کر واپس آئے۔

قریشی بچے کو لیکر آیا، ہرنی نے اپنے بچے کو دودھ پلایا اور واپس کر دیا امام علیہ السلام نے قریشی سے فرمایا کہ یہ بچہ ہمیں دے دو۔ اُس نے بچہ بخوشی آپؑ کے سپرد کر دیا، آپؑ نے بچہ ہرنی کو عطا کیا۔ ہرنی نے سر آسمان کی جانب بلند کیا گویا وہ اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ اصحاب نے سوال کیا، مولا یہ کیا کہہ رہی ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، پروردگارِ عالم کی جناب میں دعا کر رہی ہے کہ جیسے میرے بچے کو مجھ سے ملایا ہے، یا اللہ اُن کے بچوں کو بھی ان سے ملا۔

○ یونس بن طبیان سے روایت ہے کہ ایک روز ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؑ نے فرمایا کہ خدا نے ہمیں زمین کے خزانوں کا مالک بنایا ہے اور کہہ کر ایک ٹھوکر زمین پر ماری جس سے سونا باہر نکل آیا۔

ہم نے عرض کیا، مولا! جب آپ خزانوں کے مالک ہیں تو اپنے نادار شیعوں کو کیوں محروم رکھ چھوڑا ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا، یہ دولتِ دنیا تو فانی ہے ہم اپنے شیعوں کے لیے فانی چیز کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُن کے حصّے میں دولتِ آخرت جو غیر فانی ہے لکھ دی ہے۔

○ منقول ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ

میں تشریف فرما تھے۔ اصحاب نے کہا، یاامیرالمومنینؑ! یہ کیابات ہے کہ مال و
دولت آپ کے دوستوں سے زیادہ آپ کے دشمنوں کو دیا گیا ہے ؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، کیا تمھارا خیال ہے کہ ہم مالِ دنیا کے خواہشمند
ہیں اور خدا ہمیں دولت عطا نہیں کرتا، یہ کہکر آپؑ نے کچھ سنگریزے اُٹھائے
لوگوں نے دیکھا کہ وہ سب بیش قیمت جواہرات تھے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اگر ہم چاہیں تو تمام روئے زمین جواہرات
بن جائے، مگر ہم دولتِ دنیا کے طلب گار نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ تمام
جواہرات پھینک دیے جو پھر سنگریزے بن گئے۔

○ عبدالصمد بن علی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت امام علی بن الحسینؑ
علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا، میں منجم ہوں آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا میں تجھے
ایسے شخص کی خبر دوں جس نے، جب سے تو آیا ہے، چودہ عالموں کی، جو ہر عالم
اِس دنیا سے تین گنا بڑا ہو سیر کی ہو۔

اُس نے کہا، ایسا کون آدمی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا، وہ میں ہوں اور تو کہے تو میں بتلاؤں، تو نے آج
کیا کھایا ہے اور گھر میں کیا چھپا کر رکھ آیا ہے۔؟

○ علی بن حسان سے روایت ہے کہ میں سامرہ میں تھا کہ میں نے
سُنا ایک شخص دعوائے پیغمبری کرتا ہے جس کو شام سے گرفتار کرکے لایا گیا
ہے، مقید ہے۔ میں اُس کے پاس گیا اور اُس کا حال دریافت کیا۔ اُس نے
کہا، میں شام میں اس مقام پر جہاں سرِ اقدس حضرت امام حسینؑ رکھا گیا
مصروفِ نماز تھا کہ ایک شخص نمودار ہوا اور مجھ سے کہا اُٹھ میرے ہمراہ چل۔ میں
اُن کے ہمراہ چل دیا، کچھ دور چلے تھے کہ مسجدِ کوفہ میں پہونچ گئے۔ انھوں نے مجھ

سے پوچھا، کہ یہ کونسا مقام ہے ؟

میں نے عرض کیا، مسجدِ کوفہ ہے۔ ہم دونوں نے وہاں نماز پڑھی
پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور آنِ واحد میں مسجدِ مدینہ میں جا پہونچے۔ ہم دونوں
نے وہاں بھی نماز پڑھی اور زیارتِ جناب رسولِ خداؐ سے مشرف ہوئے، پھر
ہم مکہ جا پہونچے، حج بجالائے، جب حج سے فارغ ہوئے تو میں نے خود کو
پھر شام میں پایا اور وہ شخص غائب ہو گیا۔ جب دوسرا سال ہوا تو وہی شخص
پھر نظر آیا مجھے حج کرایا اور انھیں مقامات کی زیارت کرائی اور پھر شام میں
پہونچا دیا۔ میں حیران ہوا اُن کو خالقِ حقیقی کی قسم دلاکر دریافت کیا آپ کون ہیں
کچھ دیر سر جھکا کر خاموش کھڑے رہے پھر فرمایا میں محمد بن علیؑ بن موسیٰؑ ہوں۔

یہ خبر مشہور ہو گئی، یہانتک کہ عبدالملک کو پہونچی، اُس نے مجھے بلاکر
قید کر دیا۔

میں نے کہا اُس کو یہ سب واقعہ لکھ کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دے
شاید وہ تجھے رہا کر دے۔ میں نے دوات و قلم مہیا کیا۔ اُس نے تمام واقعہ
لکھ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ جو ایک رات
میں تجھے اتنے مقامات پر لے گیا وہی تجھے قید سے نجات دلادے گا، میرے
پاس لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

میں یہ جواب سُن کر رونے لگا بعدہٗ اُس کو تسلی تشفی دی۔ دوسرے
روز اس کی خبر گیری کے لیے قید خانے گیا، دیکھا کہ سارے محافظ حیران و
پریشان تھے اور کہتے تھے کہ وہ قیدی خدا معلوم کہاں گیا۔ قید خانے کے
دروازوں پر تالے لگے ہوئے نمعلوم زمین کھا گئی یا آسمان پر چلا گیا۔

○ حفص تمار سے روایت ہے کہ معلی بن خنیس کو جس زمانہ میں پھانسی

دی جانیوالی تھی، میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا
آپؑ نے فرمایا معلی نے میری بات پر عمل نہیں کیا اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا میں نے
ایک روز اس کو کچھ غمزدہ دیکھا اور اس سے کہا کہ کیا اہلِ و عیال سے جُدائی
کا الم ہے ؟

اُس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے اُس کے مُنہ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور پھر سوال کیا، اب تم کہاں ہو؟

اُس نے کہا، اپنے اہل و عیال کے پاس ہوں۔

میں نے پھر کافی دیر کے بعد اُس کے مُنہ پر ہاتھ پھیرا اور سوال کیا
اب تم کہاں ہو؟

اُس نے کہا، آپ کے پاس مدینہ میں ہوں۔

میں نے اُس سے کہا، اے معلی جو ہماری باتوں اور ہمارے راز کی
حفاظت کرتا ہے خدا اُس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اے معلی ہمارے راز کو غیروں
پر ظاہر نہ کرو جو ہمارے راز کو ظاہر کرتا ہے وہ مارا جاتا ہے (قتل ہو جاتا ہے)
یا اسیر و قیدی ہو جاتا ہے۔ تو نے اس پر عمل نہ کیا لہٰذا موت کے لیے تیار
ہو جا۔ جو لوگ ہمارے راز کو پوشیدہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا و دین اُس
کی بہتر کرتا ہے اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کرتا ہے
جس کے باعث لوگوں میں محترم ہو جاتا ہے۔

○ عبداللہ ابن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا ایک حوض ہے جو بصرہ اور یمن کے
درمیان ہے کیا تم دیکھنا چاہتے ہو۔

میں نے عرض کیا، مولا بیشک میری خواہش ہے کہ دیکھوں۔

آپ ہاتھ پکڑ کر مجھے مدینہ سے باہر لائے اور زمین پر پیر مارا،
تو ایک بڑی نہر نظر آئی جس میں ایک طرف سفید اور نہایت شفاف پانی
جاری تھا، دوسری طرف صاف و شفاف دودھ بہہ رہا تھا، درمیان میں
نہایت سُرخ اور شوخ رنگ کی شراب دونوں کے درمیان ایک دوسرے
کو جُدا کر رہی تھی اور بڑا خوشنما منظر پیش کر رہی تھی۔

میں نے عرض کیا، مولا یہ نہر کہاں اور کس مقام پر بہہ رہی ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے
یہ بہشت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے۔

میں نے دیکھا کہ نہر کے کنارے درختوں پر نہایت حسین و جمیل
حوریں بیٹھی ہوئی ہیں اور اُن کے ہاتھوں میں جام ہیں جو نہایت ہی خوش رنگ
ہیں۔ آپؑ نے ایک طرف اشارہ فرمایا، درخت خم ہو گیا اور حور نے جام بھر کر
آپؑ کو دیا۔ آپؑ نے خود نوش فرمایا اور مجھے بھی عطا فرمایا۔ جب میں نے پیا تو
اسقدر خوش ذائقہ اور خوشبودار شربت میں نے کبھی نہ پیا تھا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارے شیعوں کی قیامگاہ ہے جب وہ
جنت میں داخل ہوں گے تو یہاں شرابِ طہور سے سیر و سیراب ہوں گے اور
ہمارے دشمن جب مریں گے تو اُن کو وادئ برہوت میں لیجایا جائے گا جہاں
وہ زقوم (کڑوا درخت جسے تھوہر کہتے ہیں) کھانے کے لیے اور حمیم (بہت
تیز گرم پانی) پئیں گے! خداوندِ عالم اس وادی کے عذاب سے محفوظ رکھے

○ جابر جعفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق ؑ سے
سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو ملکوتِ ارض و
سما کی سیر کرائی۔ وہ کیسی سیر تھی۔ میں سر جُھکائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا کہ آپؑ

نے دستِ مبارک سے اُوپر کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا، اوپر دیکھو۔ میں نے
اوپر کی طرف جو نظر کی تو دیکھا کہ مکان کی چھت شگافتہ ہوئی اور آسمان کی
طرف ایک عجیب نور نظر آیا۔ آپؑ نے فرمایا، حضرت ابراہیمؑ نے ملکوتِ آسمان
وزمین کو اس طرح دیکھا تھا۔ پھر فرمایا نیچے دیکھو۔ میں نے نیچے کی طرف دیکھا
فرمایا، اب اُوپر دیکھو۔ اب جو اوپر دیکھا تو مکان کی چھت بالکل صحیح حالت
میں تھی۔

پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک دوسرے مقام پر لے گئے اور فرمایا
جانتے ہو یہ کیا مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ذوالقرنین گئے تھے اس
کو ظلمات کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا، مولا! کیا میں آنکھیں کھول سکتا ہوں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، کھول دو مگر تاریکی میں کچھ نظر نہ آئے گا۔

پھر آپؑ ایک اور مقام پر مجھے لے گئے اور فرمایا، اس مقام کے متعلق
کچھ علم ہے۔

میں نے عرض کیا کہ جی نہیں مولا۔ آپ ہی ارشاد فرما دیجیے۔

آپ نے ارشاد فرمایا، یہ آبِ حیات ہے جس کا پانی حضرت خضرؑ نے پیا
تھا۔ پھر فرمایا، یہ ہیں وہ ملکوت سمٰوات و ارض جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
دکھائے گئے تھے۔

اس کے بعد بہت سے عالموں کی سیر کرائی۔ پھر فرمایا۔ اب آنکھیں
کھول دو۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو ہم اُسی مکان میں تھے جہاں سے روانہ ہوئے
تھے۔ میں نے سوال کیا، مولا کتنا وقت گزر گیا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا تین ساعت (تین گھنٹے)

– ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ نے اپنا پائے مبارک زمین پر مارا جس سے ایک
دریائے عظیم برآمد ہوا۔ اس کے کنارے پر چاندی کی کشتیاں تھیں۔ ہم اُن
کشتیوں میں سوار ہو کر ایک مقام پر جا پہونچے جہاں چاندی کے خیمے نصب
تھے۔ آپؑ ہر خیمے میں داخل ہوئے اور باہر آکر فرمایا کہ جس خیمے میں پہلی مرتبہ
میں داخل ہوا تھا وہ جناب رسول اللہ صلعم کا خیمہ تھا، دوسرا خیمہ جناب امیر المومنینؑ
کا اور تیسرا ہماری جدۂ محترم جناب فاطمہ زہراؑ کا اور چوتھا خیمہ حضرت خدیجہؑ کا
اور پانچواں خیمہ حضرت امام حسنؑ کا، چھٹا خیمہ حضرت امام حسینؑ کا، ساتواں حضرت
علیؑ بن الحسینؑ کا، آٹھواں خیمہ میرے والد بزرگوار کا اور نواں خیمہ مجھ سے متعلق تھا
اور ہم میں سے ہر ایک جو اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے وہ اپنے خیمے میں قیام کرتا ہے۔

– صالح بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام
کو فقراء کی سرائے میں ٹھہرایا گیا تھا۔ میں آپؑ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا مولا!
مجھے بڑا افسوس ہوا کہ آپ کو ایسی ذلیل جگہ پر ٹھہرا کر ظالموں نے آپ کو ذلیل کرنے
کی کوشش کی ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اے صالح! تمھیں ابھی ہماری صحیح معرفت نہیں
ہے۔ یہ فرما کر آپ نے سامنے اشارہ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز
وشاداب باغ ہے جس میں نہریں جاری ہیں، حورانِ جنّت کا ہر طرف ہجوم ہے
طبقاتِ جنّت میں خوش رنگ اور خوش ذائقہ میووں کی کثرت ہے۔ یہ دیکھ
کر میں حیران رہ گیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، ہم جہاں بھی ہوتے ہیں یہ تمام چیزیں وہاں پر
ہمارے واسطے مہیّا ہوتی ہیں۔

۰ بروایتِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تمام دنیا ہمارے ہاتھ میں ایک اخروٹ کے مثل ہے جس کو ہم جس طرف چاہیں گھما سکتے ہیں۔

۰ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول کہ ذوالقرنین کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دو سحاب (بادل) یعنی سحابِ ذلول اور سحابِ صعب میں سے کسی ایک کو پسند کرلیں، ذوالقرنین نے سحابِ ذلول (نرم بادل) کو پسند کیا اور سحابِ صعب (سخت بادل) کو ائمۂ طاہرینؑ کے واسطے چھوڑ دیا۔

میں نے عرض کیا، مولا! سحابِ صعب کسے کہتے ہیں۔؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، جس بادل میں رعد، برق اور صاعقہ ہو جس پر صاحب الامرؑ سوار ہو کر زمینِ ہفتگانہ اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔

۰ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ امام کو خلق فرمائے تو ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ وہ شربت تحتِ عرش لیجا کر امام کو پلائے۔ جس کے پینے سے جانشین امام متولد ہوتا ہے چالیس روز تک خاموش رہتا ہے اور بعد چالیس روز کے شکمِ مادر ہی میں بولنا شروع کر دیتا ہے۔ بعد پیدائش وہ تمام خلائق کے اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب مادرِ امامؑ حاملہ ہوتی ہیں تو ایک قسم کی سستی اپنے اندر محسوس کرتی ہیں اور ایک آواز آتی ہے کہ فرزند دانا و عاقل تمھیں مبارک ہو۔ اس کے بعد حمل کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ نو ماہ کے بعد پھر آواز آتی ہے اور ایک نور صرف والدین کو نظر آتا ہے جس کے بعد ولادت ہوتی ہے۔ بعد ولادت تین مرتبہ مولود کو چھینک آتی ہے جس پر ہر مرتبہ وہ الحمد للہ باآوازِ بلند کہتا ہے اور مختون پیدا ہوتا ہے۔

۰ صفار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ایک شہر ہے مغرب کی پشت پر جس کو "جابلقا" کہتے ہیں۔ اس شہر میں ستر ہزار امتیں آباد ہیں۔ ہر امت اس دنیا کی امت کے برابر ہے جو کبھی کوئی معصیت نہیں کرتے اور نہ کوئی اور کام کرتے ہیں۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ دشمنانِ اہلِ بیت پر لعنت کریں

۰ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ دریا کے اُس طرف خدا کا خلق کردہ ایک شہر ہے جس کی وسعت آفتاب کی چالیس روز کی گردش کے برابر ہے۔ اُس شہر کے باشندے گناہ سے ناواقف ہیں بلکہ ان کو شیطان کا نام بھی معلوم نہیں ہے۔ وہ جب بھی ہمیں دیکھتے ہیں ہم سے سوالات کرتے ہیں اور جواباً سنکر بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت قائم آلِ محمدؑ کب ظہور فرمائیں گے۔ وہ لوگ عبادتِ خدا میں مصروف رہتے ہیں، قرآن کی تلاوت بکثرت کرتے ہیں، جس طرح ہم نے اُن کو تعلیم کیا ہے۔ ہمارے صدق دل سے مطیع ہیں۔ یہ لوگ قائم آلِ محمدؑ کے ظہور پر اُن کے ہمراہ ظالموں اور کافروں سے جہاد کریں گے۔ ہر وقت اللہ سے ظہورِ امامؑ کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ ان کے جسم پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا، اُن کی تلواریں ایسے لوہے کی بنی ہوئی ہیں کہ اگر پہاڑ پر ماریں تو دو ٹکڑے ہو جائے۔

امامؑ ظہور کے بعد اس لشکر کے ہمراہ روم، ترک، دیلم اور تبریز اور پھر اُس مقام پر جو جابلقا اور جابلسا کے درمیان ہے حملہ آور ہوں گے۔ جابلقا اور جابلسا دو شہر ہیں۔ ایک مغرب میں اور دوسرا مشرق میں، ہر مقام کے ہر شخص کو دعوت اسلام دی جائے گی اور اس طرح ساری دنیا ایک ہی دین یعنی دینِ اسلام قبول کرلے گی۔

۰ حضرت امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدا کے دو شہر ہیں

ایک مغرب میں دوسرا مشرق میں۔ اور ہر شہر کے چاروں طرف آہنی حصار ہے اور ہر حصار (قلعہ) میں ستّر ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے سے ستّر ہزار قافلے داخل ہو سکتے ہیں، ہر قافلے کی زبان (گفتگو) مختلف ہے مگر ہم اُن کی زبانوں سے واقف ہیں اور اُن شہروں میں سوائے میرے اور میرے برادر حسینؑ کے کوئی دوسرا امام نہیں ہے۔

○ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا، اے ابوذرؓ! خداوندِ عالم نے میرے اہلِ بیتؑ کو مثل کشتیٔ نوحؑ فرمایا ہے اِس میں جو بھی سوار ہو گیا اُس نے نجات پائی اور جو اس میں سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا۔ اسی طرح میرے اہلِ بیتؑ ہیں جو ان کی محبت اور اتباع کی کشتی میں سوار ہو جائے گا وہ کفر و ضلالت کے فتنے سے نجات پا جائے گا اور جس نے ان کا دامن چھوڑ کر دوسری جانب رُخ کیا وہ دریائے شقاوت و گمراہی میں غرق ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نجات کا ذریعہ صرف ہماری مودّت کو قرار دیا ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، "لوگوں کی بلاؤں کے عظیم ہونے کا سبب ہم ہیں کیونکہ اگر ہم اُن کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو وہ ہماری پروا نہیں کرتے اور اگر ہم اُن کو اپنی طرف نہیں بُلاتے اور اُنھیں اُن ہی کے حال پر چھوڑتے ہیں تو وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

○ حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے اسحٰق بن اسمٰعیل کو لکھا کہ خداوندِ عالم نے جو فرائض تم پر واجب قرار دیے ہیں وہ اُس کا عین احسان ہے نہ یہ کہ وہ تمھاری عبادات کا محتاج تھا بلکہ نیکوکار کو بدکار سے اور نیک اعمال کو بداعمال سے ممتاز کرنا مقصود تھا، تاکہ نیک کردار پیش کرنے والوں کو اُن کی عبادت اور اطاعت کے باعث درجہ و مقام بلند مل سکے۔

اِس لیے اُس نے تم پر حج، عمرہ، زکوٰۃ، روزہ، نماز اور ولایتِ اہلبیتؑ رسولؐ کو واجب کیا اور تمھارے واسطے اس نے ایک ایسا در مقرر کیا جس کے ذریعے سے تم فرائض کے دوسرے دروازوں تک پہونچ سکو اور وہ در اتباعِ اہلِ بیتؑ ہے اور اس کی کلید معرفتِ اہلِ بیتؑ ہے۔ اگر محمدؐ و آلِ محمدؐ نہ ہوتے تو تم حیوانوں کی طرح گمراہ ہوتے۔ کیا تم بغیر دروازے کے شہر میں داخل ہو سکتے تھے۔ خداوندِ عالم نے پیغمبرؐ کے بعد ائمہؑ کو مقرر فرما کر تم پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دینِ اسلام کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمھارے دینِ اسلام سے راضی ہو گیا۔" اور یہ حدیث بین الفریقین متّفقہ ہے کہ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا، "اے علی! میں شہرِ علم ہوں اور تم اُس کا دروازہ ہو۔" اور شہر میں داخل نہیں ہو سکتا کوئی، مگر دروازے سے۔

اخبارِ سابقہ و احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہے کہ یہ حضرات اہلبیتؑ نہ صرف اس اُمت کے لیے سفینۂ نجات ہیں بلکہ ملائکہ اور پیغمبرانِ سابق ان کی ولایت کی برکت سے درجۂ سعادت پر فائز ہوئے ہیں اور ہر مصیبت اور سختی میں ان کے انوار سے مدد چاہی ہے اور یہی حضرات وجہ تخلیقِ ارض و سماء، عرش و کرسی جن و ملائک ہیں۔ چنانچہ احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت محمدؐ سے ارشاد فرمایا "لولاك لما خلقت الافلاك" اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔"

یہ خطاب ذرا وضاحت طلب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ فیاضِ مطلق ہے اس کی فیاضی کا تقاضا ہے کہ وہ فیض پہونچائے، لیکن اس کے واسطے ممکنات میں سے ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالٰی کے حصولِ

فیض کی اہلیت اور قابلیت رکھتی ہوتا کہ فیاض کی فیض رسانی بہترین اور عمدہ ثابت ہو۔ لہٰذا کوئی ایک ذات تو ایسی ہونی چاہیے کہ دنیا جیسی عظیم ایجاد اس کی خاطر خلق کی جاسکے اور کوئی تو ایسا مہمان ہو جس کے لیے دنیا جیسے شاندار مہمان خانہ کو سجایا اور آراستہ کیا جاسکے، جس کا خوشنما فرش اور آفتاب و مہتاب جیسے بے نظیر و بے مثیل اور کبھی ماند نہ پڑنے والے روشن اور جگمگاتے چراغوں سے بلند و بالا سقف چشم بینا کو خیرہ کرسکے۔ اور جس کے لیے نعمتہائے بیشمار، میوہ جاتِ لذیذ اور گلہائے خوشبودار و رنگارنگ سے زینت دی گئی اور آخرت میں اس سے کہیں افضل و اعلیٰ باغہائے پُر رونق حور و قصور، انہار خوش کُن، اشجارِ میوہ بار اور فرشتگانِ بیشمار کو اس کے لیے پیدا کیا جاسکے۔

اگر ایسا انسان کوئی موجود ہوگا تو اس کی وجہ سے عقلاء، خالق پر یہ اعتراض نہ کرسکیں گے کہ یہ اس قدر عظیم اہتمام کس کے واسطے کیا گیا ہے۔ مثلاً، ایک بادشاہ اگر کسی کم حیثیت شخص کے لیے حکم دے کہ اس کی آمد پر پورے ملک کو سجایا جائے، ہر طرف چراغاں کیا جائے، تمام وزراء اور اُمراء اُس کے استقبال کے لیے جائیں، تو کیا عقلاء یہ نہ کہیں گے کہ اس بادشاہ کو کیا ہوگیا ہے کہ ایک جاہل یا کم حیثیت کے لیے یہ سامان کیے جارہے ہیں، اور اگر بادشاہ یہ تمام اہتمام ایک ایسے شخص کے واسطے مہیا کرے جو اس کے ملک میں سب سے زیادہ باعظمت قابلِ قدر اور کامل الایمان آئے تو ہر شخص بادشاہ کے حکم کی بجاآوری کو اپنا فریضہ سمجھ کر اُس کے ہر حکم کو عینِ سعادت جان کر بجالائے گا اور بادشاہ کی تعریف بھی کرے گا۔

اِس لیے اِس عالَم کی تخلیق کے باعث کیونکہ پیغمبر آخر الزّماں اور اُن کے

وصی ہیں، جو بربنائے تخلیق پہلی مخلوق ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ خود فرماتے ہیں۔ "سب سے پہلے اللہ نے میرا نور خلق فرمایا" پھر ارشاد فرمایا، "میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ کا پُتلا تیار بھی نہ ہوا تھا۔" آپؐ نے اپنے وصی کے بارے میں ارشاد فرمایا، "میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔" اب اس حدیث کے پیشِ نظر یہ دیکھنا چاہیے کہ ان حضرات کا جن کی خاطر یہ زمین و آسمان اور ان کی رنگارنگ نعمتیں پیدا کی گئیں، مرتبہ کیا ہوگا۔ ان کے مرتبے اور مقام کو اپنی معرفت اور قابلیت کے مطابق ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ اگر یہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ (مترجم)

ایک چیز قابلِ غور یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ دنیا اور مافیہا بربنائے (لولاک) اگر رسولِ مقبولؐ محبوب رب العالمین ہی کے لیے خلق فرمائی گئی تھی تو جب آنحضرتؐ اس دنیا سے چلے گئے تو پھر یہ دنیا کیوں باقی ہے؟ اس کو بھی ختم ہوجانا چاہیے تھا۔ بات اصول کی ہے۔ مگر اس کا جواب صرف مذہبِ حقّہ امامیہ کے پاس ہے اور وہ یہ کہ ایک بادشاہ اگر کسی دوسرے بادشاہ کو اپنے ملک میں مقام بخشے اور اُس کے قیام کا بہترین انتظام کرے بہترین خیمۂ زرنگار و منقّش و پُربہار نصب کیا جائے اور اس سے یہ کہا جائے کہ اگر آپ کو بلانا نہ ہوتا تو یہ عمدہ خیمہ ہرگز ہرگز نصب نہ کرتا، پھر وہ محبوبِ سلطان کچھ عرصے بعد چلا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ خیمہ بھی اُٹھالیا جائے گا کیونکہ جس کے واسطے نصب کیا گیا تھا وہ ہی چلا گیا، لیکن اگر اس کا کوئی وزیر، جانشین قائم مقام ابھی اس خیمہ میں قیام پذیر ہے تو ظاہر ہے جب تک وہ نہ جائے گا خیمہ کو باقی رکھا جائے گا۔

اسی طرح، اگرچہ حبیبِ خدا اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر ابھی

ان کا ہم نام و جانشین اِس خیمۂ دنیا میں موجود ہے گویا خود محمدؐ موجود ہیں جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَوَّلنا محمّد و آخرنا محمّد و اوسطنا محمّد و کلّنا محمّد "ہمارا اول بھی محمّد ہے، آخر بھی محمّد ہے اوسط بھی محمّد ہے اور ہم کُل کے کُل محمّد ہیں"

یہ بارہ نام کے بارہ ہیں اختر ؛ ہر اک ان کا محمّدؐ مصطفٰے ہے
لہٰذا جب تک ان میں کا بارہواں یعنی آخری محمّد اس خیمۂ دنیا میں موجود ہے یہ باقی رہے گا۔

لولاک سے گر مقصد تھے صرف محمدؐ ہی ؛ جب وہ نہ رہے آخر دنیا بھی نہ رہ جاتی
رہجانے سے دنیا کے معلوم ہوا اختر ؛ ہے کوئی محمدؐ سا دنیا میں ابھی باقی

اس لیے ہی تو فرمایا ہے کہ "جس نے اپنے امامِ زمانہ کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرا۔" اس لیے اس امام کو جس کا پہچاننا واجب ہے جس کے قیام کے باعثِ قیامِ عالم ہے اس کو اپنی دعاؤں میں بارگاہِ احدیت تک پہونچنے کے لیے وسیلہ قرار دو۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود کو دُعاؤں میں شامل کر کے قبولیت کے قابل بناؤ۔

بھیجا کرو درود محمدؐ کی آل پر ؛ اپنی دعا سے پہلے بھی اپنی دعا کے بعد

یہی وہ ذواتِ مقدّسہ ہیں جو مظہرِ کمالاتِ الٰہی ہیں ان ہی کو کلمات اللہ کہتے ہیں۔ اور جس طرح اسمائے الٰہی ذاتِ خداوندی کی صفات و کمالات کا مظہر ہیں جیسے لفظ رحمٰن سے اُس معبودِ حقیقی کی رحمانیت پر روشنی پڑتی ہے اسی طرح ان ذواتِ مقدّسہ کا وجود بھی اُس کی صفات کا مظہر ہیں۔ جنابِ رسولِ مقبولؐ کی ذات جو رحمۃ للعالمین ہے، بتلاتی ہے کہ جب اُس کی مخلوق ایسی باکمال ہے تو خود وہ خالق کیسا ہوگا؟ اور بلحاظِ معرفت انبیاءؑ اور اولیاءؑ

میں بھی تفاوت ہے۔ انبیاءؑ و اولیاءؑ عام عارفین سے بہتر ہیں، پھر انبیاءؑ کے بھی بقدرِ معرفت درجات ہیں جن میں سردارِ انبیاءؑ کی ذات جو خاتم الانبیاء ہے سب سے بالاتر اور برتر ہے۔ جس طرح ایک بادشاہ کی معرفت رکھنے والا دہقانی، بادشاہ کی تعریف اس طرح کرتا ہے کہ وہ جس کو چاہے زمین کا ٹکڑا دے سکتا ہے۔ عمدہ کھانے اور پوشاک عطا کر سکتا ہے، اُس دہقانی نے ضرور بادشاہ کی تعریف کی، مگر یہ تعریف ایک بادشاہ کی نہیں ایک استاد، حلوائی اور بزاز کی ہوئی جو شاہی اختیارات سے واقف ہیں اور بادشاہ کی کامل معرفت رکھتے ہیں وہ ہرگز اس دیہاتی (دہقانی) کے الفاظ میں بادشاہ کی تعریف نہ کریں گے بلکہ وہ کہیں گے کہ وہ جس کو چاہے امیر کبیر بنا دے جس کو چاہے ملک دیدے۔

چنانچہ بادشاہ بھی ان کی معرفت کے بقدر اُن پر احسانات فرماتا ہے۔

اِس طرح ہر صاحبِ معرفت اسمائے الٰہی سے بقدرِ معرفت فائدہ اُٹھاتا ہے۔ ایک معمولی عارف لفظِ رحمٰن سے صرف اتنا ہی فائدہ اُٹھاتا ہے کہ وہ مجھ پر رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس سے بہتر عارف رحمٰن کہکر دوسروں پر رحمت کا خواستگار ہوگا اور عارفِ کامل اس کی رحمت کے تصوّر میں ڈوب کر خود ہی رحمۃ للعالمین بن جائے گا۔

ان عارفانِ کامل کی ذوات و اسماء خود ہی وہ بابرکت نام ہیں جن سے عرفاء بقدرِ معرفت فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے علیؑ کو یہ سمجھا ہے کہ جو مسئلہ معلوم کیا جائے وہ اس کو جانتے ہیں تو درحقیقت اس کو علیؑ کی معرفت نہیں بلکہ وہ اُن کو صرف ایک علامہ سمجھا ہے۔ ایک شخص یہ سمجھا ہے کہ علیؑ وہ ہیں جو ایک شب میں پانچ سو کافروں کو قتل کر سکتے ہیں، اُس نے علیؑ کو نہیں

پہچانا بلکہ مالکِ اشتر کو پہچانا ہے۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام کے
مقام کو ہرگز نہیں پہچانا۔ حضرت علی علیہ السلام کا مقام تو وہ ہے کہ اگر آپ کا
اسمِ گرامی آسمان پر لے لیا جائے تو آسمان لرز جائے۔ زمین پر
لیا جائے تو زمین لرزتی ہوئی ساکن ہو جائے۔

چنانچہ اکثر احادیث سے ظاہر ہے کہ آپ کا نام عرش پر لکھا گیا
تو عرش قرار پذیر ہوا۔ زمین پر لکھا گیا زمین ساکن و ساکت ہو گئی پہاڑوں
پر لکھا گیا، پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہو گئے۔ جس نے اپنی دعا میں آپ کا نام
اور توسل کا ذکر ہوا بقدرِ معرفت دعا قبول ہوئی۔

بہر حال معرفت شرط ہے۔ اندھوں کے شہر میں ایک ہاتھی آگیا
مشہور ہو گیا بڑا عظیم جسم والا جانور شہر میں آیا ہے۔ سارے اندھے دوڑ پڑے
ایک اندھے کے ہاتھ میں ہاتھی کا کان آیا، اُس نے اس پر ہاتھ پھیر کر خوب
دیکھا، دوسرے کے ہاتھ میں سونڈھ آگئی، تیسرے نے اس کے دانت
پر ہاتھ پھیرا، چوتھے نے پیر پر ہاتھ پھیرا، پانچویں نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔
جب ہاتھی چلا گیا اور یہ اندھے مل کر بیٹھے تو جس نے ہاتھی کے کان پر ہاتھ
پھیرا تھا وہ کہنے لگا کہ ہاتھی ایک کمبل کی طرح ہوتا ہے، دوسرے نے کہا
نہیں بھئی میں نے خوب اچھی طرح ہاتھ پھیر کر دیکھا تھا وہ تو سوراخ دار نالے کی
طرح ہوتا ہے، تیسرے نے کہا بالکل غلط، میں نے اچھی طرح ہاتھ پھیر کر دیکھا
تھا وہ بالکل ایک ستون کی مانند تھا اور جس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا تھا اُس نے
کہا تم سب غلط کہہ رہے ہو ہاتھی تو مکان کی چھت کی طرح ہوتا ہے۔ آپس میں
بڑی تکرار ہوتی رہی قریب تھا کہ لڑائی چھڑ جائے کہ اتنے میں ایک بینا شخص آگیا
اس سے فیصلہ چاہا، اُس نے بتلایا کہ تم میں سے کسی نے ہاتھی کو نہیں پہچانا،

بلکہ تم سب نے جزوی طور پر ہاتھی کو سمجھا ہے۔

یہی حال بلاتشبیہ اُس کے عارفانِ کامل کے تعارف کا ہے کہ
لوگوں نے اُن کو بقدرِ استعداد پہچانا ہے اُن ذوات کی حقیقت سے قطعاً
ناواقف ہیں۔

ابنِ بابویہ نے بسندِ معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت
کی ہے کہ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے جناب رسولِ مقبولؐ نے ارشاد
فرمایا کہ خداوندِ عالم نے مخلوق میں سے کسی کو ہم سے بہتر خلق نہیں فرمایا۔
جناب امیر المومنین نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ افضل ہیں یا جبرئیل؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اے علیؑ! خدائے تعالےٰ نے انبیاءؑ و
مرسلین کو ملائکہ مقربین سے بھی افضل قرار دیا ہے اور مجھے تمام انبیاءؑ پر فضیلت
عطا فرمائی ہے، میرے بعد تم کو اور ائمہ معصومین علیہم السلام کو سب پر فضیلت
دی ہے۔ تمام ملائکہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے خدمتگار ہیں۔ اے علیؑ!
جو فرشتے حاملانِ عرش ہیں وہ ہمیشہ ہمارے دوستوں کے لیے خدا کے حضور
طلبِ مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اے علیؑ! اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آدمؑ کو پیدا
کرتا، نہ حوا کو، نہ بہشت کو خلق فرماتا، نہ دوزخ کو، نہ آسمان کی تخلیق ہوتی نہ
زمین عالمِ وجود میں آتی۔ اور ہم ملائکہ سے افضل کیوں نہ ہوں کیونکہ ہم اُن سے
پہلے اللہ کی معرفت رکھتے تھے اور اُس کی تسبیح و تہلیل بجالاتے تھے۔ اور جو
چیز سب سے پہلے خلق ہوئی وہ ہماری ارواح تھیں جنھوں نے سب سے
پہلے اُس کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اُس کی حمد و ثناء بجالائے، اس کے
بعد ملائکہ کو خلق فرمایا۔ ہم سب ایک نور تھے جب ملائکہ نے دیکھا تو ہمارے
عظمت دیکھ کر حیران ہوئے۔ ہم نے اُن کی حیرانی کو دیکھ کر، کہ کہیں یہ ہم بھی

کو سب سے عظیم نہ سمجھ جائیں، ہمارے نور نے کہا سبحان اللہ
ہماری اس تسبیح کو سن کر انھوں نے بھی تسبیحِ خدا شروع کر دی، پھر اس
خیال کے پیشِ نظر کہ خدا کی عظمت و بزرگی میں یہ ہمیں بھی شریک نہ کرلیں، ہم نے
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تسبیح شروع کی۔ چنانچہ ملائکہ سمجھ گئے کہ اللہ کی عظمت و
بزرگی میں کوئی شریک نہیں، یہ تسبیح سن کر اُنھوں نے بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کہنا شروع کیا۔ پھر اِس لیے کہ ہماری رفعت و بلندی کو دیکھ کر ہمیں بلند تر نہ
سمجھنے لگیں ہم نے کہا، اللّٰہُ اکبر اور اس لیے کہ کہیں وہ قوّت و قدرت
میں ہمیں ہی بڑا نہ سمجھنے لگیں ہم نے کہا لاحول ولاقوۃ اِلّا باللّٰہ
تاکہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ ہماری ساری قوّت و طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی عطا
کردہ ہے اور اِس لیے کہ ملائکہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہماری یہ تمام تر طاقت و غلبہ
اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثنا کے باعث ہے، ہم نے کہا الحمد للّٰہ۔ ملائکہ
نے بھی کہا الحمد للّٰہ۔ اِس طرح ملائکہ نے ہم سے خدا کی تسبیح و حمد و ثنا کرنی
سیکھی۔ پھر خدا نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا، اور اُن کے صلب میں ہمارا نور ودیعت
فرمایا، پھر فرشتوں کو، اِس لیے کہ ہم اور ہمارا نور صلبِ آدمؑ میں تھا حکم دیا کہ آدمؑ
کو سجدہ کرو۔ فرشتوں نے سجدۂ تکریمی حضرت آدمؑ کو کیا۔

لہٰذا ہم بلحاظِ معرفتِ خداوندی اور وجودِ ازلی فرشتوں سے افضل ہوئے
اور جب مجھے آسمان پر لیجایا گیا تو جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور مجھ سے
درخواست کی کہ میں نماز پڑھاؤں۔ میں نے پوچھا، کیا میں تم سے افضل ہوں؟
جبرئیلؑ نے کہا، جی ہاں۔ خداوندِ عالم نے پیغمبروں کو تمام ملائکہ پر فضیلت دی
ہے اور آپ تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ اس کے بعد جب میں حجابِ نور میں
پہونچا تو جبرئیل نے کہا، اب آپ تشریف لے جائیے، میں آگے نہیں جا سکتا

میں نے کہا تم مجھے تنہا چھوڑ کر جا رہے ہو؟

جبرئیل نے کہا، اے محمدؐ! یہ میری آخری حد ہے اس سے آگے
اگر بڑھ جاؤں تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔

پھر میں دریائے نور میں داخل ہوا، اور یہ وہ مقام تھا جہاں فرشتوں
کا بھی گذر نہیں۔ وہاں ایک آواز آئی، اے محمدؐ! میں نے کہا، لبّیک یارب!

خدا نے فرمایا، اے محمدؐ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں لیس
میری ہی عبادت کر اور مجھ ہی پر توکّل کر۔ اِس لیے کہ تو میرا وہ نور ہے جس کو میں نے
اپنی مخلوق کی طرف اپنی حجّت بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے تیرے اور تیرے
تابعین کے لیے بہشت کو خلق فرمایا ہے اور تیرے اوصیاء کے لیے بلند
درجات قرار دیے ہیں اور اُن کے شیعوں کے واسطے ثوابِ عظیم بخشا ہے۔

میں نے عرض کیا، پالنے والے، میرے اوصیاء کون ہیں۔

آواز آئی کہ تیرے اوصیاء کے اسماء ہم نے ساقِ عرش پر لکھ دیے
ہیں۔ میں نے نظر کی تو دیکھا ساقِ عرش پر نور کی سطروں میں ہر وصی کا نام لکھا
ہوا تھا۔ سب سے پہلے علیؑ ابنِ ابیطالبؑ کا نام اور آخر میں مہدیؑ آخر الزماں کا
نام تھا۔ میں نے کہا، مالک کیا یہ سب میرے اوصیاء ہیں؟

آواز آئی۔ اے محمدؐ! یہ سب اولیاء اور اوصیاء میرے ہیں جو
تیرے بعد تمام مخلوق پر حجّت ہیں۔ مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم کہ میں
اپنے دین کو ان ہی کے ذریعے سے قائم رکھوں گا، اور آخری ان کا قائمؑ
ہو گا جو زمین کو میرے دشمنوں سے پاک کر دے گا۔ مشرق اور مغرب
کا وہ حکمراں ہو گا، جس کی حکومت اور سلطنت قیامِ عالم تک قائم و دائم
رہے گی۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ جب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے تو غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اور جب تک اجازت نہ ملتی تھی داخل نہیں ہوتے تھے۔

○ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ علیؑ افضل ہیں یا ملائکہ؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے دل میں علیؑ کی سچی محبت ہو وہ ملائکہ سے افضل ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز ایک یہودی رسولِ خداؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بتلائیے کہ آپ اور آپ کی آل افضل ہیں یا حضرت موسیٰؑ؟

آپ نے فرمایا کہ اپنی تعریف اپنی ہی زبان سے کرنا اگرچہ بُرا ہے لیکن تیرے سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا سُن اور غور سے سُن!

• حضرت آدمؑ سے جب خطا سرزد ہوئی تو آپ نے یہ دعا کی کہ: "خداوندا! واسطہ تجھے محمدؐ وآلِ محمدؐ کا میری غلطی کو معاف فرما۔" اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی غلطی معاف فرمادی۔

• حضرت نوحؑ کی کشتی جب گرداب میں پھنس گئی تو آپ نے دعا مانگی "پروردگارا! بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ میری کشتی کو گرداب سے نجات دے۔" دعا قبول ہوئی۔

• جب نمرود نے خلیلِ خدا حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے عرض کیا "اے ابراہیم کے خالق! تجھے واسطہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا آگ کو سرد فرمادے" آتشِ نمرود سرد ہوگئی۔

• حضرت موسیٰؑ پر جب دربارِ فرعون میں جادوگروں کے سانپوں نے حملہ کیا تو وہ خوفزدہ ہوئے اور دعا کی "خداوندا! بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ مجھے ان کے شر سے نجات دے۔" حکم ہوا عصا پھینک دو۔ موسیٰ نے عصا پھینک دیا اور وہ تمام سانپوں کو نگل گیا۔ (دعا قبول ہوئی)

اے یہودی! اگر موسیٰؑ آج آجائیں اور میری پیغمبری کے قائل نہ ہوں تو اُن کی پیغمبری بیکار ہوجائے اور اے یہودی! میرا ایک فرزند ہے جب وہ بحکمِ خدا ظاہر ہوگا تو عیسیٰؑ آسمان سے آئیں گے اور اُس میرے فرزند کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

○ معتبر ترین روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے علیؑ! سب سے پہلے خالق نے نظر ڈالی تو میرا انتخاب فرمایا، دوسری نظر ڈالی تو یا علیؑ! تمھارا انتخاب فرمایا۔"

○ معتبر روایت ہے کہ اولادِ حضرت آدمؑ سے اللہ تعالیٰ نے جس روز عہد وپیمان لیا تو تمام پیغمبروں اور ملائکہ سے فرمایا کہ میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں؟ محمدؐ تمھارے پیغمبر نہیں ہیں؟ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اور ان کی اولادِ معصومین کیا تمھارے امام نہیں ہیں؟

سب نے جواب دیا۔ ضرور ہیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے جواب دیا اُن کو اولوالعزم پیغمبروں میں جگہ ملی اور جس فرشتہ نے پہلے جواب دیا اُس کو مقربین میں شامل کرلیا۔

○ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا "اے ابوذر! جو کچھ میں نصیحت کررہا ہوں اس کو یاد رکھو اور اس پر عمل کرو اے ابوذرؓ! دو نعمتیں ایسی ہیں کہ آدمی ان سے غافل ہیں۔ ایک صحتِ بدن، دوسری فرصت وفراغت۔ یعنی

لوگ ان دو نعمتوں کو غنیمت نہیں سمجھتے اور غفلت میں پڑے ہوئے
ہیں اور بعد میں پچھتاتے ہیں۔

• اور اے ابوذر! پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھ اور اُن کی قدر کر،
جو پانچ چیزوں سے قبل ہیں۔

(۱) قدر کر جوانی کی پیری سے قبل، کیونکہ پیری میں لطف بندگی نہیں
(۲) قدر کر تندرستی کی بیماری سے قبل، تاکہ تندرستی میں حق بندگی ادا ہو سکے
(۳) قدر کر تونگری کی فقیری سے قبل۔ تاکہ جو کچھ تو چاہے راہِ خدا میں دے سکے
(۴) قدر کر فرصت کی، عدیم الفرصتی سے قبل، تاکہ بندگی کو بسکونِ قلب
ادا کر سکے۔
(۵) قدر کر زندگی کی، موت سے قبل، کیونکہ موت کے بعد تو کچھ بھی نہ کر سکے گا

اور اے ابوذر! کارِ خیر میں تاخیر نہ کر۔ جس نیک کام کا ارادہ کیا ہے اس
کو آج ہی کر ڈال، کیا معلوم کل تو زندہ ہو یا نہ ہو۔ اے ابوذر! بہت سے
ایسے لوگ تھے کہ دن ابھی باقی تھا اور وہ خود باقی نہ رہ سکے؛ بہت سے
ایسے تھے کہ انھوں نے بہت سے کام کل پر رکھ چھوڑے تھے۔ کل نہ ہونے
پائی تھی کہ وہ خود بے کل ہو گئے۔

• اے ابوذر! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ موت کا گھوڑا کس تیزی سے دوڑ
رہا ہے اور تجھے کس تیزی سے موت کی طرف لے جا رہا ہے تو تو یقیناً طولِ اَمل
(لمبی چوڑی آرزوؤں) سے گریز کرے۔

• اے ابوذر! دنیا ایک سرائے (ہوٹل) کے مانند ہے اسمیں مسافرانہ
زندگی بسر کرو، اس کو اپنا وطن قرار نہ دو، بلکہ قبر کو اپنا وطن سمجھ لو اور اُس کی
آبادی کی فکر کرو۔

• اے ابوذر! جب تو صبح کرے تو شام کا تصوّر دل سے نکال دے
ہو سکتا ہے کہ تیری شام تجھ سے ملاقات نہ کرے اور تیری صبح شام سے ہمکنار
نہ ہو سکے۔

• اے ابوذر! اپنی صحت سے فائدہ حاصل کر، اس سے قبل کہ تو بیمار
ہو جائے اور زندگی سے فائدہ اٹھا اِس سے قبل کہ موت آجائے۔ اِس لیے
کہ نہیں معلوم کل تیرا نام زندوں کی فہرست میں رہے گا یا مردوں میں تیرا شمار
کیا جائے گا، یا روزِ قیامت تیرا نام نیکوں کی فہرست میں ہوگا یا اشقیاء کی۔
اور اے ابوذر! جو کچھ کرنا ہے آج اپنی زندگی میں کر لے اور مالِ دنیا جمع کرنے
میں آخرت سے غافل نہ ہو، اِس لیے کہ کل بعدِ مرگ تجھے واپسی کی اجازت نہ مل
سکے گی، اور یہ مالِ دنیا جس کے واسطے تو چھوڑ کر جائے گا وہ تیری تعریف تک
نہ کریں گے۔

• اے ابوذر! میں حیران ہوں کہ وہ لوگ جو ذرا سی تکلیف سے گھبرا
جاتے ہیں الغیاث آتشِ جہنم جیسی تکلیف کے تصوّر سے نیند کیسے آجاتی ہے اور
وہ لوگ جو دنیا کی لذتوں اور نعمتوں کے حصول کی خاطر راتوں کو جاگتے ہیں، وہ
بہشت کی عظیم نعمتوں کے باوجود کیونکر سوتے رہتے ہیں۔

• اے ابوذر زندگی کی قدر کر اور زندگی کے بارے میں بخیل بن جا، اس
کو فانی دولت کے لیے صرف نہ کر۔

• روایاتِ معتبرہ میں ہے کہ امام کو بھی منتخب کرنے والا، نبی کیطرح
حالاتِ آئندہ اور پوشیدہ سے مطلع فرما دیتا ہے۔ چنانچہ ایک بڑا مشہور و
معروف، کاملِ فنِ نجومی خدمتِ جناب امیر المومنین علیہ السلام میں حاضر ہوا
اور کہنے لگا میں منجم ہوں، سُنا ہے کہ آپ بھی آئندہ کے حالات کے متعلق کچھ

جانتے ہیں۔ میں کچھ سوال کروں یا آپ مجھ سے کچھ سوال کرنا چاہیں گے۔

آپ نے فرمایا، غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہے مگر اتنا جانتا ہوں اُس عالم الغیب نے مجھے تعلیم فرمایا ہے۔ اگر تجھے دعوائے غیب دانی ہے تو (آپ نے اپنی بند مٹھی اس کے سامنے کر کے) فرمایا بتلا میری مٹھی میں کیا ہے۔ ؟

وہ دیر تک سوچتا رہا، آپ نے فرمایا، نہیں بتلا سکتا؟

اُس نے کہا یہ تو بہت معمولی سی بات ہے مگر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ چیز آپ کے پاس کیسے آگئی؟ یہ فلاں پہاڑ کی چوٹی پر جہاں آج تک کسی آدمی کا گذر نہیں ہوا، ایک چڑیا کے گھونسلے کا ایک انڈا ہے، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ نے یہ وہاں سے کس طرح منگایا۔

• آپ نے ہاتھ کھول دیا جس میں واقعی چڑیا کا انڈا تھا۔ آپ نے پھر مٹھی بند کی اور فرمایا، بتلاؤ اب کیا ہے؟!

• اُس نے کہا وہ انڈا جو اس چڑیا کے آشیانے سے اٹھایا گیا تھا پھر اس کے آشیانے میں رکھ دیا گیا ہے اور آپ کا ہاتھ خالی ہے۔

• آپ نے ہاتھ کھولا تو اس میں اب واقعی کچھ نہ تھا۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ ایک سوال اور کرتا ہوں اگر تم وعدہ کرو کہ اس کا صحیح صحیح جواب دو گے۔ ؟

• اس نے کہا میں وعدہ کرتا ہوں۔

• آپ نے فرمایا، یہ کمال تم نے کیسے حاصل کیا۔ ؟

• اُس نے کہا، یہ پہلا سوال ہے جو آپ نے مجھ سے کیا ہے۔ میں نہ بتلاتا مگر وعدہ کر چکا ہوں۔ یہ کمال میری ایک ریاضت کا نتیجہ ہے۔ وہ یہ کہ میرا

نفس جس کام کی خواہش کرتا ہے میں اس کی ضد کرتا ہوں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمھارا نفس مسلمان ہونے کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟

اُس نے کہا انکار کرتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا پھر تو نے اس کی ضد کیوں اختیار نہ کی ؟

وہ حیران رہ گیا، اور اسلام قبول کر لیا۔

آپ نے فرمایا، اب بتلاؤ میری مٹھی میں کیا ہے ؟

اُس تے بہت سوچا، مگر نہ بتلا سکا۔ اور کہنے لگا اسلام لانے سے تو مجھے بڑا نقصان پہونچا۔ وہ کمال ہی مجھ سے چھن گیا۔

آپ تے ارشاد فرمایا۔ نقصان نہیں بلکہ اسلام نے تجھے بہت بڑا فائدہ پہونچایا ہے۔ اب یہ تزکیۂ نفس، یہ نفس کشی تیری جو بڑی عظیم شے ہے جو دنیوی فائدہ تجھے دی رہی تھی۔ اب دینی فائدہ پہونچائے گی اور آخرت میں تیرے درجات بلند ہوں گے جس کا میں ضامن ہوں۔

(اس بیان کی توضیح کے لیے تین مقصد ضروری ہیں۔)

باب ۶
مقاصد

مقصدِ اوّل نیک اعمال

ان نصائح کا مقصد انسان کو اعمالِ نیک کی طرف رغبت دلانا ہے اور طولانی اُمیدوں سے روکنا ہے۔

چار چیزیں انسان کو اعمالِ نیک سے روکتی ہیں۔

(۱) اعمالِ نیک بجالانے میں سُستی اور کاہلی: کیونکہ شیطان انسان کو یہ فریب دیتا ہے کہ ابھی کافی وقت ہے، عبادت پیری میں بھی کی جا سکتی ہے جوانی کا زمانہ عیش و عشرت میں گذارنا چاہیے۔

(۲) ترکِ توبہ: اس خیال سے کہ ابھی بڑا وقت پڑا ہے۔ یہاں تک کہ موت آپہونچتی ہے۔

(۳) رغبت بہ جمع مال و دولت: دولت کی فکر میں انسان جب اپنے وجود کے فائدے اور نقصان سے قطعاً بیزار ہوجاتا ہے تو یہ لازمی نتیجہ ہے کہ ایسی حالت میں وہ خدا و رسولؐ کو بھی یکسر محو کردیتا ہے اس مالک کی قوت و طاقت سے بیزار ہوکر شب و روز مالِ دنیا کے حصول میں تگ و دو کرتا ہے اور اُس کی عطا و بخشش سے منحرف ہوکر اپنے ذرائع و اسباب اور اعضاء و جوارح

پر بھروسہ کرتا ہے اور یہ بات اُس کے ذہن میں بھی نہیں آتی کہ وہ

جسے چاہے دم بھر میں کردے امیر ؏ کہ ہے وہ علیٰ کُلِّ شَیءٍ قدیر

(۴) شقاوتِ قلبی اور فراموشیٔ آخرت: جناب امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو خصلتیں جو بہت ہی خطرناک ہیں جن سے ڈرنا چاہیے وہ یہ ہیں۔

(۱) خواہشِ نفس کے مطابق کام انجام دینا۔

(۲) طولِ امل۔ خواہشِ نفس انسان کو قبولِ حق سے روکتی ہے اور طولِ امل فراموشیٔ آخرت کا باعث ہے۔ جس کا امل دراز ہے اس کا عمل صحیح نہیں۔ نیز فرمایا کہ اُمّت کی بقا زہد و یقین میں ہے اور اُمّت کی فنا طولِ امل اور بخل میں ہے۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جناب امیر المومنینؑ سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ! شقاوت سے چار چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ خشکیٔ چشم، سنگدلی، درازیٔ امل، دنیا میں زیادہ دیر تک زندہ رہنے کی محبت؛

نیز فرمایا کہ فرزندِ آدمؑ جس قدر بوڑھا ہوتا جاتا ہے اُس میں دو قسم کی خصلتیں جوان ہوتی جاتی ہیں۔ ایک حرص دوسری طولِ امل۔

ان دونوں بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ انسان موت کو ہر وقت یاد رکھے اور موت بوڑھوں ہی سے نہیں بلکہ جوانوں سے بھی نزدیک ہے۔ جب کسی کو موت آئے تو یہ سوچے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کیا ہوتا، یہ سب آرزوئیں یونہی رہ جاتیں اور ایک بھی پوری نہ ہوتی۔ اور سوچے کہ اس زندگی کا کیا اعتبار جس میں ہر روز ایک نہ ایک کے لیے پیغامِ موت آتا ہی رہتا ہے۔ کبھی ہاتھوں کی قوت

جاتی ہے کبھی پیروں کی طاقت جواب دیتی ہے کبھی بینائی ساتھ چھوڑ دیتی
ہے اور کبھی سماعت بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ دیدۂ بصیرت
وا کریں اور احادیثِ رسولِ مقبولؐ اور نصائحِ ائمہؑ پر عمل کرنے کی کوشش کریں
کیونکہ ہمارے ہر درد کا خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی، یہی مجرب علاج اور مداوا
ہے۔ قبرستان میں جانا بھی ان امراض کی بہترین دوا ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک جوان عبایہ ابنِ ربعی انصاری عبداللہ ابن
عباس کی خدمت میں آیا کرتا تھا اور جناب عبداللہ اُس کی بڑی عزت کرتے
تھے اور اُس کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔

لوگوں نے جناب عبداللہ ابنِ عباسؓ سے کہا، آپ ایک ایسے
بدکردار اور کفن چور کی، جس کو خود ہم نے قبرستان جاتے ہوئے دیکھا ہے کیوں
اس قدر عزت کرتے ہیں۔

جناب عبداللہ، اس بات کی تصدیق کے لیے خود ایک روز قبرستان
گئے، دیکھا کہ وہ شخص تاریکیٔ شب میں ایک شکستہ قبر میں داخل ہوا اور جا کر لیٹ
گیا۔ قبر میں سے آواز آئی جس کو عبداللہ ابنِ عباس نے خود سنا، وہ شخص کہہ
رہا ہے، "اے رحیم و کریم پروردگار! میں تیرا ایک نافرمان اور گناہگار بندہ ہوں،
ایک روز اسی طرح قبر میں لٹایا جاؤں گا اُس وقت بھی سوائے تیرے کوئی میرا مددگار
نہ ہوگا۔ میں نے بے گناہوں کو بڑا ستایا ہے قیامت کے روز جب میں
اُٹھایا جاؤں گا تو مجھ گنہگار کی سوائے تیرے کون مدد کرے گا، اے کریم! میں عہد
کرتا ہوں کہ اب گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا۔

وہ شخص روتا تھا اور بار بار اُس غفورُ الرّحیم کو پکارتا تھا۔ جب وہ
قبر سے نکلا تو جناب عبداللہ ابنِ عباسؓ نے دوڑ کر اُس کو اپنی آغوش میں لے لیا

اور اُس روز سے اُس کا بڑا احترام کرنے لگے۔

○ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "موت کو ہر وقت
یاد رکھو، جب قبر کا تصور کرو گے اور روزِ قیامت اُس خالقِ حقیقی کی عدالت
میں حاضری کو یاد رکھو گے تو دُنیا کے مصائب آسان تر ہو جائیں گے۔ جس نے
روزِ فردا (کل) کو اپنی عمر کے حساب میں شمار کیا وہ دراصل موت کی حقیقت
سے بے خبر ہے۔"

آپؑ نے اہلِ مصر کو لکھا کہ "اے بندگانِ خدا موت سے کسی کو نجات
نہیں ملے گی۔ لہٰذا اُس سے ڈرو اس سے پہلے کہ وہ تم پر وارد ہو، اگر تم اُس
سے نہ بھاگو گے تب بھی وہ تمھیں نہ چھوڑے گی اور اگر اُس سے راہِ فرار اختیار
کرو گے تب بھی وہ تم تک پہونچ کر رہے گی۔ وہ تمھارے سائے سے بھی تم
سے زیادہ نزدیک ہے۔"

لہٰذا جب نفسانی خواہشات پریشان کریں موت کو یاد کرو، یہی اس
کا بہترین علاج ہے۔

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو!
اگر حیوانات موت سے جس قدر تم واقف ہو، واقف ہوتے تو اُن کے جسم
موٹے و توانا نہ ہوتے اور موت کو یاد کر کے لاغر اور ضعیف ہو جاتے۔

○ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان کا
آخری دن ہوگا تو وہ اپنے مال کی طرف متوجہ ہوگا اور اُس سے کہیگا "میں نے
تیرے جمع کرنے میں بڑی تکالیف اُٹھائی ہیں اور تیرے صرف کرنے میں بڑے
بخل سے کام لیا ہے، بتلا، تو میرے کس کام آئے گا؟ وہ کہیگا تو مجھ سے
اپنا کفن لے سکتا ہے، پھر اولاد کی طرف متوجہ ہوگا اور کہیگا میں تمھیں

بہت عزیز رکھتا تھا، ہر وقت تمھاری خدمت میں لگا رہتا تھا، بتلاؤ آج تم میری کیا مدد کرو گے۔؟ وہ کہیں گے۔

"تجھے قبر تک پہونچا دیں گے۔"

پھر وہ اپنے اعمال کی طرف رُخ کر کے کہیگا، بیشک میں نے کبھی نیک کاموں کی طرف توجہ نہ دی جس کے بارے میں آج مجھے افسوس ہے بتلاؤ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

اعمال بزبانِ حال کہیں گے ہم قبر سے قیامت تک تیرے ساتھ رہیں گے اس عرصے میں کبھی تجھ سے جُدا نہ ہوں گے پیشِ خالق تیرے ہمراہ ہونگے۔
اگر وہ شخص خدا کے دوستوں میں سے تھا تو ایک شخص اُس کے پاس آئے گا۔ جو نہایت پاک و پاکیزہ ہوگا جس کے لباس سے خوشبو آتی ہوگی۔ یہ شخص اُس سے دریافت کرے گا کہ تو کون ہے؟

وہ کہے گا میں تیرے اعمالِ صالح ہوں، جب تو دنیا سے کوچ کرے گا تو تیری قیامگاہ جنّت ہوگی۔

جب وہ مر جائے گا تو بعدِ غسل جب اُس کو قبر میں لٹا کر دفن کر دیا جائے گا تو قبر میں دو فرشتے داخل ہوں گے جن کے چہرے خوفناک ہونگے اپنے پیر سے زمین کو شگافتہ کریں گے اُن کی آواز مثلِ رعد کڑک دار اور انتہائی گرجدار و خوفناک ہوگی اُن کی آنکھیں شرر بار ہوں گی، وہ سوال کرینگے

بتلا! تیرا خدا کون ہے؟

تیرا دین کیا ہے؟

تیرا پیغمبر کون ہے؟

تیرا امام کون ہے؟

اگر وہ شخص جواب صحیح دیگا تو اُس کی قبر کو اس قدر کشادہ کر دیں گے کہ حدِ نظر تک وسیع ہو جائے گی اور اُس کی قبر میں ایک دروازۂ جنّت وا کر دیں گے کہ جس سے جنّت کی خوشبو دار ہوا آئے گی اور اُس کو خوشخبری دینگے کہ اے شخص! تو بڑا خوش نصیب ہے اب تو آرام و سکون کی نیند سو جا کہ اللہ تجھ سے راضی و خوشنود ہے۔

اور اگر وہ شخص بد عمل اور دشمنِ خدا میں سے ہوگا تو وہ فرشتوں کے سوالات کے جواب نہ دے سکے گا۔ تو اس پر اپنے آتشیں گرز اس قدر زور سے ماریں گے کہ تمام جانورانِ صحرا اس کی آواز سے خوفزدہ ہو جائیں گے۔ اور اُس کی قبر میں جہنّم کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا تا کہ وہ آگ سے غسل کرتا رہے فشارِ قبر میں مبتلا ہوگا۔ سانپ، بچھو اور دیگر کیڑے اُس کو قیامت تک تکلیف پہونچاتے رہیں گے۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی دیگر انبیاء کی طرح گوسفند چرایا کرتا تھا۔ ایک روز گوسفند خوفزدہ ہوگئیں اور یک لخت چرنا چھوڑ دیا میں نے جبرئیلؑ سے اس کی وجہ دریافت کی؛ اُنھوں نے کہا ایک کافر کو قبر میں سزا دی جا رہی تھی جس کی آواز کو سوائے جن و انس تمام حیوانات سنتے تھے۔ گوسفندوں نے جب وہ آواز سُنی تو خائف ہو گئے تھے۔

○ نیز فرمایا جب مردِ شقی کو قبر کی طرف لیجائیں گے تو وہ اپنے ہمراہیوں سے کہے گا کہ میں تم لوگوں سے شکایت کرتا ہوں اور تم نہیں سنتے کہ شیطان نے مجھے فریب دیا اور اب میری مدد سے عاری ہے۔ میرے دوستوں نے مجھے بڑی اُمیدیں دلائیں اور دنیاوی دھندوں میں لگائے رکھا اور اب مجھے زمین میں دبانے کیلئے

لیجارہے ہیں اور شکایت کرتا ہوں اُس مال کی جسکی خواہش میں، میں دولتِ آخرت سے محروم رہا، اور شکایت کرتا ہوں، اس اولاد کی جس کی محبت میں، میں نے خدا سے محبت کرنی چھوڑی، جو اَب میری بیکسی و بے بسی دیکھ رہے ہیں اور میری مدد نہیں کرتے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قبر ہر روز لوگوں کو پکارتی ہے کہ میں ہوں خانۂ غربت، میں ہوں خانۂ تنہائی و وحشت، میں ہوں خانۂ مار و عقرب (سانپ بچھوؤں کا گھر) میں ہوں خانۂ آتشِ جہنم، میں ہوں ایک گلشن از باغہائے جنّت۔ (جس کو قبر میں جانا ہو وہ یہاں سے قبر کے لیے انتظام کرلے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ آرام وسکون کی زندگی گذار سکے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت ہمیشگی کا گھر ہے۔ جس قدر دنیا میں رہنا ہو اتنا ہی دنیا کیلئے انتظام کرے اور جس قدر آخرت کے گھر میں رہنا ہو اتنا اُس کے لیے انتظام کرنا چاہیے۔)

○ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحاب نے سوال کیا کہ سب سے زیادہ عقلمند مومن کون ہے؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اس کے واسطے تیاری کرتا رہے۔

○ ابو صالح سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے ابو صالح! جب تو کوئی جنازہ اُٹھائے تو یہ سمجھ کہ تو اس تابوت میں ہے اور خدا سے کہہ رہا ہے کہ مجھے دنیا میں پھر واپس کردے تاکہ میں اپنے گذشتہ گناہوں کا تدارک کرسکوں اور یہ سمجھ لے کہ خدا نے تیری یہ درخواست منظور فرمالی اور تجھے پھر ایک بار دنیا میں بھیجدیا۔ لہٰذا اب تجھے چاہیے کہ اس باقی زندگی میں گناہانِ گذشتہ کا

تدارک کرلے۔ پھر فرمایا۔ مجھے حیرت ہے ان لوگوں پر جن کے درمیان سے ہزاروں لوگ چلے جاتے ہیں اور ہزاروں جانے والے ہیں اور وہ دیکھتے ہیں پھر بھی لہو ولعب میں مشغول ہیں۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحییٰؑ کی قبر پر آکر اُن کو زندہ کیا۔ حضرت یحییٰؑ نے پوچھا، تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا، میں عیسیٰؑ ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تم میرے ہمراہ میرے کارِ تبلیغ میں میری مدد کرو۔

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا کہ جانکنی کی شدت اور تکلیف میں ابھی تک نہیں بھولا۔ تم مجھے پھر اسی تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔

○ منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ کے فرزند مصروفِ عبادت تھے اور اُن کی عبادت کا طریقہ سیر و سیاحت تھا جس میں وہ صانعِ عالم کی صناعی کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے اور یادِ خدا کرتے تھے۔

ایک روز وہ ایک شکستہ قبر پر پہونچے اور سوچا کہ اس مردے کے واسطے اُس قادرِ مطلق سے دعاء کریں کہ اس کو زندہ فرمادے اور اس سے جانکنی کے حالات معلوم کریں۔

چنانچہ انھوں نے خدا سے بحضورِ قلب دعاء کی۔ قبر سے مردے نے سر نکالا، جس کا سارا سر سفید بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُس نے اُن سے کہا، تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ تم سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جانکنی کے وقت انسان پر کیا گذرتی ہے؟

اُس نے کہا، مجھے مرے ہوئے ننانوے ۹۹ سال ہوگئے ہیں مگر میں اس جانکنی کی تکلیف کی شدت اور تلخی کو آج تک نہیں بھولا۔

اُنھوں نے دریافت کیا، جب تم مرے تھے تو تمھاری عمر کیا تھی، یہ بال اسی طرح سفید تھے۔

اُس نے کہا، موت کے وقت میں جوان تھا تمام بال سیاہ تھے اب جب تم نے مجھے پکارا اور میں چونک کر اُٹھا تو میں یہ سمجھا کہ شاید قیامت ہو چکی ہے اس کے خوف سے میرے یہ بال سفید ہو گئے۔

○ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جس کا کفن قبل موت گھر میں تیار رکھا ہو وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوتا، اور جب بھی وہ اپنے کفن کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو ثواب عنایت فرماتا ہے۔"

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر روز ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے انسان پیدا ہو، مرنے کے لیے اور جمع (مال) کر فنا ہونے کے لیے اور تعمیر کر خراب ہونے کے لیے۔ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر جاتی ہے تو ہر تازہ دن اُس سے کہتا ہے کہ عملِ نیک بجا لا میں اب پھر نہیں آ سکتا، میں آج تیرا گواہ ہوں۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جابرِ جعفی سے ارشاد فرمایا کہ، اے جابر! ہمارے شیعوں کو ہمارا اسلام پہونچا دو اور کہہ دو کہ ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور کوئی مقرّبِ خدا نہیں ہو سکتا مگر جبکہ اُس کی اطاعت کرے۔ اے جابر! جو اطاعتِ خدا کرے اور ہم سے بھی محبّت رکھتا ہو وہ ہمارا شیعہ ہے اور جو معصیتِ خدا کرے وہ ہرگز ہرگز ہمارا شیعہ نہیں ہے اور نہ ہماری زبانی محبّت اس کو نفع دے گی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا، جو چاہے کہ معاشرہ اور قوم کی مدد کیے بغیر باعزّت بن جائے اور بغیرِ سلطنت حاکم بن جائے اور بغیر مال

کے غنی بن جائے، لوگ اُس کی اطاعت کریں، اُس کو چاہیے کہ اللہ کی معصیت کی ذلت سے نکل کر اطاعت و فرمانبرداریٔ خدا کی عزّت کے حصار میں داخل ہو جائے۔ (تاکہ مذکورۂ بالا تمام فضائل اُس کو حاصل ہو جائیں۔)

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز ہر شخص سے چار چیزوں کا سوال ضرور کیا جائے گا۔

- پہلا سوال عمر کے متعلق ہو گا کہ عمر کس طرح گذاری
- دوسرا سوال یہ ہو گا کہ جوانی کس کام میں صرف کی۔
- تیسرا سوال یہ ہو گا کہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں صرف کیا۔
- چوتھا سوال یہ ہو گا کہ میرے اہلِ بیتؑ سے محبت کرتا تھا یا نہیں۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ توریت میں منقول و مرقوم ہے کہ "اے فرزندِ آدمؑ! اپنے دل کو میری اطاعت کے لیے آمادہ کرے تاکہ میں تیرے دل کو غنی بنا دوں اور مخلوق سے بے نیاز کر دوں۔ تیری تمام حاجات کو میں پورا کروں اور اگر تو نے اپنے دل کو میری اطاعت سے محروم رکھا تو میں تیرے دل کو محبّتِ دنیا سے معمور کر دوں گا اور تیری کوئی حاجت پوری نہ کروں گا تجھے تیری کوششوں پر تنہا چھوڑ دوں گا۔

○ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جو بندہ مشتاقِ بہشت ہے وہ شہرتِ دنیا کو پسند نہیں کرتا۔ جو آتشِ جہنم سے ڈرتا ہے وہ کبھی گناہ نہیں کرتا، جو ترکِ دنیا کرتا ہے وہ بہت سے مصائب سے نجات پا لیتا ہے۔" خدا کے کچھ بندے درجۂ یقین پر فائز ہیں جو گویا اہلِ جنّت کو جنّت میں اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں دیکھ رہے ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو پیشِ خدا کھڑے ہوتے ہیں، اُس کی یاد میں اُن کے رخساروں پر آنسو جاری ہوتے

ہیں، خوفِ الٰہی اور کثرتِ عبادت نے ان کو اس قدر لاغر اور کمزور کر دیا ہے کہ لوگ اُن کو بیمار سمجھتے ہیں حالانکہ وہ جسمانی مریض نہیں بلکہ محبت و عشقِ الٰہی کے مریض ہیں۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا ایک بستی سے گذر ہوا جس کے تمام باشندے، طائر اور حیوانات مردہ تھے۔ آپ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا، یہ یقینی طور پر عذابِ الٰہی کی وجہ سے مرے ہیں۔ اگر فرداً فرداً مرتے تو دفن کر دیے جاتے۔

آپ کے حواریین نے کہا، یا روح اللہ! خدا سے دعا کیجیے کہ اُن کو وہ پھر زندہ فرما دے تاکہ ہم اُن سے ان اعمال کو معلوم کریں جن کی وجہ سے ان پر یہ عذاب نازل ہوا ہے۔ اور پھر ہم اُن اعمال سے پرہیز کریں۔

حضرت عیسیٰؑ ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور ندا کی اے اہلِ قریہ بحکمِ خالقِ یکتا و یگانہ جواب دو۔

اُن میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا لبیک یا روح اللہ!

حضرت نے ارشاد فرمایا، کہ کن اعمال کی بناء پر تمھارا یہ حشر ہوا ہے؟

اُس نے عرض کیا ہم طاغوت (شیطان) کی دل سے اطاعت کرتے تھے اور خدا کے وجود سے انکار کرتے تھے۔ دنیا کو دوست رکھتے تھے اور دنیا کی طویل ترامیدوں میں گرفتار تھے، ہمیشہ لہو ولعب میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ نے سوال کیا تمھاری محبتِ دنیا کس قسم کی تھی۔

اُس نے کہا جس طرح ایک بچّہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے۔ ایک رات ہم آرام سے سو رہے تھے کہ صبح کو ہم نے خود کو قیامت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں دیکھا اور ہم سب چلّانے لگے کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں واپس کر دے تاکہ ہم

اپنے گذشتہ گناہوں کا تدارک کر سکیں۔ آواز آئی کہ جھوٹے ہو اور آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں نے ہمیں جلا دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین سے فرمایا۔ اس پُر معاصی آرام کی زندگی سے جو یہ بسر کر رہے تھے سوکھی روٹی صرف نمک سے کھا لینا اور مزبلے (کوڑے) پر سونا ہزار درجہ بہتر ہے۔ (مزبلے پر سو رہنے سے مراد یہ ہے کہ آرام دہ بستر کے بجائے بغیر بستر کے زمین پر سو رہنا)

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام سے ترکِ اولیٰ صادر ہوا، تو چالیس روز آپ سجدہ میں پڑے رہے۔ رات دن روتے تھے سجدہ سے سر نہ اُٹھاتے تھے مگر صرف نماز کے واسطے، یہانتک کہ آپ کی پیشانی پر زخم ہو گیا۔ روتے روتے آنکھوں سے خون بہنے لگا۔ چالیس روز کے بعد ندا آئی، اے داؤد کیا چاہتے ہو؟ اگر بھوکے ہو تو تمھیں سیر کر دیا جائے، پیاسے ہو تو پانی پلا دیا جائے، عُریاں ہو تو پوشاک دی جائے، اگر خائف و ترساں ہو تو امن و سلامتی دی جائے۔؟

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا، پالنے والے! بھلا میں کس طرح خائف نہ ہوں گا، اس لیے کہ خاطی ہوں اور تو عادلِ محض ہے۔

وحی ہوئی کہ اے داؤد! توبہ کو مغفرت کا ذریعہ بناؤ۔

حضرت داؤد علیہ السلام یہ سن کر زبور پڑھتے اور فریاد کرتے ہوئے صحرا کی طرف نکل گئے۔ جب آپ زبور پڑھتے اور فریاد کرتے تھے تو آپ کے ساتھ شجر و حجر اور جانورانِ صحرا بھی فریاد میں شامل ہو گئے یہانتک کہ آپ ایک پہاڑی پر پہونچے جہاں غار میں حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبرِ خدا مصروفِ عبادت تھے جب اُنھوں نے جانوروں کی آوازیں سُنیں تو سمجھ گئے کہ یہاں داؤد پیغمبر آئے ہوئے

ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام آگے بڑھے اور حضرت حزقیلؑ سے کہا، اگر آپ اجازت دیں تو میں اوپر آؤں۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے کہا نہیں، تم گناہگار ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام خوب روئے یہاں تک کہ حضرت حزقیلؑ پیغمبرِ خدا کو وحی ہوئی کہ "داؤد نے ترکِ اولیٰ کیا ہے اس پر ان کو سرزنش نہ کرو، کیونکہ میں توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہوں اور مجھ سے بہتر اور برتر کون ہے جو معاف کرے۔"

حضرت حزقیلؑ، حضرت داؤدؑ کو اپنی قیامگاہ پر لے گئے۔

حضرت داؤدؑ نے حضرت حزقیلؑ سے سوال کیا کہ کیا کبھی گناہ کا ارادہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے؟

حضرت حزقیلؑ نے کہا، نہیں

حضرت داؤدؑ نے پھر سوال کیا کہ کیا اپنی اس عادت پر فخر و عُجب کا خیال کبھی آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے؟

حضرت حزقیلؑ نے کہا، نہیں۔

حضرت داؤدؑ نے پھر سوال کیا کہ کیا کبھی دنیا کی خواہشات دل میں گذری ہیں؟

حضرت حزقیلؑ نے کہا، ہاں کبھی کبھی ایسا ہوا ہے۔

حضرت داؤدؑ نے کہا، پھر آپ نے اس کا تدارک کیا کیا؟

حضرت حزقیلؑ نے کہا، اِس پہاڑ کے شگاف میں میں داخل ہو جاتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس سے اپنا علاج کر لیتا ہوں۔

حضرت داؤدؑ، حضرت حزقیل کے ہمراہ اس شگافِ کوہ میں داخل

ہوئے اور دیکھا کہ ایک لوہے کا تخت بچھا ہوا ہے اور تخت پر کچھ بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں اور تخت پر ایک لوہے کی لوح پڑی ہے۔ حضرت داؤدؑ نے اس لوح کو اُٹھایا، اس میں لکھا تھا کہ میں اروائے ابنِ شلم ہوں میں نے ہزار سال بادشاہی کی، ہزار شہر کی بُنیاد رکھی اور ہزار باکرہ لڑکیوں کی بکارت زائل کی۔ بالآخر میرا حال یہ ہوا کہ خاک میرا بستر ہے، سنگِ خارا میرا تکیہ ہے سانپ بچھو میرے ساتھی ہیں۔ لہٰذا جو مجھے دیکھے اُس کو چاہیے کہ وہ دنیائے مکّار کے فریب میں نہ آئے۔

مقصدِ دوم: خروجِ دجّال

زمانہ آخر میں ظہورِ امامؑ

صاحب الزّمانؑ سے قبل خروجِ دجّال ہوگا۔ امامؑ کے ظہور سے قبل ایک شخص دعوائے خدائی کرے گا۔

حدیث میں آیا ہے کہ: دجّال، جنابِ رسولِ خداؐ کے زمانے میں پیدا ہوا۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ دینِ اسلام کی طرف بُلایا، مگر اُس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ "تم پیغمبری میں مجھ سے زیادہ نہیں ہو۔" اسی طرح اور بھی بیہودہ باتیں کیں۔

آپؐ نے فرمایا: "دُور ہو اے شقی! تو اپنی اجل سے نہ ٹلے گا اور اپنی آرزو پر کامیاب نہ ہوگا۔"

پھر اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا: ہر پیغمبر اپنی اُمّت کو دجّال سے ڈراتا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اِس کے ظاہر کرنے میں تاخیر کی اور اسے اس امّت میں پیدا

کیا۔ ہوشیار رہنا کہ وہ خدائی کا دعویٰ کر کے تمہیں شبہے میں ڈالے گا۔ یقین جانو تمہارا خدا "کانا" نہیں۔ وہ (دجّال) گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا اس کے گدھے کے دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ایک میل کے برابر ہوگا۔ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوگا۔ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ یہودی، صحرائی لوگ اور عورتیں اس کا ساتھ دیں گی، وہ مکّہ اور مدینہ کی سرزمین کے سوا تمام دنیا کے گرد پھرے گا۔

ابن بابویہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے ایک روز برسرِ منبر فرمایا۔ " سلونی قبل ان تفقدونی "

یعنی: "سوال کرو مجھ سے قبل اس کے کہ میں تم میں نہ رہوں "

صعصہ صحابی نے جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام سے سوال کیا۔

یا وصیِ رسولؐ ! دجّال کب خروج کرے گا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اس کے خروج کی کچھ علامات ہیں جو یہ ہیں۔

لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں گے، امانت میں خیانت عام ہوگی، دروغ اچھی چیز سمجھی جائے گی، سود اور رشوت جائز سمجھی جائے گی، دین کو دنیا کے عوض فروخت کیا جائے گا۔ بیوقوف عقلمندوں پر حکومت کریں گے، بے گناہوں کا خون بہایا جائے گا، حلم و بُردباری ضعیف و کمزور سمجھی جائے گی، ظلم پر فخر و مباہات کیا جائے گا، امیر فاجر ہوں گے۔ وزیر ظالم ہوں گے، رئیس خائن ہوں گے، قاری فاسق ہوں گے، زنا اور بدکاری عام ہوگی، عورتیں تجارت میں مردوں کے ساتھ شریکِ کار ہوں گی، دروغگو، ریاکار قابلِ عزّت ہوگا، عورتیں زین پر سوار ہوں گی عورتیں مردوں کے مشابہہ ہوں گی اور مرد عورتوں کے لباس میں ہوں گے۔ اُس سال قحطِ عظیم ہوگا۔ دجّال، اُس کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا جس کے پیچھے عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے، پھر ایک فتنۂ عظیم برپا ہوگا۔

پھر اصبغ بن نباتہ یا کنانہ کھڑا ہوا اور پوچھا: یا حضرتؑ دجّال کون شخص ہے

آپؑ نے فرمایا: الصید کا بیٹا صاید ہے جو اُس کی پیروی کرے گا وہ بڑا ہی بدبخت ہوگا۔ اصبہان شہر کے قریب ایک گاؤں "یہودیہ" ہے وہ اُس سے نکلے گا، داہنی آنکھ پھوٹی ہوگی، بائیں آنکھ پیشانی پر تارے کی طرح چمکتی ہوگی، دونوں آنکھوں کے درمیان موٹے حروف سے لکھا ہوگا " کافر" ہر شخص اس کو پڑھ سکے گا، سامنے ایک پہاڑ دھوئیں کا ہوگا اور پیچھے بھی ایک پہاڑ ہوگا۔ لوگ خیال کریں گے کہ روٹیوں کا پہاڑ ہے، وہ سخت قحط کے زمانے میں نکلے گا، اُس کا ایک گدھا برنگ سفید، قد آور اتنا کہ جو ایک قدم سے ایک میل طے کرے گا۔ جس دریا سے اس کا گذر ہوگا اُس کا پانی خشک ہو جائے گا، بلند آواز سے پکارتا ہوا آئے گا کہ: " اے میرے دوستو! میرے پاس آؤ، تمہارا پروردگار اور خدا میں ہوں، میں نے تمہارے ہاتھ پاؤں بنائے، تمہاری تقدیر مقرر کی۔ "

آپؑ نے فرمایا: وہ دشمنِ خدا جھوٹا ہے، وہ آنکھ سے کانا ہے، چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا ہے "تمہارا خدا ان باتوں سے پاک ہے"۔ اس کے (دجّال کے) پیرو اکثر ولد الزّنا اور سبز ٹوپی والے ہوں گے اور ایسے شخص کے ہاتھ سے مارا جائے گا، جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز پڑھیں گے سرزمینِ شام میں بمقام عقبہ رفیق جمعہ کے روز تین گھڑی دن چڑھے یہ ماجرا پیش آئے گا۔ اس کے بعد ایک بڑی مصیبت آئے گی۔

لوگوں نے عرض کیا: یا حضرتؑ وہ مصیبت کیا ہوگی ؟

دابۃ الارض کا ظہور

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: کوہِ صفا کے پاس سے دابۃ الارض پیدا ہوگا، اُس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السّلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا

عصا ہوگا، مومن کی پیشانی پر انگوٹھی سے نشان کرے گا اور کافر کی پیشانی پر عصا سے۔ مومن کی پیشانی پر یہ نقش ہوگا "ھٰذا مُؤمِنٌ حَقٌّ" اور کافر کی پیشانی پر ھٰذا کَافِرٌ لکھا ہوگا۔ پھر دابۃ الارض گردن کو بلند کرے گا تمام لوگ اس کو دیکھیں گے۔ یہ امر آفتاب کے طلوعِ مغرب کے بعد ہوگا یعنی جب توبہ کا دروازہ بند ہو چکے گا۔

پھر ارشاد فرمایا: اِس سے زیادہ دجّال کا حال نہ پوچھو۔ کیونکہ رسولِ خداؐ کا حکم ہے کہ اس کا حال سوائے اہلِ بیتؑ کے کسی سے نہ کہو۔

راوی کہتا ہے، میں نے صعصعہ سے پوچھا، وہ کون ہے کہ جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔؟

فرمایا: امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے نویں امامؑ، جو رکنِ حجر اور مقامِ ابراہیم کے درمیان سے ظاہر ہوں گے۔ ترازوئے عدل قائم کریں گے اور روئے زمین کو کافروں سے صاف کریں گے۔

بہت سی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دابۃ الارض جناب امیر المومنینؑ ہیں آپؑ ظہورِ صاحب الامرؑ کے بعد آئیں گے اور یہ زمانہ قیامت کے بہت قریب ہوگا

مقصدِ سوم: ذکرِ معاد

" معاد کے معنی دوبارہ واپسی "

مقصد ہے کہ وہ روز کہ جس میں اللہ تعالیٰ جنّ والانس کی موت کے بعد دوبارہ ان کو زندگی بخشے گا اور اُن کے کیے ہوئے نیک و بد اعمال کا محاسبہ کرے گا۔

معاد دین کی اُن ضروری چیزوں میں سے ہے جن کا ذکر قرآن مجید، اور احادیث میں بار بار کیا گیا ہے جس میں شبہہ کی گنجائش نہیں ہے بلکہ معاد کا

نہ ماننے والا اور اس پر یقین نہ رکھنے والا اور یہ کہنے والا کہ روزِ قیامت انسان اپنے اس جسم کے ساتھ نہیں اُٹھایا جائے گا، کافر ہے۔

آیتوں اور حدیثوں کی یہ تاویل کرنا کہ راحت اور تکلیف روح کو ہوگی، بدن دوبارہ پیدا نہ ہوگا، کفر ہے۔ یقین رکھنا چاہیے کہ آسمان اور زمین میں ضرور تہلکہ ہوگا، پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور سب مُردوں کی خاک کے اجزاء کو اللہ تعالیٰ جمع کرکے پھر ویسے ہی بنا دے گا اور ہر ایک کی روح کو دوبارہ اس میں داخل کرے گا اور حساب ہوگا۔

باقی لوازماتِ قیامت مثلاً پُلِ صراط اور میزان یعنی (عدل کی ترازو) قائم ہوگی اور اعمال کا تولا جانا، اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق سب پورا ہوگا، نیکوں کو بہشت ملے گی، کہ اس میں انسان کی لذّت پانے کی چیزیں مثلاً حوریں، غلمان، شیریں نہریں، باغ اور میوے ہوں گے اور بدکاروں کو دوزخ ملے گی کہ اس میں ایذا رساں چیزیں مثلاً آگ اور آگ کے سانپ، بچھو، کانٹے دار درخت اور کھولتا ہوا گرم پانی پینے کو ہوگا اور یقین کرنا چاہیے کہ یہ تمام باتیں سچی اور یقینی ہیں۔

مومنوں کی روحوں کا بیان

ایک دفعہ رات کے وقت جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ حبّہ عربی نجف اشرف کے قریب ایک میدان میں جسے وادی السّلام کہتے ہیں، گیا۔ حضرت کھڑے ہوگئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں کھڑا کھڑا تھک گیا اور پھر بیٹھ گیا۔ بہت دیر ہوگئی اور حضرت ویسے ہی باتوں میں مصروف رہے۔ میں کئی بار کھڑا ہوا اور بیٹھا، بالآخر تنگ آکر حضرت سے عرض کیا، یا حضرت

آپ تھک گئے ہوں گے آرام کر لیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: مومنوں سے مجھے محبت ہے اُن سے گفتگو کرلوں۔

میں نے دریافت کیا: یا حضرت ان کی کیا حالت ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: گروہ در گروہ خوش بیٹھے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا ان کے اجسام یہاں ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، صرف روحیں ہیں۔ مومن خواہ کسی جگہ مرے اُس کی روح یہاں آتی ہے۔

• منقول ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: یا حضرت! میرا بھائی بغداد میں ہے اگر وہیں مر گیا تو مجھ سے بہت دور ہو جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: اس بات سے نہ ڈرو، کیونکہ مومن خواہ مغرب میں مرے یا مشرق میں، اُس کی روح وادی السّلام میں آئے گی۔

اُس نے پوچھا: یا حضرت! وادی السّلام کہاں ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: کوفہ کے پیچھے۔

• ابی ولاد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: یا حضرت! لوگ کہتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں سبز پرندے کی شکل میں عرش کے پاس اُڑتی رہتی ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا: غلط کہتے ہیں۔ مومن کی روح خدا کے نزدیک ایسی حقیر چیز نہیں ہے جس کو پرندے کی شکل میں تبدیل کر دے، بلکہ جسم مثالی میں جو اسی جسم کے مثل اور مشابہ ہے وہاں رہتی ہے۔

ابو بصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے

ارشاد فرمایا: مومنوں کی روحیں اسی طرح کے جسموں میں بہشتی درختوں کے سائے میں ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں جب کوئی نئی روح جاتی ہے اُس وقت آپس میں کہتی ہیں کہ کچھ دیر اسے آرام کرنے دو کیونکہ سخت تکلیف پا کر آئی ہے۔ پھر اس سے ہر ایک عزیز کا حال دریافت کرتی ہیں۔ جس کو وہ بتلائے کہ زندہ ہے تو خوش ہوتی ہیں کہ وہ ضرور ہمارے پاس آئے گا، اور جس کو وہ کہے کہ مر گیا ہے تو اس وقت سب روحیں ہُوہُو کر کے اس پر افسوس کرتی ہیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں آیا ضرور جہنم میں گیا ہوگا۔

• ابو بصیر سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے میں نے دریافت کیا: یا حضرت! مومنوں کی روحیں کہاں ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا بہشت کے کمروں میں رہتی ہیں، بہشتی کھانے اور شراب نوشی کرتی ہیں اور دعا کرتی ہیں کہ خداوندا جلدی سے قیامت قائم فرما، اور جو وعدہ تو نے فرمایا ہے ہمیں جلد عطا فرما، اور زندہ مومنین کو ہمارے ساتھ شامل فرما۔

• ضریس کناسی سے معتبر روایت میں منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے میں نے عرض کیا: یا حضرت! کہتے ہیں کہ نہر فرات بہشت سے نکلتی ہے ؟

آپؑ نے فرمایا: مغرب کی طرف ایک بہشت اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہاں سے دریائے فرات نکلتا ہے۔ ہر روز شام کو مومنوں کی روحیں قبروں سے نکل کر وہاں جاتی ہیں، میوے کھاتی ہیں، ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں، صبح کو زمین و آسمان کے درمیان سیر کرتی ہیں پھر اپنی قبروں پر جاتی ہیں اور فاتحہ پڑھنے والوں کو دیکھتی ہیں اور مشرق کی طرف اللہ تعالیٰ نے جہنم بنائی ہے۔

کافروں کی روحیں وہاں عذاب میں رہتی ہیں اور صبح کو وادیٔ برہوت میں جو یمن

میں سے چلی جاتی ہیں اور اس وادی کی گرمی جہنم سے بھی زیادہ ہے اور تمام روحیں قیامت تک اسی حالت میں رہیں گی۔

صورِ اسرافیل کا بیان

علی بن ابراہیمؒ نے ثویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لوگوں نے دریافت کیا: یا حضرتؑ! صورِ اسرافیلؑ کیا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: اسرافیلؑ کے صور کی دو شاخیں ہیں۔ دونوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین سے آسمان تک۔ پہلی دفعہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، تو اسرافیلؑ بیت اللہ پر نازل ہوں گے۔ تب فرشتے دیکھ کر کہیں گے کہ اللہ کا حکم ہوگیا ہے کہ تمام اہلِ زمین و آسمان مرجائیں۔ پھر اسرافیلؑ کعبہ کی طرف رُخ کرکے صور پھونکیں گے۔ زمین کی جانب والی شاخ کی آواز سُن کر تمام جاندار چیزیں جو زمین پر ہیں مرجائیں گی۔ پھر جانبِ آسمان کی شاخ کی آواز سن کر تمام اہلِ آسمان مرجائیں گے۔ اس وقت خدا کے حکم سے اسرافیلؑ بھی مرجائیں گے، پھر آسمانوں اور پہاڑوں کو حکم ہوگا کہ سب ریزہ ریزہ ہوجائیں تو وہ گرد کی طرح ہوا میں اُڑجائیں گے پھر بجائے اس زمین کے ایک نئی زمین جس پر گناہ نہیں ہوں گے خداوند تعالیٰ پیدا کرے گا اور اس زمین پر پہاڑ، درخت، عمارات اور گھاس وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ عرشِ الٰہی پانی پر قائم ہوگا۔ اس وقت خداوند تعالیٰ بلند آواز سے ارشاد فرمائے گا "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" (آج کس کی بادشاہی ہے؟) اُس وقت کوئی بھی جواب دینے والا نہ ہوگا، تو خود ہی اُس وقت ارشاد فرمائے گا۔ کہ "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (اللہ واحد و قہار کی بادشاہی ہے۔) میں نے تمام مخلوق کو مار دیا اور نیست و نابود کردیا۔ اب میرے سوا کوئی خدا نہیں،

اور نہ میرا کوئی شریک اور وزیر ہے۔ میں نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سب کو زندہ کیا تھا، پھر سب کو مار ڈالا اور اپنی ہی مشیت و ارادے پر زندہ کروں گا۔

اس وقت قدرتِ خدا سے صور کی آواز نکلے گی جس سے تمام اہلِ زمین و آسمان زندہ ہوجائیں گے۔ پھر میکائیلؑ صور سے آوازدیں گے، اس سے اہلِ زمین حاضر ہوں گے، فرشتے بہشت و دوزخ کو حاضر کریں گے تمام خلقت حساب کے لیے حاضر ہوگی۔

یہ فرماکر حضرتؑ پر رقت طاری ہوگئی اور بہت دیر تک گریہ فرماتے رہے

- جنابِ رسولِ خداؐ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائے گا: اے ملک الموت! جس طرح تُو نے سب کو موت کا تلخ گھونٹ پلایا، آج تجھے بھی اس کا مزہ چکھاتا ہوں۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خلقت کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ آسمان کو حکم ہوگا چالیس روز تک برستا رہے۔ پھر سب کے ریزے جمع کرکے اعضاء پیدا کرے گا۔
- آیت: "هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ" کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی اور حساب کے لیے لوگ زندہ کیے جائیں گے تو سخت، ہولناک راستہ طے کرکے پہنچیں گے اور اس میدانِ محشر میں بھیڑ بھاڑ اور ہجوم کے سبب سے بہت تکلیف ہوگی، اُس وقت پروردگارِ عالمین کی جانب سے ندا ہوگی کہ سب اُس کو سنیں گے۔ یعنی "محمدؐ عربی کہاں ہیں؟ آئیں"۔ آپؐ تشریف لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو عرش کی دائیں جانب جگہ دے گا، پھر جناب امیر المومنینؑ اور ائمہؑ کو بلایا جائے گا تو پروردگارِ عالمین ان کو رسولِ خداؐ کی داہنی جانب جگہ

دے گا، پھر آنحضرتؐ کی اُمّت کو بُلایا جائے گا اور بائیں جانب کھڑا کیا جائے گا
پھر ہر پیغمبر مع اپنی اُمّت کے پکارا جائے گا، اور سب عرش کی بائیں جانب
کھڑے ہوں گے۔ پھر قلم کو بصورتِ انسان عرش کے سامنے حساب کے مقام
پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے قلم! جو کچھ ہم
نے تجھے حکم دیا، تُو نے لوح پر لکھا ؟

قلم عرض کرے گا، پروردگارا! تُو عالم ہے، کہ تیرے راز تیرے سوا کوئی
نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تُو حجّت پوری کردی۔

پھر اللہ تعالیٰ، لوح کو بصورتِ انسان حاضر کرے گا اور پوچھے گا: جو
کچھ ہم نے قلم کو حکم دیا، اُس نے تجھ پر تحریر کیا ؟

لوح عرض کرے گی: بیشک جو کچھ کہ قلم نے مجھ پر رقم کیا، میں نے اسرافیل
کو اس سے آگاہ کیا۔

پھر اسرافیل جو انسانی شکل میں کھڑا ہوگا، سے سوال ہوگا: لوح نے
تجھے نوشتۂ قلم سے آگاہ کیا ؟

پھر جبریل آکر اسرافیل کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ پوچھے گا
کہ کیا اسرافیل نے ہماری وحی سے تجھ کو آگاہ کیا ؟

جبریل کہیں گے، ہاں، خداوندا! جو وحی مجھ کو اسرافیل سے ملی میں نے
تیرے پیغمبروں کو پہنچائی، اور سب سے آخر تیرا پیغام محمدؐ بن عبداللہ کو پہنچایا۔

تبلیغِ رسالت کی تصدیق

پھر اولادِ آدم علیہ السلام میں سے سب سے اوّل حضرت محمدؐ بن عبداللہ کو سوال

کے لیے طلب کیا جائے گا اور اس روز سب سے زیادہ قریب کے مقام پر آنحضرتؐ
کو کھڑا کیا جائے گا، اور سب سے زیادہ عزّت کا مرتبہ عطا کیا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ: جبریلؑ نے ہماری ہر وحی تم کو پہنچائی ؟

آنحضرتؐ عرض کریں گے، ہاں خداوندا! تیری طرف سے علم و حکمت اور
کتاب جبریل نے مجھ تک پہنچائی۔

اللہ تعالیٰ پوچھے گا: میرے احکام اور فرامین تم نے میری خلقت کو سنائے؟

آپؐ عرض کریں گے: میں نے سب احکام و فرامین تیرے بندوں تک
پہنچائے، جہاد کیا اور تیری راہ میں بہت تکالیف برداشت کیں۔

پھر سوال ہوگا: تمہارا گواہ کون ہے ؟

آپؐ عرض کریں گے: خداوندا! تُو ہی گواہ ہے اور تیرے فرشتے گواہ ہیں،
اور میری اُمّت کے خاص نیک لوگ گواہ ہیں، مگر صرف تیری ہی گواہی کافی ہے
پھر فرشتوں سے آنحضرتؐ کی رسالت پر گواہی لی جائے گی۔ پھر آپؐ کی
اُمّت کو گواہی کے لیے بلایا جائے گا۔ سب لوگ گواہی دیں گے کہ: محمدؐ بن عبداللہ
نے تیری کتاب اور حکمت ہمیں پہنچائی ہے۔

پھر آنحضرتؐ سے سوال ہوگا: اے محمدؐ! تم نے اپنے بعد اُمّت کے لیے اپنا
خلیفہ اور نائب کس کو مقرر کیا ؟ جو اُن کو دینِ حق پر قائم رکھے اور ہماری کتاب
سکھائے۔ ؟

آپؐ عرض کریں گے: پروردگارا! میں نے بہترینِ اُمّت، اپنے بھائی علیؑ بن
ابی طالبؑ کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا اور بعد اُن کے لوگوں کو اُن کی اطاعت
کی تاکید بھی کی۔

پھر علیؑ بن ابی طالبؑ کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا: اے علیؑ! تم کو

محمدؐ بن عبداللہ ہمارے نبی نے خلیفہ مقرر کیا تھا اور بعد اُن کے تم نے اُن کی اُمّت میں امامت کے فرائض ادا کیے تھے ؟

حضرتؑ عرض کریں گے : خداوندا ! تیرے پیغمبر نے مجھے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا جب تو نے اپنے حبیبؐ کو اپنی طرف بلالیا ، تو اُن کی اُمّت نے میری خلافت و امامت کا انکار کیا اور مکر و فریب کر کے مجھے کمزور کر دیا اور میرے قتل کے درپے ہوگئے ، میری بات نہ سُنی اور نا اہلوں کو مجھ پر فضیلت دے کر اپنا امام و خلیفہ یکے بعد دیگرے بنالیا ۔ تب میں نے تلوار اُٹھائی اور تیری راہ میں جہاد کیا اور تیری راہ میں قتل کر دیا گیا ۔

پھر آواز آئے گی : اے علیؑ ! تو نے اپنا نائب کس کو مقرر کیا ؟

الغرض اسی طرح ہر امامؑ کو اُن کے وقت کے لوگوں کے ساتھ بلایا جائے گا اور سوال کیا جائے گا تاکہ حجّتِ الٰہی قائم ہو سکے ۔ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا :

"هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ"

یعنی : آج صادقین کو اُن کا صدق نفع دے گا ۔

• معتبر روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب خداوند تعالیٰ حساب کے لیے خلقت کو جمع کرے گا تو حضرت نوحؑ پیغمبر سے پوچھے گا کہ ہماری رسالت کا کام تو نے انجام دیا ؟

حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے : خداوندا ! تیرے حکم کے موافق میں نے خلقت کو ہدایت کی تھی ۔

اللہ تعالیٰ سوال کرے گا ، تمہاری گواہی کون دے گا ؟

حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے : پروردگارا ! محمدؐ بن عبداللہ میرے

گواہ ہیں ۔

یہ کہہ کر آپؑ حضرت محمدؐ صلعم کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے : اے محمدؐ ! اللہ نے تبلیغِ رسالت پر مجھ سے گواہ طلب فرمایا ہے ۔

آنحضرتؐ اُس وقت جناب حمزہؑ اور جعفرؑ کو بلا کر فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر حضرت نوحؑ کی تبلیغِ رسالت کی گواہی دیجیے ۔

پھر یہ دونوں حضرات و بزرگوار حضرت نوحؑ اور تمام پیغمبروں کی گواہی دیں گے

راوی کہتا ہے : میں نے عرض کیا : یا امام ! آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو گواہی میں کیوں نہ بھیجا ۔ ؟

آپؑ نے فرمایا : حضرت علی علیہ السلام کی بزرگی و عزّت کے سبب سے ۔

• منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : اللہ کے سامنے اپنا حساب دینے سے قبل تم کو خود اپنا اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کیونکہ روزِ قیامت پچاس مقامات پر حساب کے لیے کھڑا کیا جائے گا اور ہر مقام پر ہزار برس کھڑا رہنا پڑے گا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"وَكَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ"

وہ دن ایسا ہوگا کہ (اُس کا زمانہ (عرصہ) پچاس ہزار برس کا ہوگا)

میدانِ حشر کا بیان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے

جب یہ آیت " وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ " نازل ہوئی تو اصحاب نے حضرت رسول اللہؐ سے اس کا مطلب پوچھا ۔ ؟

آنحضرتؐ نے فرمایا : جبرئیلؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ خلقت کو حساب کے لیے طلب فرمائے گا ، تو جہنّم کو بھی طلب کیا جائے گا اور

اُس کی ہزار مہاریں ہوں گی، ہر مہار ایک ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوگی، اُس وقت جہنّم فریاد کر کے غصّے سے کافروں اور گناہگاروں پر حملہ کرے گی تو ایسی سخت آواز پیدا ہوگی کہ اگر اللہ تعالیٰ حفاظت نہ کرے تو سب تباہ ہو جائیں، پھر اس کے شعلے بہت بلند ہوں گے کہ اس کی گرمی کا اثر تمام خلقت حتّٰی کہ پیغمبروں اور فرشتوں تک کو ہوگا۔ اس وقت ہر ایک نفسی نفسی پکارے گا (یعنی پروردگارا! ہم پر رحم فرما اور عذاب سے ہماری جان بچا۔) حضرت محمدؐ اُس وقت اُمّتی اُمّتی کہیں گے۔ پھر جہنّم کے اوپر صراط لایا جائے گا، جس کا راستہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، اور اس پر تین پل ہوں گے۔ ایک پل صلۂ رحم اور امانت کا ہوگا جس پر اُن لوگوں کو روک لیا جائے گا جنھوں نے دنیا میں شریعت کے مطابق ان کو پورا نہ کیا ہوگا۔ اور بعضوں کو نماز روک لے گی، کہ جو دنیا میں اس سے غافل رہتے تھے، اور بعضوں کو بندوں کے حقوق دامنگیر ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ"

(بیشک تیرا رب اس وقت دیکھ رہا ہوگا)

اور پُلِ صراط سے گذرتے وقت تیرا ربّ سوال بھی کرے گا۔

پُلِ صراط کا بیان

بعض نیک لوگ پُلِ صراط سے صحیح وسلامت گذر جائیں گے بعض اِدھر اُدھر لٹکتے ہوں گے، بعضوں کا ایک پاؤں پھسلا ہوگا، بعض ایکدوسرے سے لپٹے ہوں گے اور فریاد کرتے ہوں گے کہ خداوندا! اپنی رحمت سے معاف فرما اور پُلِ صراط سے امن کے ساتھ گذار دے۔

اُس وقت جو شخص رحمتِ الٰہی سے اس خطرناک مقام سے گذر جائے گا تو

وہ کہے گا: خدا کا شکر ہے جس نے اپنے احسان سے مجھے بچا لیا، ورنہ میں مایوسی کی حالت میں تھا۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پُلِ صراط بال سے زیادہ باریک، تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ بعض اس پر سے بجلی کی سی تیزی سے گذر جائیں گے، بعض گھوڑے کی چال سے، بعض پیادوں کی چال کی طرح گذر جائیں گے۔ بعض شیر خوار بچّے کی طرح اور بعض لٹک کر گذریں گے ایک جانب سے آگ میں اور ایک جانب سے بچتے ہوئے گذریں گے۔

- حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: جس وقت بندے کو حساب کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "میری نعمتوں اور اس کے اعمال کا وزن کرو۔"

فرشتے وزن کریں گے تو نعمتیں اُس کے اعمال کی نسبت سے زیادہ ہوں گی تب حکم ہوگا: میں نے اپنی نعمتیں بخش دیں۔ اب اس کے نیک اعمال کو بد سے وزن کرو۔ اگر نیک و بد اعمال برابر ہوں گے تو حکم ہوگا کہ اس کو بہشت میں داخل کرو۔ پھر اگر نیک اعمال زیادہ ہوں گے تو اُن کے عوض بیشمار نعمتیں عطا ہوں گی، اور اگر بد اعمال زیادہ ہوں گے تو ایماندار ہونے کی صورت میں (اگر وہ مشرک نہ ہو تو) اُس پر رحمت اور بخشش کی جائے گی۔ اگر چاہے تو خدا بخشدے۔

- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب پوچھا جس کے معنی یہ ہیں:

"اس گروہ کے گناہ خدا نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: مومن گنہگار کو قیامت کے روز حساب کے لیے بلایا جائے

گا، تو خدا اُس کا حساب خود لے گا۔ جب وہ بندۂ مومن اپنے گناہوں سے شرمندہ
ہو کر اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کاتبِ اعمال فرشتوں کو حکم دیگا
کہ اس کے نامۂ اعمال سے گناہوں کو مٹا کر بجائے اُن کے نیکیاں لکھ دو۔
تاکہ اوروں کو اس کے گناہوں سے واقفیت نہ ہوسکے۔ جب اہلِ محشر اس کے
نامۂ اعمال کی طرف نگاہ کریں گے تو تعجب سے کہیں گے کہ اس بندۂ خدا
نے دنیا میں کوئی گناہ نہیں کیا۔ تب حکمِ خدا ہوگا، اس کو بہشت میں داخل
کرو۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت ہمارے شیعوں کے لیے خاص ہے۔

روزِ قیامت حساب کتاب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ: روزِ قیامت
دو اشخاص مقامِ حساب میں اللہ کے سامنے ایسے ہوں گے کہ ایک دنیا میں
امیر (دولت مند) تھا اور ایک مردِ فقیر عرض کرے گا: خدایا! مجھے تو نے
کیوں کھڑا کیا ہے؟ قسم ہے تیری عزّت وجلالت کی، میرے پاس دنیا
میں مال و دولت کچھ نہ تھا، جس کے سبب سے میں کسی کی حق تلفی یا کسی پر
ظلم کرتا۔ تیری بارگاہ سے صرف بقدرِ گذر اوقات روزی ملتی رہی۔
اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہمارا بندہ سچ کہتا ہے۔ اِس کو بہشت میں لے جاؤ
اور اس دولت مند (مردِ امیر) کو اتنے عرصے تک حساب کتاب کے لیے محشر میں
کھڑا کیا جائے گا کہ اس کے پسینے سے چالیس شتر سیراب ہوسکیں۔ جب وہ شخص
مال و دولت کے حساب سے فارغ ہوگا تب بہشت میں بھیجا جائے گا۔ اُسے دیکھ کر
اس کا فقیر ساتھی پوچھے گا کہ اتنی دیر کیوں لگی؟ تو وہ کہے گا کہ میرے ذمّے بہت
لمبا حساب تھا۔ ایک سے فارغ نہ ہونے پاتا تھا کہ دوسرا درپیش ہوجاتا تھا

جب بہت عرصے کے بعد حساب ختم ہوا تو رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا۔ اور توبہ
کرنے والوں میں شامل کر کے مجھے بخش دیا۔

پھر یہ امیر آدمی اُس بہشتی سے پوچھے گا کہ تم کون ہو؟

وہ کہے گا کہ میں وہی مردِ فقیر ہوں جو تمھارے ساتھ حساب میں کھڑا تھا،
بہشت کی نعمتوں اور راحتوں نے میرے اندر ایسی تبدیلی پیدا کردی کہ تم مجھے
پہچان ہی نہ سکے۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جب اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن خلقت کو حساب کے لیے طلب فرمائے گا، نامۂ اعمال اُس کے
ہاتھ میں ہوگا۔ بعض شقی لوگ انکار کریں گے کہ اے خدا! یہ ہمارا اعمال نامہ
نہیں ہے۔ اُس وقت کِراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے دو فرشتے) گواہی دیں گے
کہ یہ اسی کے اعمال ہیں۔ تب وہ لوگ کہیں گے کہ خداوندا! یہ تو تیرے فرشتے
ہیں اس لیے تیری خاطر ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔

پھر وہ لوگ قسم کھائیں گے کہ یہ اعمال نامہ ہمارا نہیں ہے۔

خداوندِ عالمین اسی بات کو قرآن مجید میں اس طرح نقل فرماتا ہے کہ:
"یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ"
(اُس روز اللہ سب کو اٹھائے گا پس وہ اس کے لیے قسمیں کھائیں گے
جس طرح وہ تمھارے لیے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں۔)

حضرتؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے حضرت امیرالمومنینؑ کا
حق غصب کیا۔ اُس وقت اللہ اُن کی زبانوں پر مُہر لگا دے گا۔ اُن کے اعضا
گواہی دیں گے۔ کان کہیں گے، اے خداوند! اِس نے ہم سے حرام باتیں سُنیں
آنکھیں کہیں گی: اس نے ہم سے حرام چیزوں کی طرف دیکھنے کا کام لیا، اسی طرح

ہر ایک عضو اپنے اپنے کاموں کی گواہی دے گا۔ پھر حکمِ خدا ہوگا اور زبان کی مہر ہٹا دی جائے گی، تب وہ اعضاء سے کہے گی؛ تم نے میرے خلاف کیوں گواہی دی؟ تمام اعضاء اُس سے کہیں گے کہ جس خدا نے سب کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی، اُسی نے ہمیں سچ بولنے کی قوت بخشی۔

شفاعت کا بیان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوقِ اوّلین و آخرین کو برہنہ حالت میں ایک میدان میں جمع کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ انھیں اس قدر دیر تک کھڑا رکھے گا کہ سب کے پسینے بہنے لگیں گے اور کھڑے کھڑے بیحد تنگ آجائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں پیغمبرِ آخر الزمان محمدؐ بن عبداللہ؟ اُس وقت آنحضرتؐ تشریف لائیں گے اور حوضِ کوثر پر کھڑے ہوں گے۔ اس حوض کا طول اتنا ہے جتنا ایلہ قریہ (شام کا ایک مقام ہے) سے صنعا یمن کا فاصلہ ہے۔

اس کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام آئیں گے اور آنحضرتؐ کے پہلو کی طرف کھڑے ہو جائیں گے۔ آپؑ اسی حوض سے اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے۔ بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دیں گے اور پانی پینے سے روک دیں گے۔ اُس وقت آنحضرت صلعم درگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے۔ خداوندا! یہ لوگ میرے اہلِ بیت کے دوست ہیں کیوں محروم کیے جاتے ہیں۔ تو اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما۔

آواز آئے گی: اے محمدؐ! تمھاری سفارش ہم نے قبول فرمائی اور ان کو بخش دیا۔ اور آبِ کوثر سے سیراب ہونے کی اجازت دی۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس وقت بہت سے لوگ اپنی بدبختی پر روتے ہوں گے اور ہمارے شیعوں کو اللہ تعالیٰ ہماری محبت کے سبب سے بخشدے گا

حوضِ کوثر کا بیان

ابوتراب انصاری سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کسی نے حوضِ کوثر کی بابت سوال کیا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: وہ ایک حوض ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عنایت فرمایا ہے اور تمام پیغمبروں سے اس فضیلت میں مجھے زیادہ کیا ہے۔ اس کا طول اتنا ہے جتنا قریۂ ایلہ سے صنعاء تک فاصلہ ہے۔ اور اس کناروں پر پانی پینے کے آبخورے اس قدر رکھے ہیں جتنے آسمان پر تارے ہیں۔ اور عرش سے دو بڑی نہریں اس میں گرتی ہیں۔ اس حوض کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ اس کی مٹی مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے سنگریزے یاقوت اور زمرّد کے ہیں۔ اس کی گھاس زعفران ہے۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہی لوگ اس کا پانی پئیں گے جن کے دل شرک و نفاق سے پاک و نیت صاف ہوگی اور میرے وصی علیؑ بن ابی طالبؑ کی پیروی اور محبت میں ثابت قدم رہے ہوں گے اور علیؑ کے دشمنوں کو حوضِ کوثر سے اس طرح ہٹایا جائے گا جیسے خارش زدہ اونٹ کو اونٹوں سے الگ ہنکا دیا جاتا ہے۔ جو ایک بار آبِ کوثر پی لے گا، پھر اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

متواتر حدیثوں سے ثابت ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو اور قیامت کو برحق جانتا ہو اس کو حوضِ کوثر پر بھی ایمان رکھنا چاہیے، ورنہ خدا اُس کو آبِ کوثر سے سیراب نہ کرے گا۔ اور فرمایا: جو

شخص ہماری شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ قیامت کے روز میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ اور فرمایا: میری شفاعت اُن لوگوں کے لیے ہوگی جن پر گناہِ کبیرہ کا بوجھ ہوگا، مگر نیک بندوں کے لیے کوئی رُکاوٹ نہ ہوگی۔

• معتبر روایت میں جناب صادقِ آلِ محمدؐ علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کا روز لوگوں کے لیے ایسا دشوار ہوگا کہ پسینہ بہہ کر منہ میں جائے گا، لوگ تنگ آکر ایکدوسرے سے کہیں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں چلیں اور اُن سے خدا کی بارگاہ میں سفارش کرائیں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس سفارش کی التجا کی جائے گی، تو وہ کہیں گے کہ میں خود سفارش کا منتظر ہوں۔ تم حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ اسی طرح جس پیغمبر کے پاس جائیں گے وہ دوسرے پیغمبر کے پاس جانے کو کہے گا۔ بالآخر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے آپؑ کہیں گے کہ حضرت محمدؐ بن عبداللہ کے پاس جاؤ۔ جب لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچیں گے تو آپؐ فرمائیں گے، میرے ساتھ آؤ میں تمھاری سفارش کرونگا۔ آنحضرتؐ بہشت کے دروازے پر لیجا کر درگاہِ خدا میں سجدہ بجالائیں گے، پھر سفارش فرمائیں گے تو آواز آئے گی: "اے محمدؐ! ہم نے تمھاری شفاعت قبول فرمائی۔" یہ اس آیت کی تفسیر بھی ہے:

"عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا۔"

(امید رکھو، کہ تمھارا رب تمھیں مقامِ محبوب و پسندیدہ و محمود تک پہنچا دیگا)

• منقول ہے کہ ایک شخص حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا حضرت! آپؑ سفارش کا ذکر فرما کر لوگوں کو مغرور کرتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تو سمجھتا ہوگا کہ نفسانی خواہشوں کو روک سکتا ہے، اور ہمارے جدّامجد حضرت محمدؐ کی سفارش کی تجھے ضرورت نہیں ہوگی۔ خدا کی قسم! اگر روزِ قیامت کی پریشانی اور تکلیف کو تو دیکھے تو ضرور شفاعت کی خواہش کرے اور شفاعت کی ضرورت ان لوگوں کو ہوگی، جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنّم میں جانے کے لائق ہیں۔ روزِ قیامت اوّلین و آخرین سب ہی کو شفاعت کی حاجت ہوگی۔

شیعوں کا بہشت میں جانا

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی اُمّت کی سفارش فرمائیں گے اور ہم گروہِ ائمہؑ اپنے شیعوں کی اور ہمارے شیعہ اپنے دوستوں کی سفارش کریں گے۔ بعض مومن اپنے دوستوں کی سفارش کریں گے کہ اُن کی تعداد عرب کے دو خاندانوں (ربیعہ اور مضر) کے برابر ہوگی۔ اور کوئی مومن صرف اپنے خدمتگار کی ہی سفارش کرے گا، (یہ کہہ کر کہ خداوندا! اِس نے میری خدمت کی تھی، اس کا مجھ پر حق ہے، میں سفارش کرتا ہوں کہ تو اس کو بخش دے۔

• آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ "قیامت کے روز تین قسم کے لوگ سفارش کریں۔ اوّل پیغمبر حضرات، دوئم علماء، سوئم شہداء۔"

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے آنحضرت صلعم سے اِس آیت کے بارے میں سوال کیا: "يَوۡمَ نَحۡشُرُ الۡمُتَّقِيۡنَ اِلَى الرَّحۡمٰنِ وَفۡدًا" یعنی: "اُس روز ہم محشور کریں گے متقی لوگوں کو گروہ کی صورت میں (خدائے) مہربان کی بارگاہ کی طرف۔"

درآنحالیکہ وہ لوگ تو خدا کے سامنے حاضر ہوں گے ؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! یہ وہ گروہ ہے جو بحالتِ سواری حاضر کیا جائے گا۔ دنیا میں پرہیزگار ہے اس لیے خدا نے ان کو اپنا دوست قرار دیا، اُن کے اعمال کو پسند فرما کر اُن کا نام متّقی رکھا۔ اے علیؑ! قسم ہے اُس خدا کی جس نے دانے سے سبزی کو برآمد کیا اور جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے، یہ لوگ قیامت کے روز قبروں سے اس طرح اُٹھیں گے کہ ان کے چہرے نور سے برف کی طرح سفید ہوں گے، نورانی پاکیزہ لباس زیب تن ہوگا پاپوش سنہری پہنے ہوں گے جن میں موتیوں کی گھنڈیاں چمکتی ہوں گی، فرشتے ان کے واسطے بہشت کی سواری لائیں گے۔ ان سواریوں پر سوار ہو کر میدانِ محشر میں اُڑتے ہوئے آئیں گے اور ہر ایک کے ہمرکاب ہزار ہزار فرشتے ہوں گے، نہایت عزّت و توقیر سے بہشت کے دروازے پر اُن کو لائیں گے۔ اُس دروازے پر ایک درخت ہوگا جس کے ایک پتّے کا سایہ اتنا ہوگا کہ لاکھ آدمی اس کے نیچے آرام کر سکیں، اس کی دائیں جانب آبِ شیریں کا چشمہ ہوگا اس سے وہ سیراب ہوں گے، اُس پانی کی برکت سے ان کا غصّہ وحسد جاتا رہے گا اور بدنما بال جسم سے گر جائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔"

یعنی: (اور اُن کا پروردگار انھیں (ایسی) پاکیزہ شراب پلائے گا) جس سے ان کی ظاہری و باطنی بُرائیاں دور ہو جائیں گی۔

پھر وہ اُس چشمے پر آئیں گے جو بائیں جانب ہوگا۔ جس کا نام چشمۂ حیات ہے اس میں وہ غسل کریں گے جس کی برکت سے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ہمیشہ کے

لیے درد و تکلیف سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندوں کو بہشت میں داخل کرو۔ میں ان سے ہمیشہ خوش رہا۔

جب فرشتے اُن کو بہشت کے دروازے پر لائیں گے تو وہ حوریں، جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے پیدا کی ہوں گی، خوش ہوتی ہوئی استقبال کے لیے آئیں گی اور آپس میں کہیں گی کہ اللہ کے دوستوں کا بہشت میں آنا مبارک ہو جب وہ لوگ داخل ہوں گے اور اُن کی بیویاں اور تمام اہلِ بہشت شوق سے پکاریں گے "مرحبا مرحبا، مبارک ہو، بڑی دیر سے ہم سب تمھارے مشتاق تھے۔" یہ لوگ بھی ان کو خوشی سے ایسا ہی جواب دیں گے۔

جناب رسول خداؐ یہاں تک فرما چکے تو جناب امیرالمومنینؑ نے عرض کیا: یا حضرتؐ! یہ کون لوگ ہوں گے ؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: یہ گروہِ شیعہ ہے جن کے تم امام ہو۔

- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے روز خدا کی جانب سے منادی کی آواز آئے گی جس کو سب سُنیں گے کہ "کہاں ہیں صبر کرنے والے لوگ ؟" اُس وقت ایک گروہ آئے گا، کہ فرشتے ان کی تعظیم کریں گے اور دریافت کریں گے "تم نے کس طرح صبر کیا ؟"

یہ لوگ جواب دیں گے "ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہوں سے نفس کو باز رکھا۔"

تب آواز آئے گی: "سچ کہتے ہیں یہ لوگ۔ ان کو بغیر حساب لیے بہشت میں داخل کر دو۔"

پھر ایک منادی آواز دے گا۔ "صاحبِ فضل لوگ کہاں ہیں ؟"

ایک گروہ آئے گا، فرشتے اُن کی تعظیم کریں گے اور دریافت کریں گے
کہ "تم میں کیا فضیلت ہے کہ اس درجے پر پہنچے۔" ؟
وہ جواب دیں گے کہ دشمنانِ خدا ہم پر ظلم و ستم کرتے تھے اور ہمیں بُرا کہتے تھے تو
ہم برداشت کرتے تھے اور اُن کے لیے ہدایت کی دعاء کرتے تھے۔
تب آواز آئے گی "یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔" اِن کو بہشت میں داخل کرو۔
پھر آواز آئے گی "کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمسائے ہیں۔" ؟
ایک گروہ آئے گا اور فرشتے اُن کی تعظیم کرکے پوچھیں گے۔ تم نے ایسا
کونسا عمل کیا ہے جس سے آج تم کو رحمتِ الٰہی کی ہمسائیگی کا شرف ملا؟
وہ جواب دیں گے: ہم دنیا میں صرف خوشنودیٔ خدا کے لیے مومن ہمسایوں
(بھائیوں) سے دوستی اور ہمدردی کرتے تھے۔ اور مال سے اُن کی مدد کرتے تھے۔
آواز آئے گی: "سچے ہیں یہ لوگ، ان کو بہشت میں داخل کرو۔"
پھر جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ پیغمبروں اور وصیوں کے
ہمسائے ہوں گے، تمام لوگ ہولِ قیامت سے پریشان ہوں گے، مگر ان لوگوں
کو کچھ خوف نہ ہوگا۔ سب کا حساب ہوگا، مگر یہ لوگ بے حساب بہشت میں
داخل کیے جائیں گے۔

لواءِ حمد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ
قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی رحمت الٰہی وسیع اور عام ہوگی کہ شیطان بھی
اس میں آنے کی طمع کرے گا۔

• معتبر روایت میں حضرت رسول اللہ صلعم سے منقول ہے: آپؐ نے
ارشاد فرمایا: اے علیؑ! بہشت میں داخل ہونے والوں میں تم سب سے اوّل ہوگے

اور تمہارے ہاتھ میں لواءِ حمد ہوگا جس کے ہزار پھریرے ہیں، ہر ایک پھریرہ
اُن میں سورج اور چاند سے بڑا ہے۔

• ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! سب سے
پہلے قیامت کے روز تم کو بلایا جائے گا، اور لواءِ حمد دیا جائے گا۔ تمام اہل محشر
دو طرفہ قطار میں کھڑے ہوں گے۔ تم لواءِ حمد کو لیکر اُن کے درمیان سے گذرو
گے۔ اس کے عَلم کی چوب چاندی کی اور چوٹی سُرخ یاقوت کی اور طول اس کا
ہزار برس کی مسافت کے برابر ہے۔ حضرت آدمؑ اور تمام انبیاء اس کے نیچے
ہوں گے۔ اس کے تین پلّے ہوں گے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، تیسرا
تمام جہانوں میں پھیلا ہوا ہوگا اور اُن پر تین سطریں تحریر ہوں گی۔ پہلی میں
"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔" دوسری میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اور تیسری سطر میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " تحریر ہوگا۔
اور ہر سطر ہزار برس کی راہ کے برابر طویل ہوگی۔ اور اتنی ہی عریض ہوگی۔
اے علیؑ! تم میرا عَلم اُٹھاؤ گے، امام حسنؑ داہنی جانب اور امام حسینؑ
تمہاری بائیں جانب ہوں گے اور عرش کے سائے میں میرے پاس آؤ گے۔
ایک بہشتی حلّہ سبز تم کو پہنایا جائے گا اس وقت اللہ کی طرف سے منادی آواز
دے گا: "اے محمدؐ! کیا اچھا باپ ہے تمہارا ابراہیمؑ اور کیسا اچھا
بھائی ہے تمہارا علیؑ بن ابی طالبؑ۔"

• صحیح روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے
کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: جب تم دعاء مانگو تو میرے وسیلے سے
دعاء مانگا کرو۔
لوگوں نے دریافت کیا: یا حضرتؐ! وسیلہ کیا ہے؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بہشت میں میرے واسطے ایک درجہ مقرر فرمایا ہے اُس کا نام وسیلہ ہے، اس کے ہزار درجے ہیں ایک سے دوسرے تک ہزار سال کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے جس کو تیز گھوڑا طے کرے۔ ان میں کوئی درجہ زبرجد کا ہے، کوئی یاقوت کا، کوئی موتیوں کا، کوئی سونے کا اور کوئی چاندی کا ہے۔ قیامت کے روز باقی پیغمبروں کے درجوں کے ساتھ میرے درجے کو لایا جائے گا اور وہ سب کے درمیان چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ تمام پیغمبر صدّیق اور شہید کہیں گے کہ وہ کتنا خوش قسمت ہے جس کا یہ درجہ ہے۔ اُس وقت آواز آئے گی کہ "یہ درجہ محمدؐ بن عبداللہ کا ہے"۔ اور میں وہاں اس شان سے آؤں گا کہ نور کا لباس زیبِ تن، تاج شاہی سر پر، بزرگی اور کرامت کا طُرّہ لگائے، میرا علم اور لواءِ حمد لیے ہوئے علیؑ بن ابی طالبؑ میرے آگے ہوں گے اور علم پر لکھا ہوگا:

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ الْمُفْلِحُوْنَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ"

میں اس درجے کے اوپر ہوں گا اور علیؑ مجھ سے ایک درجہ نیچے ہوں گے۔ تمام خاصانِ خدا کہیں گے: "یہ دونوں بزرگوار کیسے صاحبِ فضیلت ہیں"۔ آواز آئے گی "یہی ہیں میرے حبیب محمدؐ اور ولی علی بن ابی طالبؑ"۔ خوشا حال اس کا جو اِن کا دوست ہے۔ اور اِن کا دشمن ذلیل و خوار ہے۔

حضرت علیؑ کے اختیارات

پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! تمھارے دوست اس آواز کو سُن کر خوش ہوں گے اور تم سے لڑنے والے اور تمھارا حق غصب کرنے والے کانپتے

ہوں گے اور اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے، اُس وقت دو فرشتے ایک رضوان، بہشت کا داروغہ اور دوسرا مالک، جہنّم کا خازن، آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے۔ میں جوابِ سلام کے بعد دریافت کروں گا: تم کون ہو؟

رضوان کہے گا: یا حضرت! میں بہشت کا داروغہ و خازن ہوں بہشت کی کنجیاں لیکر حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ اُس وقت میں کنجیاں لیکر پروردگار کا شکریہ ادا کروں گا جس نے مجھے یہ شرف عطا فرمایا۔ اور وہ کنجیاں میں تم کو دے دوں گا، اور رضوان واپس چلا جائے گا۔ پھر مالک، جہنّم کا خازن و دربان آکر مجھے سلام کرے گا۔ میں اس کو سلام کا جواب دے کر دریافت کروں گا تم کون ہو؟

مالک کہے گا: میں جہنّم کا خازن ہوں اور کنجیاں لیکر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

وہ کنجیاں اُس سے لیکر میں حمدِ الٰہی بجالاؤں گا اور وہ تم کو دے دوں گا مالک واپس ہوجائے گا اور تم کنجیاں لیکر جہنّم کے کنارے پر جاؤ گے۔ اُس وقت اس کے شعلے بلند ہوتے ہوں گے اور شور بلند ہوجائے گا، مہار اُس کی تمھارے ہاتھ میں ہوگی تو وہ فریاد کرے گی: یا علیؑ مجھے چھوڑ دو، "کہ تمھارے نور سے میری آگ سرد ہوتی جاتی ہے"۔ اُس وقت تم کہو گے: "اے جہنّم! تھم جا اور میرا حکم بجالا، میرے دوستوں کو اپنے اندر لینے سے گریز کر اور میرے دشمنوں کو لیکر خوب عذاب دے"۔

پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے خدا کی، اُس روز جہنّم اس سے زیادہ علیؑ کی اطاعت کرے گی جتنی اب تمھارے غلام تم لوگوں کی اطاعت کرتے ہیں"۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ ایک روز بحکمِ خدائے تعالیٰ نہ یہ آسمان باقی رہے گا نہ زمین نہ پہاڑ وغیرہ اور مُردے اپنے اسی جسم میں

دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تاکہ اُن اعمالِ نیک و بد کا محاسبہ کیا جائے۔

فشارِ قبر، سوالاتِ منکر و نکیر اسی بدن کو دوبارہ زندہ کر کے کیے جائیں گے۔ بعد ازاں مومنوں کی روحوں کو بدنِ مثالی میں منتقل کر کے دنیاوی بہشت میں بھیجا جائے گا جہاں وہ نعمتہائے خداوندی سے متنعّم ہوں گے اور گاہے وادی السّلام میں، جو نجفِ اشرف کے صحرا میں ہے حاضر ہوں گے۔ اور لوگ ان کی قبور پر زیارت کے لیے جائیں گے صاحبانِ قبور کو اطلاع ہو جائے گی۔ اور کافروں کی ارواح کو بدنِ مثالی میں مقید کر کے عذاب کیا جائے گا۔ اور وادیٔ برہوت میں بھیج دیا جائے گا جہاں ان پر تا قیامت عذاب ہوتا رہے گا۔ اور یہی زمانۂ برزخ ہوگا۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

○ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ روزِ قیامت لوائے حمد علیؑ کے ہاتھ میں ہوگا جو میرے آگے چل رہے ہوں گے اسی اثناء دو فرشتے آئیں گے۔ ایک خازنِ جنّت رضوان اور دوسرا خازنِ جہنّم مالک دونوں فرشتے جنّت اور جہنّم کی چابیاں میرے حوالہ کریں گے۔ میں وہ چابیاں علیؑ کے سپرد کر دوں گا۔ علیؑ جس کو چاہیں گے جنّت میں اور جس کو چاہیں گے جہنّم میں داخل کریں گے۔ پھر علیؑ باختیارِ خود دوستدارانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو جنّت میں اور مخالفین کو واصلِ جہنّم کریں گے۔

○ پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر! روزِ قیامت اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ عالم ہوگا جس نے اپنے علم سے نہ خود فائدہ اُٹھایا ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہونچایا ہوگا۔ اور جو شخص اس لیے علم حاصل کرے کہ لوگ اُس کا احترام کریں اور وہ لوگوں کا پیشوا اور سردار کہلایا جائے وہ جنّت کی بُو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

○ اے ابوذر! جو چیز تو نہیں جانتا اگر لوگ اُس کے بارے میں تجھ سے پوچھیں، تو صاف صاف کہدے کہ میں نہیں جانتا، تاکہ روزِ قیامت عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے۔

○ اے ابوذر! اہلِ بہشت اہلِ جہنّم سے سوال کریں گے کہ کیا چیز تمھیں جہنّم میں لائی ہے؟ حالانکہ تمھارے تعلیم کردہ بہشت میں موجود ہیں۔
وہ کہیں گے کہ ہم لوگوں کو نیکی کا امر کرتے تھے لیکن خود اُس پر عمل نہ کرتے تھے۔

اِس سلسلے میں چند قواعد کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

باب ۲

(قواعد)

قاعدۂ اوّل فضیلتِ علم

علم خود ایک افضلِ سعادات اور اکملِ کمالات ہے۔ تمام مخلوقات پر انسان علم کی وجہ سے فضیلت یافتہ ہے۔ چنانچہ جناب رسولِ مقبولؐ مدینۃ العلم کا ارشاد ہے کہ

"علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب (فریضہ) ہے اس لیے کہ خداندِ عالمین طالبِ علم کو دوست رکھتا ہے۔"

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

"علم طلبِ علم اور اس پر عمل کرنا واجب و لازم اور ضروری ہے۔"

اور علم بہتر ہے مال سے، اس لیے کہ علم ازخود محافظ ہے اور مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور طلبِ علم اس لیے بھی ضروری ہے کہ مال کا ضامن تو خود خدا ہے اور علم ازخود ضامن ہے انسان کا۔ مال یعنی روزی کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار سے کیا ہے جبکہ علم کا حاصل کرنا خود انسان کی تکلیف پر مبنی ہے۔ اس کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے اہلِ علم سے تحصیلِ علم ضروری ہے۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ

"جو شخص عالمِ دین سے علم حاصل کر کے مستفید ہوتا ہے وہ ستر ہزار عابدوں سے بہتر ثواب حاصل کرتا ہے۔"

○ جناب فاطمۃ الزّہرا، سیدۃ النساء العالمین خاتونِ جنّت صلوٰۃ اللہ علیہا کا ارشادِ گرامی ہے کہ "مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ علمائے شیعہ جب روزِ قیامت محشور ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کو حلّہ ہائے بہشت عطا فرمائے گا کیونکہ اُنھوں نے اُن شیعہ یتیموں کو جو اپنے امامِ زمانہ کی غیبت کی وجہ سے اپنے علم سے فیضیاب کیا تھا اُن کی سرپرستی کی تھی اور اُن پر اسی طرح لطف و کرم فرما کر علم سکھایا تھا کہ جس طرح امام اپنی موجودگی میں اپنے شیعوں پر لطف و مہربانی سے پیش آتا ہے اور امام حقیقی ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوتا ہے۔"

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "علم ایک حسنہ ہے۔ اس کا طلب کرنا عبادت ہے۔ اس کا ذکر تسبیح کا ثواب رکھتا ہے، عالمِ وحشت میں مونس ہے، عالمِ غربت میں مصاحب ہے، تنہائی میں ہمزبان و ہمکلام ہے، شادی و غم میں رہنما ہے، علم باعثِ زندہ دلی ہے، وقتِ ضعف قوّتِ جسم ہے اور دنیا و آخرت میں مراتبِ عالیہ پر فائز کرنے والا ہے، ایک عالم کی مثال جہلاء میں زندوں کی مانند ہے جو مردوں میں ہو۔"

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "جب خداوندِ عالم اعمال تولے گا تو عالم کے قلم کی سیاہی کا ایک قطرہ شہیدوں کے خون سے کہیں زیادہ وزنی اور قیمتی ہو گا۔"

عالم اور علم کی فضیلت

معاویہ بن عمار سے منقول ہے کہتے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے میں نے عرض کیا: یا حضرت ایک شخص ہے

جو آپؑ کی حدیثیں اور احکام لوگوں کو سُناتا ہے، شیعوں کو دین سے روشناس کراتا ہے، اور دوسرا شخص ہے جو شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے۔ اِن دونوں میں کونسا بہتر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہماری احادیث لوگوں کو سُنانے والا بہتر ہے ہزار عابدوں سے پھر فرمایا: "دنیا میں عالمِ دین بن کر رہو، یا طالبِ علم بن کر، یا اہلِ علم کے دوست بن کر زندگی بسر کرو تاکہ اُن کی دشمنی سے ہلاک نہ ہو سکو۔"

- منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو طالبِ علم، علم کی خاطر اپنے گھر سے چلتا ہے۔ اللہ اُس کے لیے بہشت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور فرشتے اُس کی راہ میں پر بچھاتے ہیں اور اُس کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں بلکہ تمام اہلِ آسمان و اہلِ زمین، بلکہ دریا کی مچھلیاں بھی اُس کے لیے طلبِ مغفرت کرتی ہیں۔ اور عالم کا مرتبہ عابد کے مقابلے میں ایسا ہے جیسا چاند، تاروں میں اور علماء ہی پیغمبروں کے وارث ہیں، پیغمبروں کی میراث مال و دولت نہیں ہے، بلکہ علم ان کا ورثہ ہے جس کو یہ فضیلت ہو وہ پورا وارثِ پیغمبر ہے۔"

- حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے: آپؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعوں میں سب سے بُری حالت ہمارے اُن یتیموں کی ہے جو اپنے امام سے دور اور ہمارے مسائل شرعیہ میں حیران ہیں، اُن کی خبرگیری ہمارے شیعہ عالموں کے ذمّے ہے اگر وہ اُن کی ہدایت کریں اور ہمارے بتائے ہوئے شرعی مسائل سکھائیں گے تو قیامت میں ہمارے ساتھ اور ہمارے جد حضرت

امیر المومنین علیہ السلام کے رفقا میں شامل ہوں گے۔" میرے آباء و اجداد نے حضرت رسولِ خداؐ کی زبانی مجھ سے یہ روایت کی ہے کہ: جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارے شیعوں میں جو عالم ہو اور وہ ہمارے دین کا علم ہمارے برادرانِ ایمانی کو تعلیم کر کے جہالت کی تاریکی سے نکالے گا، روزِ قیامت اُس کے سر پر نور کا تاج ہوگا اور اس کے نور سے لوگ تعجّب کریں گے اور وہ ایسا قیمتی حُلّہ جنّت پہنے گا کہ اس کا ایک تار تمام دنیا کے مال و متاع سے زیادہ ہوگا، اور ایک منادی آواز دے گا: اے لوگو! یہ آلِ محمدؐ کے شاگردوں میں سے ایک عالم ہے۔ اس کے فیض سے یہ ہدایت ملی ہے۔ اس کے نور کی روشنی سے یہ جنّت میں داخل ہوا ہے۔"

اِس آواز سے وہ لوگ جنھوں نے اس سے احکامِ دین حاصل کیے، بہشت میں جائیں گے۔

معلّمِ علمِ دین کا ثواب

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "جو عالمِ شیعہ، جاہلوں کی، علمِ دین سکھانے میں خبرگیری کرے گویا اُس نے بھوکے پیاسے یتیموں کو عمدہ طعام اور آبِ سرد سے خود سیراب کیا۔ بلکہ یتیموں کو سیر و سیراب کرنے والے کے مقابلے میں اس کو ایسی فضیلت حاصل جیسے چاند سہا ستارے پر (جو سب تاروں میں کم روشنی والا ہے) پھر فرمایا: جو کوئی ہماری غیبت و عدم موجودگی ظاہری میں ہمارے شیعوں کو احکامِ دین کی تلقین کرے اور اپنے علم سے ان کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ ندا فرماتا ہے "اے میرے بندے! تُو نے میرے بندوں کو دینِ حق تعلیم کیا اور نیک سلوک کیا، اور میں تجھ سے زیادہ سخی اور سلوک کرنے والا ہوں، لہٰذا جتنے حروف تُو نے تعلیم میں استعمال کیے، ہر ایک کے عوض جنّت میں ہزار قصر اور ہر قصر میں ہزاروں نعمتیں عطا کروں گا۔"

• حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السّلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰؑ! میرے بندوں کو میری دوستی سکھاؤ عرض کیا بارِالٰہا! اِس حکم کی تعمیل کے لیے کیا طریقہ بہتر و مناسب ہے؟ حکم ہوا! "ہماری نعمتیں ان کو یاد دلاؤ، اگر گمراہ لوگوں میں سے کسی ایک نے بھی ہدایت پائی، تو اس کا ثواب تمھیں سو سال کی اُس عبادت سے زیادہ ہوگا جس میں تمام دن روزے سے اور تمام رات کھڑے ہو کر ریاضت کی ہو۔"

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: خداوندا! تیرے گمراہ بندے کون سے ہیں جن کو سیدھے راستے پر لگادوں؟

ارشاد ہوا: "جو لوگ میری شریعت سے ناواقف ہیں اور عبادت کا طریقہ نہیں جانتے۔"

• حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ:
"ہمارے شیعہ علماء کو ثوابِ بزرگ اور جزاءِ کامل کی خوشخبری ہو۔"

• حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "عالم شخص جاہلوں میں ایسا ہے جیساکہ اندھیرے میں چراغ، جس کی روشنی میں راستہ چلنے والے روشنی کرنے والے کو دعاء کرتے رہیں، جو اُس کے علم کے چراغ سے ہدایت کی راہ پائے گا۔ گویا اس کا آزاد کردہ ہے کہ جہالت کے جہنّم سے نکالا اور اس کے عوض خداوندِ عالم ایک لاکھ رکعت نمازوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔"

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: "ہمارے علماء اُس سرحد کے نگہبان ہیں جو شیطان اور اس کے لشکر کی طرف ہے، گویا وہ شیطانی لشکر کو مومنوں پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں۔" پھر فرمایا: "جو کوئی ہمارے شیعوں میں سے اِس کام پر مستعد ہو وہ ہزار درجے بہتر ہے اُن لوگوں سے

جنھوں نے تُرک و روم سے جہاد کیا۔ کیونکہ عالم شیعوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

• حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا: "جاہل شیعوں کو جہالت سے بچانے والا ایک عالم فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے کیونکہ عابد صرف اپنی نجات کی کوشش کرتا ہے اور عالم اپنے تئیں اور بہت سے دوسرے بندگانِ خدا کو شیطان کے دھوکے اور مکر و فریب سے محفوظ رکھتا ہے قیامت کے روز منادی ندا کرے گا: اے یتیم شیعوں کی خبر گیری کرنے والے! تو امامؑ کی غَیبت کے وقت اُن کی ہدایت کا ضامن رہا، جنھوں نے تجھ سے علم حاصل کیا۔ ان کی شفاعت کر۔ تب وہ اُن کی شفاعت کرے گا۔ اور اس کی سفارش سے لاکھوں آدمی اُس کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد نجات پائیں گے۔"

• حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "اگر امام آخر الزّماںؑ کی غَیبت کے بعد علماء، امامت کو ثابت کرنے والے اور شیعوں کو شیاطینِ انس و نواصب کے مکر و فریب سے بچانے والے نہ ہوتے تو تمام شیعہ مُرتد ہو جاتے، مگر ان کے ہاتھوں میں اس گروہ کی مہار اس طرح ہے جیسے ملّاح کشتی کے لنگر کو سنبھالے رہتا ہے۔ اس لیے اُن کا مرتبہ خدا کے نزدیک سب سے بہتر ہے۔"

• حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "علمی مباحثہ کرنا تسبیح کے راستے کا چراغ ہے، قبر کی تنہائی میں مونس اور مصاحب ہے۔ عالمِ دین دشمنوں کے مقابلے میں تیز تلوار ہے، فرشتوں کو اہلِ علم کی دوستی کا شوق ہے نماز کے وقت فرشتے انھیں آفرین کہتے ہیں۔"

قاعدۂ دوم "اصنافِ علم"

ہر طالبِ علم کو وہ علم حاصل کرنا چاہیے
جس سے سعادت ابدی و سرمدی اور خوشنودیٔ خالق و مالک ہو کیونکہ ہر علم باعثِ

سعادت ونجاتِ آخرت اور خوشنودیٔ رب العالمین نہیں ہوتا! اگر کوئی شخص علم نجوم یا علم سحر حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو تو سوائے گمراہی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، بلکہ اس کا حاصل کرنا حرام ہے۔

• حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ "علم صرف تین ہیں۔ (۱) آیاتِ قرآن کے ظاہری معنی (۲) فرض و واجب کے احکام جو اللہ نے انصاف سے اپنے بندوں کے واسطے مقرّر فرمائے ہیں۔ (۳) احکامِ سنّت، جو قیامت تک باقی رہیں گے۔ اس کے سوا سب بیکار ہیں۔

عالم کی علامات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب لقمان نے اپنے فرزند سے کہا کہ عالم کی تین علامات ہیں۔

پہلی یہ کہ خدا کو پہچانے۔ دوسری یہ کہ خدا اُس سے کیا کام چاہتا ہے تاکہ ویسا ہی عمل کرے۔ تیسری یہ کہ، یہ جانتا ہو کہ خدا کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے تاکہ اُن سے باز رہے۔

• ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا حضرت! میرا فرزند مسائلِ حلال وحرام آپؑ سے دریافت کرنا چاہتا ہے اور ایسا سوال نہ کرے گا جس میں اس کا فائدہ نہ ہو؟ آپؑ نے فرمایا: کیا لوگ ایسی بات پوچھتے ہیں جو مسائلِ حرام وحلال سے بہتر ہو۔؟

سب سے زیادہ مفید وہ علم ہے جو باعثِ خوشنودیٔ خداوندِ عالم ہو اسی پر نجاتِ آخرت کا انحصار ہے اور وہ علمِ قرآن وحدیث ہے جو حضرات ائمہ معصومینؑ کے ذریعے سے ہم تک پہونچا ہے اور اُس علم کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے

جس کے ذریعے سے ہم قرآن، حدیث اور اقوالِ ائمہ علیہم السّلام کو سمجھ سکیں۔ اس کے علاوہ کسی اور علم کا حاصل کرنا تضیعِ اوقات کے سوا کچھ نہیں، بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ علم اُس کو بجائے راہِ نجات کے ضلالت وگمراہی میں ڈال دے۔

لہٰذا اسی علم کا حاصل کرنا واجب وضروری ہے (بلکہ فریضہ ہے) جس کے ذریعے سے سعادتِ ابدی اور نجاتِ اُخروی حاصل ہو۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے فرزند سے کہا کہ عالم کی تین علامتیں ہیں:۔

(۱) خداشناسی (۲) خدا کی خوشنودی کس چیز میں ہے۔ (۳) خدا کس چیز کو بُرا سمجھتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا۔ وہ علوم جو کارآمد ہیں چار ہیں۔

(۱) خداشناسی (۲) نعمت شناسی۔ (۳) رضائے خداشناسی (۴) مکروہات شناسی۔ (یعنی چیز جو انسان کو دین سے دور کر دے (فعلِ حرام)

قاعدۂ سوم، آدابِ علم وعمل

بہترین علم وعمل وہ ہے جس سے مقصدِ حصولِ خوشنودیٔ خداوندی ہو۔ اور جس قدر علم وعمل صحیح اور پُرخلوص ہوگا اسی قدر شیطانی وسوسے اور سعی، راہِ راست سے بھٹکانے کی زیادہ ہوگی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ انسان اخلاصِ عمل کی توفیق خلّاق عالم سے ہر وقت طلب کرتا رہے۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے "جو کوئی شخص علمِ حدیث دنیا کے فائدے کی غرض سے حاصل کرے، قیامت کے روز اس کو کچھ حصّہ نہ ملے گا۔ اور جس کی غرض آخرت کا فائدہ ہو خدا اُسے دین ودنیا میں عزّت دیتا ہے۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص علم کو
اپنی ناموری اور شہرت کے لیے حاصل کرتا ہے وہ اپنا مقام جہنم میں بناتا ہے
عالم وہ ہے جو دل کو بُغض وحسد، کبر و نخوت اور ریا سے پاک وصاف رکھے اور
خدائے تعالٰے سے توفیق طلب کرے۔ دل جس قدر محبتِ دنیا سے پاک ہوگا اسی قدر
فیضانِ الٰہی کا مرکز بنے گا۔

چنانچہ علم وحکمت کو دانے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کو زمین پر اس لیے
ڈالا جاتا ہے کہ نشو ونما پاکر غلّے میں اضافے کا سبب بنے۔ پس وہ دانہ جو پتھر پر
ڈالا جائے یا بنجر زمین میں ڈالا جائے نشو ونما نہیں پاتا۔ اسی طرح علم وحکمت اُس
دل میں بے اثر اور بے معنی ہوتے ہیں جو مثل پتھر یا اُس سے بھی زیادہ سخت ہو،
جو دل (اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃ) کا مصداق ہو، مواعظِ حسنہ اُس پر اثر انداز نہیں ہوتے
البتہ وہ دل جو مواعظِ حسنہ سے اثر پذیر ہو چکے ہیں وہ اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

علم حیات زندگانی دل ہے۔ انسان کے جسم میں جب تک مادّہ فاسدہ
ہے کوئی مقوی غذا فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے
کہ پہلے اُس فاسد مادے کو دور کیا جائے جو موجبِ نقصان ہے پھر مقوی غذائیں
دی جائیں جو فائدہ مند ثابت ہوں گی۔ اسی طرح اطبّاءِ روحانی پہلے امراضِ نفسانی
کو دور کرتے ہیں پھر علم وحکمت کی روحانی مقوی غذا دیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو امراضِ
روحانی میں مبتلا ہیں اور بغیر ان کے امراض کا علاج کیے ہوئے علم وحکمت حاصل
کرتے ہیں ان کو یہ علم بجائے فائدے کے نقصان پہونچاتا ہے۔

علم دین کی تمثیل

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا قول
ہے: "مومنوں کے دل ایمان کے اندر لپٹے ہوئے ہیں، جب اللہ تعالیٰ روشن کرنا

چاہتا ہے تو اپنی رحمت سے اُن کو کھول دیتا ہے اور اُن حکمت کا بیج بوتا ہے۔"
"علم وحکمت کی مثال اس طرح بھی دیتے ہیں کہ" یہ دل کے لیے ایسے ہی ہیں،
جیسے جسم کے لیے قوّت بڑھانے والی خوراک، کہ اس سے جسم کے تمام حصّے
طاقت پاکر کام کے لیے تیّار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی روح کو حکمت کی باتوں سے
قوّت حاصل ہوتی ہے اور کمال پر پہنچنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ
کلام پاک میں بہت سے مقامات پر خداوند عالم نے نادانوں اور کافروں کو مردہ
فرمایا ہے: جیسے: "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ"۔ یعنی
"(کافر) مُردے ہیں، زندہ نہیں ہیں لیکن اِس کا انھیں شعور نہیں ہے۔"

• حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اپنی روحوں کو
حکمت کی باتیں سُنا کر راحت پہنچاؤ، کیونکہ وہ تھک جاتی ہیں، کُند اور سُست
پڑ جاتی ہیں۔ جیسے جسم تھک کر سُست ہو جاتا ہے۔"

• بہت سی حدیثوں میں وارد ہے کہ: "علم دل کے واسطے زندگی
اور طاقت ہے، مگر جبتک روح کی بد خصلتیں مثلاً بُغض وحسد لگی رہیں علم
سے کچھ فائدہ نہیں۔ پہلے اُن کو دور کرنا چاہیے۔ جیسے بیمار کے جسم کو طبیبِ کامل
معجون ہرگز نہیں دیتا، تاوقتیکہ مرض کا علاج نہ کرے۔ کیونکہ مرض طاقتور
غذا کا اثر نہیں ہونے دیتا، بلکہ مرض کو طاقت پہنچ کر مریض کی تکلیف بڑھتی ہے
اسی طرح جو لوگ بغض وحسد اور محبّتِ دنیا کے روحانی امراض میں گرفتار
ہیں ان کو علم سے بجائے ہدایت کے گمراہی اور قوتِ فساد کا پھل ملتا ہے۔

علم کی مثال چراغ کی روشنی سے بھی دیتے ہیں۔ جس طرح مریضِ چشم یعنی
نابینا شخص چراغ کی روشنی سے فائدہ نہیں پاتا، ایسے ہی دل کی آنکھوں کا نابینا
شخص پہلے اپنے مرض کا علاج کرائے۔ یعنی اس کی آنکھیں درست وبینا ہوں

تو چراغ کی روشنی سے فائدہ حاصل کر سکے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: یعنی "اُن کی پیشانی کی آنکھیں اندھی نہیں ہیں، بلکہ اُن کے دل کی آنکھیں جو اُن کے سینوں میں ہیں، اندھی ہیں۔"

اس مقام پر قلب کے معنی کی بھی تشریح مختصر طور پر کرنا ضروری ہے:

قلب اور ایمان کا ذکر

قلب کے دو معنی ہیں:-

(۱) ایک مخروطی صنوبری شکل کا گوشت کا عضو جو سینے کے اندر بائیں طرف ہوتا ہے۔

(۲) انسان کا نفسِ ناطقہ۔

انسانی زندگی روح سے ہے اور روح ان بخاراتِ لطیف کو کہتے ہیں جو خون کی گردش سے پیدا ہوتے ہیں۔ خون کا چشمہ دل ہے، دل سے گردش کے ذریعے دماغ میں پہنچتا ہے۔ اور دماغ سے رگوں کے ذریعے تمام جسم میں پھیلتا ہے۔ جسمِ انسان نفسِ ناطقہ کی ترقی کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ اِس لیے نفسِ ناطقہ کو جسم سے بہت کچھ تعلق ہے۔ اور جس چیز سے جسم کی زندگی اور ترقی ہے یعنی خون اُس کا خزانہ دل ہے، بہ نسبت دوسرے اعضا کے اس ناطقہ کو زیادہ تعلق ہے، اس لیے نفسِ ناطقہ کو قلب یا دل کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر نفس کی جگہ قلب کا لفظ آیا ہے بُری، بھلی جیسی خصلت نفس کو حاصل ہو اس کا اثر زیادہ ہوگا۔ مثلاً کسی چشمے سے چند نہریں نکلتی ہیں۔ جتنا پانی چشمے میں زیادہ ہوگا، اسی قدر نہریں بھری ہوئی چلیں گی اسی طرح قلب سے اگر حیوانی روح کی نہریں ایمان اور یقین کی بھر کر جاری ہوں گی، تمام جسم سے عبادات اور نیکیوں کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ یہ دونوں چشمے اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت اور فیض سے جاری ہوتے ہیں، مگر آدمی کو چاہیے کہ ان کے لیے نہریں کھود کر گناہوں کے باطل خیالات کا خس و خاشاک ان سے صاف کرے تاکہ خدا کے فیضان سے یہ دونوں

پاک و صاف جاری رہیں۔

• حضرت رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"آدمی کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس کے پاک و صاف ہونے سے تمام جسم صاف رہتا ہے۔ اگر وہ خراب اور گندہ ہو جائے تو تمام جسم گندہ و ناپاک رہتا ہے۔ اُس کا نام دل ہے۔"

• منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اگر دل پاکیزہ ہو تو تمام بدن پاکیزہ ہوگا، اگر دل میں خباثت ہو تو اس کا اثر تمام جسم پر ہوگا۔"

○ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "سب سے بڑی مصیبت بیماریٔ بدن ہے اور اس سے بھی بڑی مصیبت و بلا بیماریٔ دل ہے" اسی طرح آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ "سب سے بڑی نعمت تونگری ہے اور اس سے بھی بڑی نعمت صحتِ بدن ہے اور اس سے بھی بڑی نعمت پرہیزگاریٔ دل ہے"۔

○ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ قلبِ انسانی بمنزلۂ امام ہے جس کا تمام اعضاء و جوارح بمنزلہ ماموینِ اطاعت گذار کے ہوتے ہیں جو اس کے اشاروں اور ارادوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور اُس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح امام بھی بمنزلۂ دل ہے اور تمام دنیا اُس کے اعضاء و جوارح ہیں جن کو امام کا اسی طرح فرمانبردار ہونا چاہیے جیسے کہ دل کی اطاعت اعضاء و جوارح کرتے ہیں۔

○ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دل کی تین قسمیں ہیں ایک دل وہ ہے کہ جس میں کوئی کارِ خیر جگہ نہیں پاتا۔ دوسرا دل وہ ہے کہ جس میں خیر و شر برابر اور ہموزن ہوتے ہیں۔ کبھی کارِ خیر کا پلّہ وزنی ہو جاتا ہے تو کبھی شر قوی ہو جاتا ہے دونوں ہی ایک دوسرے پر غالب رہتے ہیں۔ تیسرا دل وہ ہے کہ جو

دل کشادہ کہلاتا ہے جس میں چراغِ نورِ الٰہی روشن رہتا ہے جو قیامت تک ماند نہیں پڑتا اور وہ دلِ مومن ہے۔

○ جناب امام علی ابن الحسینؑ سید الساجدین زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ" انسان کے چار آنکھیں ہوتی ہیں۔ دو آنکھیں سر میں، جن سے دنیاوی اشیاء کو دیکھتا ہے اور معلومات حاصل کرتا ہے، اور دو آنکھیں دل میں ہوتی ہیں جن سے اُمورِ آخرت کو دیکھتا ہے۔ جس کے دل کی آنکھوں کو خداوندِ عالم روشنی بخشتا ہے وہ امورِ غیب کو دیکھتا ہے اور اپنے عیوب سے بھی واقف ہو جاتا ہے اور اسی کو مومن کہتے ہیں کہ جس کے دل کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ مومن اور مسلم میں فرق ہے۔

دل کی تشریح

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: " دل کے دو کان ہیں ایک میں ایمان والی روح، نیکی اور ہدایت کی باتیں سنائی دیتی ہیں، دوسرے میں شیطان لعنۃ اللہ یعنی بدی کی باتیں سُنائی دیتی ہیں۔ ان دونوں میں جو غالب ہو انسان اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے۔

• نیز آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت فرمائی ہے کہ: گناہ سے بڑھ کر دل کو خراب کرنے والی کوئی چیز نہیں، کیونکہ جب تک گناہ دل پر غالب نہ ہو انسان گناہ نہیں کر سکتا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے " اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی " اے موسیٰ! میرا ذکر کسی حالت میں نہ بھولو اگر بھولو گے تو دل سخت ہو جائے گا"۔

• جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے۔" آنکھوں کے آنسو دل سخت ہوئے بغیر خشک نہیں ہو سکتے اور دل کی سختی کا باعث گناہ ہوتے ہیں"۔

بیان مذکور سے دل کے معنی معلوم ہو گئے۔ اور ایمان کا تعلق دل ہی سے ہے بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کمی و زیادتی کے قابل ہے۔

• حدیث میں وارد ہے کہ نیک اعمال کرنے والے کے ہر عضو میں ایمان کا حصہ ہوتا ہے اور اعتقادِ نیک دل کا ایمان ہے۔ اعضاء میں ہر عضو کا ایمان یہ ہے کہ جو کچھ حکمِ خدا اس کے متعلق ہو، بجا لائے۔

• حدیث میں ہے کہ مومن جب گناہِ کبیرہ کرتا ہے۔ ایمان اُس سے دور ہو جاتا ہے۔

• حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: " ایمان کے معنی ہیں اقرار زبان سے، معرفت دل سے اور ہر عضو سے جو اس کے متعلق ہے نیک عمل کرنا"

ایمان کے معنی کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے ایمان اور اسلام کے ایک ہی معنی لیے ہیں اور صرف زبانی کلمہ کے اقرار کو ایمان کہا ہے۔ اگرچہ شریعت کے موافق وہ لوگ کافروں کی طرح ناپاک نہیں لیکن قیامت میں سوائے اثنا عشری فرقے کے باقی سب کافروں کے ساتھ ہوں گے۔

ذکرِ ایمان

دوسرے معنوں والا ایمان، یعنی: زبان سے اقرار، دل سے یقین اور اعضاء سے واجبات بجا لانا۔ اس سے انسان مغفرت کا حقدار اور شفاعت کا امیدوار ہے۔ مگر کچھ عرصے بعد اپنے ایمان کی بدولت جہنم سے چھوٹ کر بہشت میں داخل ہوگا جن احادیث میں آیا ہے کہ: مومن گناہِ کبیرہ کرنے سے ایمان سے باہر ہو جاتا

ہے اس ایمان سے پہلے معنوں والا ایمان مراد ہے ۔ یعنی جس میں اعتقادِ حق کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے بچنا شرط ہے ۔ جن حدیثوں میں ایمان کی ایسی شرطیں آئی ہیں جو سوائے انبیاء ، اور اوصیاء ، کے اور کسی میں نہیں پائی جاتیں وہاں ایمان کے تیسرے معنی مراد ہیں یعنی تمام حق باتوں کا یقینی اور کامل اعتقاد تمام واجب اور سنّت کاموں کا بجالانا اور تمام گناہوں اور مکروہات کو ترک کرنا ، ان میں سے ہر ایک ایمان کا جزو ہے ۔ ایمان کے اجزاء سے اعتقادِ وحدانیّت اہم جزو ہے جو شخص اعتقادِ وحدانیّت رکھتا ہے مگر واجبات نہیں بجالاتا اور گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے گویا وہ ایسا جسم ہے جس میں ہاتھ پاؤں اور آنکھیں نہیں ہیں زندہ تو ہے مگر ناقص اور بیکار ۔ واجبات کی تعمیل اور گناہانِ کبیرہ سے پرہیز شیطانی وسوسوں سے نگہبانی کرنے والے ہیں ۔

حدیث میں آیا ہے جبتک انسان نماز کا پابند رہے شیطان اُس سے ڈرتا ہے ، اگر چھوڑ دے اور حقارت کی نظر سے دیکھے شیطان غالب آکر گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے ۔

• حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے جناب امام جعفر صادقؑ نے روایت کی ہے کہ : " ایک روز آنحضرتؐ مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے تو آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا جسم لاغر ، رنگ زرد اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں ۔ وہ نیند کے غلبے سے اونگھ رہا تھا ۔ اُس کا نام حارثہ بن مالک تھا

آپؐ نے پوچھا : اے حارثہ ! کیا حال ہے ؟

اُس نے عرض کیا : یا حضرت ! میرا دل ہر وقت ملول رہتا ہے راتوں کو بیدار اور دنوں کو روزے سے رہتا ہوں ۔ دنیا سے دل کو نفرت ہے ۔ گویا دیکھتا ہوں کہ میدانِ محشر میں خدا کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہوں اور تمام خلقت خوفِ

محشر سے پریشان و بیقرار ہے ، بہشت والوں کو بہشت کی نعمتوں اور راحتوں میں دیکھ رہا ہوں اور اہلِ دوزخ کو دیکھتا ہوں کہ آگ میں جل رہے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں ۔

یہ سُن کر آنحضرتؐ نے اصحاب فرمایا : اس شخص کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے نور سے روشن کر دیا ہے ۔

پھر آپؐ نے اُس سے فرمایا : " اسی حالت پر قائم رہنا " ۔

اُس نے عرض کیا : یا حضرت ! دعا فرمائیے مجھے راہِ خدا میں شہادت نصیب ہو ۔ چنانچہ ، آنحضرتؐ نے دعا فرمائی ، اور وہ اسی سال جہاد میں شہید ہوگیا ۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا : اے علم کے خواہشمندو ! علم کے بڑے فضائل ہیں ۔ اس کی مثال جسمِ انسانی سے اس طرح ہے کہ تواضع اور انکساری مثل سر کے ہے ۔ حسد اور بغض سے پاک رہنا مثل آنکھوں کے ہے ، فہم و سمجھ مثل کانوں کے ہیں ، سچ بولنا ، اس کی زبان ہے ، نیک عمل کرنا مثل دل کے ہے ، اپنے ہم جنسوں پر رحم کرنا اس کے ہاتھ ہیں ، عالم کی زیارت کرنا اس کے قدم ہیں ، اس کے مقام اور ٹھہرنے کی جگہ نجات ہے ، خدا اور خلقِ خدا کے وعدوں کو پورا کرنا نرم کلام ہونا اس کے ہتھیار ہیں ، خدا کی رضا پر راضی رہنا اس کی تلوار ہے ، دشمنوں سے صلح رکھنا کمان ہے ، علماء کی صحبت اُس کا لشکر ہے ، ادب اس کا مال و دولت ہے اور گناہوں سے بچنا اس کا توشہ ہے ۔

مسلم وہ ہے جو زبان سے کلمۂ شہادتین ادا کرے اگرچہ منافق ہو ۔ چنانچہ اکثر احادیث میں مسلمان اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

○ جناب امام علی الرّضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسلم نہ مومن ہے نہ کافر ، بس اسلام سے اُس کو یہ فائدہ پہونچتا ہے کہ اس کا قتل جائز نہیں اور وہ

نجس نہیں۔ اُس کے ساتھ کھانا پینا، شادی بیاہ جائز ہے۔ مسلم آخرت پر اعتقاد
نہیں رکھتا کہ وہاں مستفید ہو سکے۔

اس کے برخلاف مومن کی تعریف یہ ہے اور منقول ہے جناب رسولِ خدا
و دیگر ائمہؑ سے کہ اقرار باللسان، عمل بالارکان، اعتقاد بالجنان۔
یعنی زبان سے اقرار کرنا، اعضاء سے عمل کرنا اور دل میں اعتقاد رکھنا۔

مومن مغفرتِ الٰہی کا مستحق ہے اور شفاعتِ آخرت کا بھی حقدار، اور
گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں نہ رہے گا، اس کے اعمال صحیح
ہیں اور عبادات بیکار نہ ہوں گی۔

○ جناب صادقِ آلِ محمد علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ علم عمل کو آواز دیتا
ہے اگر وہ قبول و لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ رہتا ہے ورنہ وہ بھی (علم بھی) اُس
سے رخصت ہو جاتا ہے۔

قاعدہ چہارم، صفاتِ علماء

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
کا ارشاد ہے کہ جب کسی عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا کی طرف متوجہ ہے تو ہرگز اُس کی
پیروی نہ کرو۔ اس لیے کہ جو شخص جس چیز کو دوست رکھتا ہے اسی چیز کو جمع بھی
کرتا ہے پس جس نے دنیا جمع کی ہو وہ اوروں کو سوائے دنیا کے اور کیا دے سکتا
ہے۔ امامؑ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میری اُمت میں دو قسم
کے لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ صالح ہیں تو ساری اُمت صالح ہوگی اور وہ فاسد ہیں
تو ساری اُمت فاسد ہو جائے گی۔

لوگوں نے سوال کیا، یا رسول اللہ! وہ دو کون ہیں؟

فرمایا، علماء اور سلاطین۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ عالم فقیہ وہ ہے کہ جو اللہ
کے بندوں کو رحمتِ الٰہی سے نا اُمید نہ کرے اور عذابِ الٰہی سے بےخوف نہ کرے
اور قرآن کو ترک نہ کرے اور معصیت اُس سے بالکل رخصت ہو جائے۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ: "علم حاصل
کرنے والے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک کو پہچانو۔ ایک وہ لوگ ہیں
کہ جھگڑا اور فساد کرنے کے لیے علم سیکھتے ہیں، دوسرے وہ جو مجلس میں تکبر
اور فخر کی خاطر علم سیکھتے ہیں، تیسرے وہ ہیں جو علم کی باتیں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے
کے لیے علم سیکھتے ہیں۔ پہلی قسم والے جھگڑے اور فساد سے خلقت کو ایذا دیتے ہیں
نیکی اور پرہیزگاری سے دور رہتے ہیں، اُن کے واسطے خدا کی طرف سے یہ سزا ہے
کہ قیامت کے دن ذلت سے ناک رگڑے گا، اور اس کی کمر اور ہاتھ توڑے
جائیں گے۔ دوسری قسم والے جب علماء کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں تکبر اور
سرکشی کرتے ہیں۔ جب کسی دولتمند کے پاس جاتے ہیں عاجزی ظاہر کرتے ہیں اور ان
کی خاطر اپنا دین ضائع کرتے ہیں۔ قیامت کے دن خدا اُن کو اندھا کرے گا،
اور علماء میں سے علیحدہ کرے گا۔ تیسری قسم والے ہمیشہ خدا کی عبادت میں راتوں
کو جاگتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ نہ معلوم ان کی عبادت قبول ہوئی یا نہیں خدا
کے عذاب سے ڈرتے ہی رہتے ہیں اور دعاء و تضرع میں مشغول رہتے ہیں، زمانے
کے لوگوں کو پہچانتے ہیں، اپنے بھائیوں اور دوستوں سے چوکنے اور ہوشیار
رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو دین کو نقصان پہنچائیں۔ ایسے لوگوں کو خدا طاقت دیتا ہے
اور قیامت کے خوف سے نجات بخشتا ہے

قاعدۂ پنجم، عمل بغیر معرفت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، جو شخص بغیر علم و معرفت و بے بصیرت عمل کرتا ہے اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو نامعلوم راہ پر چل رہا ہو، جس قدر آگے بڑھتا جائے گا اُسی قدر منزل سے دور ہوتا جائے گا۔

ہر عبادت کی کچھ شرائط ہیں، اگر اُن کا علم نہ ہو تو عبادت بیکار ہے اور عمل کے لیے علم کی ضرورت نہ ہوتی تو خداوندِ عالم کو انبیاء کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ جب دنیا کے راستے بغیر رہبر اور رہنما کے طے نہیں کیے جا سکتے تو آخرت کی مشکل ترین راہیں بغیر رہبر و رہنما کی تعلیم کے کس طرح طے ہو سکتی ہیں جبکہ اس راہ میں ہزاروں کمینگاہیں ہیں جن میں ہزاروں شیاطین تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

قاعدۂ ششم، مذمتِ فتوائے نااہلاں

سب سے بڑا گناہ خدا و رسولؐ پر الزام لگانا اور جھوٹ بولنا ہے۔ جو شخص احکاماتِ الٰہی سے بیخبر ہو، احکامات کے سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اور خود کو اہل ظاہر کرتا ہو، وہ جہنمی ہے۔ البتہ یہ کہے کہ میں نے فلاں عالم سے سُنا ہے۔ تو وہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔

لہٰذا فتویٰ دینے کے لیے ضروری ہے کہ خود عالم ہو یا عالم سے سُنا ہو اس کے علاوہ فتویٰ دینے والا کافر ہے۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر! اللہ

کا یہ احسان ہی کیا کم ہے کہ اُس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے ہادیوں کا انتخاب فرمایا۔ اسی کا شکر ادا کرنا تاحیات ممکن نہیں۔ ہر صبح و شام اس بندۂ عاجز کے لیے توبہ و استغفار ضروری ہے تاکہ خداوندِ عالمین تقصیرات کو معاف فرمائے

یہ فقرے چند خصائل پر مشتمل ہیں جو باب ۹ میں ملاحظہ ہوں۔

باب ۸
(خصائل)

خصلتِ اول 'فخر بر عبادت'

عابد کا اپنی عبادت پر فخر و ناز کرنا
بدترین گناہ ہے۔ اس کے باعث تمام ثوابِ عبادات عبث اور بیکار ہو جاتا ہے
اگر کوئی شخص اپنے معبود کی عظمت کو سمجھ لے اور اُس کی صحیح معرفت ہو جائے تو
وہ ہرگز فخر و مباہات نہ کرے۔ کیونکہ اُس منعمِ حقیقی کے انعامات اس قدر کثیر ہیں
جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی اُن نعمتوں کا شکریہ ہی ادا کیا جا سکتا ہے
پھر بھی بندہ گناہگار ہی رہتا ہے۔ جب ایسا ہے تو کس بات پر افتخار کرتا ہے۔
چنانچہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اے فرزند!
عبادتِ الٰہی میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا اور اپنی عبادت پر بھی اعتماد و افتخار نہ کرنا
اس لیے کہ ہم اُس کی عبادت اور اطاعت نہیں کر سکتے جس عبادت کا وہ سزاوار ہے

ـ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک عابد بنی اسرائیل
کا چالیس سال تک عبادت کرتا رہا، چالیس سال کے بعد اُس نے بارگاہِ الٰہی
میں قربانی پیش کی جو قبول نہ ہوئی۔ عابد نے آہ وزاری کی اور اپنے نفس کو بڑی

لعنت ملامت کی کہ یہ سب تیری تقصیر تھی جو میری عبادت قبول نہ ہوئی۔
عابد کو وحی ہوئی کہ یہ تیرا اپنے نفس کو ملامت کرنا اور اپنی تقصیر کا
اعتراف کرنا اُس چالیس سال کی عبادت سے بہتر تھا جس کی وجہ سے ہم تیری
عبادت کو قبول کرتے ہیں۔

ـ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ایک عالم ایک عابد
سے ملا اور سوال کیا کہ تمہاری عبادت کا کیا حال ہے۔؟

- اُس نے کہا، میں اپنی عبادت پر جتنا فخر کروں، کم ہے۔
- عالم نے پوچھا کہ عبادت کے دوران گریہ، وجزع فزع کا کیا عالم ہے
- اُس نے کہا کہ میرے آنسوؤں سے میری ریش بھیگ جاتی ہے۔
- عالم نے کہا، کاش تو بجائے رونے کے ہنستا اور اپنی عبادت پر
فخر نہ کرتا تو وہ ہنسی تیرے رونے سے کہیں بہتر ہوتی۔

ـ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ دو شخص
داخلِ مسجد ہوئے۔ ایک عابد دوسرا فاسق۔ جب مسجد سے بعدِ فراغتِ عبادت
برآمد ہوئے تو عابد، فاسق ہو گیا اور فاسق کا شمار عبادت گذاروں میں ہو گیا۔
کیونکہ عیادت اپنی عیادت پر فخر کرتا ہوا نکلا اور فاسق اپنے گناہوں پر شرمندہ
اور پشیمان تھا۔

(نوٹ:) ناظرین کے ذوق کو اُجاگر کرنے کے لیے مترجم ایک حکایت پیش کرنا
چاہتا ہے:۔ ایک روز خدا کے مخصوص پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ویران
پہاڑی کی طرف سے گذرے، دیکھا ایک عابد پہاڑی کے پوشیدہ دامن میں
مصروفِ عبادت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شوقِ ملاقات بڑھا، قریب گئے
اس کو سلام کیا۔ عابد نے بڑی بے رُخی سے پوچھا، کون ہو۔؟ حضرت موسیٰ نے

کہا، میں موسیٰؑ ہوں۔

- عابد نے سوال کیا، آپ ہی خدا کے نبی ہیں ؟
- حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، ہاں۔
- عابد نے کہا، تو پھر خدا سے میرا کام کرا دیجیے۔
- حضرت موسیٰؑ نے پوچھا، بتلاؤ، کیا کام ہے۔
- عابد نے کہا، کام صرف اتنا ہے کہ میں سو سال سے یہاں پر مصروفِ عبادت ہوں اور سوائے عبادت کے دوسرا کوئی کام انجام نہیں دیتا آپ ذرا خدا سے یہ تو معلوم کیجیے کہ میری اس عبادت کے صلے میں مجھے کیا انعام ملے گا۔ ؟
- حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔ یہ تو میں ابھی معلوم کیے لیتا ہوں اور اسی وقت پہاڑی پر چڑھ گئے اور بآوازِ بلند کہا، پالنے والے یہ تیرا بندہ اپنی عبادت کا صلہ دریافت کرتا ہے۔ بتلا، اس سے کیا کہہ دوں۔ ؟
- آواز آئی اے موسیٰؑ! کہہ دو کل بتلائیں گے۔
- حضرت موسیٰؑ نے عابد سے آکر کہا کہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کل بتلائیں گے۔
- عابد نے کہا، بہتر ہے کل بھی دور نہیں ہے۔ عابد کا یہ دستور تھا کہ صبح صادق سے قبل ایک نہر پر جایا کرتا تھا جو وہاں سے قدرے فاصلے پر تھی۔ وہاں جا کر نہاتا اور کچھ پانی اپنے ہمراہ دوسرے روز کے لیے بھی لے آتا تھا۔ چنانچہ حسبِ دستور دوسرے روز جب وہ نہر کی طرف چلا تو راستہ بھول گیا اور نہر پر جانے کی بجائے کسی اور طرف نکل گیا۔ کافی دور جانے کے باوجود نہر پر نہ پہونچ سکا۔ دھوپ کی شدت سے نڈھال اور

بے حال ہو گیا، پیاس نے حالت تباہ کر دی تھک کر ایک چٹان پر بیٹھ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا کہ سامنے سے ایک شخص آتا ہوا نظر آیا۔ جان میں جان آئی اشارے سے اس کو بُلایا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا کہ تھوڑا سا پانی پلا دو۔

- اُس نے کہا، اس ویرانے میں پانی کہاں ہے۔ اور میرے پاس جو کچھ ہے وہ میری اپنی ضرورت کے لیے ہے۔
- وہ عابد رونے لگا، تب اُس مسافر نے کہا، اچھا ایک گلاس پانی دے سکتا ہوں۔ بتلاؤ کیا قیمت ادا کرو گے۔
- عابد نے کہا، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ سو سال سے عبادتِ خدا میں مشغول ہوں
- اُس نے کہا، اگر اس عبادت کا ثواب مجھے دیدو تو میں تمھیں ایک گلاس پانی دیتا ہوں۔
- عابد نے سوچا اگر زندگی رہی تو عبادت کی جا سکتی ہے۔ کہنے لگا اچھا میں اپنی عبادت دینے کے لیے تیار ہوں۔
- اُس نے ایک گلاس پانی اس عابد کو دیدیا۔ عابد نے پانی پی لیا اور پھر اپنی عبادت گاہ میں پلٹ آیا۔
- صبح کو حضرت موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ اُس عابد کی سو سال کی عبادت صرف ایک گلاس پانی کے عوض خریدی جا چکی ہے۔ اُس سے کہو کہ سو سال سے جو پانی کے گلاس تو نے پیے ہیں اُن کی قیمت ادا کر دے۔
- چنانچہ حضرت موسیٰؑ علی الصبح عابد کی قیامگاہ پر جا پہونچے، سلام کیا، اور فرمایا، اللہ نے بھیجا ہے۔

- عابد نے کہا، یا نبی اللہ! سو سال کی عبادت تو میں فروخت کر چکا۔
- حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، ہاں مجھے معلوم ہے مگر میرے اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب سو سال کی عبادت کی قیمت ایک گلاس پانی ہے تو سو سال میں جو پانی تو نے پیا ہے اُس پانی کی قیمت ادا کر دے۔
- عابد نے جب یہ سُنا تو بڑا پشیمان ہوا اور چِلّایا۔ اور حضرت موسیٰؑ سے کہا، یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے میرے گناہ و قصور معاف کرنے کی سفارش کیجیے۔ میں نادم ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔
- حضرت موسیٰؑ کو وحی ہوئی، اس عابد سے کہدو کہ اِس وقت کی گریہ وزاری اور ندامت و پشیمانی، تیری سو سال کی عبادت سے زیادہ قیمتی ہے جس کے عوض ہم نے تجھے ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا کیا۔

خصلتِ دوم، تشکّرِ نعمت

اوصافِ حمیدہ میں سے ایک صفت نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے جس کی ضد کفرانِ نعمت ہے۔ نعمتوں کا شکر ادا کرنا، نعمتوں میں اضافہ و زیادتی کا باعث ہے۔ اور کفرانِ نعمت، نعمتوں میں زوال کا سبب ہے۔

جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "کھانا کھا کر شکر ادا کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے اللہ کے لیے روزہ رکھنے کا۔

صاحبِ عافیت کا عافیت پر شکر ادا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مبتلائے بلا ہو اور اُس پر صبر کرے، اور مال دار کا شکر ادا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی حالتِ فقر میں

قانع رہا ہو۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ بندے کو ہر نعمت پر زبان سے الحمد للہ کہنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ اگر دولت عطا فرمائے تو اس کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ ضرورت مندوں کے کام آئے۔ اللہ نے زبان عطا فرمائی ہے اُس کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ منعمِ حقیقی کی ثناء اور حمد زبان سے کرے۔ اسی طرح شکر ادا کرنا چشم و گوش، دست و پا اور تمام اعضاء و جوارح کا یہ ہے کہ وہ کام ان سے لیا جائے جس میں خوشنودیٔ منعم ہو۔ علم کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اس کو طالبانِ علم تک پہونچائے اور خود بھی عمل کرے۔ اور سب سے بڑی نعمت پروردگارِ عالم کی بندوں پر یہ ہے کہ اُس نے پیغمبر آخر الزّماں کو اور انؐ کے اوصیاء کو بھیج کر گم راہوں کو راہِ ہدایت دکھلائی، شکریہ اِس نعمت کا یوں ادا کرے کہ ہر اوامر و نواہی میں ان ذواتِ مقدسہ کی اطاعت میں کمربستہ رہے۔

اور سب سے بڑا شکریہ یہ ہے کہ اُس منعمِ حقیقی کی عطا کردہ نعمتوں پر غور و فکر کرے تو از خود دل سے الحمد للہ رب العالمین نکلے گا۔ ایک لقمے پر ہی ذرا غور کرے کہ اُس کے مُنہ تک جانے سے قبل اُس منعمِ حقیقی نے تیرے اس لقمے کی خاطر کس قدر اہتمام اور تدابیر کی ہیں۔

یعنی لوہار اور بڑھئی سے ہل بنوایا، کسانوں اور حیوانوں یا مشینوں سے زمین کا سینہ چیرا، تخم پاشی کرائی، سمندر سے پانی اُڑایا، ہوا سے بادلوں کو مسخّر کر کے چلایا، خشک زمین پر آبپاشی ہوئی، سورج سے حرارت پہونچائی، دانہ اُگایا ہزاروں انسانوں و حیوانوں نے محنت کی، غلہ بازار میں آیا، پتھروں سے چکّی بنوائی، اُس نے دانوں کو پیس کر آٹا بنایا، آٹا خمیر کیا گیا، روٹی کی شکل میں دسترخوان پر آیا جب کہیں ایک لقمہ بنا۔ کبھی سوچا ہے کہ اس ایک لقمے کی خاطر کیا کیا کرنا پڑا ہے۔

اب ذرا مزید غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ لقمہ منہ تک پہونچا تو پھر کیا کیا
تدابیر روبعمل آئیں، یعنی دست و دہن، دندان و زبان، معدہ و قوتِ ہاضمہ،
ماسکہ، دافعہ اور قوتِ جاذبہ کو حکمِ فطرت ملا کہ اپنے اپنے فرائض ادا کرو اور اس لقمے
کو آنتوں اور رگوں کے ذریعے سے جسم کے ہر حصے میں پہونچاؤ اور اس کو انسان
کی بقائے حیات کا سبب بنا دو۔ کیا انسان سے اس منعمِ حقیقی کا شکریہ ادا ہو سکتا
ہے۔ صرف اُس کسان کا شکریہ بھی ادا نہیں ہو سکتا جس نے اس دانہ کو کاشت
کیا۔ کیونکہ اس کے شکریے کے ساتھ اس کے باپ کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیے جس
نے اس کو پیدا کیا، پھر اس کے باپ کا، پھر اس کے باپ کا اور یہ سلسلہ حضرت آدمؑ
تک منتہی ہو کر پھر خالقِ آدمؑ تک پہونچے گا۔

○ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز سلمان فارسیؓ
نے ابوذر غفاری کی دعوت کی اور نانِ خشک پانی میں تر کر کے ابوذرؓ کے سامنے رکھ
دیے۔ ابوذرؓ نے کہا، سبحان اللہ کس قدر اچھے نان ہیں، کاش تھوڑا سا نمک بھی ہوتا
سلمان فارسیؓ نے اپنی چادر گروی رکھ کر نمک حاصل کیا اور ابوذرؓ نے نمک کے ساتھ
نان تناول فرمائے اور کہا کہ شکر ہے اس کا جس نے مجھے قناعت کی صفت عطا فرمائی
سلمان فارسیؓ نے کہا اے ابوذرؓ! اگر تم قانع ہوتے تو میری چادر گروی نہ
رکھی جاتی۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرا شکر ادا کرو جو ادا کرنے کا حق ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، پروردگارا! تیرے شکریے کا حق میں
کس طرح ادا کر سکتا ہوں جبکہ شکریہ ادا کرنے کی قوت بھی تو نے ہی عطا فرمائی ہے۔

خصلتِ سوم، توبہ و استغفار

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پیغمبرِ آخر الزمان کی اُمت کے واسطے قدرت نے توبہ کو ایک نعمتِ عظمیٰ قرار دیا ہے
نیز آسان تر بنا دیا ہے بوسیلہ حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ، در آنحالیکہ اُمت ہائے
سابقہ کے لیے توبہ و استغفار کی قبولیت دشوار ترین مراحل میں سے تھا۔
چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب
رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر بندہ نیکی کا ارادہ کرے اور وہ نیکی عمل میں نہ آئے
تب بھی خداوندِ عالم اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی کے لکھنے کا حکم دیتا ہے
اور اگر وہ نیکی عمل میں بھی آ جائے تو دس نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی
ہیں۔ اور اگر بندہ گناہ کا ارادہ کرے تو جب تک وہ سرزد نہ ہو جائے نامۂ اعمال
میں نہیں لکھا جاتا اور جب وہ گناہ سرزد ہو جائے تو خداوند غفور و رحیم فرشتوں کو حکم
دیتا ہے کہ توبہ کا انتظار کرو یا وہ کوئی نیکی بجا لائے جس کی وجہ سے یہ گناہ برطرف کر دیا
جائے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ بندہ اگر گناہ نہ کرے
تو بہتر ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس گناہگار بندے کو بھی دوست رکھتا ہے جو گناہ کے
ارتکاب کے بعد توبہ و استغفار کرے۔

گناہوں سے توبہ کرنا

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی: اے داؤد! میرے
بندے دانیال کے پاس جا کر کہو کہ تو نے میری نافرمانی کی، میں نے معاف کیا،
پھر نافرمانی کی، میں نے بخش دیا، اگر چوتھی بار گناہ کیا تو معاف نہ کروں گا۔

جب حضرت داؤدؑ وحی لیکر حضرت دانیالؑ کے پاس آئے اور حکم سنایا دانیاؑل نے کہا: اے پیغمبرِ خدا! آپ نے خدا کا پیغام سُنایا اور اپنا کام پورا کیا۔ صبح ہوئی تو دانیاؑل مناجاتِ الٰہی میں مشغول ہوئے اور عرض کیا کہ "اے خداوند تیرے پیغمبر داؤدؑ نے تیرا حکم مجھ کو سُنایا، قسم ہے تیری عزّت و جلال کی اگر تو مجھے گناہوں سے نہ بچائے گا تو میں پھر تیری نافرمانی کروں گا۔"

• حضرت رسولِ خداؐ سے بروایت معتبر منقول ہے۔ فرمایا آنحضرتؐ نے "جو شخص مرنے سے ایک سال قبل توبہ کرلے اُس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔"

پھر فرمایا "ایک سال بہت ہے، بلکہ جو مرنے سے ایک ماہ قبل توبہ کرلے، اُس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔" پھر فرمایا: "ایک ماہ بہت ہے، جو مرنے سے ایک ہفتہ قبل توبہ کرلے اُس کی توبہ قبول ہے۔" پھر فرمایا: "ایک ہفتہ بھی بہت ہے، جو مرنے سے ایک روز قبل توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہے۔" پھر فرمایا: "ایک روز بھی بہت ہے، جو اُمورِ آخرت دیکھنے سے پہلے توبہ کرے، اُس کی توبہ قبول ہے۔

• منقول ہے کہ ہر درد کے لیے دوا ہے اور دردِ گناہ کی دوا توبہ و استغفار ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: "بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ گناہ کرلیتا ہے اور بیس سال کے بعد جب یاد آتا ہے تب وہ توبہ کرتا ہے، اُس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور کافر گناہ کرکے اُس وقت بھول جاتا ہے۔"

پھر فرمایا: "جو کوئی ہر روز اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہے، خدا اُس کے سات سو گناہ معاف فرماتا ہے، حالانکہ بندے میں اتنی طاقت نہیں کہ دن بھر میں سات سو گناہ کرے۔"

پھر فرمایا: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک جماعت کی طرف ہوا، کہ وہ سب لوگ گریہ و زاری میں مشغول تھے۔ آپؑ نے کسی سے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں

روتے ہیں؟ اُس نے کہا، اپنے گناہوں پر روتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان کو چاہیے کہ گناہ کرنا چھوڑ دیں، تاکہ خدا معاف کردے۔"

• جناب رسولِ خداؐ صلعم نے ارشاد فرمایا: "کوئی شخص خدا کے نزدیک اس سے زیادہ نہیں جو گناہگار ہو اور توبہ کرلے۔"

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "مجھے تعجب ہے اُس سے جو خدا کی رحمت سے نا اُمید ہے، حالانکہ گناہوں کے مٹانے والی شے اس کے پاس ہی ہے۔"

کسی نے پوچھا، یا حضرت! وہ کیا شے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: استغفار۔ خود کو توبہ و استغفار سے معطّر کرو، تاکہ گناہوں کی بدبو تمھیں شرمندہ نہ کرے۔

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو بندہ مرنے سے ایک سال قبل توبہ کرے اُس کا گناہ معاف ہوجاتا ہے، پھر فرمایا' ایک ماہ قبل، پھر ارشاد فرمایا' ایک ہفتہ قبل، بلکہ قبل از موت، جبکہ آثارِ مرگ ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ موت کے یقین ہونے کے بعد اور آثارِ مرگ نمایاں ہونے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔

○ منقول ہے کہ ایک روز معاذ بن جبل خدمتِ جناب رسولِ خداؐ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا، معاذ اور زیادہ رونے لگے اور کہا، یا رسول اللہؐ! درِ مسجد پر ایک نہایت خوبرو حسین وجمیل جوان اس طرح رو رہا ہے جیسے کوئی اپنے فرزندِ مردہ کو روتا ہے۔ اور وہ آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا' اس کو میرے پاس لے آؤ۔

• جب وہ جوان حاضرِ خدمتِ آنحضرتؐ ہوا، سلام بجا لایا، آپؐ نے وجہِ گریہ معلوم کی۔

• جوان نے کہا، کیوں نہ روئے وہ گناہگار جس کے ایک ہی گناہ کی سزا ابدی جہنم ہو۔

• آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کسی کو خدا کا شریک قرار دیا ہے ؟

• اُس نے کہا نہیں۔

• آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، کیا کسی بے گناہ کو قتل کیا ہے ؟

• اُس نے کہا، نہیں۔

• آنحضرتؐ نے فرمایا، خدا تیرے گناہ کو بخش دے گا اگرچہ ایک عظیم پہاڑ کی مثل ہو۔

• اُس نے کہا، یا رسول اللہ ! میرا گناہ تو پہاڑ سے بھی عظیم تر ہے۔

• آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا، خدا تیرا گناہ بخش دے گا اگرچہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے، سے بھی بزرگ تر ہو۔

• اُس نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ ! میرا گناہ اس سے بھی زیادہ عظیم ہے۔

• آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ تیرا گناہ بخش دے گا اگر افلاک اور جو اُن میں ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

• وہ جوان پھر رونے لگا اور کہا کہ آقا ! میرا گناہ تو اس سے بھی عظیم تر ہے۔

• حضرتؐ نے اُس کو غضبناک نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا، اے جوان ! تیرا گناہ عظیم ہے یا پروردگارِ عالم عظیم ہے ؟

• وہ جوان زمین پر لوٹنے لگا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ ! بیشک میرا پروردگار ہی عظیم ہے مگر میرا گناہ اُس کی ناراضگی کے لیے بہت کافی ہے۔

• آپؐ نے ارشاد فرمایا، بیان کر وہ کون سا گناہ ہے۔

• جوان نے کہا، میں سات سال سے کفن چوری کا کام کرتا ہوں، کل ایک انصار کی جوان و حسین و جمیل لڑکی کا انتقال ہوا، میں نے حسبِ دستور اس کی قبر شگافتہ کی۔ اس کو قبر سے باہر نکالا کفن اُتارا اور اُس کو عریاں چھوڑ کر چلا، کچھ دور گیا تھا کہ شیطان کے فریب میں آ گیا۔ سوچا اس قدر حسین لڑکی کے وصال کے بغیر ہی واپس ہو رہا ہوں۔ لہٰذا واپس آیا اور اس سے مجامعت (وطی) کا مرتکب ہوا ابھی کچھ دور چلا تھا کہ ایک بڑی دردناک آواز آئی۔ ہائے بدبخت ظالم ! یہ تو نے کیا کیا ؟ ہم دونوں جب روزِ قیامت اس حاکمِ حقیقی کے روبرو حساب کے لیے جائیں گے تو میں اُس کے حضور میں عریاں اور حالتِ نجاست و جنابت پیش ہوں گی اور خدا تجھے بدترین عذاب میں مبتلا کرے گا۔

• آنحضرتؐ نے جب یہ سُنا تو کھڑے ہو گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا اِس فاسق کو جلد یہاں سے نکالو ورنہ عذابِ الٰہی کی بجلی اِس کے ساتھ ہمیں بھی فنا کر دے گی۔

• جوان، دربارِ رسالت سے مایوس نکلا اور مدینہ کی پہاڑیوں کی طرف رُخ کیا اور روتا اور چلاتا تھا، آنسوؤں سے چہرہ تر تھا: چالیس شب و روز توبہ و استغفار کرتا رہا، رو رو کر اللہ کو پکارتا، پالنے والے میں وہ گنہگار ہوں جس کو اپنی بخشش کی امید نہیں۔ تیرے رسولؐ کے دربار سے راندۂ درگاہ ہو گیا ہوں اگر میرا یہ قصور قابلِ معافی نہیں تو مجھ پر ایک ایسی بجلی گرا دے جو مجھے خاک و راکھ کر دے کہ روزِ قیامت عذاب کے قابل ہی نہ رہوں اور آخرت کے عذاب کے بجائے یہیں سزا مل جائے۔

اور اگر میرا یہ گناہ قابلِ معافی ہے تو اے میرے عظیم رحیم تو اپنے نبی اکرمؐ

کو وحی فرما کہ مجھے معافی کی اطلاع مل جائے اور میرے لیے باعثِ سکون بنے۔

قرآن مجید پڑھنے والے قرآن مجید کو کھول کر دیکھیں کہ قدرتِ کاملہ نے بہلول کی اس پشیمانی اور توبہ واستغفار پر کیا انعام عطا فرمایا۔

(آیت نازل ہوئی۔ "جو لوگ فاحشہ (زنا) کرتے ہیں اور اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ زنا، قبر کو شگافتہ کرتے، کفن چرانے سے بھی بزرگتر گناہوں سے اور خدا کو یاد کرتے توبہ واستغفار کرتے ہیں اپنے گناہوں سے یعنی خدا سے ڈرتے ہیں اور فوراً توبہ کرتے ہیں۔ کون بخش سکتا ہے گناہوں کو سوائے خلاقِ دوجہاں کے)

(عین الحیوٰۃ صہ ۱۴۲)

خطاب ہوا۔ اے محمدؐ! میرا بندہ تمھارے پاس آیا توبہ واستغفار بجا لایا تم نے اس کو مایوس کر کے اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اب وہ کہاں جائے کس سے سوال کرے کون اس کے گناہوں کو بخشنے والا ہے سوائے میرے۔

اس کے بعد اسی آیت میں ارشادِ باری ہوا کہ جو لوگ پھر گناہوں کے مرتکب نہیں ہوتے اور اپنی بداعمالیوں کا اقرار کرتے ہیں ان کی بخشش اُن کے پروردگار کے ذمے ہے..... الخ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا، درِ دولت سے برآمد ہوئے، لوگوں سے بہلول کا حال دریافت فرمایا۔ معاذ نے عرض کیا، کہ، یا حضرتؐ! وہ فلاں مقام پر ہے۔

آنحضرتؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ بہلول کے پاس پہونچے اور دیکھا کہ دو چٹانوں کے درمیان آہ وفغاں میں مصروف ہے۔ کثرتِ گریہ سے پلکیں گر گئی ہیں، چہرہ تمازتِ آفتاب سے سیاہ پڑ چکا ہے اور کہہ رہا ہے کہ پالنے والے! تیرے مجھ پر بڑے احسانات ہیں، میں نادم ہوں بڑا گناہگار ہوں،

اے رحیم! اگر تو نے مجھ پر رحم فرمایا ہے اور دریائے کرم جوش میں آیا ہے تو مجھے بھی اے نبیؐ کے ذریعے سے مژدۂ مغفرت سُنا دے۔

حضرتؐ اُس کے قریب تشریف لے گئے اُس کے ہاتھ گردن سے کھولے، دستِ مبارک سے خاک آلودہ چہرے کو صاف کیا اور پھر اُس کو جہنم کی آگ سے آزادی وبرأت کی مبارک باد دی۔ بہلول نے اس احسانِ خداوندی کے بعد ایسی زاہدانہ زندگی گذاری کہ لوگوں نے اُس کے زہد کے ذکر اذکار شروع کر دیے۔

لہٰذا گناہگار کو چاہیے کہ جب وہ تائب ہو تو اُس گناہ کو فوراً ترک کر دے اور پھر تمام عمر اس کے نہ کرنے کا پختہ عہد کرے ورنہ زبانی توبہ بیکار و بے سود ثابت ہوگی۔

گناہوں کی قسمیں

وہ گناہ جن سے توبہ کا حکم ہے مندرجہ ذیل ہیں

قسمِ اوّل: ایسے گناہ کہ سوائے عذابِ قیامت کے اُن کے واسطے اور کوئی سزا مقرر نہیں، جیسے مرد کے لیے ریشم کا لباس پہننا۔ اس کی توبہ اسی قدر کافی ہے کہ نافرمانیٔ شریعت پر نادم ہو کر آئندہ کے لیے پختہ ارادہ کرے کہ اعادہ نہ ہوگا۔

قسمِ دوم: وہ گناہ کہ علاوہ عذابِ آخرت کے دنیاوی سزا بھی مقرر ہے اس کی دو صورتیں ہیں یعنی اس میں اُس کے ذمّے خدا کا حق ہے یا بندوں کا حق ہے، اور بعض ایسے ہیں جن کے عوض مالِ دنیا ہوتا ہے یا غلام آزاد کرنا۔ ایسی صورت میں توبہ کے لیے شرط ہے کہ پہلے مالی فرض ادا کرے، پھر عاجزی سے آئندہ کے لیے عہد کرے کہ "ایسا نہ کروں گا"۔ بعض حقوق اللہ ایسے ہیں جن کے واسطے خدا نے شرعی سزا مقرر فرمائی ہے۔ مثلاً شراب پی ہے۔ ایسی صورت میں

جبتک یہ جُرم حاکمِ شرع کو معلوم نہ ہو، اس کو اختیار ہے کہ حاکمِ شرع کے آگے ظاہر کرے اور پھر توبہ کرے۔ مگر ظاہر نہ کرے تو بہتر ہے۔ خدا کے سامنے عاجزی سے توبہ کرلے۔ اگر گناہ میں اُس کے ذمّے بندوں کا حق ہے۔ تو مالی حق ہونے کی صورت میں واجب ہے کہ پہلے مال ادا کرے، اگر مالی حق نہیں ہے اور کوئی ایسا کام کیا جس سے کوئی شخص گمراہ ہوگیا، تو اس صورت میں پہلے اس کو گمراہی سے نجات دلائے پھر توبہ کرلے۔ اور اگر ایسا گناہ ہو جس سے اُس کے ذمّے کسی کا قصاص ہے اس میں اکثر علماء کا قول ہے کہ پہلے صاحبِ حق کو آگاہ کرے۔ یا یہ کہ کہے کہ میں نے تیرا یہ قصور کیا ہے جس سے قتل یا قصاص کا مستحق ہوں، اور صاحبِ حق کو اختیار ہے، چاہے معاف کرے یا نہ کرے۔ پھر توبہ کرے۔ اور آئندہ کے لیے توبہ کرے۔ اگر ایسا گناہ ہو جس کی شریعت نے سزا مقرّر فرمائی ہے مثلاً: کسی کو گالی دی اور اس کو معلوم ہوگیا تو اس کو اختیار ہے خواہ سزا دے خواہ معاف کرے۔ اگر اس کو معلوم نہ ہو تو اس صورت میں بعض عالموں کا قول ہے کہ اُس کو خبر نہ کرے کیونکہ باعثِ اہانت و رسوائی ہے۔ صرف توبہ کرنا کافی ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ شرطیں الگ فرضِ شرعی ہیں توبہ کی شرط نہیں۔ توبہ ان کے سوا بھی ہوسکتی ہے لیکن اگر یہ شرطیں پوری نہ ہوں گی تو ان کے عوض قیامت کا عذاب ہے، بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں توبہ کے قبول ہونے کی شرط ہیں۔ پوری توبہ یہ ہے کہ حتّی الامکان گذشتہ گناہوں کا تدارک کرے اور ان سے طبیعت میں جو بُرا اثر ہوا ہو، اُس کو دور کرے۔

• حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: ایک شخص نے جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے اَستَغفِرُ اللہَ کہا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: تجھے کیا معلوم کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار علّیین کا مرتبہ ہے

اور اس کے معنوں کے چھ جزو۔ اوّل گذشتہ گناہوں پر پشیمانی، دوم، آئندہ گناہ نہ کرنا اور اللہ سے پختہ عہد کرنا۔ سوم، مخلوق کے حقوق اپنے ذمّے سے ادا کرنا۔ چہارم، جو فرائض قضا ہوئے اُن کو ادا کرنا۔ پنجم، گناہ کی حالت میں جس قدر فربہ ہوا ہے، عبادت کی مشقّت سے لاغر ہونا۔ ششم، عبادت و ریاضت اسی خلوص سے کرنا جس طرح گناہ سے لذّت پاتا تھا۔ (ویسی ہی لذّت عبادت میں پائے) (تب کہے اَستَغفِرُ اللہَ۔)

روزی طلب کرنے کا طریق

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "اے ابوذرؓ جو شخص روزی طلب کرنے میں سُستی کرتا ہے تو دوسرا شخص اُس کا حصّہ نہیں لے سکتا، اور جو طلبِ روزی میں حرص کرے اور بہت کوشش کرے تو وہ اُس رزق سے زیادہ نہ پائے گا جو خدا نے اس کے لیے مقرّر فرمادیا ہے۔"

"جس کو نیکی کرنے کی توفیق ہو وہ خدا کی طرف سے ہے اور گناہ یا بدی سے باز آئے، یہ بھی خدا کی عنایت اور امداد ہے اُس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

بہت سی آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ روزی جس سے زندگی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حرام روزی کے اللہ کی طرف سے ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے سب کے واسطے حلال روزی مقرّر ہے۔ اگر انسان حرام کا مرتکب نہ ہو تو وہی روزی حلال وجہ سے حاصل ہوجائے۔

• حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حجّۃ الوداع کے روز جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جبرئیلؑ روح الامین نے مجھ سے کہا کہ کوئی جاندار نہیں مرتا جبتک اپنی مقررہ روزی صرف نہ کرلے پس

اے لوگو! خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ روزی حاصل کرنے میں جلد بازی نہ کرو۔ اگر روزی میں دیر ہو تو اس کو حرام صورت سے حاصل کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤ خدا کی نافرمانی کو روزی کا ذریعہ نہ قرار دو۔ کیونکہ خدا نے سب کے لیے حلال روزی مقرر فرمائی ہے۔ جو شخص پرہیزگاری اختیار کرے اور گناہ نہ کرے پھر تنگ روزی پر صبر کرے اُس کو حلال روزی ضرور ملے گی۔ جو شخص حکمتِ خدا کی پردہ دری کرے اور حرام ذریعے سے روزی حاصل کرے، اتنا ہی خدا اُس کی حلال روزی سے کم کرتا ہے نیز قیامت میں اس سے حساب لیا جائے گا۔ وسعتِ رزق کی دعا احادیث کے مطابق اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے۔ یہ خیال غلط ہے کہ روزی تو مقدر میں ہے ہی پھر کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بعض روزی ایسی ہوتی ہے جس کا حاصل ہونا کوشش پر مقدر ہے، بعض بلا کوشش مقدر ہے بعض دعا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ حکمِ خدا کے مطابق کوشش کرے، مگر کوشش میں مبالغہ نہ کرے کہ عبادت میں حارج ہو۔ کوشش کے ساتھ خدا پر بھروسہ رکھے کیونکہ خدا کی مرضی کے بغیر کوشش سے کچھ نہیں ملتا۔ دعا بھی ضرور کرے کہ اس کا بڑا اثر ہے۔ لازم ہے کہ روزی خدا کی طرف سے سمجھے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو روزی کے واسطے سبب بنائے تو اُس کا شکریہ ادا کرنا اور احسان مند ہونا لازم ہے لیکن اُس کو رازق نہ سمجھے۔ نہ اُس پر بھروسہ کرے اور اس کو خوش کرنے کے واسطے خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ یقین جانے کہ خدا ہی نے اُس کو ذریعہ بنایا ہے۔ اگر خدا اس کو قدرت نہ دیتا تو وہ کس طرح یہ سلوک کرتا۔ چنانچہ حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں میں سے ایک سے فرمائے گا کہ تو نے فلاں شخص کا شکریہ ادا کیا یا نہیں؟ بندہ نفی میں جواب دے گا، بلکہ یہ کہے گا کہ میں نے تو تیرا شکر ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اُس کا شکریہ ادا نہ کرنے سے میرا بھی ادا نہیں کیا۔

- جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سچے یقین والا مسلمان وہ ہے جو بندوں کو راضی کرنے کے لیے خدا کو ناراض نہ کرے اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے اس کو نہیں دی، اس کا الزام بندے کو نہ دے، حرص نہ کرنے سے روزی زیادہ نہیں ہوتی، اور روزی سے نفرت کرنا روزی کو کم نہیں کرتا، اگر کوئی شخص روزی سے ایسا بھاگے جیسا موت سے بھاگتا ہے تب بھی روزی ضرور اس کے پاس پہنچے گی۔
- معتبر روایت میں حسین بن علوان سے منقول ہے کہ میں چند طلبا کے ساتھ تھا۔ ایک موقع پر سفر میں میرا خرچ ختم ہو گیا اور پریشانی ہوئی۔ ایک طالبِ علم نے کہا: اس پریشانی کو دور کرنے کی کس سے اُمید رکھتا ہے؟

میں نے کہا: فلاں شخص سے۔

اُس نے کہا: واللہ تیری حاجت پوری نہ ہوگی۔

میں نے کہا: کیسے جانتے ہو کہ پوری نہ ہوگی۔

اُس نے کہا: کہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا

حضرت امام جعفر صادقؑ سے میں نے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صحیفۂ آسمانی میں ارشاد فرمایا ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلالت کی قطع کروں گا ہر اُس شخص کی امید جو میرے سوا کسی سے امید رکھے اور لوگوں میں اس کو ذلیل و خوار کروں گا، اپنے فضل سے محروم بھی رکھوں گا، اپنے قریب نہ آنے دوں گا، وہ مصیبت اور تکلیف میں میرے غیر سے امید رکھتا ہے، حالانکہ تمام بلائیں اور مصیبتیں میرے قبضے میں ہیں اور دوسروں

کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے ، حالانکہ سب دروازوں کی کنجیاں میرے پاس ہیں اور سب کے سب بند ہیں مگر میرا دروازہ دعا کرنے والوں کے واسطے کھلا ہے یہ بندہ کب مصیبت اور تکلیف کے وقت میرے دروازے پر آیا کہ میں نے اس کو محروم کیا، کب اُس نے کسی مطلب کی مجھ سے اُمید کی کہ میں نے مایوس لوٹایا ۔ بندوں کے مقصود اور حاجتیں میرے پاس ہیں ۔ ضرورت کے وقت اُن کو دیتا ہوں، کیا وہ میری محافظت پر راضی نہیں، میرے آسمان اُن جماعتوں سے بھرے ہیں کہ کبھی عبادت اور تسبیح سے تھکتے نہیں ۔ اُن کو حکم دیا ہے کہ میری رحمت کے دروازوں کو بند نہ کریں، پھر کیوں میری رحمت پر بھروسہ نہیں رکھتے ۔ کیا نہیں جانتے کہ جب کوئی بلا نازل ہوتی ہے اُس کو میرے سوا کوئی دفع نہیں کر سکتا ۔ بندہ مجھ سے اسقدر کیوں غافل ہے ۔ حالانکہ جب میں نے اپنی رحمت سے بغیر مانگے بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں، پھر کیوں دوسروں سے سوال کرتا ہے ۔ کیا یہ خیال کرتا ہے کہ مانگے سے نہ دوں گا ، کیا میں بخیل ہوں ، کیا کرم اور بخشش عام صفت نہیں، کیا میں تمام خلقت کی اُمیدوں اور آرزوؤں کو پورا کرنے والا نہیں ۔ جو لوگ میرے غیر سے اُمید کرتے ہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ڈرتے ، اگر تمام اہلِ زمین و آسمان جمع ہو کر اپنی اپنی آرزو طلب کریں تو سب کو ایک ہی وقت میں عطا کروں اور میرے ملک و بادشاہی سے چیونٹی برابر بھی کم نہیں ہوتا ، کس طرح کم ہو سکتا ہے وہ ملک جس کا میں بادشاہ ہوں ۔ کیسا بد نصیب ہے وہ جو میری رحمت سے نا اُمید ہو اور مجھ خدا کی نافرمانی کرے اور مجھ سے نہ ڈرے ۔

صحبتِ علماء

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے

کہ " عالم کے پاس مزبلے اور میلے مقام پر بیٹھنا اور گفتگو کرنا جاہل کے پاس پُرتکلف (و آرام دہ) فرش پر بیٹھنے سے بہتر ہے ۔"

- جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: " حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُن کے حواریوں نے پوچھا : یا نبی اللہ ! کیسے لوگوں کے پاس بیٹھنا چاہیے ؟ فرمایا : ایسے اشخاص کے پاس بیٹھو جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اُس کی گفتگو سے تمہارا علم زیادہ ہو اور اُس کا عمل آخرت کو یاد کرائے ۔"
- منقول ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی کہ :

" اے فرزند ! غور کی نگاہ سے دیکھ اور خوب دیکھ کر ہمنشینی اختیار کر، اگر ایسے لوگ مل جائیں جو ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہوں تو اُن کے ساتھ ضرور بیٹھ اگر تو عالم ہو گا تو تیرا علم تجھ کو اور اُن کو فائدہ دے گا ، اگر وہ عالم ہوں گے تو اُن کے علم سے تجھ کو فائدہ حاصل ہو گا ، جو خدا کی رحمت اُن کے اوپر نازل ہو گی شاید تو بھی ان میں شامل ہو گا ، اور جو لوگ خدا کو یاد نہیں کرتے اُن کے پاس نہ بیٹھ کیونکہ اگر تو عالم ہے تو تیرے علم سے نہ تجھ کو فائدہ ہو گا ، نہ اُن کو ، اور اگر تو جاہل ہو گا تو جہالت اور زیادہ ہو گی اور جو عذاب اُن کے اوپر نازل ہو گا ، تو شاید تو بھی اس میں گرفتار ہو جائے ۔"

گناہ کو حقیر و کمتر نہ سمجھو

انسان کو چاہیے کہ گناہ چھوٹا سمجھ کر خفیف نہ خیال کرے ۔ کیونکہ کیسا ہی چھوٹا گناہ ہو اس کے نتیجے بہت بڑے (خطرناک) ہیں ۔ مثلاً خفیف خیال کرنے سے شیطان کو دلیری ہوتی ہے ، دل سخت و سیاہ ہو جاتا ہے اور اللہ کی رحمت اور توفیق سے محروم ہو کر اس قسم کے گناہوں کو آئندہ بھی خفیف سمجھ کر مرتکب ہو گا ۔ بلکہ گناہِ کبیرہ کو ہلکا سمجھ

کر توبہ نہ کرنا اور اصرار کرنا خود گناہِ کبیرہ ہے۔ خود رفتہ رفتہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہونے لگے گا اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بعض دفعہ کفر و شرک کا باعث بھی ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ منہا) اس لیے لازم ہے کہ گناہ کے خفیف و کمتر ہونے کا خیال نہ کرے، بلکہ عظمتِ الٰہی کا خیال کر کے اس کی نافرمانی سے توبہ کرے۔

چنانچہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو شے قیامت میں نفع دے وہ صغیر نہیں ہے۔ اسی طرح جو شے قیامت کے روز ضرر پہنچائے وہ چھوٹی نہیں ہو سکتی۔"

• جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "صغیرہ گناہ، گناہانِ کبیرہ کا راستہ ہیں، جو شخص گناہِ صغیرہ سے نہ ڈرے وہ کبیرہ سے بھی نہ ڈرے گا۔ اگر خداوندِ عالم اپنے بندوں کو بہشت و دوزخ کے وعدے، وعید نہ بھی دیتا تب بھی اس کی عبادت واجب ہوتی اور اُس کی نافرمانی سے اجتناب لازم ہوتا۔ کیونکہ اس کے بندوں پر بلا استحقاق کیسے کیسے احسانات کیے ہیں اور کسقدر بے حساب نعمتیں عطا کیں۔"

• جناب رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا: "اپنے گناہوں سے بھی کسی کو حقیر نہ جانو، خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا ہو اور نیکیوں میں سے ایک کو بھی بزرگ نہ خیال کرو۔ خواہ وہ کیسی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ گناہِ کبیرہ استغفار سے محو ہو جاتا ہے اور صغیرہ اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔"

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو گناہ بخشے نہ جائیں گے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کہے "کاش سوائے اس گناہ کے اور کسی گناہ کا مواخذہ نہ کیا جائے۔"

• جناب ابوالائمہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ "ہر بندے پر

چالیس گناہانِ کبیرہ تک چالیس پردوں میں ڈھکے ہوتے ہیں۔ جب اُس کے چالیس گناہ پورے ہو جاتے ہیں تو تمام پردے پھٹ جاتے ہیں اور کاتبِ اعمال فرشتے بارگاہِ خدا میں عرض کرتے ہیں خداوندا! تیرے بندے کے تمام پردے فاش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے پروں سے پردہ پوشی کرو۔ رفتہ رفتہ وہ ہر ایک گناہ کا مرتکب ہونے لگتا ہے اور لوگوں میں اپنے اعمال کی تعریف کرتا ہے۔ فرشتے درگاہِ خدا میں عرض کرتے ہیں، خداوندا! یہ تو کوئی بھی گناہ نہیں چھوڑتا اور ہمیں اس کے اعمال سے شرم آتی ہے۔

اُس وقت حکمِ خدا ہوتا ہے کہ تم اپنے پروں کا پردہ اُٹھا لو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اس کے بعد وہ ہم اہلِ بیتؑ کی عداوت ظاہر کرتا ہے اور خداوندِ عالمین اُس کو زمینوں اور آسمانوں میں رسوا کرتا ہے اور بہت خوار کرتا ہے فرشتے یہ حالت دیکھ کر عرض کرتے ہیں خداوندا یہ تیرا بندہ ہے۔ اس کی بہت پردہ دری ہو گئی اور بہت رُسوا ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر میں اس میں کوئی بھلائی دیکھتا تو حکم نہ دیتا کہ اپنے پروں کا پردہ اُس سے اُٹھا لو۔"

• منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "توبہ کرنے کی بہ نسبت گناہ کا ترک کرنا بہت آسان ہے۔ دم بھر کی شہوت رانی مدّت دراز کے رنج و غم کا باعث ہو جاتی ہے اور موت انسان کو کیسا رسوا کرتی ہے کہ دنیا میں اس کے لیے خوشی اور راحت کا کوئی موقع نہیں رہنے دیا۔"

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب خدا کسی بندے کا بھلا چاہتا ہے تو گناہ کے بعد اس کو کسی مصیبت میں گرفتار کرتا ہے جس سے وہ

بندہ استغفار اور توبہ کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ اگر بندے میں بھلائی نہ دیکھے
تو اُس کے ارتکابِ گناہ کے بعد استغفار اور توبہ کا خیال دل سے فراموش کرتا
ہے اور ناز و نعم میں مصروف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ:
"ہم اُن کی آزمائش کرتے ہیں اس طریق سے کہ اُن کو معلوم ہی نہیں
ہوتا۔ یعنی وہ گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے تو ہم اس کو نعمتیں
دیے چلے جاتے ہیں۔" (تاکہ اس کو توبہ کا خیال ہی نہ آئے)

توبہ واستغفار

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ:
خدا دوست رکھتا ہے اُس بندے کو جو گناہ کے بعد استغفار اور توبہ میں مشغول ہو
اور بُرا جانتا ہے اُس بندے کو جو چھوٹا (صغیرہ) گناہ کر کے بے پرواہ ہو جائے اور
گناہ کو حقیر جانے۔ پھر فرمایا: بہت خوف کرو اُن خفیف گناہوں سے جن کو تم حقیر
جانتے ہو۔ کیونکہ وہ بخشے نہ جائیں گے۔

کسی نے پوچھا: یا حضرت! وہ کونسے گناہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: کوئی گناہ کر کے کہے کہ: کیا اچھا ہوتا کہ سوائے اِس کے میرا اور
کوئی گناہ نہ ہوتا۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: بندہ جب خدا سے
حاجت طلب کرتا ہے اور اُس کی دعا قبول ہونے کے قریب ہوتی ہے کہ وہ گناہ کا
مرتکب ہو جاتا ہے۔ تو فرشتوں کو خدا کا حکم ہوتا ہے کہ اس کی حاجت پوری نہ کرو۔
کیونکہ یہ میرے عذاب کا مستحق ہو گیا ہے

پھر فرمایا: کسی سال بارش کی کمی آسمان سے نہیں ہوتی، جہاں خدا چاہتا ہے
برساتا ہے جس ملک کے لوگ گناہ زیادہ کرتے ہیں اُن کے حصے کی بارش کم ہو جاتی

ہے اور سمندر یا پہاڑوں پر برستی ہے اور حیوانات کو بارش کی کمی سے جو ایذا ہوتی
ہے اُنھیں ہمسایہ بندوں کے عذاب کی وجہ سے تکلیف پاتے ہیں۔

پھر فرمایا: "اے صاحبانِ عقل عبرت حاصل کرو۔"

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات گناہ کی
نحوست سے بندہ نماز سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ بدکاری کا اثر بندے میں اس سے
بھی زیادہ ہے جیسے چھرے کے گوشت میں۔

اور فرمایا: بندہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے، اور یہ خیال کر کے اس کا مرتکب ہو جاتا
ہے کہ ایسے گناہ تو بہت لوگ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قسم ہے
مجھ کو اپنی عزت و جلال کی ہرگز اُسے نہ بخشوں گا۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: قیامت میں بعض لوگ
صرف ایک گناہ کی وجہ سے سَو سال جہنم کی قید میں رہیں گے اور اہلِ بہشت کو
راحت و آرام میں دیکھ کر حسرت کریں گے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے
مقرر فرمایا ہے کہ بندے سے اپنی نعمت واپس نہ لے گا، تاوقتیکہ کوئی گناہ اس سے
صادر نہ ہو جائے۔

• جناب ابو الائمہ امیر المومنین امام علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ:
گناہ سے زیادہ بندے کے واسطے کوئی دردِ دل خطرناک نہیں ہے اور موت سے
بڑھ کر کوئی خوف نہیں۔ عبرت کے لیے گذشتہ لوگوں کی یاد کافی ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جس گناہ سے
زوالِ نعمت ہوتا ہے وہ تکبر اور نافرمانی خدا ہے، اور جس کا انجام ندامت
ہے وہ گناہ کسی کو قتل کرنا ہے، اور جس سے خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے وہ

ظلم ہے۔ جس سے پردہ دری اور رسوائی ہوتی ہے وہ گناہ شراب پینا ہے۔ اور جس سے روزی تنگ ہوتی ہے وہ زنا ہے، جس سے عمر کم ہوتی ہے وہ گناہ قطع رحم ہے، جس سے دعا قبول نہیں ہوتی وہ ماں باپ کی حکم عدولی ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: خدا زبان کو جہنم میں ایسا عذاب دے گا کہ کسی دوسرے عضو کو ایسا عذاب نہ ہوگا۔ زبان عرض کرے گی: اے خدا! تو نے تمام اعضاء سے زیادہ مجھے کیوں سزا دی ہے؟ خداوندِ عالم کا ارشاد ہوگا: اے زبان! تجھ سے ایک کلمہ نکلا اور مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا، اس کے سبب خونریزیاں ہوئیں۔ لوگوں کے مال ضائع ہوئے۔

نماز کی فضیلت

• بسند حضرت ابوذرؓ، جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور روشنی نماز ہے۔ نماز مجھے ایسی محبوب ہے جیسا بھوکا کھانے کو اور پیاسا پانی کو دوست رکھتا ہے بھوکا کھانا کھا کر سیر ہو جاتا ہے اور پیاسے کی پیاس پانی پینے سے بجھ جاتی ہے، لیکن میں نماز سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ مجھے رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا، مجھے عورتوں اور خوشبو سے محبت ہے، لیکن میری آنکھوں کی راحت نماز میں ہے، جو شخص نماز ہائے فریضہ کے علاوہ شب و روز میں ۱۲ رکعت نماز ادا کرے، خدا پر لازم اور واجب ہے کہ بہشت میں اس کو مکان عطا فرمائے۔ جب بندۂ مومن نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اُس پر عرش سے رحمت نازل ہوتی ہے"

انسان کو چاہیے کہ وہ ہر نعمتِ خداوندی کا شکر ادا کرے اور لغزش پر استغفار بجالاتا رہے، رزقِ حلال کی جستجو کرے اس لیے کہ اللہ تعالےٰ

نے روزی کا وعدہ فرمایا ہے جو رزقِ حلال سے عطا ہوتی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے آخری حج کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی اُس وقت تک نہیں مرتا جب تک وہ اپنی قسمت کی روزی ختم نہیں کر لیتا۔ روزی کی سعی کرنا ہر شخص کے لیے ضروری ہے اور توکل کرنا اللہ کی ذات پر کہ روزی رساں وہی ہے، ایمان کی نشانی ہے۔ اور "السعی منی والاتمام من اللہ" پر عمل کرنا چاہیے۔ نعمتوں پر شکر گذار ہونا اور ہر نعمت کو اللہ کی جانب سے سمجھنا چاہیے۔ اور اگر خداوندِ عالم روزی رسانی میں کسی کو واسطہ و ذریعہ قرار دیدے اور وہ کوئی احسان کرے، اُس کا بھی شکریہ ادا کرنا لازمی ہے لیکن منعمِ حقیقی کو بہرحال یاد رکھنا چاہیے۔ یہ بھی اسی کا انعام تھا کہ کسی غیر شخص کے ذریعے سے روزی کا انتظام فرمایا۔

• جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر! اگر انسان سمجھ لے کہ میں کس باعظمت ذات کا پرستار ہوں تو گناہانِ کبیرہ کا کیا ذکر گناہانِ صغیرہ بھی عمل میں نہ لائے۔ اس لیے کہ عظیم حاکم کی معمولی خلاف ورزی بھی جرم عظیم ہے۔ اور اے ابوذر! میری دنیا میں محبوب ترین چیز نماز ہے۔ اگر انسان سمجھ لے کہ میں کس عظیم ترین ذات کو سجدہ کر رہا ہوں تو کبھی سجدہ سے سر نہ اٹھائے۔ اس کی توضیح کے لیے چند لمعات درکار ہیں جن کا ذکر آئندہ باب میں کیا جاتا ہے۔

باب ۹

(لمعات)

"لمعۂ اوّل" در نماز (یعنی نماز کے بارے میں)

" لمعہ بمعنی روشنی کی لَو "

عقائد ایمانی کے بعد اعمالِ بدنی میں نماز سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں ہے۔ چنانچہ اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل اس طرف واضح اشارہ ہے جس کو کسی مصلحت سے ایک جماعت نے ترک کر دیا ہے۔

نماز، اعمالِ انسانی میں سب سے بہتر عمل ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بس سب سے بہتر عمل کے بعد اب کسی عمل ہی کی ضرورت نہیں۔

حکیمِ مطلق نے ہر عملِ انسانی کی سعادت کے اضافے کے لیے موقع بہ موقع نافع ترین اصول وضع فرمائے ہیں جس طرح یہ کہا جائے کہ گوشت سب سے بہتر غذا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ گوشت کھا لینے کے بعد پانی کی ضرورت ہی نہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر شے اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہے مگر منفعت میں درجات ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ بعد اصولِ دین

سب سے بہتر عمل نماز ہے۔ اگر بندہ غسل کرے وضو بجا لائے اور گوشۂ تنہائی میں نماز بجا لائے اور سر بسجود ہو تو شیطان فریاد کرتا ہے کہ افسوس فرزندِ آدم اللہ کی اطاعت میں مصروف ہے اور سجدۂ خالق بجا لا رہا ہے اور میں نے سجدہ سے انکار کیا۔

○ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کی مثال ایمان میں عمودِ خیمہ جیسی ہے۔ اگر عمودِ خیمہ قائم ہے تو خیمہ اور خیمہ سے متعلق جتنی چیزیں ہوتی ہیں قائم ہیں اگر عمود ہی ختم ہو جائے تو پھر خیمہ یا اس کی کوئی چیز نفع بخش نہیں رہ سکتی۔

○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ جب روزِ قیامت مردِ پیر (بوڑھے آدمی کو) کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا جس میں گناہوں کی تعداد زیادہ ہو گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ بندۂ پیر وضعیف نمازی تھا مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ اس کو جہنّم رسید کروں۔ فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اس کو داخلِ بہشت کرو۔

○ جنابِ رسولِ اکرم ص نے ارشاد فرمایا کہ روزِ قیامت سب سے پہلے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز بجا لایا ہے تو نجات ہو گی ورنہ اس کو واصلِ جہنّم کر دیا جائے گا۔

○ جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا اگر نمازی حالتِ نماز میں عظمت وجلالِ الٰہی کا تصوّر کرے تو سجدے سے سر نہ اٹھائے اور زندگی بھر سر بسجود ہی رہے۔

'لمعۂ دوم' اختلافِ شرائع و مذمّتِ بدعت در دین

پیغمبرانِ اولوالعزم میں سے خداوندِ عالم نے جس پیغمبر کو بھی مبعوث فرمایا،

اس کے لیے ایک شریعت مخصوص فرمائی جو اُس زمانہ کی مصلحت کے پیشِ نظر
ضروری تھی۔ یہاں تک کہ پیغمبرِ آخر الزمان کا دور آیا جو اپنے ساتھ شریعتِ کاملہ ابدی لائے
یہ شریعتیں جو ہر پیغمبرِ اولوالعزم کے زمانے میں تبدیل ہوتی رہیں، اس کا مطلب ہرگز یہ
نہیں تھا کہ پہلے غلطی سے ایک حکم دیا گیا، بعد میں اپنی غلطی کو محسوس کر کے اس حکم
میں اصلاح کی گئی۔

• حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اُمتی چونکہ بہت شریر تھے، اس لیے
اُن کی اصلاح کے لیے سخت سزائیں مقرر ہوئیں۔ مثلاً اگر بدن پر کہیں پیشاب
لگ جائے تو حکم تھا کہ اُس جگہ کو چھیل دیا جائے۔ قاتل کے لیے قصاص ہی کا
حکم تھا، معافی جائز نہ تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُمتی نرم مزاج تھے، اُن سے حکمِ جہاد ساقط تھا
وعظ و نصیحت کا حکم تھا۔ قتل کے بدلے مال اور معافی دونوں جائز تھے۔ رُہبانیت
جائز قرار پائی۔

ہمارے پیغمبرؐ کی اُمت میں اوسط درجے کے لوگ تھے اس لیے احکامِ شریعت
اوسط درجے کے مقرر ہوئے۔ قتل کے عوض قصاص اور دیت دونوں جائز ہیں۔
اور معافی کا بھی اختیار دیا۔

بدعت کی تشریح

اپنی ناقص عقل سے شرعی احکام کو بدلنا یا نئی
بات پیدا کرنا باعثِ گمراہی ہے۔ شیطان کے دھوکے میں آکر یہ سمجھنا کہ جو عبادت
میں اپنی رائے سے کرتا ہوں یہی قربِ الٰہی کا باعث ہے، کمال جہالت اور
بے دینی ہے۔ کیونکہ ہماری عقلیں جن میں ہزاروں نقص اور سینکڑوں شہوات
نفسانی سے مغلوب ہیں۔ انبیاء کے برابر خداوند تعالیٰ کے قرب اور بُعد کا

مضمون کب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً ایک نصرانی عابد یہ سمجھتا ہے کہ ایسی عبادت
اور ریاضت کروں جس کی تکلیف سے مرجاؤں تو مجھے قرب حاصل ہو جائے گا
حالانکہ یہ بات عین گمراہی ہے۔ اسی طرح کی جتنی بھی عبادت کرتا جائے گا اتنا
ہی کفر اور گمراہی میں زیادہ ہوگا۔ اور خدا سے دور ہوتا جائے گا۔

بدعت کے یہ معنی ہیں کہ "دین میں جس بات کو خدا نے حرام نہیں کیا"
اس کو حرام کر دیا جائے اور جس کو خدا نے حلال نہیں کیا اُسے حلال کیا جائے
یا کسی ناکمروہ کو مکروہ اور ناواجب کو واجب قرار دیا جائے، یا کسی غیر مستحب
کو مستحب بنا دیا جائے۔ مثلاً خدا نے فرمایا: نماز پڑھنا ہر وقت مستحب ہے لیکن
کوئی شخص اس خیال سے کہ خدا نے ہر وقت نماز مستحب فرمائی ہے یہ بھی
چونکہ ایک وقتِ نماز ہے، نماز پڑھے اس کو ثواب ہوگا۔ لیکن اگر عین غروبِ
آفتاب کے وقت سمجھ کر نماز پڑھے کہ خدا نے خاص اِس وقت کے لیے نماز کا
حکم دیا ہے، بدعت اور حرام ہے۔ چنانچہ حضرت عمر نے خاص چاشت کے
وقت چھ رکعت نماز سنّت مقرر کی۔ یہ بالکل بدعت اور حرام ہے۔ ہمارے ائمہ
علیہم السّلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی سنّتی نماز تین رکعت
پڑھے تو یہ بھی بدعت اور حرام ہے۔ اسی طرح ایک رکعت نماز میں دو رکوع
کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ پیغمبرِ اکرمؐ نے ایسا نہیں کیا۔ یا مثلاً کلمہ شریف یعنی
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کو ہر وقت پڑھنا سنّت ہے اور سب سے اچھا وظیفہ
ہے۔ مگر کوئی یہ کہے کہ صبح کی نماز کے بعد بارہ ہزار دفعہ پڑھنا سنّت ہے۔ تو یہ
عمل بدعت ہے۔ کیونکہ شارعؑ نے یہ قید نہیں لگائی۔

غرض کہ بدعت بہت بڑا گناہ ہے اور ہمیشہ سنّی شیعہ میں یہ فرق رہا ہے
کہ شیعہ اپنے ائمہؑ کے اقوال پر عمل کرتے رہے ہیں (جو عین سنّتِ پیغمبرؐ کے

مطابق ہوتے ہیں) اور سنّیوں نے پیروئ اہلبیتؑ سے انکار کیا۔ اِس لیے اپنے
ناقص علم وعقل پر بھروسہ کرکے دین میں بدعتیں برپا کرتے ہیں اس لیے ہمارے
ائمہؑ نے انھیں بُرا کہا ہے۔

چنانچہ کلینیؒ نے معتبر روایت میں جناب رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے
کہ: "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ جہنّم کی طرف جاتا ہے۔

• روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب امام جعفر صادقؑ اور جناب
امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا: یا حضرت! میں کس طرح خدا کی عبادت کروں؟
آپؑ نے فرمایا: دین میں بدعت نہ کر۔ جو کوئی احکامِ دین میں اپنی رٹ
لگاتا ہے، ہلاک ہوتا ہے اور جو شخص حضرت رسولِ خداؐ اور اہلِ بیتؑ کے
اقوال کو چھوڑ دے گمراہ ہوجاتا ہے اور جو کلامِ الٰہی کے حکم کو ترک کرے وہ
کافر ہوتا ہے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا جو شخص اپنی رائے سے
دینی معاملے میں فتویٰ دے اُس نے خدا کی عبادت ایسے امر سے کی جس کو جانتا نہیں،
اور دینِ خدا کو نادانی سے اپنی رائے بنالیا۔ ایسا کرنے والا خدا سے مقابلہ کرتا ہے کہ
حلال وحرام اپنی طرف سے مقرّر کرتا ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا:
"بدعتی پیغمبرِ خداؐ کی سنّت کا تارک ہے۔"

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: "جب میری اُمّت میں بدعت
ظاہر ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ اور بدعت کو روکے اگر ایسا
نہ کرے گا تو وہ ملعون ہے۔"

پھر فرمایا: "جو شخص بدعتی کے پاس جائے یا اُس کی تعظیم کرے، گویا وہ اسلام

کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

پھر فرمایا: "خدا بدعتی کی دعا قبول نہیں فرماتا۔"

کسی نے پوچھا: یا حضرت! اُس کی دعا کس لیے قبول نہیں ہوتی۔؟

فرمایا: "بدعت کی محبّت اس کے دل میں جم جاتی ہے پھر نکلتی نہیں۔"

ایک طالبِ دنیا کی حکایت

• ابن بابویہؒ نے معتبر روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام
سے نقل کیا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک شخص تھا، اُس نے حلال طریقے کی روزی
تلاش کی، مگر نہ ملی۔ حرام سے چاہا پھر بھی نہ حاصل ہوئی۔ شیطان نے آکر کہا کہ
ایک بات میں تجھ کو بتاؤں جس سے بہت مال ملے گا اور بہت سے لوگ تیرے
پیرو ہوجائیں گے۔ وہ شخص راضی ہوگیا۔ شیطان نے کہا: نیا دین پیدا کر اور لوگوں
کو اس کی ترغیب دے۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں بہت
مالدار ہوگیا، اور بہت سے لوگ اُس کو ماننے لگے۔ ایک دن اُس نے سوچا کہ
مجھ سے بُرا کام سرزد ہوگیا۔ لوگوں کو گمراہ کردیا۔ اب میری توبہ قبول نہ ہوگی
تاوقتیکہ جن کو گمراہ کیا ہے اُن کو پھر درست نہ کرلوں۔

چنانچہ وہ ہر ایک سے کہتا پھرتا تھا کہ میرا دین گمراہی پر ہے اس کو چھوڑ دو۔
مگر لوگ کب مانتے تھے۔ سب نے کہا: تو جھوٹ کہتا ہے تیرا دین سچّا ہے تجھ کو
ناحق شک پڑ گیا ہے۔

غرض ایک نے بھی نہ چھوڑا۔ یہ صورت دیکھ کر وہ بہت پچھتایا اور جنگل
میں جاکر اپنے آپ کو زنجیر سے جکڑ دیا اور عہد کیا کہ جبتک خدا میری توبہ قبول نہ
فرمائے گا، میں اسی حالت میں رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اُس زمانے کے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی کہ اس بندے سے
جا کر کہہ دے کہ قسم ہے مجھے اپنی عزّت وجلال کی اگر توبہ کی دعا کرتے کرتے اس
کے بند بند الگ بھی ہو جائیں تو ہرگز اس کی توبہ قبول نہ کروں گا، تاوقتیکہ جو
لوگ اس کے دین سے گمراہ ہوتے ہیں ان کو راہِ راست پر نہ لائے۔

• صحیح روایت میں علبی سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ
سے میں نے پوچھا: یا حضرت! کم سے کم ایسی کیا چیز ہے جو انسان کو کافر بناتی
ہے؟

آپؑ نے فرمایا: "دین میں بدعت پیدا کرنا، اور جو کوئی بدعتی کی پیروی کرے
یا اس کا دوست ہو اور اس کے مخالف سے بیزار ہو۔"

• معتبر روایت میں ابی الربیع شامی سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ
جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے میں نے پوچھا: یا حضرت! کونسی چیز
ہے جس سے انسان دین و دنیا سے خارج ہو جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: "برخلافِ حق قائل ہونے سے اور اُس پر قائم رہنے سے۔"

• برید عجلی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے
پوچھا: یا حضرت! کون سی شے ہے جس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔؟

آپؑ نے چند کنکریاں زمین سے اُٹھا کر فرمایا: "جو اِن کو کہے کہ کھجور کی
گٹھلیاں ہیں۔" یعنی حق کے خلاف کہے اور اس کی مخالفت کرنے والے
سے نفرت کرے اور دینِ باطل کی حمایت میں راستبازوں سے دشمنی کرے
ایسا شخص ناصبی ہے اور ہمارا دشمن ہے، مشرک ہے، کافر ہے۔"

• منقول ہے کہ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ
سنّت، بدعت، جماعت اور فرقت کے کیا معنی ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا: سُنّت وہ ہے جس کو پیغمبرِ خدا صلعم نے بیان فرمایا ہو اور جاری
کیا ہو۔ بدعت وہ ہے جس کو لوگوں نے بعد میں پیدا کیا ہو۔ جماعت وہ لوگ
ہیں جن کے ساتھ رہنے کو پیغمبرِ خدا صلعم نے فرمایا ہے اور وہ اہلِ حق ہیں۔ اگرچہ
تعداد میں کم ہوں۔ اور فرقت وہ ہے جس کی اطاعت سے آنحضرتؐ نے منع
فرمایا ہے وہ لوگ اہلِ باطل ہیں، اگرچہ تعداد میں زیادہ ہوں۔

• کلینیؒ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ فرمایا
آپؑ نے: خدا نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کی اُمّت کو ضرورت ہو۔ سب
کچھ پیغمبر اکرمؐ سے ارشاد فرما دیا اور قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے، ہر شے کا انداز
مقرّر فرمایا ہے اور اس کی دلیل بیان فرما دی ہے اور اس کے اندازے سے
گذر جانے کے واسطے سزا مقرر کی ہے۔

• صحیح روایت میں حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے منقول ہے۔ آپؑ نے
فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے اچھا عمل وہ ہے جس میں پیغمبرؐ خدا کی سنّت
پر عمل ہو اگرچہ وہ تھوڑا سا ہو۔

• جنابِ امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا
نے ارشاد فرمایا: "وہ قول بیکار ہے جس پر عمل نہ ہو، اور قول و عمل دونوں بیکار
ہیں اگر نیّت درست نہ ہو اور قول و عمل و نیّت تینوں بیکار ہیں اگر طریق پیغمبرؐ
اور سنّت کے موافق نہ ہوں۔"

• منقول ہے کہ جب شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ
کرنے سے انکار کیا اور اس پر عذاب نازل ہوا تو درگاہ الٰہی میں عرض کی: خداوندا!
مجھ کو آدمؑ کے سجدے سے معاف رکھ میں تیری ایسی عبادت کروں گا کہ کسی
فرشتے یا پیغمبر نے نہ کی ہو۔

حکمِ خدا ہوا: ہمیں تیری عبادت کی ضرورت نہیں، جس طرح میں کہوں اُس کا ماننا ہی عبادت ہے۔

• شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے جناب صادقِ آلِ محمدؐ علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میری سنّت کی پیروی تم پر لازم ہے۔ سنّت کے مطابق قلیل عمل بہتر ہے اس عملِ کثیر سے جس میں بدعت ہو"

• جناب امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے: فرمایا آپؑ نے "اے لوگو! اگر تم کو احکامِ دین میں کوئی شبہ ہو جائے تو اس میں توقّف کرو اور ہمارے سامنے پیش کرو، ہم اس کی توضیح وتشریح کریں گے"۔

واضح ہو کہ عمل کا زیادہ دشوار ہونا باعثِ فضیلت نہیں اور عملِ بدعت گمراہی کا موجب ہے۔ اِس لیے ضروری ہے کہ اہلِ بیتؑ کے احکام کو سمجھ کر خالص نیّت سے عمل کرے۔

• حضرت امامِ صاحبُ العصر والزّمانؑ نے فرمایا کہ "احکامِ شریعت میں شبہ واقع ہونے کی صورت میں ہماری حدیثوں کے راویوں کی طرف رُجوع کرو وہ لوگ (علماء) ہماری طرف سے تم پر حجّت ہیں اور ہم اُن پر حجّتِ خدا ہیں"۔

• معتبر حدیثوں میں آیا ہے کہ جس مسئلے میں تم کو شبہ وارد ہو تو اُن لوگوں سے دریافت کرو جو ہمارے احکامِ حلال وحرام کو جانتے ہیں، اُن کو اپنا حَکَم مقرّر کرو کہ ہم نے تمھارے واسطے اُن کو حَکَم بنایا ہے۔ اگر ان کے کہے کو رد کرو گے اور قبول نہ کرو گے، گویا تم نے ہمارے حکم کو رد کیا، اور ہمارے حکم کا رد کرنا، حکمِ خدا کا رد کرنا ہے اور حکمِ خدا کو رد کرنے والا مشرک اور کافر ہے یہ بھی واضح رہے کہ قیامت کے روز خداوند تعالیٰ ہر کس وناکس کی پردہ

سے درگذر (بے اعتنائی) کرے گا، تاوقتیکہ جس کی پیروی کی ہے وہ احکامِ اہلِ بیتؑ سے پوری طرح واقف نہ ہو۔ اور دنیا کے لالچ سے صحیح احکام کی تاویل نہ کرتا ہو۔

علماء کی شناخت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب علی بن الحسینؑ علیہ السّلام نے فرمایا: جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو ظاہری صورت میں عالمِ دین معلوم ہوتا ہے اور بہت غور وفکر کے بعد مسائل بیان کرتا ہے، ہر ایک بات میں عاجزی اور انکساری ظاہر کرتا ہے تو جلدی سے اس کے دھوکے میں نہ آجانا۔ کیونکہ بہت سے لوگ دنیا کمانے کے واسطے دین کو خراب کرتے ہیں اور دینداروں کو فریب کا جال بناتے ہیں اور لوگوں کو پھنساتے ہیں اور پھنسا کر مال جمع کرتے ہیں۔ جب بہت سا مال آجاتا ہے تو اس میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اگر دیکھو کہ مال سے بھی نفرت ہے بظاہر پرہیزگاری ہے اور اپنے تئیں ضبط کیے ہوتے ہیں، تب بھی اُن کے فریب میں نہ آنا کیونکہ خواہشاتِ نفسانی کئی طرح کی ہیں۔ بعض لوگ حرام مال سے بچتے ہیں لیکن کسی اور قسم کے خلافِ شرع گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، اگر دیکھو کہ ان سے بھی بچے ہوئے ہیں، تب بھی جلدی سے ان کے فریب میں نہ آؤ، تاوقتیکہ قول، عمل اور علم کو اچھی طرح نہ دیکھ لو، کیونکہ یہ تمام اُمور ہوتے ہیں، بعض ایسے کم عقل ہوتے ہیں کہ اپنے نزدیک وہ اچھا کرتے ہیں لیکن کم عقلی کے سبب ان کے اس عمل سے دین کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اگر دیکھو کہ عقل بھی سالم ہے تو اس کا فریب نہ کھاؤ جبتک تم کو معلوم نہ ہو کہ شہوات کے غلبے کے وقت عقل کو غالب رکھتا ہے اور ان کا تابع نہیں ہوتا۔ اور دیکھو لو کہ دنیاوی ریاست اور عزّت کو توپسند نہیں کرتا

کیونکہ بعض لوگ دنیا میں ایسے ہیں کہ دین کو دنیا کے لالچ میں کھو دیتے ہیں، اور وہ دونوں سے محروم رہتے ہیں، دنیاوی عزّت اور بزرگی کو سب سے اچھا جانتے ہیں۔ اس لیے تمام لذّتوں کو چھوڑ کر اس کے حاصل کرنے میں بہت کوشش کرتے ہیں، گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ اپنا لطف و مہربانی اُن سے اُٹھا لیتا ہے اور گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پھر یہ لوگ حلالِ خدا کو حرام اور حرام کو حلال کہنے لگتے ہیں، دنیاوی عزّت و ریاست کے مقابل دین کی اس کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کا غضب اور لعنت ہے اور بہت ذلیل کرنے والا عذاب ان کے واسطے تیار ہے۔

بہادر مرد وہی ہے جو خواہشاتِ نفسانی کو حکمِ خدا کے تابع رکھے، اپنی تمام طاقتوں کو حکمِ خدا کے مطابق صَرف کرے اور یقین جانے کہ دینِ حق اور راہِ راست میں ظاہراً عزّتِ آخرت اس کے لیے تیار ہے۔ دنیا کی عزّت بہت جلد ختم ہونے والی ہے پیرویٔ دینِ حق سے اگر دنیا میں کچھ تکلیف پہنچی ہے تو اس کے عوض بہشت کی راحت لازوال ہے۔ جس میں یہ اوصاف ہوں وہ مردِ کامل اور قابلِ تقلید ہے۔ اُس کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ تمام حاجات درگاہِ الٰہی سے پوری ہوتی ہیں۔

• جناب امیرالمومنین علیہ السّلام سے منقول ہے: آپؑ نے فرمایا کہ:
"دو شخصوں نے میری کمر کو توڑ ڈالا ہے۔ ایک وہ صاحبِ عقل بولنے والا جو فاسق اور بدکار ہو۔ دوسرا وہ عقل کا اندھا کہ جو بہت عبادت کرتا ہو۔ پہلا شخص اپنی بدکاری سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور دوسرا جاہلانہ عبادت سے لوگوں کو بہکاتا ہے۔" اے لوگو! تم پرہیز کرو عالم فاسق اور جاہل عابد سے، کیونکہ ان کی پیروی گمراہی کا باعث ہے۔" میں نے جناب رسولِ خداؐ سے سُنا ہے۔ فرمایا

آنحضرتؐ نے کہ "میری اُمّت ہلاک ہوگی، منافق بولنے والے سے۔"

• منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ابوحمزہ ثمالی سے فرمایا: اے ابوحمزہ! خبردار ریاست سے پرہیز کرنا اور اپنے پیرو بنانے کے خیال سے بچنا۔ ہرگز لوگوں کی پیروی نہ کرنا۔

ابوحمزہ نے عرض کیا: یا حضرت! ریاست کو تو میں جانتا بھی نہیں، لیکن لوگوں کی پیروی کی ہے کہ آپؑ کے اقوال اُن سے دریافت کیے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں ہے جو تو نے سمجھا بلکہ یہ کہ ہر عمل سے انسان ثواب کا حقدار نہیں ہوتا، اور ہر مشقّت و تکلیف برداشت کرنے سے خدا کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ ہر نیک و بد عمل کی شناخت خدا و رسولِ خدا کے حکم کے موافق ہونی چاہیے، اسی میں نجات ہے۔

چنانچہ بدبخت یہودی شریعت میں اس قسم کی تبدیلی اور نسخِ آیات من جانب اللہ کے منکر ہیں۔ شریعت میں تبدیلی و تغیّر شارع کی جہالت یا غفلت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اختلافِ احوالِ زمانہ اس تبدیلی کا باعث ہوئے جس طرح ایک طبیب اپنے بیمار کے حالات تدریجاً تبدیل ہونے کے ساتھ دوا میں بھی تبدیلی کرتا ہے اسی طرح شریعت میں بھی ضرورتِ زمانہ کے مطابق تبدیلی ہوتی رہی، اُس پر عمل کرنا اُس زمانے والوں کے لیے واجب و لازم تھا۔

لہٰذا اِس زمانے کے شارع جناب رسولِ اکرم حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اور آپؐ کے بعد آئمہ معصومین علیہم السّلام اوصیائے رسول اللہؐ نے جن احکاماتِ خداوندی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر بے کم و کاست عمل کرنا واجب و لازم ہے۔ اگر ان احکامات میں اپنی طرف سے رد و بدل، کمی یا بیشی کی گئی ہو تو اُسے بدعت کہتے ہیں جو مطلقاً حرام ہے۔

لمعۂ سوم در بیانِ رُہبانیت

گوشہ نشینی، ترکِ زناں اور ترکِ لذاتِ دنیا کا نام رُہبانیت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں یہ چیز ممدوح سمجھی جاتی تھی لیکن ہمارے رسولؐ کے زمانے میں یہ قبیح قرار دی گئی ہے اور نکاح کو سنّتِ موکدہ قرار دیا گیا ہے

دنیا کی تمام لذّتیں عمدہ کھانا کھانے، فاخرہ لباس پہننے اور عورتوں اور آبادی سے الگ تھلگ رہنا رہبانیت کہلاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی اپنے آپ کو خصّی کر کے جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے، سخت (یعنی موٹا) لباس پہنتے اور ہر قسم کی لذّت سے نفرت کرتے تھے۔

رُہبانیت کی مذمّت

جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: کہ "میری اُمّت میں رہبانیّت کی بجائے خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور خصّی ہونے کی بجائے روزے رکھنا اور عورتوں کے ساتھ مباشرت کا بڑا ثواب ہے۔

جب مرد اپنی زوجہ کی طرف دیکھتا ہے تو اس وقت دو فرشتے اُس پر سایہ کرتے ہیں، گویا وہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والا ہے، جب صحبت میں مشغول ہو تو اُس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے موسمِ خزاں میں درخت کے پتّے گرتے ہیں، جب غسل کرتا ہے تو اُس کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔

- جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: تین باتیں پیغمبروں کی سنّت ہیں۔ خوشبو لگانا، زائد بالوں کا ترشوانا اور بہت جماع کرنا۔
- جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شادی شدہ کی دو رکعت نماز، غیر شادی شدہ کی ستر رکعت نمازوں سے بہتر ہے۔ جو نکاح

کرتا ہے گویا اپنے نصف دین کو محفوظ کرتا ہے۔

پھر فرمایا: ایک شخص میرے والد ماجد کے پاس آیا، آنحضرتؑ نے اُس سے دریافت فرمایا: کیا تیری زوجہ ہے؟

اُس نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں تو پسند نہیں کرتا کہ تمام دنیا و مافیہا میرے پاس ہو اور ایک شب بھی بغیر زوجہ کے بسر کروں۔

پھر فرمایا: شادی شدہ کی دو رکعت نماز بہتر ہے بلا شادی شدہ کی اس عبادت سے جس میں رات بھر بیدار رہا ہو اور ہر روز روزے رکھے ہوں۔

یہ فرما کر حضرت نے اس کو کچھ درہم عطا فرمائے تاکہ شادی کا سامان مہیّا کرے، کیونکہ بفرمانِ خدا و رسول خداؐ اس سے روزی فراخ ہوگی۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس تین عورتیں اپنے اپنے شوہروں کی شکایات لے کر آئیں۔ ایک نے کہا، میرا شوہر گوشت نہیں کھاتا، دوسری نے کہا میرا شوہر خوشبو کو پسند نہیں کرتا، تیسری نے کہا، میرا شوہر میرے پاس نہیں آتا۔

جناب رسولِ خداؐ برہم ہوئے اور فوراً مسجد میں پہونچ کر لوگوں کو طلب فرمایا اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! سنو، میں گوشت کھاتا ہوں، خوشبو لگاتا ہوں اور عورتوں کے پاس جاتا ہوں۔ نکاح میری سنّت ہے جس نے میری سنّت سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ نکاح کرو تاکہ رزق میں اضافے کا سبب بنے۔ شادی شدہ کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ کی رات بھر کی نمازوں سے افضل و بہتر ہے۔

لمعۂ چہارم، در عزلت گزینی (گوشہ نشینی)

اسلام میں عزلت گزینی و گوشہ نشینی جائز نہیں۔ بیشمار احادیث مومنین سے ملاقات، بیماروں کی عیادت، محتاجوں کی اعانت، صلۂ رحم، تحصیلِ مسائلِ ضروریہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر میں وارد ہوئی ہیں جن پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔ عزلت گزینی اور گوشہ نشینی میں ان امور کی تکمیل محال ہے۔ زندگی کے لیے ضروری ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملاقات کرے، ایک دوسرے کے کام آئے۔ اگر یہ دوسروں کے کام نہ آئے گا تو دوسرے اس کے کس طرح کام آئیں گے۔

گوشہ نشینی کی مذمت

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: یا حضرت! ایک شخص شیعہ مذہب رکھتا ہے اعتقاد اُس کا پکّا ہے۔ مگر اس نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے اور اپنے بھائی بندوں سے نہیں ملتا۔

حضرت نے فرمایا: اسے دینی مسائل کیسے آتے ہوں گے؟ پھر فرمایا: اے لوگو! تمھیں مسجد میں نماز پڑھنی چاہیے۔ نیک لوگوں سے ملاقات رکھنی چاہیے، ضرورت کے وقت اُن لوگوں کی گواہی دینی چاہیے، ان کے جنازوں پر حاضر ہونا چاہیے، میل ملاپ کے بغیر چارہ نہیں، جیتے جی سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔

• آپؑ نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر سات حقوق ہیں، اگر اُن میں سے ایک کو بھی چھوڑدے تو خدا کی دوستی سے خارج ہوجاتا ہے۔ ان میں سے

سب سے کم درجے کا حق یہ ہے کہ جو اپنے لیے چاہتا ہو وہی برادرِ مومن و مسلم کے لیے پسند کرے اور جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے وہی برادرِ مومن و مسلم کے لیے بھی ناپسند کرے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اُس کی ناراضگی سے گریز کرے اُس کے حکم کی پیروی کرے اور اُس کے خوش کرنے کی کوشش کرے۔ تیسرا حق یہ ہے کہ جان و مال سے ہاتھ اور پاؤں سے اس کی مدد کرے۔ چوتھا حق اُس کی رہنمائی ہے۔ پانچواں حق یہ ہے کہ اگر مومن بھوکا ہو تو خود سیر ہو کر نہ کھائے، اگر وہ پیاسا ہو تو بغیر اُس کے پانی نہ پیے، اگر وہ برہنہ ہو تو اُس کے لباس کی فکر کرے۔ چھٹا حق یہ ہے کہ، اگر تیرے پاس خادم ہو اور اُس کے پاس نہ ہو تو اپنے خادم کو اُس کے ہاں اُس کی خدمت کے لیے بھیجے۔ ساتواں حق یہ ہے کہ بلانے پر اُس کے پاس حاضر ہو اور بیماری میں اُس کی خبر گیری کرے اور اگر مرجائے تو اُس کے جنازے پر حاضر ہو۔ اگر کوئی اس کی حاجت ہو تو بِلا سوال کیے اُس کی حاجت کو پورا کرے۔ جب یہ تمام باتیں پوری ہوں گی تب محبّت ایمانی پوری ہوگی۔

• نیز آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: نیکی کرو اور ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہو۔ تمھاری آپس کی دوستی صرف خدا کے واسطے ہونی چاہیے ملاقات کے وقت دینی اُمور کا ذکر کیا کرو۔ مذہبِ حق کو زندہ رکھو اور قوّت دو مومن برادر کے کام میں کوشش کرنا ہزار غلام راہِ خدا میں آزاد کرنے سے بہتر ہے بلکہ ہزار مسلّح سواروں کو جہاد میں بھیجنے سے بہتر ہے۔

• جن حدیثوں میں گوشہ نشینی کی فضیلت وارد ہوتی ہے اُن سے مراد بدلوگوں سے بچنا اور علیحدہ رہنا ہے، تاکہ اُن کی ملاقات سے اُس کا کوئی دینی نقصان نہ ہو اور اُن کو ہدایت نہ ہو۔ ورنہ نیکوں سے ملتے رہنا اور گمراہوں کو ہدایت کرنا پیغمبروں کا طریقہ ہے اور تمام عبادات سے افضل ہے۔ گوشہ نشینی

میں بدکاروں کی صحبت سے بچنا اور بُرے اخلاق سے دور رہنا مطلوب ہے

○ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا جو مسلمان صبح کرے اور اس کو دیگر مسلمانوں کے کام کی انجام دہی کی فکر نہ ہو، وہ مسلمان نہیں ہے جو شخص کسی مسلمان کو مصیبت میں مبتلا دیکھے اور مدد نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔

آنحضرتؐ سے کسی نے سوال کیا کہ سب سے زیادہ محبوب بندہ، اللہ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، جو اللہ کے بندوں کے کام آئے پھر سوال کیا، یا رسول اللہؐ! کیا اللہ کو دیکھا جا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا، کیوں نہیں۔ بندۂ مومن کی ملاقات کو جاؤ، جو ثواب اُس کی ملاقات میں ہے وہی دیدارِ خدا میں ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ برادرِ مومن کی حاجت میں سعی کرنا ہزار غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔

لمعۂ پنجم "کسبِ حلال"

احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہے کہ طلبِ مال طریقۂ حلال سے لازم و واجب ہے۔ سعی و کوشش کرنا انسان کا فریضہ ہے اور کامیابی یا ناکامی پر اللہ کا اختیار ہوتا ہے۔ السعی منی والاتمام من اللہ پر نظر ہونا ضروری ہے، "جو اللہ پر توکل کرے اللہ اُس کے لیے کافی ہے۔"

باوجود کوشش کے وافر دولت حاصل نہ ہو سکے تو قلیل ہی پر اکتفا کرے۔ کسبِ حلال اگر کم مقدار میں حاصل ہو تو اپنے اخراجات میں تخفیف کرے یعنی ترکِ لذّات کرے لیکن ناجائز خواہ وہ کثیر ہو، مال پر مائل نہ ہو۔ اور اگر زرِ کثیر

جائز ذریعے سے حاصل ہو جائے تو بعد ادائے حقوقِ واجبہ اس دولت کو خود اپنے اوپر اپنے اہل و عیال اور ضرورتمند مومنین پر خرچ کرے۔ اچھا کھائے اچھا پہنے اور اسراف سے بچے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس پانچ خرمے یا پانچ نان یا پانچ درہم ہوں تو سب سے بہتر مصرف یہ ہے کہ پہلا والدین پر صرف کرے، دوسرا خود اور اولاد پر، تیسرا اعزا پر، چوتھا ضرورتمند ہمسائے پر اور پانچواں راہِ خدا میں صرف کرے۔ خداوندِ عالم نے اپنے بندوں کو اسراف اور بخل دونوں سے منع فرمایا ہے۔ نہ تو اتنا کم خرچ کیا جائے کہ ضرورت بھی پوری نہ ہو سکے متعلقین بھوکے ننگے رہیں اور نہ اتنا زیادہ خرچ کیا جائے کہ بے مصرف یا بے قدر ہو جائے۔

وہ لوگ جن کی دعا قبول نہیں ہوتی

حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: میری اُمّت میں چند لوگ ایسے ہیں جنکی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایک وہ کہ اپنے والدین کے لیے بد دعا کرے۔ دوسرے وہ جو قرض دے اور کسی کو گواہ نہ بنائے۔ تیسرے وہ جو زوجہ سے ناراض ہو کر اس پر نفرین کرے۔ حالانکہ خدا نے طلاق دینے کا اس کو اختیار دیا ہے۔ چوتھے وہ ہے جو (روزی کے لیے) کوشش نہ کرے اور گھر میں بیٹھا ہوا دعا کرے کہ اے خدا! مجھے روزی دے۔ پس خدا ارشاد فرماتا ہے۔ "اے میرے بندے میں نے تجھے روزی کمانے کے لیے وسیلے عطا فرماتے ہیں۔ کوشش کے لیے ہاتھ پاؤں دیے ہیں ان کو کام میں لا۔ اور روزی کما۔ پھر اگر میں نہ دوں تو تب دعا کر۔ پانچواں وہ شخص جس کو خدا بہت مال دے اور وہ تمام کو یکدم خرچ کر دے۔ پھر دعا کرے کہ خدایا

مجھے روزی عطا کر۔ اس کو فرماتا ہے کہ اے بندے! میں نے تجھے کافی مال عطا کیا تھا تو نے میانہ روی کیوں نہ اختیار کی، اسراف کیوں کیا۔ حالانکہ اسراف سے میں نے منع کیا ہے۔ چھٹا وہ شخص کہ اپنے اقربا کو بُرا کہے، قبولیتِ دعا سے محروم رہتا ہے

• حضرت سلمانؓ کے پاس جب مقرّرہ وظیفہ آتا تھا تو اپنا سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی تصدّق کرتے تھے۔ کسی نے کہا: اے سلمانؓ! تم اتنے بزرگ اور زاہد ہو کر ایسا کرتے ہو، ممکن ہے کل ہی موت آجائے۔

آپ نے فرمایا: اے جاہل! تو نہیں جانتا جس طرح موت کا احتمال ہے اسی طرح زندگی کا بھی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اگر انسان کے پاس روزی نہ ہو پریشان رہتا ہے، نفس اس کو حیران رکھتا ہے، جب روزی اس کے پاس ہو تو اطمینان رہتا ہے۔

• "حضرت ابوذر اونٹ اور بھیڑوں کے ریوڑ پال کر منافع سے روزی حاصل کرتے مہمان کی تواضع انھیں میں سے ذبح کر کے کیا کرتے تھے۔ جب زیادہ محتاج ہو جاتے تو اپنے ریوڑ سے اتنے جانور قربان کرتے کہ سب کو کافی ہوں، پھر تقسیم کرتے تھے اور سب کے برابر اپنا حصّہ رکھ لیتے تھے۔" ان دو جلیل القدر اصحابؓ سے اور کون زیادہ ہوگا، جن کی شان میں بڑی فضیلت وارد ہے۔ باوجود اس مرتبے کے انھوں نے ایسا نہیں کیا کہ تمام مال راہِ خدا میں دیکر خود محتاج اور فقیر بن جائیں۔

• جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے مزدوری کی کمائی سے ہزار غلام آزاد کیے

اسباط بن سالم سے بسندِ معتبر منقول ہے۔ کہتا ہے: میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے عمر بن مسلم کا حال دریافت فرمایا۔

میں نے عرض کیا: یا حضرت! وہ صحیح وسالم ہے مگر اُس نے تجارت چھوڑ دی۔

آپؑ نے فرمایا: شیطان کا کام ہے۔

پھر تین بار ایسا ہی فرمایا اور فرمایا: کیا اس کو معلوم نہیں کہ جناب رسولِ خدا تجارت کرتے تھے۔؟ ایک دفعہ شام سے ایک قافلہ آیا، آپؐ نے ان سے مال خریدا اُس سے اتنا نفع آیا کہ تمام قرض آپؐ نے اس سے ادا کیا اور جو باقی بچا وہ اپنے عزیز واقربا میں تقسیم کیا۔

• منقول ہے کہ عمر بن یزید نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا: یا حضرت ایک شخص کہتا ہے کہ میں ہمیشہ گھر میں بیٹھا رہتا ہوں نماز پڑھتا ہوں، روزے رکھتا ہوں خوب عبادت کرتا ہوں، میری روزی خود بخود مجھے مل جاتی ہے۔

یہ سن کر حضرت نے فرمایا: وہ شخص ان تین میں سے ایک ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

• جناب امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: جو شخص اس خیال سے دنیا کمائے کہ سوالِ ذلّت نہ اُٹھانا پڑے، بال بچّوں کو فراغت رہے، ہمسایوں کے ساتھ سلوک کرے، تو جب وہ قیامت کے روز اُٹھے گا اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا۔

• جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "عبادتِ الٰہی کے ستّر جزو ہیں۔ سب سے اچھا جزو حلال طریقے سے روزی کمانا ہے۔"

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ میرے والدِ ماجد ایک روز اطرافِ مدینہ میں دھوپ کی شدّت میں دو غلاموں پر تکیہ کیے ہوئے تشریف لا رہے تھے محمد ابن منکدر نے دیکھا اور آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ افسوس ہے کہ اس گرمی میں اور اس ضعیفی میں بھی آپ حصولِ دنیا کے لیے کوشاں ہیں اگر اس حالت میں ہی آپ کو موت آجائے تو کیا کیجیے گا۔

آپؑ نے اپنے چہرے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر اس عالم میں موت آجائے تو یہ وہ مبارک وقت ہے جس میں اطاعتِ خدا میں ہمہ تن مصروف ہوں کہ اپنے بچوں کو تیرے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہا ہوں۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے لوگوں سے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ وہ کس حال میں ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا کہ خانہ نشین ہے رات دن عبادت میں مصروف ہے۔ اور کہتا ہے کہ میری روزی مجھے پہونچ جاتی ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، وہ اُن لوگوں میں سے ہے جن کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔ آپؑ نے ایک اور شخص کے متعلق سوال کیا تو کسی نے کہا پریشان ہے

آپؑ نے فرمایا، وہ کیا کام کرتا ہے؟

• اُس نے کہا کہ خانہ نشین ہے اور رات دن مصروفِ عبادت ہے۔
• آپؑ نے فرمایا اُس کے خور و نوش کا کیا انتظام ہے؟
• اُس نے کہا، مومنین اس کو کھانا پہونچاتے ہیں۔
• آپؑ نے فرمایا، جو لوگ اُس کو کھانا پہونچاتے ہیں اُن کا یہ فعل اُس کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

○ ایک زرگر (صراف) نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آدمی کو طلبِ روزی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

• آپؑ نے فرمایا، دکان کھول کر سامان کو قرینہ سے لگا دینا چاہیے بس اس سے زیادہ نہیں۔ جو اُس پر لازم تھا وہ ہوگیا، باقی کام عطا کرنے والے کا ہے۔

لمعۂ ششم، دربیانِ تجمل و زینتِ تعزیہ

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ "خدا جمیل و حسین ہے اور جمال و حسن کو دوست رکھتا ہے"۔ اس لیے خود کو زینت و آراستہ کرنا کارِ احسن ہے جو اللہ کو پسند ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خدا جب اپنے بندے کو نعمت عطا فرمائے تو لازم ہے کہ اس کو ظاہر کرے۔ خود کو اس سے آراستہ کرے، تاکہ ملائکہ کہیں کہ یہ خدا کا دوست ہے خدا کی نعمتوں کو ظاہر کرکے اُس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کر رہا ہے۔ اگر ظاہر نہ کرے تو ملائکہ کہتے ہیں کہ یہ دشمنِ خدا ہے اُس کی نعمتوں کو چھپا کر کفرانِ نعمت کر رہا ہے۔

○ معتبر روایت ہے کہ ایک روز سفیانِ ثوری نے مسجدِ حرام میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ لباسِ فاخرہ زیبِ تن فرمایا ہوا ہے۔ قریب گیا اور کہا یا ابن رسول اللہ! آپ کے جد رسول اللہ صؐ تو ایسا فاخرہ لباس استعمال نہ فرماتے تھے۔

آپؑ نے فرمایا، ہاں وہ مسلمانوں کا زمانۂ افلاس تھا اس لیے آنحضرتؐ نہ چاہتے تھے کہ عام مسلمانوں سے بہتر پوشاک استعمال فرمائیں۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے اور ضروری ہے کہ امام عمدہ لباس پہنے اور گھٹیا لباس پہن کر حقیر نہ ہو یہ فرما کر آپ نے سفیان ثوری کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا تو سمجھتا ہے کہ یہ لباس میں نے اپنے نفس کی خوشنودی کی خاطر پہنا ہے۔ آپ نے اس لباسِ عمدہ کو اتار کر معمولی لباس جو زیبِ تن تھا اس کو دکھایا اور فرمایا یہ ہے وہ لباس جو میں نے اپنے نفس کے لیے پہنا ہے اور یہ بالائی لباس لوگوں کے لیے ہے یہ فرما کر آپ نے سفیان ثوری کا معمولی لباس جو وہ پہنے ہوئے تھا اُٹھایا اور جو

لباس وہ نیچے پہنے ہوئے تھا اس کو ہاتھ میں پکڑ کر دکھایا کہ یہ ہے تیرا اصلی لباس جو تونے اپنے نفس کی خوشنودی کیلئے پہنا ہوا ہے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے معمولی لباس اوپر پہن رکھا ہے جو سراسر دھوکا دہی کے لیے ہے۔ تاکہ لوگ تجھے دیندار سمجھیں۔

زینت و آرائش کا بیان

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جس وقت عبداللہ بن عباسؓ کو حجت تمام کرنے کے لیے خوارج کے پاس بھیجا تو جناب عبداللہ نے لباس فاخرہ پہن کر خوشبو لگائی اور اپنے تئیں خوب آراستہ کیا پھر ایک نفیس گھوڑے پر سوار ہو کر گئے۔

خارجیوں نے اعتراض کیا کہ اے عبداللہ! تم نے جابروں کا سا لباس کیوں پہنا ہوا ہے۔؟

آپؑ نے جواب میں یہ آیت پڑھی:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ"

یعنی اللہ کے حلال و پاکیزہ رزق سے اگر زینت کی جائے تو وہ حرام نہیں ہے

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نئے کپڑے کو ایک دفعہ پانی سے دھو کر پہنتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: لباس نفیس پہنو اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے زیب و زینت کرو۔

• جناب علی بن الحسینؑ علیہ السلام پانچ صد کا جبہ اور پچاس دینار کی چادر خز پہنتے تھے۔ موسمِ سرما میں استعمال کے بعد گرمی شروع ہوتے ہی فروخت کر دیتے تھے اور اس کی قیمت فقراء و مساکین پر تقسیم فرماتے تھے۔

• حدیث میں ہے: خدا زینت کو دوست رکھتا ہے اور بدحالی اور فقیری کے ظاہر کرنے کو بُرا جانتا ہے۔ کسی نے پوچھا: نعمتِ خدا کو کس طرح ظاہر کرنا چاہیے۔؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: پاکیزہ لباس پہنو، خوشبو لگاؤ، گھر صاف اور آراستہ رکھو، غروبِ آفتاب کے وقت چراغ روشن کرو، کہ اس سے فقر و فاقہ دور ہوتا ہے، روزی زیادہ ملتی ہے۔

• ربیع بن زیاد نے بصرہ میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کی اور کہا کہ ترکِ دنیا کر کے بال بچّوں سے الگ ہو گیا ہے اور فقیروں کی طرح گُدڑی پہن لی ہے۔

حضرت نے اُس کو بلا کر فرمایا: اے اپنے نفس کے دشمن! شیطان لعین نے تجھ کو بہکایا اور حیران کیا ہے۔ تجھ کو اپنے اہل و عیال پر رحم نہیں آتا؟ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا نے اپنی حلال و طیب نعمتوں کو تیرے لیے حرام کر دیا ہے اور نہیں پسند کرتا کہ اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے خدا اس سے بہت بزرگ ہے کہ تجھ کو ایسی تکلیف دے۔ چنانچہ فرماتا ہے:

"وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ" (سورۃ الرحمٰن آیت ۱۰-۱۱)

(اور اس نے زمین کو مخلوقات کے واسطے بنایا، جس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتا ہے۔)

پھر ارشاد فرمایا:

"مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۲۰ ..... يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۲۲" (سورہ رحمٰن)

(اُس نے دو دریا بہائے جو باہم ملتے ہیں ۱۹ ان کے درمیان حدِ فاصل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے ۲۰ ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں ۲۲)

نعمتِ الٰہی کو صرف کرنا اور ظاہر کرنا خدا کو بہت پسند ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ صرف گفتار سے ظاہر کی جائے۔ جیسا کہ وہ ارشاد فرماتا ہے:

"وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔" (سورۂ والضحیٰ آیت ۱۱)

(اور اپنے پروردگار کی نعمت کا ذکر کرتا رہ)

عاصم نے عرض کیا: یا حضرت! پھر آپؑ نے نانِ خشک اور لباس سادہ پر کیوں قناعت کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے عاصم! میں تیرے جیسا تو نہیں ہوں۔ اللہ نے ہم پر واجب کیا ہے کہ فقیروں اور محتاجوں کے موافق رہیں تاکہ مساکین و فقراء کو اپنی حالت ذرا ناگوار نہ ہو۔ جب وہ اپنے امامؑ کو اپنی جیسی حالت میں پائیں گے تو اپنی حالت پر راضی رہیں گے۔

عاصم نے یہ سن کر اپنی پہلی جیسی حالت اختیار کرلی۔

اگر اللہ تعالیٰ وسعت دے اور روزی فراخ ہو تو اس سے خود بھی فائدہ اُٹھائے اور مومنین کی بھی اعانت کرے۔ اگر فقیر تنگدست ہو لباس و خوراک فقیرانہ سے بسر کرے اور اس کو خدا کی طرف سے جانے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم، بندۂ مومن کا تین چیزوں سے حساب نہ لے گا۔ کھانا جو وہ کھاتا ہے، لباس جو وہ پہنتا ہے اور اُس اعانت کا جو اس نے کسی نیک عورت سے کی ہوگی۔

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اگر لباسِ فاخرہ عطا فرمائے تو اس کو پہنے اور اگر معمولی لباس عطا فرمائے

تو اس کو بخوشی پہن لے اور ہر حال میں اُس کا شکریہ ادا کرے۔

لمعۂ ہفتم، در پاکیزگی و طہارت

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: "طہارت سر کثافتِ بدن کو دور کرتی ہے آنکھوں کو نور بخشتی ہے۔ لباس کو پاک و صاف رکھنا غم و الم کو دور کرتا ہے نماز کے لیے قبولیت کا باعث بنتا ہے۔ غسل کرنا اور بدن کو صاف رکھنا صحت و تندرستی کا باعث ہے لوگ اس کی ہم نشینی پسند کرتے ہیں؛ خوشبو لگانے کی بڑی تاکید ہے کم از کم جمعہ کے روز ضرور لگائے۔ خوشبو لگانا انبیاء کی سنت ہے۔ خوشبو کے لیے جو صرف ہو وہ داخلِ اسراف نہیں۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طعام کے اخراجات سے زیادہ خوشبو میں صرف فرماتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خوشبو لگانا تقویتِ دل کا سبب ہے نیز فرمایا کہ ایک رکعت نماز خوشبو کے ساتھ اگر پڑھی جائے تو وہ ستر نمازوں سے بہتر ہے جو بغیر خوشبو کے پڑھی جائیں۔

واضح ہو کہ پاکیزگی و طہارت اور خوشبو کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے جو مذکور ہوا ہے

لمعۂ ہشتم، در طعامِ لذیذ

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور حضرات ائمہ معصومینؑ سے بہت سی معتبر روایات مروی ہیں کہ گوشت مقوی ترین غذا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جناب رسول مقبولؐ نے خانۂ پُر گوشت کی مذمت فرمائی ہے کہ خدا دشمن رکھتا ہے خانۂ پُر گوشت کو (وہ گھر جو گوشت سے بھرا ہوا ہو) اس سے مطلب گوشت نہیں ہے بلکہ وہ گھر ہے جس میں بیٹھ کر لوگ ایک دوسرے کی غیبت کریں۔ ورنہ گوشت انسان کے لیے بڑی مفید غذا ہے۔ دنیا و آخرت دونوں ہی کے لیے مفید ہے کیونکہ گوشت کھانے سے انسانی گوشت میں اضافہ ہوتا ہے جس سے جسمانی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور طاقت انسان کے لیے دنیاوی کاموں اور نماز روزہ اور دیگر عبادات کا ذریعہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص چالیس روز تک گوشت نہ کھا سکے اُس کو چاہیے کہ قرض لے کر گوشت کھائے جس کی ادائیگی منجانب اللہ ہوگی۔ اور اگر چالیس روز تک گوشت نہ کھائے تو پہلے داہنے کان میں اذان کہی جائے پھر گوشت کھائے۔

انسان کو اگر خدائے تعالیٰ نے اس قدر عطا فرمایا ہے کہ وہ کارِ ضروری میں خرچ کرنے کے بعد بھی لذیذ غذائیں کھا سکتا ہے تو ضرور کھائے ورنہ کفرانِ نعمت کے مترادف ہوگا۔

جناب امیر المومنین و امام المتقین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم تقویٰ کو دوست رکھتا ہے اور تقویٰ انسان کا زیور ہے لیکن انسان متقی کے لیے سب سے پہلی اور ضروری چیز پاک و طیب روزی اور نافع اور اچھی غذا کا حصول ہے ایک متقی و پرہیزگار شخص اہلِ دنیا کے ساتھ اپنی طیب و طاہر حلال روزی اور اچھی غذائیں حاصل کر کے اُن کی دنیا میں شریک ہے یعنی اہلِ دنیا اچھی غذائیں کھاتے ہیں عمدہ طعام حاصل کرتے ہیں تو ایک پرہیزگار شخص اکلِ حلال کے سبب اچھی غذائیں

اور عمدہ طعام کھا کر اہلِ دنیا کی دنیا سے لطف اندوز ہوتا ہے لیکن اہلِ دنیا پرہیزگار اور اہلِ آخرت اور متقی لوگوں کے ساتھ اُن کی آخرت میں شریک نہیں ہو سکتے۔

اچھی غذائیں استعمال کرنے سے جسمانی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے جس کے ذریعے سے انسان کارہائے دنیا و آخرت و عبادات وغیرہ کو بخوبی انجام دے سکتا ہے ورنہ ناطاقتی سے دنیاوی ضروریات اور اُخروی عبادات سے محروم رہتا ہے

آپؑ نے مزید ارشاد فرمایا کہ اچھی غذائیں، میوہ جات، پھل، مشروبات اور دیگر نعمتہائے دنیا حلال روزی سے کھانے کی ممانعت نہیں ہے لیکن کم خوردن نفع بخش ہے اور زیادہ کھانا (بسیار خوردن) مذموم بھی ہے اور خود صحت کے لیے نقصان دہ اور انتہائی ضرر رساں ہے۔

ترکِ لذائذ اور چلہ کشی

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ دین مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس کی منزل کو طے کرو مگر آسانی اور نرمی سے۔ عبادت کا بوجھ زیادہ نہ ڈالو، کہ جس سے بندگانِ خدا تنگ نہ آجائیں۔ اس مسافر کی طرح نہ ہو کہ جو اپنی سواری کو تیز کر کے تھکا دے اور منزل مقصود کو نہ پہنچ سکے۔ اس اُمّت کو شیطانؑ نے بہکایا اور گوشت اور لذیذ طعام سے منع کیا۔ حالانکہ ایسا کرنا خلافِ شریعت ہے۔ لوگوں نے اسے تصوّف بنا رکھا ہے۔ کہ ترکِ لذائذ کر کے چالیس روز پیر کے دھیان میں کسی سوراخ کے اندر بیٹھتے ہیں۔ چونکہ ان کے قوائے عقلی کمزور ہو جاتے ہیں۔ جھوٹے وہم اور باطل خیالات غالب ہو کر ان کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ پیر کے خیال کو پختہ کرتے رہتے ہیں یہی وہم بڑھتا جاتا ہے اور عقل گم ہو جاتی ہے۔ چلہ کشی کر کے جب واپس آتے ہیں اور پیر کو

اپنی کیفیت دکھلاتے ہیں تو پیر کہتا ہے آج رات میں پانچ مرتبہ عرش پر گیا تھا۔ فوراً تصدیق کرتے ہیں اور کسی دلیل یا توجیہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

- جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے منقول ہے کہ:

"جو شخص چالیس روز تک ہر صبح کو خلوص کے ساتھ خدا کے لیے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل و زبان کی طرف علم و حکمت کے چشمے کھول دیتا ہے۔"

- نیز ہر بدعتی، رسول اور اہلِ بیت علیہم السّلام پر افترا باندھنے والا ذلیل وخوار ہوگا۔ ہر کام رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیے۔ اگر رضائے خدا کی خاطر کوئی بدعت کرے گا تو عاصی ہوگا۔ خدا اس سے بیزار ہے۔

واضح رہے کہ چلّے کی ریاضت خلافِ امرِ خدا اور عین بدعت ہے اگر کوئی چالیس روز بڑی مشقّت سے کُشتی لڑنے کی مشق کرے، کیا یہ عبادت ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور نہ حدیث مذکورہ سے یہ مطلب ہے اور نہ ہی معلوم ہوتا ہے بلکہ دوسری حدیث جس میں بدعت کو منع فرمایا ہے اس سے مقصود یہی بدعت ہے۔

اخلاصِ عبادت کے معنی معلوم ہونے کے بعد سمجھ میں آسکتا ہے کہ چالیس روز اس طرح چلّے میں رہنا کیسا دشوار اور بے سود کام ہے بلکہ عین گمراہی ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کیسا بڑا فرق ہے کہ اس عالم میں جو محض اللہ کے لیے دینِ حق کی اشاعت کرے اور حکمت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوں اور اس شخص میں جو اعمالِ بدعت میں کوشش کرے۔ اور شیطان کے بہکائے لوگوں کو گمراہی کا راستہ دکھلاتے۔

چنانچہ سفیان ثوری اور عباد بصری وغیرہ ہمیشہ آئمہ معصومین علیہم السّلام پر اعتراض کرتے رہے اور دین کو بگاڑتے ہیں

لمعۂ نہم، در حرمتِ غنا (گانا)

غنا، یعنی گانے کے بارے میں

علمائے شیعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہر عالم کے نزدیک غنا حرام ہے اور کیونکہ مغنّی کو جہنمی کہا گیا ہے اس لیے غنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔

غنا، علمائے اہلِ سنّت کے نزدیک بھی حرام ہے۔ بجز چند علماء کے جو صوفیہ خیال ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جس گھر میں غنا ہو وہ مسکن ہے بلاؤں کا، دعا اُس گھر میں قبول نہیں ہوتی، نہ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، اور رحمتِ خداوندی سے وہ گھر محروم رہتا ہے۔

گانا اور راگ

ریان بن الصلت نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا: یا حضرت! ہشام بن ابراہیم کہتا ہے کہ آپؑ نے گانا سُننے کی اجازت دی ہے؟

حضرت نے فرمایا: وہ جھوٹ کہتا ہے۔ اُس نے مجھ سے دریافت کیا تھا تو میں نے اُس سے کہا کہ کسی نے امام محمّد باقر علیہ السّلام سے راگ کے بارے میں سوال کیا تھا آنحضرتؑ نے فرمایا: اگر حق و باطل کو جدا کیا جائے تو راگ کس طرف ہوگا؟

تو سائل نے عرض کیا، باطل کی طرف۔

آنحضرتؑ نے فرمایا: تو نے بہت درست کہا۔

- جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: راگ کی مجلس پر خدا رحمت کی نظر نہیں فرماتا۔ کیونکہ گانا نفاق کا آئینہ ہے اور گانے والی عورت ملعونہ ہے اور اس کی روزی کھانے والا بھی ملعون ہے۔

• عیون الاخبار الرضا میں ہے کہ: کسی نے امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا: یا حضرت! گانا کیسا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اہلِ حجاز تو جائز جانتے ہیں مگر گانا باطل ہے اور لہو ہے اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے حق میں فرماتا ہے:

" اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا "

یعنی (جب وہ لغو امور کے پاس سے گذرتے ہیں تو کریموں کی طرح گذر جاتے ہیں)

جو کوئی اپنے نفس کو راگ سننے سے پاک رکھے اس کے واسطے بہشت میں ایک درخت ہے کہ جب حکمِ خدا سے ہلایا جائے گا تو اس سے ایسی آوازیں پیدا ہوں گی کہ کبھی نہ سنی ہوں گی۔ جن لوگوں نے دنیا میں راگ سنا ہے وہ اس کی آواز نہ سن سکیں گے۔

• غنا کے معنی علماء نے یہ بیان کیے ہیں کہ: آواز کو گلے میں پھرانا کہ سننے والے کو اس میں لذّت محسوس ہو۔ غنا کو فارسی میں سرود اور اردو میں راگ کہتے ہیں۔

• غنا یہ ہے کہ پڑھنے والے سے کہا جائے۔ تو نے کیا اچھا پڑھا اور سننے والے پر غم یا خوشی طاری کرے۔ ایسا کرنا حرام ہے۔ سوائے چند موقعوں کے جو مستثنیٰ ہیں۔ بعض کے نزدیک غم یا خوشی کی حالت پیدا کرنا، شرط نہیں لگائی گئی۔ کیونکہ راگ عموماً اس کو کہتے ہیں جو دل پر اثر کرے۔ اگر کسی خاص آدمی کی طبیعت اس سے خوش نہیں ہوتی تو کوئی دلیل نہیں۔ جیسا کہ شہد کی خاصیت شیرینی اور دل کو خوش کرنا ہے۔ اگر کوئی خاص آدمی اس سے خوش نہیں ہوتا تو شہد کی خاصیت نہیں بدلتی۔ بلکہ خاص طبائع میں ہی احساس کی کمی سمجھی جائے گی۔

شادی کے موقع پر عورتوں کے مجمع میں جبکہ کوئی مرد اس میں شامل نہ ہو ڈومنی کا گانا بعض نے جائز رکھا ہے اور بعض نے حرام، مگر اس کے حلال ہونے پر ایک معتبر حدیث آتی ہے۔

○ ایک شخص نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ میرے پڑوس میں ایک مغنّی و مطربہ کنیز ہے۔ جب میں بیت الخلاء جاتا ہوں اور اس کی آواز سنتا ہوں تو بیت الخلاء سے نکلنے میں قصداً تاخیر کرتا ہوں اور گانا سنتا رہتا ہوں؛

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، ایسا نہ کر۔

• اس نے عرض کیا، میں گانا سننے کے لیے تو بیت الخلاء نہیں جاتا، بلکہ کان میں آواز آتی ہے تو سن لیتا ہوں۔

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، کیا تو نے نہیں سنا کہ آنکھ، ناک، اور کان سب ہی خدا کے سامنے گواہی دیں گے۔

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے، سلمانؓ سے فرمایا اے سلمان! زمانہ آخر میں سب سے بری چیز جو رونما ہوگی وہ قرآن مجید کا گا کر پڑھنا ہوگا۔

نیز آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کو عربی لحن میں پڑھو علاوہ ازیں اس صوت و لحن اور آواز میں مت پڑھو کہ جو لحن و صوت اہلِ فسق و فجور کی ہے اس لیے کہ یہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے اور اس پیشہ سے روزی حاصل کرنے والا ملعون ہے۔ ان کنیزوں کو تعلیم دینا (غنا کی) کفر ہے اور غنا کا سننا نفاق ہے۔

بعض علماء نے برائے رفتارِ شتر حُدی کو عروسی میں عورتوں کے گانے کو، امام حسینؑ کی مرثیہ خوانی کو جائز قرار دیا ہے مگر بہتر یہ ہے ان سب سے اجتناب کیا جائے۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ارتکاب کرنے والوں پر عذابِ آتش کیا ہے اس کے بعد آپؑ یہ آیت تلاوت فرمائی " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۔ (لقمان ۶)

" لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو لہو و باطل آواز (یا سخن لہو اور باطل) اور وہ بات یعنی وہ آواز جو اللہ سے غافل کردے ، کو خریدتے ہیں تا کہ راہِ خدا سے بھٹکا دیں جس کے بارے میں وہ نادان ہیں اور استہزا و مذاق کرتے ہیں دینِ حق اور راہِ خدا پر چلنے والوں سے ان کے لیے عذابِ سخت ہے "۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ۔ اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں کہ " فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ " (سورہ حج آیت ۳۰)

یہاں پر " قول الزور " سے مراد غنا ہے ۔

لمعۂ دہم ' دربیانِ ذکرِ الٰہی

ذکر کے لغوی معنی یاد کرنے کے ہیں۔

یادِ خدا کی مختلف اقسام ہیں۔ اوّل یادِ خدا ، حالتِ معصیت میں خدا کو یاد کر کے ترکِ معصیت کرنا ۔ دوم ، یادِ خدا ، اطاعت کے وقت ۔ سوم ، یادِ خدا عطائے نعمت کے وقت ۔ چہارم ، یادِ خدا ، بلا و مصیبت کے وقت ۔ پنجم ، یادِ خدا در دل ۔ تفکر در صفاتِ الٰہیہ و معنیٰ قرآن و احادیثِ رسولؐ و اہلِ بیتؑ ۔ ششم ،

ذکر بزبان ۔ ذکرِ علومِ حق ۔ بیان فضائلِ اہلِ بیتؑ ۔ تلاوتِ کلامِ پاک ، طلبِ دعا ۔ اسماءِ پاکِ الٰہی کا پڑھنا ، مگر یہ سب دل سے نکلے ہوئے اذکار ہوں جو زبان سے جاری ہوں۔

• منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا : جو پوشیدہ طور پر اللہ کو یاد کرے وہ اُس کو ظاہراً یاد کرتا ہے ۔ تحقیق منافق اُس کو باآوازِ بلند یاد کرتے ہیں ۔ انھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :

" لوگ ریاکاری سے مخلوق کو دکھانے کے لیے کام کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر قلیل ۔ "

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اطاعتِ خدا حقیقتاً یہ ہے کہ اس کی یاد زیادہ کی جائے ۔ اگرچہ نماز و روزہ اور تلاوت کم ہو۔ اور معصیتِ خدا یہ ہے کہ اس کی یاد کم کی جائے اور اس کو فراموش کر دیا جائے اگرچہ نماز و روزہ اور تلاوت زیادہ ہو۔

○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ، کوئی چیز شیطان کو اس قدر مجروح نہیں کرتی جس قدر برادرِ مومن سے ذکرِ خدا کرنا ہے اور ذکرِ رسولؐ اور ذکرِ اہلِ بیتِ رسولؐ ۔ تو شیطان انتہائی رنج و غم اور حسد سے فریاد کرتا ہے خدا کے فرشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں ۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے خداوندِ عالم سے سوال کیا کہ تو مجھ سے نزدیک ہے اس لیے کیا تجھ سے میں نزدیک والوں کی طرح بات کروں یا تو مجھ سے دور ہے تو میں تجھ سے دور والوں کی طرح باآوازِ بلند گفتگو کروں ۔؟

جواب ملا ، میں یاد کرنے والوں کے بہت قریب ہوں جو مجھے لوگوں سے

پوشیدہ تنہائی میں مخفی طور یاد کرتے ہیں وہ میرے مخلص بندے ہیں اور جو میری یاد باآوازِ بلند، زور سے چیخ چلّا کر کیا کرتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں بھی سنیں اور دیکھیں وہ ریاکار اور دنیادار ہیں۔

ذکرِ جلی

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: "جو کوئی دل میں ذکرِ خدا کرے اُس کے لیے اتنا ثواب ہے کہ خدا کے سوا اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شور و غل مچا کر ذکرِ الٰہی کرنا اور فریاد کرنا شریعت کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔

صوفیوں کے ذکرِ جلی میں علاوہ مذکورہ قباحت کے اور بھی کئی خرابیاں ہیں۔ مثلاً عاشقانہ اشعار اور رندانہ غزلیں، راگ سے باآوازِ بلند گاتے ہیں اور اسے عبادت سمجھتے ہیں۔ یہ مذہبِ امامیہ میں بالاتّفاق حرام ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی ناشائستہ خرابیاں اور حرکتیں کرتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، ناچتے ہیں اور یہ تمام امور مسجد میں بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: "جو مسجد میں شعر پڑھے اس سے کہہ دو کہ خدا اُس کا مُنہ توڑے گا، مسجد قرآن پڑھنے کے لیے ہے۔"

یہ لوگ ایسا اکثر و بیشتر شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ کرتے ہیں، حالانکہ شب و روزِ جمعہ میں شعر پڑھنا مکروہ ہے۔

اگر اس قسم کے لوگوں سے کہا جائے کہ تم خلافِ شریعت کیوں کر رہے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ ہمیں قربِ حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ قربِ خدا بغیر پابندیٔ شریعت ممکن نہیں۔ ایسی ناشائستہ حرکتوں کو صوفیا "حال" کہتے ہیں۔ "حال" میں عشقِ مجازی کے باطل خیالات دماغ میں سماتے ہیں اور گانے بجانے کے شور و غل سے جوش میں

آکر اُچھلتے کودتے ہیں، مگر یہ حالت صرف اُنھیں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ فسّاق و فجّار کی محفلِ شراب اور راگ رنگ میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

صوفیوں کو حال پڑنا

حال کی حالت میں مکّاری سے اپنے تئیں اس طرح گراتے ہیں تاکہ چوٹ نہ لگنے پائے۔ اس طرح فریب کرتے ہیں کہ ظاہراً دنیاوی لذّات مثلاً گوشت وغیرہ چھوڑ دیتے ہیں اور حبسِ نفس کرتے ہیں جس سے دل و دماغ کمزور ہو جاتا ہے جو مقوّی غذا اور ادویات سے دور ہو سکتا ہے۔ عورتیں اور کمزور بچّے جن کے دل و دماغ کمزور ہوتے ہیں اُن کا بھی یہی حال ہے۔ مگر اس مرض کا علاج کر لیا جاتا ہے اور صوفی اسے کمال خیال کرتے ہیں۔ رونے کو منع کرتے ہیں۔ دل میں کسی غم یا خوشی کے اثر سے جوش آتا ہے۔ اور یہ جوش آنسوؤں سے نکل سکتا ہے۔ اگر آنسو نہ نکلیں تو قلب بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ بارگاہِ خداوندی میں گریہ و زاری نہیں کرتے جس سے دل کمزور ہو جاتا ہے اور شیطان غلبہ پا کر انھیں اُچھلنے کودنے پر اُکساتا ہے مگر عابد اور نیک لوگ اکثر صبح سے شام تک مناجاتِ الٰہی میں گریہ کرتے ہیں۔

صوفیا، بدعتی ہیں

صوفیہ فرقے کے صاحبِ بدعت ہونے کا سب سے بڑا گواہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی فرقے کے راوی نے ایک روایت بھی بیان نہیں کی کہ جناب رسالت مآبؐ قوّالی سُن کر بے ہوش ہوتے تھے۔ اصحاب میں کسی کو اس قسم کی تعلیم نہیں کی۔ اس کے برعکس اگر ائمہؑ سے منقول ادعیّہ و افکار پڑھنے کو کہیے جس کا بے حد ثواب ہے، تو ہزاروں میں کوئی ایک ہی اُس پر عمل کرے گا۔ اگر چند مکّار حلقہ باندھ کر حق ہو، حق ہو کر رہے ہوں تو اس میں بیٹھا

شامل ہوجائیں گے اور انھیں کی طرح شور وغوغا کرتے کرتے اُچھلنے کودنے لگیں گے
یہ لوگ تعلیماتِ آئمہؑ کے برعکس ساری عمر ایسے کام کرتے ہیں جن کو علماء نے حرام
کہا ہے اور خود بھی جانتے ہیں کہ نہ خدا کا حکم ہے اور نہ رسولِ خدا نے ایسا فرمایا ہے۔
یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے اور کس دلیل سے ثواب کے
مستحق ہوں گے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور
عرض کرنے لگا: یا حضرت! میں نے ایک دعا اختراع کی ہے۔
آپؑ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور وہ دعائیں پڑھو جو ہم نے تعلیم کی ہیں۔

ذکرِ خفی کی کیفیت

عبادت کا دوسرا طریق ذکرِ خفی ہے۔
اس میں ہر وقت اور ہر کام میں دل خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس کا ظاہر تو
بہت خوبصورت ہے لیکن وہ صورت جو صوفیوں نے پیدا کی ہے تا وقتیکہ کوئی
معتبر سند موجود نہ ہو، بدعت ہے۔ شیعوں کی کتابوں میں تو اس کا کہیں ذکر نہیں
سنّیوں کی کتب میں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مگر کہتے ہیں کہ معروف کرخی نے حضرت
امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے لیکن یہ غلط ہے۔ اوّل تو یہ کہ معروف کرخی
کا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں فیضیاب ہونا معتبر نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ
آنحضرتؑ کا دربان تھا۔ اس کی بھی کوئی سند نہیں۔ دوسرے یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ
معروف کا پیرِ طریقت داؤد طائی تھا۔ اور یہ ایک نہایت متعصب سنّی تھا۔ ائمہ
علیہم السلام سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ معروف کرخی کے
اعتقاد کی سند ایسے لوگوں سے ہے جن کی بد اعتقادیوں کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں
جیسے سیّد محمد نور بخش نورؔ، جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا کہ میرے اس دعوے پر

تمام اہلِ دل متفق ہیں۔ چوتھے یہ کہ ان مشائخ کا خیال ہے کہ ذکرِ خفی کے مختلف
طریق ہیں جس طرح کسی کا پیر اُس کو تعلیم کر دے وہ ٹھیک ہے۔ اس طرح ہر ایک
کی سند اس کے پیر پر ہی ختم ہے۔ پانچویں یہ کہ ایسی عبادت کو نماز سے بہتر کہتے
ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام علیہ السلام صرف اس کو ہی تعلیم فرماتے اپنے اصحاب
میں سے کسی اور کو نہ بتاتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام اصحاب میں صرف معروف کرخی
کو ہی اس کی قابلیت تھی تو اب ہر کس و ناکس کو کیوں اس کی تعلیم کی جاتی ہے؟
ششم: یہ کہ اگر راز کی قابلیت صرف اسی کو تھی، تو سلمانؓ و ابوذرؓ جیسے بھی اس کے
اہل و قابل نہ تھے۔ یہ اُن سے بہتر ہونا چاہیے، اگر بہتر ہے تو ہزاروں حدیثیں جو
ان دونوں بزرگوں کی فضیلت میں آئی ہیں، اس کے لیے کہاں ہیں۔ اگر کوئی مجہول
غیر معتبر حدیث کہے بھی تو کیا انصاف ہے کہ ہزارہا معتبر روایتوں کو چھوڑ کر کسی ایک
غیر معتبر پر عمل کیا جائے۔

مساجد کی تعظیم و توقیر

واضح ہو کہ مساجد کو خدا نے اپنا گھر
ارشاد فرمایا ہے، اس لحاظ سے کہ قربِ خداوندی حاصل ہونے کی جگہ ہے۔ ورنہ
اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ دوسری جگہ کی بہ نسبت مسجد میں فیضان اور رحمتِ
خدا زیادہ ہے۔ اِس لیے واجب نمازیں جن میں ریا کا خطرہ نہیں، مسجد میں ادا کرنا ضروری
ہیں، جیسا کہ زکوٰۃ دینا علانیہ بہتر ہے اور نمازِ تہجد کا گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔

• بسندِ معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خداؐ
نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ خدا کے نزدیک زمین کا کونسا قطعہ زیادہ پسندیدہ ہے
جبرئیلؑ نے عرض کیا: مسجد اور اہلِ مسجد سے زیادہ وہ محبوب ہے جو سب سے
پہلے آئے اور سب سے آخر میں جائے۔

- تورات میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "زمین پر میرا گھر مسجدیں ہیں۔ خوشحال اُس بندے کا جو اپنے گھر سے وضو کرکے میرے گھر آکر میری زیارت کرے۔ پس جس کے پاس کوئی زیارت کو آئے اس کے لیے لازم ہے کہ ملنے والے کی خاطر کرے۔ بشارت دو اُن لوگوں کو جو رات کے اندھیرے میں مسجد کے اندر آتے ہیں۔ قیامت کے روز اُن کے چہرے نور سے چمکتے ہوں گے۔ قیامت میں ہر وہ مقام جہاں کسی نے نماز پڑھی ہوگی اس کے لیے گواہی دے گا۔

- جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن مجید پڑھے اور مسجد میں جائے بہشت میں اُس کے لیے خداوندِ عالم ایک محل بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی گروہ کو گناہ زیادہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اگر اُن میں تین مومن موجود ہوں تو ارشاد فرماتا ہے، اے گنہگارو! اگر یہ تین مومن تمہارے درمیان نہ ہوتے جو ایکدوسرے کے ہمدرد ہیں، میری مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، ہر صبح استغفار کرتے ہیں، تو میں ضرور تم پر عذاب نازل کرتا۔

- فضل بقباق سے روایت ہے کہ جناب امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا ہے کہ اے بقباق! مسجد میں وہی آتا ہے جو قبیلہ کا پیشرو اور گھر کا بزرگ ہو۔ جب وہ مسجد سے واپس ہوتا ہے تو اِن تین اُمور سے ضرور کم از کم ایک اس کو حاصل ہوتا ہے۔ قبولیتِ دعا، جو بہشت میں لے جائے گی۔ یا کسی دنیاوی بلا سے بچنے کی دعا کا قبول ہونا، یا محبتِ ایمانی والا بھائی اس کو ملتا ہے۔

مسجد میں جاروب کشی کا ثواب

منقول ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور جو مسجد کا کوڑا باہر نکالے خدا اپنی رحمت کے دو حصے اسے عطا فرماتا ہے۔

- حدیث میں ہے"۔ جو کوئی جمعرات اور شبِ جمعہ کو مسجد میں جھاڑو دیکر کوڑا باہر نکال دے، اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔"

- جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: مسجد کے اندر خرید و فروخت نہ کرو۔ بچوں اور دیوانوں کو نہ آنے دو۔ کسی گمشدہ کے لیے وہاں فریاد نہ کرو اور کسی مجرم کو سزا دینے اور آواز بلند کرنے سے اجتناب کرو۔ جو شخص حرمتِ مسجد کا خیال کرکے تھوکنے سے پرہیز کرے اس کی بیماریوں کے دفع ہونے کا باعث ہوگا۔

- جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مسجد میں چراغ روشن کرے، جبتک اس کی روشنی رہے گی۔ تمام فرشتے اور حاملانِ عرش اس کے لیے استغفار کریں گے۔

- حضرت امام علی الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ شیطان ایک روز جناب یحییٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا، کیا تو میرے سوال کا جواب دے گا؟
- اُس نے کہا، کیوں نہیں! میں آپ کی مخالفت کرسکتا ہوں۔
- آپؑ نے فرمایا یہ بتلا کہ تو لوگوں کو کس طرح بہکاتا ہے؟
- اُس نے کہا، کل بتلاؤں گا۔
- دوسرے روز شیطان بندر کی شکل میں عورتوں کا خوبصورت لباس پہن کر آیا جس میں مختلف رنگ تھے۔
- حضرت یحییٰؑ نے فرمایا، یہ رنگ کیسے ہیں؟
- شیطان نے کہا، یہ وہ مختلف رنگ ہیں جو آدمی ایک رنگ سے قابو میں نہیں آتا تو میں دوسرا رنگ استعمال کرتا ہوں یہانتک کہ وہ

- آخر میں قابو میں آجاتا ہے۔
- حضرت یحییٰؑ نے فرمایا کبھی تو نے مجھ پر بھی فتح پائی ہے؟
- اُس نے کہا، نہیں، لیکن میں آپ کی ایک خصلت بہت پسند کرتا ہوں۔
- آپ نے حیرت سے پوچھا، وہ کیا ہے۔؟
- اُس نے کہا، آپ کھانا قدرے زیادہ کھا لیتے ہیں جس کی وجہ سے عبادتِ خدا میں آپ تساہلی سے کام لیتے ہیں یعنی عبادت کے لیے دیر سے اُٹھتے ہیں۔ اور یہ بات میری خوشنودی کا سبب ہے۔
- حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دستِ دعا بلند فرمائے اور عرض کیا پالنے والے! اب یحییٰ شکم سیر ہو کر کبھی کھانا نہ کھائے گا۔

جن لوگوں نے یادِ خدا کا طریقہ گانے بجانے یا ترنم وغیرہ کو قرار دیا ہے اُن کے جواب میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ کوئی صوفی، شیعہ یا سنی، یہ نہیں بتلا سکتا کہ جناب رسولِ خداؐ، کسی امام، اصحابِ کبار یا علمائے فریقین نے کسی مطرب یا مطربہ (گانے والے یا گانے والی) کو اپنی مجلس میں رکھا ہو یا کسی صحابی وغیرہ کو حکم دیا ہو کہ وہ اس قسم کی موسیقی وغیرہ کی محفلیں منعقد کریں۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر! "نماز دین کا ستون ہے" اور زبان بزرگ تر ہے۔" یعنی جو زبان سے عقائدِ حق، ذکرِ شہادتین، ذکرِ خدا کیا جاتا ہے وہ نماز سے بزرگ تر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ " بیشک نماز بُرائی اور فحش کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بزرگ ترین ہے۔ (نماز سے)

نماز فریضہ کا مسجد میں ادا کرنا زیادہ موجبِ ثواب ہے جبکہ نمازِ نافلہ کا گھر میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ذکرِ خدا بھی اگر مسجد میں ہو تو بہتر ہے لیکن اگر ریا کا ڈر یا خوف ہو تو مسجد میں ذکرِ خدا نہ کرنا بہتر ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ ذکرِ خدا ہو یا نماز ہو، دکھاوے کی اللہ کو پسند نہیں۔)

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ تین چیزیں قیامت کے روز خدا سے شکایت و فریاد کریں گی۔

(۱) وہ ویران مسجد جس میں کوئی نماز نہ پڑھتا ہو۔
(۲) وہ عالم جو جاہلوں میں ہو اور اس کی کوئی حرمت نہ کرے۔
(۳) وہ قرآن جو طاق میں رکھ دیا جائے تا ایں کہ گرد و غبار اس کے اوپر آجائے اور اس کی تلاوت نہ کی جائے۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد کا ہمسایہ ہو اور بغیر کسی معقول عذر کے اپنے گھر میں نماز پڑھے اس کی نماز قابلِ قبول نہیں۔

مسجد کی ہر خدمت باعث ثواب ہے۔ جھاڑو وغیرہ سے مسجد کو صاف کرنا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں روشنی کرنے والے کے لیے ملائکہ و حاملانِ عرش اُس وقت تک استغفار کرتے ہیں جب تک وہ روشنی باقی رہتی ہے۔

○ جناب صادقِ آلِ محمدؐ علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ مساجد میں خرید و فروخت سے اجتناب کرنا چاہیے، چھوٹے بچوں کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کریں، دیوانوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے، اور گم شدہ کے لیے اعلان یا فریاد کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لمعۂ یازدہم، در تصدق و خیرات

فضیلتِ تصدق و خیرات میں بیشمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہاں چند احادیث ہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، فقراء کی ضرورت پوری کرنا۔ غربت کو دور اور عمر کو دراز کرتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ستر غلام آزاد کرنے سے ایک حج کا ثواب زیادہ ہے۔ اور ایک بھوکے کو کھانا کھلانا ستر حج سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ صبح کے وقت تصدق کرنا بلاؤں کو دور کرتا ہے

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک یہودی نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کے بجائے السام علیک کہا (یعنی تجھے موت آئے) آنحضرت نے جواب میں فرمایا علیک السام۔ (تجھے بھی موت آئے) اصحاب نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس نے آپ کے لیے موت طلب کی ہے آپ نے فرمایا، میں نے بھی اس کا جواب یہی دیا ہے کہ تجھے موت آئے۔ یہ آج شام تک لقمۂ اجل بن جائے گا۔ ایک سانپ اس کے سر میں کاٹے گا۔ وہ یہودی لکڑہارا تھا صحرا کی طرف چلا گیا اور شام کو ایک گٹھا لکڑیوں کا پشت پر رکھ کر لایا۔

اصحاب نے جب اُس کو دیکھا تو کہا یا رسول اللہ یہودی تو ابھی تک زندہ ہے آپ نے یہودی کو بلایا اور فرمایا کہ لکڑیوں کا گٹھا زمین پر ڈال دے اپنے گٹھا زمین پر ڈال دیا تو اس گٹھے میں سے ایک سانپ نکل کر بھاگا۔ حضرت نے یہودی

سے سوال کیا کہ آج تو نے کیا کام کیا ہے۔ اُس نے کہا میں دو نان رکھتا تھا ایک سائل کو دیدیا دوسرا خود کھالیا۔

آنحضرت نے فرمایا اسی صدقہ کی وجہ سے تجھ سے بلائے ناگہانی رد ہوگئی ورنہ یہ سانپ تیرے لیے پیغامِ اجل لیکر آیا تھا۔ دیکھ اس سانپ کے منہ میں ایک لکڑی پھنسی ہوئی ہے اگر تو یہ کارِ خیر نہ کرتا تو آج زندہ واپس نہ آتا۔

پھر فرمایا صدقہ موت کو دفع کرتا ہے اگر کوئی شخص چاہے کہ تمام دن ہر بلا سے محفوظ رہے تو اس کو چاہیے کہ علی الصبح تصدق کیا کرے۔

صدقہ و خیرات کا ثواب

جو رات کی نحوست کو دور کرنا چاہے تو وہ اوّل شب میں صدقہ دے۔ کیونکہ صدقہ اللہ تعالیٰ کی آتشِ غضب کو بجھاتا ہے

ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام دریا کے کنارے تشریف لیجا رہے تھے، کہ ایک جگہ آپ نے توشہ دان سے روٹی نکالی اور دریا میں ڈال دی۔ حواریوں نے عرض کیا: یا حضرت! اس کا کیا سبب ہے؟ صرف وہی روٹی آپ کے کھانے کے لیے باقی رہ گئی تھی۔

آپ نے فرمایا: اس روٹی کو دریا کے جانور کھائیں گے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا: یا حضرت! کونسا صدقہ اچھا ہے۔؟

آنحضرت نے ارشاد فرمایا: اس قریبی کو صدقہ دینا جو دشمنی کرتا ہے۔

اور فرمایا: صدقے کا ثواب دس حصے ملتا ہے، قرض دینے کا ثواب اٹھارہ حصے، برادرِ مومن کے ساتھ احسان کرنے کا ثواب بیس درجے اور قریبی رشتے داروں سے نیک سلوک کرنے کا ثواب چوبیس درجے ملتا ہے۔

• جناب علی بن الحسین علیہ السلام رات کے وقت روٹیوں کی گٹھری اپنے دوشِ مبارک پر اُٹھا کر فقراء و مساکین پر تقسیم کرتے اور اپنے چہرۂ مبارک کو چھپا لیتے تاکہ پہچان نہ ہو کہ محسن کون ہے۔ مدینۂ منوّرہ کے تقریباً ایک سو گھروں کا گذارہ صرف آنجنابؑ کے صدقۂ شب پر تھا۔ جس روز آپ روزہ رکھتے تو حکم فرماتے کہ ایک گوسفند ذبح کیا جائے، اُس کو پکواتے اور شام کے وقت دیگ کے پاس آکر اس کی خوشبو لیتے اور بڑے بڑے کاسوں میں بھر کر فقراء و مساکین اور ہمسایوں میں تقسیم فرما دیتے اور خود آنجناب خشک روٹی اور کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔

دنیا میں مومن کی تکلیف و صبر کا بیان

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا: بلائے عظیم پر خدا کی طرف سے اجرِ عظیم عطا ہوتا ہے۔ جب خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے۔ تو بلائے عظیم میں مبتلا کرتا ہے۔ اگر وہ بندہ اس پر راضی رہا تو وہ رضائے خدا حاصل کرے گا اور اگر راضی نہ رہا تو غضبِ خدا میں گرفتار ہوگا۔

• عبداللہ بن بکر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا مومن جذام اور کوڑھ وغیرہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا: بلائیں صرف مومنوں کے واسطے مقرر کی گئی ہیں۔

پھر فرمایا: مومن سے اللہ نے عہد لیا ہے کہ دنیا میں اس کی بات قبول نہ کی جائے گی اور اس کے دشمن سے انتقام نہ لیا جائے گا۔ اور اس کو ذلیل و خوار بھی ہونا پڑے گا۔

اور فرمایا: مومن چار حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اوّل یہ کہ اس کا کوئی بد ہمسایہ ستانے والا ضرور ہوگا۔ دوّم یہ کہ گمراہ کرنے والا شیطان در پے رہتا ہے۔ سوّم یہ کہ عیب جوئی کرنے والا منافق پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چوتھے یہ کہ لوگ اس سے حسد کرتے ہیں۔ یہ آخری حالت 'یعنی حسد' سب سے دشوار ہے کیونکہ حاسد اس پر بہتان باندھتا ہے اور لوگ قبول کر لیتے ہیں۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
"اگر ایسا نہ ہوتا کہ مجھے بندۂ مومن سے شرم آتی ہے تو میں اُس کے پاس پھٹے پرانے کپڑے بھی بدن ڈھانپنے کو نہ چھوڑتا، جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بندے کا ایمان کامل ہوگیا، اس کو کمزوری اور تنگیٔ معاش میں مبتلا کرتا ہوں، اگر اُس سے دل میں رنج کرے تو واپس دیدیتا ہوں اور جو راضی رہے تو اِس سے ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہوں۔"

○ آنحضرتؐ نے فرمایا، اے ابوذر! "دنیا مومن کے لیے جہنّم ہے اور کافر کے لیے جنّت۔" "الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر"

مومن کے ایمان کا درجہ جس قدر بلند ہوتا جائے گا، آلام و مصائب بھی بڑھتے جائیں گے۔ (جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے)۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "سب سے زیادہ مبتلائے مصائب انبیاءؑ ہیں، ان کے بعد اُن کے اوصیاءؑ اس کے بعد جس کے بھی اعمال زیادہ ہیں مصائب و آلام بھی اسی قدر ہیں۔ اور مصائب و آلام مومن سے اس قدر قریب ہیں جس قدر بارش زمین سے۔ اور پھر فرمایا کہ اگر مومن پہاڑ کے قلعے میں بھی محفوظ ہو جائے۔ پھر بھی خدا کسی کو مامور کرتا ہے کہ اس کو آزار پہنچائے تاکہ اس کے ثواب میں اضافہ ہو۔"

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے دو فرشتے زمین کی طرف بھیجے۔ راستے میں آکر ہوا کے اندر ایکدوسرے سے ملاقات کی۔ ایک نے دوسرے سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کیوں بھیجا ہے؟

اُس نے کہا: بابل شہر میں ایک بدکار شخص نے مچھلی کی خواہش کی ہے، مجھے حکم ہوا ہے کہ دریائے بابل میں جاکر مچھلیاں ماہی گیر کے جال کی طرف گھیر کر لیجاؤں تاکہ اُس ظالم و بدکردار کی آرزو پوری ہو اور وہ دنیا ہی میں اپنی خواہش پوری کرلے۔

پھر اس فرشتے نے دوسرے سے دریافت کیا: تو کس لیے بھیجا گیا ہے؟

اُس نے جواب دیا: مجھے تو ایک عجیب سا حکم ملا ہے کہ ایک بندۂ مومن مدّت سے تمام رات عبادت کرتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے حتیٰ کہ اُس کی عبادت و بندگی آسمانوں میں مشہور ہے اب اُس نے افطار کے لیے چولھے پر ہانڈی چڑھائی ہے، جاتا ہوں کہ وہ ہانڈی چولھے میں اُلٹ دوں، تاکہ اس تکلیف اور ایذا سے اُس کا تقرّب زیادہ ہو۔

• سماعہ راوی سے منقول ہے کہ ایک شخص جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی اور تنگی کی شکایت کرنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: صبر کر، خداوندِ عالم عنقریب راحت و آرام دے گا۔

کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کوفہ میں جیلخانے کا قیدی ہے۔

حضرتؑ نے پوچھا: کیا حال ہے؟

اس نے عرض کیا: بہت تنگ اور بدبودار جگہ ہے اور بڑی تکلیف سے مقیّد ہوں

حضرتؑ نے فرمایا: دنیا تو مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ پھر تو آرام و راحت کیسے چاہتا ہے۔ دنیا میں اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو راحت اللہ بھیجتا ہے اُن کو اس سے محروم رکھتا ہے اور جو بلا آتی ہے وہ اُن کے واسطے ہوتی ہے۔

پھر فرمایا: ہم تم اور سب ہمارے شیعہ صبح و شام بلاؤں کے واسطے ہیں۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے، بلاؤں کے دریا میں اُسے غوطہ دیتا ہے۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ اور قادر بھی ہوں تیری حاجت روائی پر، جو تو نے مانگا ہے میں تجھے زیادہ دے سکتا ہوں لیکن جو راحت تیرے لیے ذخیرہ کرتا ہوں وہ دنیا کی راحت سے کہیں بہتر ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مومن پر چالیس روز نہیں گذرتے کہ کوئی نہ کوئی بلا اس کو ضرور ستاتی ہے بلکہ وہ مومن ہی نہیں جو کسی مصیبت میں مبتلا ہی نہ ہوا ہو۔

○ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت کی اور جب صحنِ خانہ میں دسترخوان لگایا گیا تو آنحضرتؐ کی نظر دیوار پر گئی۔ دیکھا کہ کبوتر نے انڈا دیا جو ایک اینٹ کے سہارے وہیں رُک گیا اور ضائع ہونے سے محفوظ رہا۔ آنحضرتؐ نے صاحبِ خانہ سے فرمایا کہ تمہارے کبوتر نے انڈا دیا جو دیوار پر اینٹ کے سہارے سے رُکا ہوا ہے نیچے نہیں گرا۔

اُس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! اس میں حیرت کی کیا بات ہے میں اُس خالقِ عالم کی قسم کھاتا ہوں جس نے آپؐ کو پیغمبرِ برحق بنایا کہ زندگی میں کبھی میرا کوئی نقصان ہی نہیں ہوا۔

آنحضرتؐ نے جب یہ سنا تو اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ جس کا کبھی کوئی نقصان نہ ہوا ہو اُس کا کھانا میں نہیں کھا سکتا کیونکہ اللہ سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں رہا اور اس شخص میں کوئی خوبی ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مومن اگر بظاہر دنیا میں قدرے آرام سے بھی ہو پھر بھی آخرت کے مقابلہ میں تکلیف سے

ہے ۔مومن کو اگر ساری دنیا دیدی جائے پھر بھی اس کو جو مقام آخرت میں ملنے والا
ہے ۔اس کے مقابلہ میں یہ ساری دنیا جہنّم ہے اور اگر کافر کو دنیا کی تمام تر بلاؤں
میں جکڑ دیا جائے تو جو عذاب آخرت میں اس پر کیا جائے گا اُس کے مقابلے میں یہ بلائیں
کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں بلکہ مثل جنّت کے ہیں ۔

چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السّلام اپنے اصحاب کے ہمراہ گھوڑے پر
سوار لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیے تشریف لئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھا
یہودی لکڑہارا ملا اور آپؑ سے مخاطب ہو کر بولا ۔

اے فرزندِ رسولؐ ! آپ کے جد کا تو یہ قول ہے کہ دنیا مومن کے لیے جہنّم
اور کافر کے لیے جنّت ہے ۔ اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک عربی گھوڑے
پر سوار ہیں لباسِ فاخرہ زیبِ تن کیا ہے کس قدر شاندار زندگی ہے اور میں
مبتلائے افلاس اس لوٹے پھوٹے حال میں زندگی گذار رہا ہوں ۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو آخرت میں میری جگہ اور مراتب دیکھ لے
تو خود ہی کہہ دے گا کہ یہ حالت میری دنیا میں میرے لیے زندان سے بھی بدتر ہے
اور اگر تو اپنی جگہ آخرت کی اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو خود کہہ دے گا تیرے لیے
یہ زندگی جنّت ہے ۔

خوفِ خدا سے گریہ کرنا

• حضرت امام علی نقی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ
نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا : اے اللہ ! ایسے آدمی کے لیے کیا جزا ہے جس کی
آنکھیں تیرے خوف سے آنسو برساتی ہوں ؟

جواب ملا : اے موسیٰ ! میں اُس کے چہرے کو آتشِ جہنّم کی گرمی سے بچاؤں
گا اور قیامت کی تکلیف سے اُس کی حفاظت کروں گا ۔

• جنابِ رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا : جس کی آنکھیں اللہ کے
خوف سے گریاں ہوں ، تو ہر قطرۂ اشک کے عوض اللہ اُسے بہشت میں قصر
عطا فرماتا ہے ، جو موتیوں اور جواہرات سے آراستہ ، ہر قسم کی نعمتوں سے پیراستہ ہوگا

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا : اگر گناہوں کی کثرت
سے بہشت اور بندۂ گنہگار میں اتنا فاصلہ ہو جتنا تحت الثریٰ سے عرش کا ہے اور
وہ بندہ پشیمان اور نادم ہو کر خوفِ خدا سے گریہ کرے تو بہشت اس سے اتنی قریب
ہو جاتی ہے جتنا آنکھ کی پلک ۔ جو لوگ خوفِ خدا سے اپنے گناہوں پر دنیا میں
بہت روتے ہیں وہ قیامت میں اللہ کی رحمت سے بہت شاد و خنداں ہوں گے ۔
ہر چیز کا وزن اور پیمانہ ہوتا ہے ، مگر خوفِ خدا سے آنسو کا ایک قطرہ آتشِ جہنّم
کے بیحساب دریاؤں کو بجھا دیتا ہے اور صاحبِ اشک کے چہرے پر ذلّت و
خواری کا غبار نہیں آنے دیتا جس چہرے پر اشک جاری ہو ، خداوندِ عالم جہنّم کی
آگ کو اس پر حرام کرتا ہے ۔ جس قوم میں ایک بھی گریہ کرنے والا ہو اس کی برکت سے
خدا ساری قوم پر رحم کرتا ہے ۔

• حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا : جو اشک تاریکیٔ شب
میں محض خوفِ خدا سے رُخسار پر جاری ہو ، خدا کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ
کوئی اور چیز نہیں ہے ۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا : قیامت کے روز
سب کی آنکھیں روتی ہوں گی سوائے تین شخصوں کے ۔ ایک وہ جس نے خدا کی
حرام کی ہوئی چیزوں سے آنکھوں کو بند رکھا ۔ دوسرا وہ جس کی آنکھیں اطاعتِ خدا
میں راتوں میں بیدار رہیں ۔ تیسرا وہ جس کی آنکھیں رات کو خوفِ خدا سے روتی ہیں

• اسحاق بن عمار سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ

کی خدمت میں میں نے عرض کیا: یا حضرت! اگر یہ کرنا چاہتا ہوں مگر اشک جاری
نہیں ہوتے۔ اکثر اپنے عزیز و اقارب مُردوں کو یاد کرتا ہوں تاکہ گریہ طاری ہو۔
کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جائز ہے۔ مگر جب گریہ شروع ہو جائے تو خدا کی یاد میں مصروف
ہو جاؤ۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔ اگر تمھیں رونا نہ آئے تو رونے پر دل لگاؤ، اگر پرِ مگس
کے برابر بھی اشک آگیا تو بہت اچھا ہے۔

• ایک حدیث میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:
جب کوئی خوف لاحق ہو یا اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت رکھتا ہو تو پہلے اللہ کی
ثناء بجالاؤ پھر محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام پر دُرود بھیجو پھر رو کر اللہ سے اپنی
حاجت بیان کرو۔ میرے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے۔ بندہ اپنے اللہ سے اُس
وقت بہت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدۂ خالق میں گریہ کُناں ہو۔

○ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ اللہ
کو دو قطروں کے سوا کوئی قطرہ اتنا محبوب نہیں۔ ایک قطرۂ خون وہ جو جہاد میں
بہہ جائے اور ایک وہ قطرہ جو تاریکیٔ شب میں خوفِ خدا میں آنکھ سے نکل جائے

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر! سات
آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت سایۂ عرشِ الٰہی میں جگہ دے گا
(۱) امامِ عادل (۲) جوان صالح (۳) جو چھُپ کر تصدق کرے۔
(۴) خلوت میں یادِ خدا۔ (۵) دوستی برادرِ مومن سے برائے خوشنودئ خدا
(۶) مسجد سے نکلنے والا جو پھر مسجد کا ارادہ رکھتا ہو۔ (۷) وہ شخص کہ جس کو
کوئی خوبرو عورت اپنے دام میں پھنسائے لیکن وہ کہے کہ میں خوفِ الٰہی سے

خائف و ترساں ہوں۔

اور اے ابوذر! فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں اپنے بندوں پر دو خوف
ایک جگہ جمع نہیں کروں گا۔ جو مجھ سے دنیا میں ڈرے گا اس کو آخرت میں بیخوف
رکھوں گا اور جو دنیا میں مجھ سے بیخوف ہوگا اس کو آخرت میں ڈراؤں گا۔

وہ کثیر نصائح جو آنحضرتؐ نے ابوذرؓ کو فرمائیں اُن سے چند ثمرات (نتائج)
مرتب ہوتے ہیں جو باب میں درج کیے جاتے ہیں۔

باب ۱۰

ثمرات

ثمرۂ اول ' در خوف و رجاء

مومن کو ان دو خصلتوں کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں، نہ اتنا خائف ہو کہ رحمتِ الٰہی سے نا اُمید ہو جائے اور نہ اتنا امیدوار ہو کہ خوفِ خدا دل سے نکل جائے۔ یعنی خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونا اور اس کے عذاب سے بیخوف ہو جانا' دونوں ہی گناہانِ کبیرہ ہیں۔

رجا کے معنی ہیں رحمتِ الٰہی سے اُمید رکھنا۔ جو شخص دعوائے رجا کرے اور اعمالِ بد ترک نہ کرے وہ کاذب ترین انسان ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین میں تخم پاشی نہ کرے اور پھل کی اُمید رکھے۔

حضرت امام سید الساجدین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "اے میرے مولا و آقا! جب میری نظر اپنے گناہوں پر جاتی ہے تو خائف و ترساں ہو جاتا ہوں لیکن جب تیری بخشش پر نظر جاتی ہے تو اُمیدوار ہو جاتا ہوں۔"

حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ اے فرزند! تیرے نیک اعمال اگرچہ تمام جن و انس کے نیک اعمال سے بھی زیادہ ہوں تب بھی ڈرتا رہ

کہ خدائے تعالٰے پھر بھی عذاب نازل کر سکتا ہے۔ اور اگر اعمالِ بد تمام انس و جن کے بُرے اعمال سے بھی زیادہ ہوں، پھر بھی اُمید رکھ کہ وہ معاف فرما سکتا ہے۔ اگر انسان خدا سے اُمیدِ بخشش رکھے تو اس کو حصولِ مدعا کے لیے ویسی ہی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ مومن صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک اس میں یہ دو صفات نہ ہوں "خوف و رجا" اور یہ دونوں صفات اُس کی ذاتِ والاصفات پر غور و فکر کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

خداوندِ عالم عادل ہے وہ اپنے بندوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا۔ جس کی جس قدر خدمت ہو اسی کے بقدر انعام عطا فرماتا ہے بلکہ دس گنا زیادہ۔ مغرور عبادت گذار پر عذاب نازل کرتا ہے اور عاجز و شرمسار گنہ گار کو بخشش دیتا ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے اسحٰق! اللہ تعالیٰ سے اس طرح خوف زدہ رہنا چاہیے گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اُس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے اور اگر تمھیں یہ گمان ہو جائے کہ وہ تمھیں نہیں دیکھ رہا ہے تو تم کافر ہو جاؤ گے اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ وہ تمھیں بہر حال ہر وقت دیکھتا ہے اور اس کے باوجود اس کی حاضری و موجودگی میں برابر گناہ کرتے رہو تو ایسا ہے گویا تم نے اُس کو تمام دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ کمزور شمار کر لیا ہے (جس کی موجودگی میں تم جو چاہو کرتے رہو وہ اپنی کمزوری اور مجبوری کی بنا پر تم سے مواخذہ نہیں کر سکتا۔)

○ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص خدائے تعالٰے سے ڈرتا ہے تو سب ہی اُس سے ڈرتے ہیں اور جو خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ سب سے خوفزدہ رہتا ہے۔ اور اللہ تعالٰے سے ڈرنے والے کا نفس دنیا کی طرف ہرگز

رغبت نہیں کرتا۔

○ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گناہ وشہوت کی طرف مائل ہو، اگر وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اس کو ترک کرے اور گناہ کو انجام نہ دے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے آتشِ دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

ثمرۂ دوم "چند قصص"

(۱) کلینیؒ (محمد یعقوبؒ) نے باسنادِ معتبر حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ چند مرد کشتی میں سفر کر رہے تھے کہ طوفان آیا کشتی غرق ہو گئی سب ڈوب گئے مگر ایک عورت ایک تختہ کے سہارے کسی جزیرے پر جا پہونچی جہاں ایک مردِ فاسق موجود تھا۔ جب اس نے عورت کو دیکھا تو اس کی طرف مائل بہ گناہ ہوا لیکن وہ عورت لرز گئی، چلائی روئی اور فریادی ہوئی۔ اُس مرد نے دریافت کیا کہ اس قدر کیوں لرز رہی ہے کس سے خوفزدہ ہے عورت نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا میں اپنے خدا سے ڈرتی ہوں۔

- مردِ فاسق نے کہا کیا تو نے ایسا کام کبھی نہیں کیا۔
- عورت نے کہا، بخدا میں نے کبھی ایسا گناہ نہیں کیا۔

مردِ فاسق نے سوچا کہ جب اس نے کبھی ایسا گناہ نہیں کیا اور میں بیشمار گناہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا مجھے تو خدا سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ اپنے ارادہ سے باز رہا اور ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک راہب ہمسفر ہو گیا۔ دھوپ کی شدت سے پریشان ہو کر راہب نے اس مرد سے کہا کہ خدا سے دعاء کرے کہ ایک بادل بھیجے جس کے سائے میں ہم اس دھوپ کی شدت سے نجات پائیں۔

مردِ فاسق نے کہا، میں تو بے حد گنہگار ہوں میری دعاء میں کیا اثر ہو سکتا ہے۔ راہب نے کہا اچھا میں دعاء مانگتا ہوں۔ تم آمین کہنا۔ راہب نے دعا مانگی اُس مرد نے آمین کہی۔ چنانچہ دعاء قبول ہوئی، بادل آیا اور دونوں کے سر پر سایہ فگن ہوا۔ کچھ دیر کے بعد وہ مقام آیا جہاں سے راہب جدا ہوا۔ بادل مردِ فاسق کے سر پر سایہ فگن رہا۔ راہب نے کہا اے جوان! وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے میری دعاء نہیں قبول ہوئی بلکہ اصل میں تیری دعاء قبولِ بارگاہِ الٰہی ہوئی۔ اُس شخص نے اپنا کُل قصہ راہب سے کہہ سنایا۔ راہب نے کہا مبارک ہو۔ خدا تجھ سے راضی وخوشنود ہوا۔ اور کوشش کر کہ آئندہ بھی راضی رہے۔

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ کا قاضی تھا جس سے بادشاہ بہت خوش تھا۔ ایک روز بادشاہ نے قاضی سے کہا کہ مجھے ایک دانا شخص اور قابل وفاضل آدمی کی ضرورت ہے تاکہ اسے میں دوسرے ملک میں ایک کارِ ضروری سے بھیجوں۔

قاضی کا ایک بھائی تھا جسکی زوجہ نہایت خوبصورت تھی۔ قاضی اُس عورت کے عشق میں مبتلا کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ یہ موقع بڑا غنیمت سمجھ کر بادشاہ سے کہا میرا ایک بھائی ہے جو بہت مدبّر وعاقل اور فاضل ہے۔ اُس کو حکم دے اگر وہ مان جائے تو اس سے بہتر میری نظر میں اور کوئی نہیں ہے۔

بادشاہ نے اس کے مشورے کو پسند کیا اور اس کو طلب کیا۔ ادھر قاضی نے اپنے بھائی کو سبز باغ دکھانا شروع کیا اور بادشاہ کا حکم پہونچا اور کہا کہ اس کی حکم عدولی نہ کرنا۔ بھائی نے اپنی زوجہ سے تذکرہ کیا جو کسی پیغمبر خدا کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی نہایت پاکباز تھی اُس نے کہا کہ میں تنہا رہنا پسند نہیں کرتی اس لیے بادشاہ سے کوئی عذر ومعذرت اور مجبوری ظاہر کر کے انکار کر دو لیکن وہ نہ مانا اور

بادشاہ کا حکم پا کر روانہ ہو گیا۔

چنانچہ قاضی نے اپنے بھائی کی زوجہ کی تنہائی اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس پر ڈورے ڈالنا شروع کیے لیکن عورت اپنی پارسائی پر قائم رہی اور اس قاضی کی تمام تر ترکیبیں ناکام بنا دیں۔ قاضی نے کہا کہ اگر تو نے میرا کہنا نہ مانا تو میں تجھے بادشاہ سے کہہ کر زنا کے الزام میں قتل کرا دوں گا۔ اس پر بھی وہ عورت نہ مانی تو قاضی نے بادشاہ سے اس کی چغلی کی اور الزام زنا کے جرم میں رِجم کی سزا کا حکم لیکر عورت کے پاس پہونچا اور اس سزا سے ڈرایا لیکن وہ اپنی پارسائی پر قائم رہی۔

قاضی نے اس کو رِجم (سنگسار) کرا دیا اور یہ سمجھ کر کہ عورت مر چکی ہے چلا آیا۔ مگر عورت میں ابھی جان بقدرِ صدرِ مق باقی تھی۔ رات بھر اسی عالم میں پڑی سسکتی رہی اور صبح کو کسی صورت سے ایک راہب کے کلیسا میں جو قریب ہی تھا پہونچ گئی۔ راہب نے ترس کھا کر انسانی جان بچانے کو اپنا فریضہ سمجھا اور اُس کی دوا و غذا سے بھرپور مدد کی۔ عورت بحکمِ خدا راہب کی سعی و کوشش سے رو بہ صحت ہو گئی۔ راہب کا ایک فرزند تھا جس سے وہ بیحد محبت کرتا تھا۔ اس کی خدمت اس عورت کے سپرد ہوئی۔ راہب کے غلام کی نظر اس عورت پر پڑی وہ بھی اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن باوجود کوششِ بسیار اپنے مطلب میں ناکام ہوا تو اُس نے راہب کے بچے کو قتل کر دیا اور اس عورت پر قتل کا الزام لگا دیا۔ راہب بڑا غمزدہ ہوا مگر بہت ہی رحم دل تھا، کچھ رقم عورت کو دیکر رخصت کیا۔

عورت اس تنہائی اور کسمپرسی کے عالم میں جا رہی تھی کہ راستے میں اُس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو زد و کوب کر رہے تھے اس نے وجہ دریافت کی۔ اُنھوں نے کہا یہ ہمارا مقروض ہے۔ اس عورت کے پاس راہب کی عطا کردہ جو رقم تھی وہ دیکر

اُس کی جان بچائی۔ یہ دونوں ایک دریا کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اُس مرد نے اُس عورت سے کہا تم یہیں بیٹھو میں دیکھتا ہوں یہ کون ہیں۔ اُن کے پاس گیا، حال معلوم کیا۔ معلوم ہوا تاجر ہیں۔ اس شخص نے اُن سے کہا، میرے پاس ایک کنیز نہایت حسین ہے۔ اگر خریدنا چاہو تو دیکھ لو۔ چنانچہ ایک شخص دیکھنے گیا اور بہت پسند آئی۔ اس سے دس ہزار روپے طے پائے۔ رقم لیکر یہ چلا گیا جب وہ اُس عورت کے پاس اُس کو لینے گئے اور کہا کہ ہم نے تجھے تیرے مالک سے خرید لیا ہے تو اُس نے ہر چند کہا کہ وہ میرا مالک نہیں مگر وہ نہ مانے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر ہر شخص یہ کہتا تھا کہ یہ میری رفیقہ ہے۔

روانگی کے وقت یہ طے پایا کہ ہمارے پاس دو کشتیاں ہیں ایک مال و اسباب وغیرہ کی اور دوسری خالی۔ لہٰذا خالی کشتی میں ہم بیٹھ کر چلیں اور مال و اسباب کی کشتی میں اس عورت کو بٹھلا دیں۔ چنانچہ روانہ ہوئے، طوفان آیا اور مردوں کی کشتی غرق ہو گئی سب مر گئے اس عورت کی کشتی مع مال و اسباب ایک ساحل سے جا لگی، اُتری تو دیکھا ایک نہایت پُر فضا باغ ہے جس میں جن ہے نہ انسان۔ ایک خوبصورت محل نہایت آراستہ پیراستہ ایسا ہے گویا اپنے مکین کا منتظر ہے۔ یہ پاکدامن اس میں رہنے لگی اور یادِ خدا میں مصروف ہو گئی۔ اس طرف بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے اس دور کے نبی کو خدا کا حکم ہوا کہ اس بادشاہ کے پاس جاؤ اور کہو اپنا قصور ہمارے فلاں دوست سے جو فلاں جزیرے میں ساکن ہے معاف کرائے ورنہ ہمارا عذاب آنے ہی والا ہے۔ بادشاہ بعد تلاش اس جزیرے میں پہونچا، دیکھا کہ نہایت خوشنما باغ میں ایک خوشنما محل ہے جس میں ایک عورت بیٹھی یادِ الٰہی میں مصروف ہے اُس سے کہا کہ مجھے بنی اسرائیل

کے فلاں پیغمبر نے بھیجا ہے میں فلاں مقام کا بادشاہ ہوں ایک قصور مجھ سے سرزد ہو گیا ہے اُس کی معافی کو آیا ہوں ۔ عورت نے کہا کہ قصور کی معافی کے لیے ایک شرط ہے ۔ فلاں فلاں لوگوں کو اپنے ہمراہ لاؤ ۔

چنانچہ بادشاہ ان مطلوبہ لوگوں کو لیکر آیا تو سب سے پہلے اُس نے بادشاہ سے کہا کہ خدا سے معافی مانگو کہ ایسا گناہ کہ کسی بے گناہ کو بے شہادت سنگسار کر دیا پھر نہ کروں گا ۔ چنانچہ بادشاہ کا قصور معاف کر دیا گیا ۔ پھر اپنے شوہر کے بھائی قاضی کو بُلایا اور کہا خدا سے معافی مانگو ۔ وہ رویا ، اُس نے کہا جاؤ تمھارا گناہ بھی خدا نے معاف فرمایا ۔ پھر راہب کو بلایا ، اس کا قصور بھی معاف ہوا ۔ راہب کے غلام کو بُلایا ، وہ بہت رویا ، اُس کی معافی بھی ہوئی ۔ پھر اُس کو بُلایا جس نے فروخت کیا تھا ۔ اُس کو معاف کیا ۔ سب کے بعد شوہر کو طلب کیا اور اس کو سارا قصّہ سُنایا اور کہا ، آج سے نہ تم میرے شوہر نہ میں تمھاری زوجہ ۔ سامنے ساحل پر ایک کشتی زر و جواہر سے لدی ہوئی کھڑی ہے وہ تمھاری ہے ۔ پیسہ کے لالچی انسان جاؤ پیسہ مل گیا ، مجھے یہاں یادِ خدا میں مصروف رہنے دو ۔

(۳) حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ :

بنی اسرائیل میں ایک شخص کفن چور تھا جو قبر کھود کر مُردوں کے کفن چراتا تھا ۔ اُس کا ایک ہمسایہ بیمار ہو گیا اور سوچا کہ جب میں مر جاؤں گا تو یہ میرا بھی کفن چرائے گا لہذا اس کو پہلے ہی سے کفن دے دوں تاکہ یہ میرا کفن نہ چرائے ۔ بیمار ہمسائے نے دو کفن منگوائے اور کفن چور کو بلوایا ۔ کہا میں آپ کا بُرا ہمسایہ تو نہیں ہوں ۔ اُس نے کہا ، ہرگز نہیں ۔ ہمسائے نے کہا ، میری ایک درخواست ہے اگر قبول فرماؤ تو بڑا احسان ہوگا ۔ کہا فرمائیں میں ضرور بجا لاؤں گا ۔ ہمسائے نے دو کفن اُس کے سامنے ڈال دیے اور کہا ، اس میں سے جونسا آپ کو پسند ہوئے لیں اور مرنے کے بعد میرا کفن نہ

چُرائیں ۔ پہلے تو کفن چور نے کچھ تکلف کیا لیکن بعد میں کفن نہ چُرانے کا وعدہ کر کے ایک اچھا کفن لے لیا ۔ جب ہمسائے کا انتقال ہو گیا تو کفن چور نے سوچا ، اب تو یہ مر گیا اب اسے کیا خبر ہوگی ۔ لہٰذا رات کی تاریکی میں اُٹھا اور کفن چُرا لایا ۔ جب خود بیمار ہوا تو ڈرا کہ میں نے بڑی وعدہ خلافی کی ہے خدا کو اب کیا جواب دوں گا ۔ اپنے بیٹوں کو بُلایا اور وصیّت کی کہ مجھ سے ایک گناہِ عظیم سرزد ہوا ہے لہٰذا جب میں مر جاؤں تو تم مجھے اس طرح جلاؤ کہ ہڈیاں تک جل کر خاک ہو جائیں اور اس خاک کو دریا میں ڈال دینا تاکہ میں حشر میں اپنے پروردگار کے سامنے جانے کے قابل نہ رہوں ۔ کفن چور کا انتقال ہوا اولاد نے وصیّت پر عمل کیا دریائے رحمت جوش زن ہوا ۔ دریا کو حکم ہوا اس کی خاک کو مجسّم کر کے زندہ کر ۔

چنانچہ کفن چور زندہ ہوا خدا نے اُس سے سوال کیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا جواب دیا ۔ مالک تیرے خوف سے ۔ آواز آئی تیرے دشمنوں کو ہم راضی کریں گے تیری پشیمانی نے تیرے گناہ معاف کرا دیے ۔

(۴) ابن بابویہ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک روز ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اُس نے اپنے کپڑے اپنے جسم سے اُتارے اور زمین گرم پر لوٹنا شروع کیا ۔ بار بار کہتا تھا کہ اے نفس مزا چکھ کہ عذابِ آخرت اِس سے زیادہ سخت ہے ۔

رسولِ خدا نے اُس کی طرف دیکھا اور بلایا ، فرمایا وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے تو ایسا کرنے پر مجبور ہوا ۔ اس نے کہا صرف خوفِ الٰہی اور نفس کو تنبیہ ۔

رسولِ خدا نے فرمایا کہ پروردگارِ عالم تیرے اس فعل کی ملائکہ سماوات کے سامنے مباہات کر رہا ہے اور تیرے گناہانِ گذشتہ بھی معاف کر دیے گئے ۔

(۵) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت ہے کہ تین آدمی شریک

سفر تھے کہ راستہ میں طوفانی بارش آئی تینوں بارش کے خوف سے ایک غار میں
پناہ گزیں ہوئے۔ بارش اور ہوا نے زور پکڑا۔ ایک پتھر پہاڑ سے گرا اور غار کے
مُنہ پر آکر رُک گیا۔ غار بند ہو گیا۔ یہ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ آپس میں
کہنے لگے۔ اب کوئی چارۂ کار نہیں سوائے اس کے کہ ہم ایک اپنی سچی نیکی خدا
کے حضور میں پیش کر کے دُعا کریں کہ پتھر کو غار پر سے ہٹا دے۔

اُن میں سے ایک شخص نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور
رو کر عرض کیا پالنے والے تو خوب جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور سے کام
کی اُجرت کچھ چاول طے کیے تھے مگر وہ بغیر اُجرت لیے چلا گیا۔ میں نے وہ
چاول کاشت کیے۔ اُن سے جو حاصل ہوا اس سے گائیں خرید لیں۔ جب وہ مزدور
واپس آیا اور اپنی اُجرت طلب کی تو میں نے وہ گائیں اُس کو دیں۔ وہ نہ لیتا تھا
کہتا تھا کہ مجھ سے تو کچھ دانے چاول طے ہوئے تھے میں نے کہا، یہ اُنہی دانوں
کی آمدنی ہے۔ بمشکل میں نے اُس کو رضامند کیا اور یہ سب کچھ تیرے خوف سے
کیا۔ اگر یہ سب کچھ ہے اور تو میرے اس فعل سے راضی ہے تو اس پتھر کو ہٹا
دے۔ پتھر تھوڑا سا ہٹا۔

دوسرے شخص نے کہا، خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ میں ایک رات
اپنے والدین کے واسطے کھانا لے گیا وہ اتفاق سے سو گئے تھے۔ میں نے اُٹھانا
اچھا نہ سمجھا اور وہاں سے ہٹنا بھی پسند نہ کیا اِس خیال سے کہ کہیں بیدار
ہو جائیں اور کھانا طلب فرمائیں اور مجھے نہ پائیں۔ چنانچہ دن نکل آیا۔ اگر یہ میرا
فعل جو صرف تیری رضاجوئی کی خاطر تھا تجھے پسند ہو تو اس پتھر کو ہٹا دے۔
پتھر تھوڑا اور سرکا۔

تیسرے شخص نے رو رو کر فریاد کی میرے معبود ایک رات کا واقعہ

ہے اور سچا واقعہ ہے۔ میں اپنی چچا زاد بہن سے محبت کرتا تھا۔ جب میں
نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اُس نے ایک کثیر رقم طلب کی۔ جب
میں نے وہ رقم اس کو دے دی اور مقصد برآری کا وقت آیا تو اُس نے مجھ سے
کہا کہ، ظالم تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ ایک بند دروازہ بلا اجازت کھولتا ہے۔ اُس
کا یہ کہنا تھا کہ میں کانپنے لگا۔ اور اس فعلِ بد سے باز رہا۔ اگر معبود میرا یہ
فعل تجھے پسند آیا ہو تو باقی پتھر بھی ہٹا دے۔

دُعا ختم ہوئی اور پتھر دور جا گرا۔ تینوں نے نئی زندگی پائی۔

(مترجم۔ معلوم ہوا کہ نیکوں کی دُعا سے پہاڑ بھی ہٹ سکتا ہے۔)

(۶) کلینیؒ نے بسندِ معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی
ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک
شخص آیا اور اُس نے کہا، اے امیر المومنین! میں ایک لڑکے سے فعلِ بد کا
مجرم ہوں۔ مجھ پر حد جاری فرمائیے۔

امیر المومنینؑ نے کہا یہاں سے چلا جا، شاید تو مجنون ہے۔ مگر وہ شخص
چار مرتبہ آیا اور یہی مطالبہ کیا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا، جب تو اقراری مجرم ہے
تو سن۔ رسول خداؐ نے ایسے شخص کے واسطے تین حکم جاری فرمائے ہیں۔

(۱) تلوار سے سر قلم کر دو۔ یا (۲) ہاتھ پیر باندھ کر پہاڑ سے نیچے گرا دو
(۳) یا۔ آگ میں جلا دو۔ بتلا، تو کون سی سزا پسند کرتا ہے۔؟

اُس نے کہا سب سے مشکل ان میں کیا ہے۔؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ آتش۔

یہ شخص رویا اور کہا میں آگ میں جلنا پسند کرتا ہوں تاکہ آتشِ دوزخ
سے نجات پاؤں۔ ایک گڑھے میں آگ روشن کی گئی۔ یہ شخص روتا ہوا چلا۔

جناب امیر المومنین ؑ بھی اس کی حالتِ زار کو دیکھ کر روئے اور فرمایا،
اے شخص تو نے ملائکۂ عرش کو رُلا دیا۔ رحمتِ خدا جوش زن ہوئی اور تیرے تمام
گناہ معاف ہوئے۔

(۷) امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک حسین عورت جو اپنے حسن و جمال میں معروف تھی اُس نے کچھ نوجوانوں کو یہ
کہتے ہوئے سُنا کہ اس عورت کو اگر فلاں مشہور عابد بھی دیکھ لے تو گمراہ ہو جائے
عورت نے سُنا اور حسن کے آزمائش کو دل چاہا۔ اُس عابد کے دروازہ پر
پہونچی، دق الباب کیا۔ عابد نے یہ دیکھ کر کہ عورت ہے اندر آنے کی اجازت
نہ دی۔ عورت نے کہا کہ اگر آپ نے مجھے پناہ نہ دی تو کچھ جوان جو میرے پیچھے
لگے ہوئے ہیں ان سے نجات دشوار ہو جائے گی۔

یہ سُن کر عابد نے اندر بُلا لیا۔ عورت نے چادر اُتاری، عابد حیران
رہ گیا اور اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھر خیال آیا یہ میں نے کیا کیا۔ گھر میں دیگ
میں کچھ پک رہا تھا اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیا اور کہا، اب اپنے کیے کی سزا دیکھ
عورت یہ دیکھ کر چیختی ہوئی باہر بھاگی۔ لوگوں سے کہا دوڑو عابد
اپنا ہاتھ جلا رہا ہے۔ لوگ دوڑے مگر عابد کا ہاتھ جل چکا تھا۔

(۸) امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہے کہ ایک شب
ایک عابد کے یہاں ایک عورت مہمان تھی۔ رات عابد کو شیطان نے
بہکایا، عابد کی سمجھ میں اور کچھ نہ آیا اُس نے اپنی ایک اُنگلی آگ میں جلادی
پھر خیال آیا، اُس نے پھر دوسری اُنگلی جلادی۔ اسی طرح صبح تک پانچوں
اُنگلیاں جلادیں اور صبح کو اس عورت سے کہا کہ جا خدا تجھ جیسے مہمان سے بچائے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا گریہ

جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے
کہ: حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن ہی سے زہد و عبادت کا بہت شوق تھا۔
بیت المقدس میں جا کر رہبانوں اور احبار کو دیکھتے کہ بالوں اور پشم کا لباس
پہنے، سر کے بال ستونوں سے باندھے ہوئے عبادت کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنی
والدہ کے پاس جا کر عرض کیا کہ مجھے بھی ایسا لباس بنا دیجیے۔ تاکہ میں بھی اسی
طرح بیت المقدس میں جا کر عبادت بجا لاؤں۔

والدہ نے کہا: بیٹا! صبر کرو تمھارے والد پیغمبرِ خدا آجائیں تو میں اُن سے
مشورہ کروں گی۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام آئے تو جناب یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے
اُن سے ذکر کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے یحییٰ! تم ابھی بچے ہو ایسا ارادہ کیوں کرتے
ہو؟ اُنھوں نے عرض کیا: باباجان! آپ دیکھتے ہیں، موت مجھ سے چھوٹے
بچوں کو بھی نہیں چھوڑتی۔ اس کی طرف سے مجھے کیسے اطمینان ہو؟

یہ سُنکر حضرت زکریا علیہ السلام نے مادرِ یحییٰؑ سے فرمایا: جیسا یہ کہیں
ویسا ہی کردو۔

پس مادرِ یحییٰ نے اُن کے لیے بالوں کا پیراہن اور ٹوپی بنادی۔ یہ اُسے
پہن کر بیت المقدس میں جا کر عابدوں کے ساتھ مصروفِ عبادت ہوئے۔

ایک روز یحییٰ علیہ السلام نے اپنے بدن کو دیکھا کہ بالوں کے لباس سے
زخمی ہو گیا ہے، رونے لگے۔

خداوندِ عالم کی طرف سے خطاب ہوا: اے یحییٰ! کیا اس لیے روتے ہو کہ تمھارا
جسم زخمی اور لاغر ہو گیا؟ قسم ہے مجھے اپنے جلال کی اگر ایک نظر میری جہنم کو دیکھ لو

تو لوہے کا لباس گوارا کرو گے۔

یہ سُن کر حضرت یحییٰؑ اس قدر روئے کہ رُخسارہائے مبارک میں زخم پڑ گئے اور گوشت گر گیا، دانت نظر آنے لگے۔ اُن کی والدہ کو جب خبر ہوئی تو وہ روتی ہوئی آئیں اور پوچھا: بیٹا! یہ تمھارا کیا حال ہو گیا۔

پھر آپؑ کے والد نے فرمایا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ میں نے تمھیں اللہ سے دعا مانگ کر طلب کیا تھا تاکہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور ہو، مگر تم تو مجھ سے پوشیدہ ہو جانے کا سامان کر رہے ہو؟

جناب یحییٰؑ نے عرض کیا: باباجان! آپؑ نے ایک روز دورانِ وعظ یہ فرمایا تھا کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک کھائی ہے اس کو وہی عبور کرے گا جو خوفِ خدا سے بہت روتا رہا ہوگا۔

حضرت نے فرمایا: بیشک ایسا ہی ہے، مگر تم ابھی بچے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کی عبادت میں بہت کوشش کرنی چاہیے اور بندگی کا حکم جیسا اوروں کو ہے تمھارے لیے بھی ایسا ہی ہے۔

والدہ نے کہا: اگر کہو تو تمھارے رُخساروں کے لیے دو گدّیاں تیار کر دوں تاکہ زخموں کی تکلیف کم ہو جائے اور دانت ڈھکے رہیں، آنسو اُن میں جذب ہو جایا کریں گے؟

آپؑ نے عرض کیا: آپ کو اختیار ہے۔

چنانچہ اُن کی والدہ نے دو نرم گدّیاں بنا کر دونوں رُخساروں کے اوپر باندھ دیں۔ پھر دیکھا کہ: دونوں آستینیں آنسوؤں سے تر ہیں۔ جب انھیں نچوڑا تو اسقدر پانی تھا کہ انگلیوں سے بہہ نکلا۔

حضرت زکریاؑ نے یہ دیکھ کر جانبِ آسمان سر بلند کیا اور عرض کیا: خدایا

یہ میرا فرزند ہے جس کو تجھ سے طلب کیا کرتا تھا، تو ارحم الراحمین ہے اس پر رحم فرما۔

اس کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی کہیں وعظ فرماتے تھے تو پہلے یہ دیکھ لیتے تھے کہ یحییٰؑ تو موجود نہیں ہیں اگر وہ موجود ہوتے تو اُن کے سامنے آپؑ بہشت اور دوزخ کا ذکر نہ فرماتے تھے۔

ایک روز آپؑ وعظ میں مشغول تھے کہ جناب یحییٰؑ عبا لپیٹے ہوئے لوگوں کے درمیان آ کر بیٹھ گئے۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام کو خبر نہ ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی کہ جہنّم میں ایک پہاڑ ہے جسے سکران کہتے ہیں۔ اُس کے نیچے ایک وادی ہے جسے غضبان کہتے ہیں اس میں ایک کنواں ہے جس کی گہرائی سو سال کی راہِ مسافت کے برابر ہے اس میں آتش کے تابوت ہیں، ان تابوتوں میں آتش کے صندوق ہیں جن میں آتشی لباس، زنجیریں اور طوق ہیں وہ طوق اہلِ جہنّم کے لیے بھرے رکھے ہیں، روزِ قیامت گنہگاروں کو پہنائے جائیں گے۔

جب حضرت یحییٰؑ نے یہ سُنا تو واغفلتاہ کہہ کر زور سے ایک آہ کھینچی اور خاموشی سے اُٹھ کر بیاباں کی راہ لی۔ حضرت زکریا علیہ السلام وعظ کی مجلس سے گھر آئے، مادرِ یحییٰؑ سے فرمایا: جاؤ یحییٰؑ کو تلاش کرو وہ جہنّم کا ذکر سُن کر روتے ہوئے بیابان کو نکل گئے ہیں۔ ماں روتی ہوئی باہر آئیں۔ اور لوگوں سے پوچھا کہیں میرا بچّہ دیکھا ہے؟ دور جا کر ایک چرواہا ملا۔ اُس نے بتایا کہ اس شکل و صورت کا ایک نوجوان فلاں غار میں بیٹھا ہوا روتا ہے، کہ پاؤں آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور کہتا ہے: اے میرے مولا! قسم ہے تیری عزّت و جلالت کی جب تک تو مجھ کو میرا مقامِ آخرت نہ دکھائے گا ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا۔

مادرِ یحییٰؑ اُسی مقام پر جا پہنچیں اور یحییٰؑ کو دیکھ کر چھاتی سے لگا لیا اور

اپنے دودھ کی قسم دے کر کہا: بیٹا! گھر چلو۔ جب گھر لے آئیں تو کہا: اے بیٹے! یہ کمبل کا لباس اُتار دو کہ تمھارے جسم پر خراشیں آگئی ہیں، پشمینہ کا نرم لباس پہنو تاکہ جسم کو آرام ملے۔

جناب یحییٰؑ نے قبول کیا اور نرم لباس پہن لیا۔ مادرِ مہربان نے اُن کے لیے مسور پکائی، آپؑ کھا پی کر سو رہے۔ اس قدر نیند آئی کہ نماز کا وقت قضا ہو گیا غیب سے آواز آئی: اے یحییٰؑ! ہمارے مکان سے اس مکان کو پسند کرتے ہو؟ اور ہم سے بہتر ہمسایہ طلب کرتے ہو؟

چونک کر اُٹھ بیٹھے، آسمان کی طرف سر بلند کر کے عرض کیا: اے مولا! میں تو بیت المقدس سے بڑھ کر کسی مقام کو پسند نہیں کرتا۔

پھر آپؑ نے اپنی والدہ سے اپنا کمبل کا لباس مانگا اور بیت المقدس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ماں نے ہر چند اصرار کیا اور روکنا چاہا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا: اے مادرِ یحییٰؑ! تمھارے روکنے پر یہ نہ رکیں گے۔ انھیں جانے دو، اِن کے قلب سے پردہ ہٹا دیا گیا ہے۔ دنیا کا آرام ان کے لیے کچھ نہیں ہے۔

حضرت یحییٰؑ بیت المقدس پہنچ کر عبادت میں مصروف ہو گئے۔

ابوالائمہؑ حضرت علی علیہ السلام کی عبادت

ابنِ بابویہؒ نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہم لوگ مسجدِ رسولؐ میں بیٹھے تھے۔ اہلِ بدر اور بیعتِ رضوان کی عبادتوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ ابودردا نے کہا: صاحبو! میں ایسے بزرگوار کا ذکر سناتا ہوں کہ تمام صحابہ سے مال میں کم اور عبادت میں افضل ہیں۔

سب حیران ہوئے کہ ایسا کون ہے؟

کہا: کہ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام۔

یہ سُن کر سب نے منہ پھیر لیا۔ انصار میں سے ایک نے کہا: تو نے ایسا ذکر کیوں کیا جو کسی کو نہیں بھاتا۔؟

ابودردا نے کہا: جو میں نے دیکھا ہے وہی کہتا ہوں۔ ایک روز رات کو میں بنی نجار کے نخلستان میں جا نکلا۔ سُنا کہ درختوں کے پیچھے کوئی شخص نہایت دردناک نرم آواز سے کہہ رہا ہے۔ "الٰہی! تو کیسا مہربان ہے کہ اپنے بندوں کے بیحساب گناہ دیکھتا ہے باوجود اس کے انھیں تو نے بیحساب نعمتیں عطا کیں کیسے بڑے بڑے قصور ہم بندوں سے سرزد ہوتے ہیں لیکن تو رسوا نہیں کرتا۔ خداوندا! ساری عمر مصائب میں گذری، نامۂ اعمال ہم بندوں کا گناہوں سے پُر ہے۔ اب تیری مغفرت کے اُمیدوار ہیں۔ تیری رضا کے سوا کوئی آرزو نہیں۔

یہ آواز سُن کر میں آگے بڑھا۔ معلوم ہوا کہ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں چھپ کر دیکھتا رہا کہ حضرت کس طرح مناجات کر رہے ہیں۔ مناجات کے بعد کئی رکعت نماز پڑھی، پھر گریہ و زاری میں مشغول ہو گئے اور یہ کہتے تھے:

" الٰہی جب میں مغفرتِ عظیم کو دیکھتا ہوں تو اس وقت بندوں کے گناہ بے حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔ جب تیرے عذابِ شدید پر نگاہ کرتا ہوں تو بیشمار گناہ دکھائی دیتے ہیں۔ آہ، بہت سے گناہ ہیں جنھیں ہم بندے بھولے ہوئے ہیں لیکن تیرے پاس لکھے ہوئے ہیں اور تیرے حکم سے ملائکہ ان کا مواخذہ کریں گے۔ کیا حال ہوگا ایسے گرفتار کا، کہ خویش و اقربا، اس کو چھڑا نہ سکیں گے اور نہ فریاد سن سکیں گے؟ آہ، کیسی آتش ہوگی جو کہ جگر کو بھی جلا ڈالے گی اور انتڑیوں کو کباب کر دے گی؟ آہ کیا

حال ہوگا، کہ جہنم میں آتش کے دریا روشن ہوں گے۔"

یہ کہتے کہتے اسقدر گریہ فرمایا کہ یکلخت آواز بلند ہوگئی۔ کچھ دیر ہوئی تو میں سمجھا کہ پچھلا پہر ہے، عبادت سے تھک کر حضرت سو گئے ہوں گے۔ نمازِ صبح کا وقت ہوگیا تھا، قریب جاکر چاہا کہ نماز کے لیے بیدار کروں، ہر چند آواز دی، جواب نہ پایا اور ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ حضرت چوبِ خشک کی طرح بے حس و حرکت ہیں: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتا ہوا بیت الشرف کو بھاگا ہوا آیا۔ جناب سیدہؑ سے صورتِ حال بیان کی۔ اُنھوں نے فرمایا: اے ابو دردا! تعجب نہ کر، عبادت کے وقت اللہ کے خوف سے اکثر جناب ابوالحسنؑ کی یہی کیفیت ہوجاتی ہے۔

میں پانی لے کر گیا اور حضرت پر کچھ چھڑکا۔ جب ہوش میں آئے تو مجھ سے فرمایا: اے ابو دردا! تو آزردہ و گریاں کیوں ہے؟

میں نے عرض کیا: یا حضرت! آپؑ کی حالت دیکھ کر۔

فرمایا: تیرا کیا حال ہوگا، اگر دیکھے کہ فرشتے حساب کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے لے جائیں گے اور ہم اُس جبّار و قہّار کے آگے کھڑے ہوں گے اور فرشتے ہیبت ناک صورت میں چاروں طرف کھڑے ہوں گے۔ کوئی دوست اُس وقت پاس نہ آئے گا نہ تمام اہلِ محشر میری حالت پر رحم کھائیں گے۔ اے ابو دردا! اُس وقت اللہ کے بندے جو خاص ہوں گے اُن کو بہت رحم آئے گا۔

ابو دردا کہتے ہیں کہ واللہ، کسی صحابی کا حال میں نے عبادت اور خوفِ خدا میں ایسا نہیں دیکھا۔

ثمرۂ سوئم "مخالفتِ نفس"

نفسِ امّارۂ انسانی کی ضرر رسانیاں شیطان سے بھی زیادہ ہیں۔

جو شخص روزِ حساب کے خوف سے نفسِ امّارہ اور خواہشاتِ نفسانی پر قابو پالیتا ہے، بہشت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ قیامت کے روز شیطان اپنے گمراہ کردہ لوگوں سے کہے گا، میں تمھارا بادشاہ تھا جو تم میرے پکارنے سے میرے حکم پر چل پڑے۔ مجھے کیوں برا بھلا کہتے ہو اپنے نفس کو ملامت کرو۔ شیطان اور نفسِ امّارہ سے جہاد کرنا ظاہری دشمنوں سے جہاد کرنے سے افضل ہے۔

مجاہدۂ نفس یہ ہے کہ عقلِ سلیم اور خواہشات نفسانی سے جو مخالفِ شریعت ہوں باز رہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے کہ رسولِ خداؐ نے لشکر کو جہاد پر بھیجا جب لشکر واپس آیا۔ آپ نے فرمایا، مرحبا جہادِ کوچک بجا لائے ابھی جہادِ بزرگ باقی ہے۔

لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ! وہ جہادِ بزرگ کونسا ہے؟

آپ نے فرمایا، بزرگتر جہاد، جہادِ نفس ہے۔

○ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ رسولِ خداؐ نے ابوذر سے ارشاد کیا اے ابوذر! خدا نے کسی پیغمبر اور رسول کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ وہ بندوں کو ہدایت کرے امانت، دیانت، راستی اور صداقت کی، بندوں کی نماز، رکوع اور سجود پر نظر نہ کرو اس کے تو وہ عادی ہوگئے ہیں اصل چیز اُن کا سلوک ہے خلقِ خدا کے ساتھ اگر معاملات میں وہ صحیح ہیں تو بیشک مستحقِ جنّت ہیں ورنہ نہیں۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کے پاس امانت رکھتا ہے تو شیطان کو موقع ملتا ہے اور وہ طرح طرح سے بہکاتا ہے کہ یہ امانت اب واپس نہ ہو۔ اگر انسان اس کے فریب میں نہ آئے تو جہادِ نفس ہے جو جہادِ شمشیر سے بزرگتر ہے۔

اے ابوذر! اگر بندہ ظلم کرتا ہے اپنے نفس پر تو خدا کو اختیار ہے بخش دے یا نہ بخشے مگر وہ ظلم جو بندوں پر کیا جاتا ہے اس کو عادلِ حقیقی معاف نہیں کرتا۔

اے ابوذر! ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

- ایک وہ ظلم جس کو خدا بخش دیتا ہے۔
- دوسرا وہ ظلم جس کو خدا نہیں بخشتا۔
- تیسرا وہ ظلم ہے جس کا تعلق خدا سے نہیں اور وہ اس کو معاف بھی نہیں کرتا۔

- پہلا ظلم جس کو وہ معاف کر دیتا ہے ظلمِ نفس ہے۔ جو انسان سے خواہشات نفسانی کی بنا پر واقع ہوتا ہے۔
- دوسرا ظلم شرک ہے جو اُس وحدہٗ لاشریک کا کوئی شریک قرار دیتا ہے
- تیسرا ظلم وہ ہے جو مخلوق پر کیا جاتا ہے وہ حق العباد میں داخل ہے

ثمرہ چہارم "مذمّتِ دنیا"

ہر وہ شخص جو معمولی عقل بھی رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ فانی دنیا دل لگانے کے قابل نہیں ہے مگر شیطان لوگوں کو اس کے عیوب کو حسین بنا کر دکھاتا ہے اور عقل کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالتا ہے کہ ہر مضر چیز مفید نظر آتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم نے تمام خوبیوں کو ایک خزانہ میں جمع فرما دیا ہے اور اس کی چابی زُہد کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ پس جو شخص چاہے کہ اُن خوبیوں کو حاصل کرے اُس کو چاہیے کہ زُہد اختیار کرے۔ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص دولتِ آخرت حاصل کرنا چاہتا

ہے تو وہ ترکِ دنیا اختیار کرے اور زاہد کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ترکِ دنیا سے اُس شے میں کمی نہیں آتی جو خدا نے اُس کی قسمت میں لکھ دیا ہے اور دنیا طلبی اور خواہشِ دنیا سے اسمیں زیادتی نہیں ہوتی جو قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔

امیر المومنینؑ ایک روز مسجد کے سامنے سے گذرے نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ گھوڑے سے اُترے ایک شخص وہاں کھڑا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا گھوڑے کو پکڑے رہ تاکہ میں نماز پڑھ کر آجاؤں۔ مولائے کونین نے نماز پڑھی۔ باہر آکر دیکھا گھوڑا بغیر لگام کھڑا ہے۔ وہ آدمی مع لگام کے غائب ہے۔ آپ نے دو درہم جو اس کو دینے کے لیے نکالے تھے وہ پھر جیب میں ڈالے اور گھوڑے پر سوار ہو کر گھر تشریف لائے۔ قنبرؑ سے فرمایا کہ ایک لگام بازار سے خرید لائے۔ قنبرؑ ساز فروش کی دوکان پر گئے۔ دیکھا کہ اپنا ہی لگام اُس کے یہاں ٹنگ رہا ہے۔ اُس سے کہا یہ امیر المومنینؑ کا لگام ہے تمھارے پاس کہاں سے آیا۔ اُس نے کہا مجھے ایک شخص دو درہم میں دے گیا ہے۔ قنبرؑ نے دو درہم اس کو دیے اور لگام لا کر مولا کو دیا۔ آپ نے قنبرؑ سے فرمایا، یہ کہاں سے اور کتنے میں مل گیا۔ قنبرؑ نے کہا دو درہم میں۔ آپ نے فرمایا، کس قدر بدبخت تھا وہ شخص جو جائز پیسے چھوڑ کر ناجائز پیسے لے گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز رسولِ خدا کچھ افسردہ خاطر سے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ فرشتہ نازل ہوا اور کہا کہ: خداوندِ عالم بعد تحفۂ درود و سلام فرماتا ہے کہ اے ہمارے حبیب! لو یہ خزانوں کی چابیاں جتنا چاہو جس خزانہ سے چاہو خرچ کرو دنیا کے تمام خزانے تمھاری خوشنودی سے زیادہ نہیں۔

اللہ کے رسولؐ نے فرشتے سے فرمایا، پروردگار سے کہدو کہ دنیا کا

گھر تو اُس کے واسطے ہے جو آخرت میں گھر نہ رکھتا ہو۔

○ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرتؐ ایک راستے سے گذرے جہاں کوڑے پر ایک زخمی مردہ بکری کا بچہ سڑا ہوا پڑا تھا آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا، اِس بُزغالہ کی کیا قیمت ہوگی؟

اصحاب نے کہا، اگر یہ زندہ ہوتا تو ایک درہم سے زیادہ کا نہ ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا، کہ معبودِ حقیقی کی قسم میری نظر میں تمام دنیا اس بُزغالہ سے حقیر تر ہے۔

○ دنیا کو ایک سرائے سمجھو جس میں کچھ دیر قیام کرنا ہے۔ یا دنیا ایک وہ دولت ہے جو خواب میں ملی ہے جب آنکھ کھُلی تو پھر کچھ بھی نہیں (اور آنکھ جب کھُلتی ہے جب آنکھیں بند ہو جاتی ہیں)

○ ابوذر نے فرمایا، اے علم و عقل کو حاصل کرنے والو! اولاد اور مال سے دل نہ لگاؤ کیونکہ ان سے جُدا ہونا ہے اس خانۂ دنیا میں تم مہمان ہو۔ آج یہاں ہو اور کل منزل دوسری ہوگی۔

○ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا۔ زیادہ مال و دولت کی آرزو نہ کرو اس لیے کہ افزونیٔ مال افزونیٔ گناہ کا باعث ہے۔ عقلمند وہ ہے جو فانی کو فانی اور باقی کو باقی سمجھے۔ دنیائے فانی کو ترک کرو، اس لیے کہ محبتِ دنیا انسان کو خدا سے غافل اور ذلیل بنا دیتی ہے۔ ایسی دنیا کے لیے کیا کہا جائے جس کی ابتدا، مشقت اور غنا ہے اور انجام محتاج محزون۔ جو کوشش کرتا ہے اُس سے یہ دنیا بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے یہ اُس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ اے دنیا والو! ذرا غور کرو کس کی محبت میں کھوئے ہوئے ہو۔ یہ ابھی تمھیں نکال باہر کرے گی۔ جو اس کی عطا کردہ نعمتوں پر مغرور ہیں اُن کو بہت جلد مصائب

میں مبتلا کر دے گی۔ دیکھو جو یہاں سے چلا گیا وہ واپس نہیں آتا اور جو باقی ہے وہ نہیں معلوم کس وقت روانہ ہو جائے۔ اس کی شادی و مسرت، غمناک و الم آمیز ہے۔ اپنی عمر پر اعتماد نہ کرو اس لیے کہ جو چیز گنتی اور شمار میں آگئی وہ ختم ہونے والی ہے۔ دیکھو یہ دنیا جلد فنا ہو جائے گی۔ اپنے رہنے والوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اپنے رہروں کو لوٹ لیتی ہے۔ اور اس نے کسی کو عزت نہیں دی کہ اس کو ذلیل نہ کیا ہو۔ اس کی بادشاہت عین ذلت ہے اس کی شیرینی عین تلخی ہے۔ اس کی حیات منتظر موت ہے

کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذرے۔ کیسے دولتمند تھے، کیسے صاحبِ عزت تھے کوئی وزیر تھا کوئی بادشاہ، مگر جب گئے تو کوئی کام نہ آیا کسی نے بات تک نہ پوچھی۔ پھر ایسی جگہ اور ایسے لوگوں کو تم اپنا دوست اور ساتھی سمجھے ہوئے ہو۔ اس سے ہرگز ہرگز دل نہ لگاؤ۔

○ ابن بابویہ سے روایت ہے کہ جب رسولِ مقبولؐ سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے خانۂ فاطمہ سلام اللہ علیہا میں تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ جب سفر سے واپس تشریف لائے اور خانۂ فاطمہؑ میں تشریف لے گئے تو دیکھا ایک قیمتی پردہ دروازہ پر لٹکا ہوا ہے اور دو گوشوارے بیٹی کے زینتِ گوش بنے ہوئے ہیں۔ فوراً تشریف لے آئے۔ بیٹی سمجھ گئیں کہ بابا کیوں دل برداشتہ ہوئے۔ پردہ اُتارا، گوشوارے کانوں سے اُتارے اور رسولِ خداؐ کی خدمت میں روانہ فرمائے تاکہ دونوں کو راہِ خدا میں دیدیں۔ رسولِ خداؐ نے گوشوارے اور پردہ دیکھ کر تین مرتبہ فرمایا۔ تیرا باپ تجھ پر فدا ہو، میری بیٹی میرا منشاءِ دلی سمجھ گئی۔ دنیا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے نہیں، اگر دنیا کی وقعت خدا کی نظر میں ایک پرِ مگس کی برابر بھی ہوتی تو کافروں کو ایک گھونٹ پانی بھی اس دنیا کا نہ دیتا۔

○ امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ ایک روز میں بیلچہ ہاتھ میں لیے ایک باغ میں مصروفِ آبیاری تھا کہ سامنے سے ایک نہایت حسین و خوبرو عورت آئی اور کہا اے پسرِ ابو طالبؑ! اگر تو میرے ساتھ شادی کرے تو میں زمین کے تمام خزانوں سے تجھے آگاہ کر دوں تاکہ تو اس محنت و مشقت سے نجات پائے۔

• میں نے کہا، تو کون ہے ؟ اور تیرا کیا نام ہے؟

• اُس نے کہا، میرا نام دنیا ہے۔

• میں نے کہا، دور ہو جا بد بخت، میرا یہ بیلچہ تیرے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔

○ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، دنیا سے محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے جس کی نظر میں دنیا کی کوئی قدر نہ ہو وہ صاحب قدر ہے۔

ثمرۂ پنجم "مفہومِ دُنیا"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، "جو حریصِ دنیا ہے اس کی مثال ریشم کے کیڑے کی طرح ہے جسقدر ریشم زیادہ ہوتا جائے گا اسی قدر قید و بند بڑھتی چلی جائے گی جبتک مر نہ جائے رہائی مشکل ہو جائے گی۔ حریصِ دنیا کی مثال اس بکری کی سی ہے، جس کی حرص اُس کو سبزہ زار میں لیجاتی ہے، خوب کھاتی اور خوب فربہ ہو جاتی ہے۔ یہ فربہی ہی اس کے ذبح ہونے اور موت کا سبب بنتی ہے۔ یاد رکھ جب پیشِ پروردگار حاضری ہو گی تو چار چیزوں کا تجھ سے سوال ہوگا۔

• جوانی کس کام میں گذاری ؟

•• عمر کس کام میں صرف کر دی۔؟

∴ مال کہاں سے حاصل کیا۔ ؟

∷ مال کہاں خرچ کیا۔ ؟

لٰہذا جوابات کی تیاری کر۔

(۲) دنیا کو جس قدر زیادہ طلب کرے گا حرص میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔ جس طرح پیاسا دریائے شور کا پانی جتنا زیادہ پیتا ہے پیاس اور زیادہ بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ فوت ہو جاتا ہے۔

(۳) اس کا ظاہر دل فریب اور باطن ہلاک کن ہے۔ سانپ کی طرح دیکھنے میں نہایت خوبصورت نرم و ملائم، باطن پُر زہر۔ عقلمند زہر پر نظر رکھ کر اس سے بچتا ہے اور طفل غافل اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر اس سے کھیلے گا اور خوش ہوگا۔

(۴) یہ دنیا ناپائیدار اور فانی ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا، "دنیا کی مثال ایک اس درخت کی سی ہے جس کے سایہ میں کچھ دیر مسافر آرام کرے اور چلا جائے"۔

(۵) در بیانِ "بیوفائیِ دنیا"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ دنیا ایک روز بن ٹھن کر حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئی اور کہا اے عیسیٰؑ بن مریمؑ مجھ سے شادی کر لو۔

• حضرت عیسیٰؑ نے کہا، تیری ابھی تک کسی سے شادی نہیں ہوئی۔؟

• اُس نے کہا، ہزاروں سے ہو چکی ہے۔

• حضرت عیسیٰؑ نے سوال کیا، کیا اُنھوں نے تجھے طلاق دے دی ؟

• دنیا نے کہا، نہیں، بلکہ میں نے ان کو مار ڈالا۔

• حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا، پھر تجھ سے کون شادی کرے گا جو اپنے

ہزاروں شوہروں کو مار چکی ہو۔

(۶) طریقۂ نجات یافتن از دنیا

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ دنیا ایک عمیق دریا ہے جس میں ہزاروں غرق ہو چکے ہیں لہٰذا نجات کی فکر کر۔ تقویٰ کی کشتی بنا اور اعمالِ صالحہ سے کشتی کو بھر لے۔ توکل کا بادبان بنا۔ عقل کو ناخدا بنا، علم کو معلّم اور صبر کو لنگر بنا

(۷) پستیٔ دنیا

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا، "یہ دنیا ایک عمارت ہے جس کی چھت نہایت پست ہے۔ اگر سر بلند کرے گا سر زخمی ہوگا اور سر جھکا کر چلے گا یہ آرام گذر جائے گا۔"

(۸) بدانجامیٔ دنیا

رسولِ خدا نے فرمایا "یہ دنیا ایک وہ لذیذ غذا ہے جو زیادہ کھائی جائے تو دردِ شکم کا باعث بنتی ہے"

(۹) دنیا و آخرت یکجا جمع نہیں ہوسکتیں

رسولِ خدا نے فرمایا۔ "دنیا دار کی مثال اُس مسافر کی جیسی ہے جو پانی

میں چل رہا ہو اور چاہے کہ پیر نہ بھیگیں"۔

دنیا کے بے شمار عیوب کے بارے میں "**قصۂ بلوہر اور یوذاسف**" ذرا تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمۃ نے محمد بن زکریا سے روایت کی ہے کہ مملکتِ ہندوستان میں ایک باشان و شوکت عظیم بادشاہ تھا جس کی ہیبت رعایا کے دلوں پر غیر معمولی تھی۔ خواہشاتِ نفسانی کا متوالا۔ دنیا کے ہر اعمالِ ناشائستہ سے محبت کرنے والا اور بڑا ہی خوشامد پسند تھا جو اس کے ناشائستہ اعمال کا مداح تھا اس سے خوش اور نصیحت کرنے والوں کا دشمن تھا مگر ملکی نظم وضبط میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ ساری رعایا مجبوراً مطیع و فرمانبردار تھی۔ ملک و دولت، طاقت اور لشکرِ فراوانی نے دماغ عرش پر پہونچا دیا تھا۔ دنیا اور دنیا کی بدکاریوں میں مست تھا۔ خوشامدیوں کی مدح سرائی نے اور مست بنا دیا تھا لیکن فرزندِ نرینہ نہ رکھتا تھا۔

شیطان نے اُس کی یہ مستی اور عشقِ دنیا دیکھ کر اُس کو بے دینی کی آخری منزل تک پہونچا دیا۔ دینداروں سے اُسے انتہائی نفرت ہوگئی بُت پرستی ملک میں عام ہوگئی۔ ایک روز اُس نے ایک شخص کے متعلق جو ملک کے دانشمندوں میں شمار کیا جاتا تھا، لوگوں سے سوال کیا کہ وہ کیا کرتا ہے مجھے اُس سے ایک کارِ خاص میں مشورہ درکار ہے۔

لوگوں نے کہا، عالیجاہ، وہ دنیا سے اس قدر متنفر ہے کہ کسی وقت گھر سے باہر ہی نہیں نکلتا۔

یہ سن کر بادشاہ نہایت برافروختہ ہوا اور حکم دیا کہ اس کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔

جب وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کو بہت سمجھایا کہ کسی ترکیب سے اس کو اپنے راستے پر لے آئے۔ مگر جب کوئی صورت کامیابی کی نہ دیکھی غضبناک ہو کر پوچھا کہ تجھ کو یہ گوشہ نشینی اور ترکِ دنیا کی رائے کس نے دی ہے۔

اُس نے کہا، میرے نفس نے۔

بادشاہ نے کہا، تیرے نفس نے تجھ کو ہلاک کیا ہے۔ لہٰذا میں تیرے نفس کو وہ سزا دینا چاہتا ہوں جو ایک ہلاک کرنے والے کو دی جاتی ہے۔

عابد نے کہا، اے بادشاہ! مجھے تیری دانائی سے قوی اُمید ہے کہ تو اپنے اور میرے درمیان کوئی فیصلہ خود نہ کرے گا، بلکہ فیصلہ کے واسطے ایک قاضی مقرّر کرے گا جس کے فیصلہ سے میں مطمئن ہو جاؤں۔

بادشاہ نے کہا، بتلا وہ قاضی کون ہے ؟

عابد نے کہا، جس کے فیصلہ پر میں راضی ہوں وہ قاضی تیری عقل ہے

بادشاہ نے کہا، بیان کر کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ خیال تیرے دل میں کب سے پیدا ہوا ؟

عابد نے کہا، میں نے ایک عقلمند سے سنا کہ جو بیوقوف ہوتا ہے وہ اس چیز کو جس کی کوئی اصل وحقیقت نہیں ہوتی اور وہ کسی کام نہیں آتی اس کو کارآمد سمجھ لیتا ہے۔ اور وہ چیز جو اصل رکھتی ہے اور کارآمد ہوتی ہے اس کو بیکار سمجھ لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ بے حقیقت چیز کو اختیار کر لیتا ہے اور اصل کو ترک کر دیتا ہے۔ جب سے میں نے یہ سنا تو میں نے بے حقیقت

شے کو جو یہ دنیائے فانی ہے ترک کر دیا اور حقیقی سے کہ جو دارِ باقی ہے اختیار کر لیا ہے۔ اور اب میری نظر میں حیات موت ہے، تونگریٔ دنیا، درویشیٔ دنیا کی خوشی، غم، صحتِ دنیا، بیماری، قوتِ دنیا، ضعف و مجبوری عزتِ دنیا، ذلّت اور کس طرح حیاتِ دنیا موت نہ ہو جب کہ برائے موت ہے۔

اے بادشاہ، یہ دنیا بڑا عبرت کا مقام ہے کبھی ایک آدمی کو آقا بناتی ہے اسی کو خادم بھی بنا دیتی ہے۔ ابھی ایک آدمی کو ہنساتی ہے پھر اسی کو رُلاتی ہے۔ کبھی ایک ہاتھ کو بخشش و عطا کے لیے بڑھاتی ہے کبھی اسی ہاتھ کو سوال کے لیے دراز کرتی ہے۔ ایک کو ابھی عزت دی ہے اور اسی کو بعد میں ذلت میں ڈال دیا ہے، بزرگ کو حقیر۔ رفیع کو پست مسرور کو محزون، سیر کو گرسنہ، زندہ کو مردہ بنانے والی سے دل لگانا اگر بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔

اے بادشاہ! یہ جو آپ نے کہا کہ میں نے ترکِ دنیا کر کے اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ دشمنی کی ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی دوستی اور صحیح خدمت کے لیے ناجائز خواہشات کو ترک کیا ہے البتہ وہ پردہ جو محبتِ دنیا نے میری آنکھوں پر ڈال رکھا تھا وہ اٹھ چکا ہے۔ اب میں دوست و دشمن کو۔ اپنے اور بیگانہ کو پہچانتا ہوں۔ کون دوستی کے لباس میں شیر کی طرح مجروح کر دینے والا تھا اور کون بھیڑیے کی طرح پھاڑ ڈالنے والا تھا اور کون خوشامدی کتے کی طرح کاٹنے کی فکر میں تھا اور کون گربہ مسکین بنا ہوا تاک میں لگا ہوا تھا۔

اے بادشاہ! یہ جو تو اپنے گرد فداکار، جاں نثار، وفادار اور خریدار دیکھ رہا ہے ان میں ایک بھی تیرا وفادار نہیں، سب پیسے کے یار ہیں تیرا ان میں کوئی یار و غمگسار نہیں۔ اگر یہ سلطنت، یہ دولت، یہ طاقت تیرے پاس نہ رہے تو پھر

دیکھنا سلام کرے گا اور جواب نہ پائے گا۔ میں اب جس ماحول میں زندگی بسر کر رہا ہوں اس میں سب میرے رفیقِ کار ہیں۔ جو کچھ میں کرتا ہوں وہ کرتے ہیں جو میں کہتا ہوں وہ بھی وہی کہتے ہیں۔ میں نے دنیا کو یوں ہی نہیں ترک کیا بڑا سوچ سمجھ کر چھوڑا ہے اس لیے ایسے بے وفا دشمن سے دوستی کیسی۔

مجھے اُمید ہے کہ میری نصیحتوں سے تو بھی فائدہ اُٹھائے گا۔ بادشاہ نے سنا اور سن کر آگ ہو گیا۔ حکم ہوا کہ میری سلطنت سے نکل جا، تو بھی فاسد ہو گیا ہے اور اوروں کو بھی فاسد بنا رہا ہے۔

اسی زمانے میں بادشاہ کے فرزندِ نرینہ تولّد ہوا اور اتنی مسرّت ہوئی کہ قریب مرگ ہو گیا۔ اور یقین ہو گیا کہ بُت پرستی کا عطا کردہ یہ انعام ہے۔ ملک کا تمام خزانہ زینت و آرائش میں ختم کر دیا۔ لوگوں کو ایک سال تک خوشی، شادی عیش و نشاط کا حکمِ عام ہو گیا۔ فرزندِ ارجمند کا نام یوذاسف رکھا اور ملک کے تمام منجّموں کو طلب کیا تاکہ فرزند کے طالع اور مستقبل کے حالات سے مطّلع کریں۔ تمام منجّموں نے بڑے غور و فکر کے بعد بتلایا کہ یہ بچّہ شرف و منزلت میں اپنے زمانہ کے ہر بچّے سے بلند تر اور افضل تر ہے۔ مگر ایک منجّم نے جو بادشاہ کی نظر میں بھی اپنے فن میں نہایت ماہر تھا، عرض کیا کہ یہ بچّہ نہ صرف شرافت و عظمتِ دنیا میں اشرف و افضل ہو گا بلکہ شرافتِ آخرت میں بھی تمام دینداروں کا پیشوا ہو گا۔

بادشاہ یہ سن کر نہایت رنجیدہ اور غمگین ہوا۔ سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے کسی طرح اس کو دین کے تصوّر سے منحرف کرنا چاہیے۔ حکم ہوا کہ ایک وسیع مکان میں تا سنِ بلوغ اس کو رکھیں جہاں چند آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ تاکید کی گئی کہ اس کے سامنے کسی وقت کوئی ایسی بات جس سے آخرت یا موت کا تصوّر ہو ہرگز نہ کہی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دین کی باتیں سن کر دین کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور اس

خیال سے کہ کوئی دین کے تذکرے ہی اس کے سامنے نہ کرے ملک سے دیندار عابدوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ ملک کے وزراء میں سب سے زیادہ عاقل، مدبّر بادشاہ کا وفادار ایک وزیر تھا جس سے بادشاہ بہت خوش تھا اس کے مشورے بغیر کوئی کام انجام نہ دیتا تھا۔ دیگر وزراء اس سے جلتے اور اس کے دشمن تھے۔ ایک روز بادشاہ شکار کے ارادہ سے باہر گیا یہ وزیر بھی اس کے ہمراہ تھا راستہ میں اس وزیر نے ایک چٹان کے قریب ایک بزرگ کو زخمی پڑا ہوا دیکھا جو چل بھی نہ سکتا تھا۔ احوال پرسی کے بعد معلوم ہوا کہ صحرائی درندوں نے اُس کی یہ حالت بنا دی ہے۔ وزیر کو اس کی حالتِ زار پر بڑا رحم آیا۔ اُس شخص نے وزیر سے کہا کہ اگر آپ نے میری جان بچائی تو میں بھی کسی وقت آپ کو فائدۂ عظیم پہونچا سکوں گا۔ وزیر نے کہا کہ اگر فائدۂ عظیم مجھے نہ بھی پہونچے تب بھی تیری امداد کرنا اس عالمِ مجبوری میں میرا فرض ہے۔ مگر یہ تو بتا کہ تو مجھے کیا فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ اُس نے کہا کہ بگڑی بات کو میں بنانا جانتا ہوں۔ وزیر نے اُس کی بات پر کوئی خاص توجّہ نہ کی اور ہمراہ لا کر معالجہ کرایا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔

ایک وقت وہ آیا کہ امراء اور حاسد وزراء نے باہم مشورہ کیا کہ اس وزیر پر کوئی اتہام لگا کر بادشاہ کی نظروں سے گرانا چاہیے۔ چنانچہ ایک حاسد وزیر نے موقع پا کر تنہائی میں بادشاہ سے کہا کہ عالیجاہ! اس وزیر سے سرکار ذرا ہوشیار رہیں۔ یہ رعایا پر اس قدر احسانات اور انعامات کرتا ہے جس کی وجہ سے رعایا اس سے انتہائی خوش ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ یہ آپ کے بعد خود بادشاہ بننا چاہتا ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ اس کو بلا کر مشورہ فرمائیں کہ میں ترکِ سلطنت کر کے دنیاداری کو چھوڑ کر دینداری اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ پھر دیکھیں یہ کیا مشورہ دیتا ہے۔

ایک روز بادشاہ نے تنہائی میں اپنے محبوب وفادار وزیر سے کہا کہ میں سوچتا ہوں سلطنت ملنے سے قبل میں کس حال میں تھا اور ہوسکتا ہے کہ بعد میں بھی اسی حال سے دوچار ہونا پڑے۔ لہٰذا ایسی سلطنت سے کیا فائدہ جو غیر باقی اور فانی ہے چاہتا ہوں کہ اس کو اس کے کسی اہل کے سپرد کر کے مشغولِ عبادت ہو جاؤں اس سلسلہ میں تیرا مشورہ مجھے درکار ہے تاکہ اس پر عمل کروں۔ وزیرؔ بادشاہ کی باتیں سُن کر رو دیا اور عرض کی۔ عالیجاہ جو چیز باقی رہنے والی ہو اگرچہ بہ دقّت حاصل ہوسکن پھر بھی اس کا حاصل کرنا بہتر ہے اور وہ چیز جو فانی ہو اگرچہ بہ آسانی حاصل ہو اس کا حاصل کرنا بیکا ہے آپ کی رائے اور خیال نیک ترین ہے۔ خدا آپ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

وزیر کی یہ بات بادشاہ کو بُری معلوم ہوئی اور سمجھ گیا کہ وہ حاسد وزیر صحیح کہتا تھا۔ وزیرِ دانا بادشاہ سے جدا ہوا مگر دل میں یہ خیال لیے ہوئے کہ بادشاہ شاید میرے مشورہ سے مجھ سے کچھ ناراض ہو گیا۔ وہ شخص اُس کو یاد آیا جس نے کہا تھا میں بگڑی بات کو بنانا جانتا ہوں۔ اس کو بلوایا اور سارا قصّہ سُنایا۔ اُس نے کہا میں خوب سمجھ گیا ہوں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم وزارت اور درباری لباس کو خیرباد کہو اور بادشاہ سے فقیرانہ اور درویشانہ لباس میں ملکر کہو کہ سرکارِ عالی! اس سے قبل کہ آپ گوشۂ عبادت اختیار فرمائیں میں نے دنیا ترک کر دی ہے۔

چنانچہ وزیر نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ نے وزیر کی فقیرانہ حالت دیکھ کر یقین کر لیا کہ حاسد وزیر نے بیشک ازروئے حسد مجھ سے اس کی شکایت کی تھی ورنہ میرے ترکِ سلطنت کرنے سے پہلے یہ ترکِ وزارت نہ کرتا۔

بادشاہ نے دوسرے ہی روز شاہی حکم دیا کہ تمام عابد و زاہد اُس کے ملک سے نکل جائیں۔ تیسرے روز معلوم ہوا کہ دو عابد روپوش ہیں ان کو بلوایا گیا دونوں کو آگ میں جلوا دیا اور حکم دیا کہ جو کوئی جہاں بھی کسی عابد کو دیکھے فوراً آگ میں جلا دے یہ حکم پا کر بُت پرست اور بُت پرستوں کے پیشواؤں نے ملک کے گوشہ گوشہ سے عابدوں کو نکال کر نذرِ آتش کر دیا اور جبھی سے ہندوستان میں مردوں کے جلانے کی رسم پڑی۔

ملک سے عابد و زاہد ناپید ہو گئے۔ چند جان نثار عابدوں نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے کو بچائے رکھا اور پوشیدہ رہے کہ کسی وقت جویائے حق کو راہِ حق دکھا سکیں۔ یوذاسفؔ بادشاہ کا فرزند اب سنِ تمیز کو پہونچ چکا تھا اور نہایت عقلمند دانا اور مدبّر ترین جوان تھا اس کی دانائی اس کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ اس کو چند آدمیوں کے درمیان ایک گوشۂ تنہائی میں کیوں قید کیا گیا ہے۔ سوچتا تھا کہ اس کا سبب باپ سے معلوم کروں۔ پھر خیال آتا تھا کہ یہ تو سب کچھ اسی کا کیا ہوا ہے وہ کیوں بتلائے گا۔ وہ لوگ جو اس کے پاس آدابِ شاہی اور رموزِ سلطنت بتلانے کے لیے مقرر کیے گئے تھے ان میں سے ایک شخص تھا جو اس سے اس کی دانائی کی وجہ سے بہت مرعوب اور مطیع تھا اس سے ایک روز یوذاسف نے کہا۔ کہ آپ سے مجھے قدرتاً محبّت ہے اور میں آپ کو بمنزلۂ پدر سمجھتا ہوں۔ اور یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ بادشاہ کے بعد سلطنت کا وراثتاً میں مالک ہوں گا اس وقت تمھارا درجہ میرے عہدِ سلطنت میں یا تو نہایت بلند ہوگا یا کمترین اور بدترین۔

اُس شخص نے کہا بدترین کیوں ہوگا؟

شہزادہ نے کہا کہ میرا ایک سوال ہے اس کا جواب اگر تم نے نہ دیا تو بدترین سزا جو میں دے سکتا ہوں وہ دوں گا۔

یہ شخص شہزادہ کے کہنے سے بڑا خائف ہوا اور یقین ہوا کہ یہ وعدہ خلافی ہرگز نہ کرے گا۔ لہٰذا تمام راز منجموں کی پیشگوئی، گوشۂ تنہائی سے باہر نہ نکلنے کا سبب، دین کے اخبارات سے بے خبری کا باعث، سب شہزادہ کو بتلادیا جس پر شہزادہ نے شکریہ ادا کیا اور مستقبل کی خوش آئند حالت کی مبارک باد دی۔

جب ایک روز بادشاہ اس کے پاس آیا، اس سے نہایت ادب سے سلام بجالا کر دست بستہ عرض کی۔ جہاں پناہ! میری سمجھ میں ابتک کچھ نہیں آیا کہ مجھ کو اس گوشۂ تنہائی میں کیوں مقید رکھا گیا ہے؟ باہر آنا جانا میرے لیے کیوں ممنوع ہے۔ کیا میرے یہ کسی جرم کی مجھے سزا دی گئی ہے۔ اگر یہ مقصد ہے کہ میں فنا اور بقا کے حالات سے بے خبر رہوں تو کب تک؟ ایک روز یہ دنیا خود بتلادے گی۔ آپ مجھے باہر جانے کی اجازت دیں، میری یہ فکر مجھے ہلاک کردے گی۔

بادشاہ سمجھا کہ برخوردار پر راز تنہائی ظاہر ہوگیا ہے۔ مخصوص لوگوں کو حکم ہوا کہ وہ شہزادہ کو اصطبل کے بہترین گھوڑے پر سوار کرکے جلوس کی صورت میں باہر نکالیں۔

یوذاسف، بڑی شان وشوکت سے باہر نکالا گیا۔ ساری مملکت میں وہ روز، روزِ عید تھا۔ اُس روز سے گاہے گاہے شہزادہ شہر میں جاتا۔ ایک روز اُس نے دو آدمیوں کو دیکھا، ایک کا جسم متورم، زرد چہرہ، دوسرا نابینا۔ لوگوں سے پوچھا یہ ایسا کیوں ہے؟

اُنھوں نے کہا، اس کے جسم میں درد رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہے۔ اور دوسرے کی آنکھوں کی خرابی کے باعث بینائی جاتی رہی ہے۔

پوچھا کہ یہ شکایت انہی کو ہے یا عام ہے؟

- لوگوں نے کہا، یہ اکثر ہو جاتی ہے۔
- شہزادہ دنیا کی اس بے وفائی کا حال سن کر متاثر ہوا۔
- ایک روز پھر سیر کو نکلا، ایک بوڑھے کو دیکھا۔ سفید بال، کمر خمیدہ چلنے سے مجبور۔
- پوچھا یہ حال اس بوڑھے ہی کا ہے یا ہر شخص کا یہی حال ہوتا ہے؟
- لوگوں نے کہا، ہر ایک کو آخرِ عمر میں اس حالت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔
- شہزادہ۔ انسان کی کتنے دنوں میں یہ حالت ہو جاتی ہے؟
- کہا، تقریباً سو برس میں۔
- بعد میں کیا ہوتا ہے؟
- بعد میں مر جاتا ہے۔ یعنی دارِ آخرت کو سفر کر جاتا ہے۔
- شہزادہ یہ سنکر بے انتہا متاثر ہوا۔
- اُس شخص کو بلوایا جس سے کبھی کبھی تنہائی میں بات ہوتی تھی۔ اُس سے پوچھا کہ اصل قیامگاہ جب انسان کی یہ دنیا نہیں، بلکہ آخرت ہے تو انسان اس دنیا سے اس قدر دل کیوں لگاتا ہے؟
- اُس شخص نے تمام واقعہ بتلایا کہ بادشاہ نے کیوں تنہا مقام میں آپ کو رکھا، اور کیوں باہر نکلنے سے منع کیا۔؟
- شہزادے نے سوال کیا، کیا خدا کے نیک بندے ایسے بھی ہیں جو اس دنیا سے محبت نہ رکھتے ہوں؟
- اُس نے کہا، بہت تھے جن کو بادشاہ نے ملک سے نکلوادیا اور بہت سوں کو جلوادیا۔ ممکن ہے اب بھی ایک دو کہیں گوشۂ تنہائی میں بیٹھے

اِس انتظار میں ہوں کہ وہ مبارک وقت آئے کہ ظالم بے دین کا ظلم ختم ہو اور ہم کو موقع ملے کہ دنیا کو ہدایت کر سکیں۔

شہزادہ اُس روز سے انتہائی غمزدہ اور متفکر رہتا تھا۔ اب اس کی دینداری کی خبر بھی عام ہو چکی تھی کہ ایک شخص نہایت عابد و زاہد، پارسا و پرہیز گار بلوھر ساکن سراندیپ کو شہزادہ کی تجسسِ دین کی خبر ملی۔ بذریعہ کشتی ہندوستان آیا، اور شہزادہ کے مقربین سے تاجروں کا لباس پہن کر ملا تاکہ کوئی اس کو عابد نہ سمجھے، اور اس شخص سے جو شہزادہ کے بہت ہی قریب تھا، کہا میں سراندیپ سے آیا ہوں اور ایک تاجر ہوں۔ میرے پاس ایک چیز اکسیر سے بھی زیادہ مفید ہے جو اندھے کو بینا، بہرے کو شنوا اور ہر مرض کی وہ بے مثل دوا ہے۔ کمزور کو توانا دیوانہ کو ہوشیار، دشمن پر غلبہ بخشتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دوا کو شہزادہ کو دکھلاؤں، اس لیے کہ وہ اس کا اہل ہے۔ لہٰذا مجھے کسی طور سے اُس تک پہونچا

اُس شخص نے کہا کہ پہلے مجھے وہ دوا دکھلاؤ۔

بلوھر نے کہا کہ تمھاری آنکھیں اس کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتیں، شہزادہ اس کا اہل ہے۔

یہ سُن کر وہ شخص شہزادہ کے پاس گیا اور بلوھر کا ذکر اس سے کیا۔ اُس کی حق شناسی کی باتیں سُن کر شہزادہ اپنی فراستِ ذاتی سے سمجھ گیا کہ اس سے مفید معلومات ضرور حسبِ منشاء حاصل ہونگی چنانچہ بلوھر کو رات کی تنہائی میں شہزادہ نے طلب کیا۔ اور نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ ادب سے سلام بجالایا۔

بلوھر نے کہا کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ نے ایک غیر معروف نادیدہ شخص کی اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کی؟

شہزادہ نے کہا کہ وہ راز جس کا میں متلاشی ہوں اس کے انکشاف

کی مجھے بو آتی ہے۔

بلوھر نے کہا، میں آپ کے اس عزت و احترام کا شکر گذار ہوں ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں کہ ایک ملک میں ایک بادشاہ خیر و خوبی، نیک عادات و خوش اسلوبی میں مشہور تھا۔ ایک روز سیر کو جارہا تھا کہ راستہ میں پھٹے پُرانے کپڑے پہنے دو فقیر آتے نظر آئے۔ بادشاہ دیکھ کر گھوڑے سے اُترا اُن کو سلام کیا بڑے احترام سے پیش آیا۔ دونوں سے مصافحہ کیا۔ وزراء نے دیکھا اور بادشاہ کا یہ فعل اُن کو پسند نہ آیا۔ بادشاہ سے تو کچھ نہ کہہ سکے۔ بادشاہ کے بڑے بھائی سے جاکر شکایت کی کہ بادشاہ نے آج ہمیں اور خود کو ذلیل اور بے عزت کر دیا۔ سارا قصہ سُنایا۔ بادشاہ کا بھائی بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو سخت لہجہ میں تادیب کی بادشاہ خاموش رہا۔ برادرِ بزرگ واپس آیا۔

دوسرے روز بادشاہ نے منادیٔ موت کو حکم دیا کہ وہ بھائی کے گھر جاکر منادی کرے۔

(بادشاہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی کو سزائے موت دینی ہوتی تھی تو منا موت سے منادی کرائی جاتی تھی۔)

منادیٔ موت کو سُن کر سارے گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ بھائی کا زندہ جنازہ گھر سے نکلا اور روتا پیٹتا دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے بھائی کا یہ حال دیکھ کر کہا:

کس قدر جاہل اور غافل انسان ہے یہ جانتے ہوئے کہ کوئی جرم تو نے ایسا نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔ صرف منادیٔ موت کی آواز سن کر اس قدر گھبرا گیا۔ اُس دن کو یاد نہیں کرتا جب خالقِ عالم کی طرف سے موت کا منادی ندا دے گا اور اُس کے حضور میں سوال ہوگا کہ میری مخلوق جو آدمؑ کے رشتہ سے تیرے

بھائی تھے اُن کے ساتھ تیرا کیا سلوک رہا۔ تو کیا جواب دے گا۔ تجھے میرے وزراء نے فریب دیا اور ان بدبختوں نے ان درویش نما انسانوں کے ظاہری بوسیدہ لباس کو دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ ان کے دل کے خزانے کن ایمانی جواہرات سے معمور ہیں۔

یہ کہہ کر بادشاہ نے چار صندوق منگوائے۔ دو پر تارکول پھروایا اور دونوں میں جواہرات بھر دیے۔ دو صندوقوں پر طلا کا ملمع کیا، اس میں فضلہ اور مردار چیزیں بھر دیں۔ جن وزراء نے بادشاہ کی شکایت اس کے بھائی سے کی تھی اُن کو بلوایا اور سوال کیا اِن صندوقوں میں سے کون سے زیادہ قیمتی ہیں؟

اُن وزراء نے کہا جو صندوق سونے کے ہیں وہ زیادہ قیمتی ہیں۔ اور جو تارکول کے ہیں وہ بے قیمت ہیں۔

بادشاہ نے تارکول والے صندوقوں کو کھولنے کا حکم دیا جس کے اندر کے جواہرات و ہیروں نے دربار کو منوّر کر دیا۔ بادشاہ نے کہا۔ ان کی مثال اُن دو کہنہ لباس درویشوں کی ہے جن کے ظاہری لباس کو دیکھ کر تم نے اُن کو ذلیل اور کم قیمت سمجھا، حالانکہ اُن کا باطن صفاتِ جمیلہ اور اخلاقِ حسنہ سے معمور تھا۔ اور طلاء کے صندوقوں کو تم نے قیمتی بتلایا، ان کی مثال ان فریبی دنیاداروں کی ہے جو خود کو صفاتِ حسنہ سے آراستہ کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ ان کے اندر بداخلاقیوں، بدکرداریوں کا غلیظ وہ فضلہ بھرا ہوا ہے جو اور ہمنشینوں کے لیے بھی آزار رساں ہے۔

یہ سُن کر شہزادہ بڑا متاثر ہوا اور دست بستہ بلوہر سے کہا، اے حکیم! کوئی اور واقعۂ حکمت آمیز سُنائیے۔

بلوہر نے ایک اور واقعۂ ایمان افروز شہزادہ کو سُنایا کہ:

ہر دہقان زمین میں تخم پاشی کرتا ہے۔ کچھ دانے کھیت کے کنارے جا پڑتے ہیں جو پرندوں کے کام آجاتے ہیں، کچھ پتھر پر گرتے ہیں جو قدرے نشو و نما پا کر خشک ہو جاتے ہیں، کچھ خارزار میں گرتے ہیں جن کو جھاڑیاں بڑھنے نہیں دیتیں، کچھ پاک و صاف زمین میں گرتے ہیں جو نشو و نما پا کر کارآمد بنتے ہیں۔ اے پسرِ بادشاہ! سوائے اس پاک و صاف زمین کے سب تخم بیکار جاتے ہیں۔ اسی طرح سخنِ نیک و پاک نہیں نشو و نما پاتے مگر پاک و صاف دل میں جو بددلی کے ہر سنگ و خار سے خالی ہو۔

شہزادے نے کہا، اے حکیم! میرے قلب کو تیری نصیحت آمیز باتوں سے جس قدر سکون ملا میں بیان نہیں کر سکتا۔ کوئی ایسی مثال جس سے چاہتِ دنیا کو فریب کہا جائے، ہو تو بیان فرما۔

بلوہر نے کہا، سُنا ہے کہ ہاتھی نے ایک شخص کا پیچھا کیا۔ یہ ڈر کر بھاگا ہاتھی پیچھے پیچھے بھاگا۔ راستہ میں ایک کنواں تھا جس کے کنارے پر ایک درخت تھا اُس کی شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ دیکھا درخت کی جڑ میں چار سانپ ہیں اور سب سے نیچے ایک اژدہا مُنہ کھولے بیٹھا ہے۔ اوپر نظر گئی تو موش (چوہے) سفید و سیاہ درخت کی شاخ کو کاٹ رہے ہیں۔ دیکھا کہ درخت کی شاخوں میں شہد لگا ہوا ہے یہ شخص شہد چاٹنے میں مشغول ہو گیا اور آنے والے خطرات سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ اے شہزادے! چاہِ دنیا آفات و مصائب سے پُر ہے اور وہ چار سانپ چار خلطیں، سودا، صفرا، بلغم، خون ہیں جن کی کمی بیشی موت کا سبب بنتی ہے اور وہ دو موش سفید و سیاہ۔ رات و دن ہیں جو عمر کی شاخ کو کاٹ رہے ہیں نیچے منہ کھولے ہوئے اژدہا موت ہے جو اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے مگر دنیا اُس کو شہد معلوم ہو رہی ہے۔ اس کی لذت نے اس کو غافل بنا دیا ہے۔

یوذاسف نے کہا، اے حکیم! اسی قسم کی کوئی اور مثال سنا۔

بلوہر نے کہا، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کے تین دوست تھے۔ ایک دوست سے وہ بے انتہا محبت کرتا تھا جس کام کو وہ کہتا اس کو وہ بجا لاتا رات دن اسی کی محبت میں لگا رہتا۔ دوسرے دوست سے بھی محبت کرتا، اُس کے آرام و راحت کا ہر طرح خیال رکھتا، مگر اتنا نہیں جس قدر پہلے دوست کا۔ تیسرے دوست سے برائے نام محبت تھی کبھی اتفاقیہ اُس کو یاد کر لیتا۔

ایک مرتبہ بادشاہ نے کسی شکایت پر اس کو طلب کیا۔ بہت پریشان ہوا۔ پہلے دوست کے پاس گیا۔ رفیقِ من بڑی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ بادشاہ کے یہاں طلبی ہے میں نے زندگی بھر تمہاری خدمت کی ہے اس وقت تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

رفیقِ اوّل نے کہا۔ ایک لباس خاص پوشاک میں نے تمہارے واسطے بنوا رکھی ہے وہ حاضر ہے۔

یہ شخص بڑا مایوس ہوا۔ دوسرے دوست کے پاس گیا، اس کی خوشامد درآمد کی۔ میں نے تمہاری بڑی خدمت کی ہے اِس مشکل میں بتلاؤ میرے کیا کام آسکتے ہو؟

اُس دوسرے دوست نے کہا، میرے ذمّہ اِس قدر کام لگے ہوئے ہیں کہ اُن سے فرصت نہیں۔ البتہ میں چند قدم تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں۔

مایوس ہو کر تیسرے کے پاس گیا اور رویا، معافی مانگی کہ میں نے کبھی آپ کی طرف بہ دل توجہ نہیں کی۔ میں معافی کا خواستگار ہوں میری اس وقت مدد کیجیے۔

اُس تیسرے دوست نے کہا، مت گھبراؤ، تمہاری اس وقت کے

شرمندگی اور استغفار تمہارے بڑا کام آیا۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور تمہاری ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہوں۔

اے شہزادے! یہ پہلا دوست مال تھا جس نے ایک کفن دینے کا وعدہ کیا۔ دوسرا دوست اولاد تھی جس نے چند قدم قبر تک پہونچانے کا وعدہ کیا۔ تیسرا دوست جس کی طرف کبھی توجہ نہ کی تھی وہ عمل تھے جو مرنے کے بعد میں کام آیا۔

شہزادہ نے سُن کر کہا، اے حکیم! برائے خدا کوئی اسی قسم کا اور واقعہ سُنا۔

بلوہر نے کہا، ایک ملک تھا جس ملک کے لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ ایک اجنبی آدمی کو پکڑ کر وہاں کا بادشاہ بنا دیتے تھے اور یہ نہ بتلاتے تھے کہ تجھے کب تک بادشاہت کرنی ہے۔ اگلے سال اُسے ہٹا کر ایک دوسرے اجنبی کو پکڑ کر بادشاہ بنا دیتے تھے اور اُس پہلے کو خالی ہاتھ بوسیدہ لباس پہنا کر نکال دیتے تھے جو فقیروں کی طرح بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ دوسرے اجنبی کو جب اُنھوں نے بادشاہ بنایا۔ وہ نہایت دانا اور عقلمند تھا۔ سوچا کہ میں کب تک بادشاہ رہوں گا آخر میرا حشر کیا ہوگا، یہ لوگ میرے لیے اجنبی ہیں ان سے ہمدردی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس نے ایک اپنے شہر کے آدمی کو تلاش کر کے بُلایا، اُس نے تمام حالات سے اُسے باخبر کر دیا اور مشورہ دیا کہ وہ ایک سال ختم ہونے سے پہلے کچھ مال و دولت دوسری جگہ جہاں اُس کو جانا ہے بھیج دے تاکہ مستقبل بہ آرام گذرے۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور اے شہزادے! وہ بادشاہ تو ہے جس نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور نصیحت کرنے والا میں ہوں۔

یوذاسف شہزادے نے کہا، اے بلوہر حکیم! جو کچھ تو نے دنیا کی

ناپائیداری کے متعلق نصیحت کی اس نے مجھے اتنا متاثر کیا کہ اب مزید نصائح کی ضرورت نہیں رہی۔ میں چاہتا ہوں کہ اب باقی دنیا یعنی آخرت کے متعلق چند نصیحتیں سنوں۔

بلوھر نے کہا، اے شہزادہ! ترکِ دنیا ہی کلیدِ آخرت ہے۔ جس نے اس حقیر دنیا کو ترک کیا اور آخرت کا خیال رکھا اُس نے آخرت کی دائمی بادشاہت حاصل کی۔ یہ دنیا سات مصیبتوں میں انسان کو مبتلا کرتی ہے۔

(۱) گرسنگی، (۲) تشنگی، (۳) گرما (۴) سرما۔ (۵) درد (۶) خوف اور (۷) مرگ۔ شہزادے نے بلوھر سے سوال کیا کہ جن لوگوں کو بادشاہ نے ملک بدر کر دیا، ہزاروں کو آگ میں جلوا دیا۔ آخر اس کثیر تعداد اور رعایا کو کیا ہوا تھا جو اس ظلم پر آمادہ ہو گئی اور اُن کی کوئی مدد نہ کی۔

بلوھر نے کہا، اے شہزاد! جب کتے کسی مردار کو پا لیتے ہیں تو اُس کے کھانے میں ایک کتا، دوسرے کتے کا کس قدر دشمن ہو جاتا ہے اور اس مردار کی وجہ سے آپس میں لڑتے مرتے ہیں۔ ایک کتا چاہتا ہے کہ سب میرے ہی حصہ میں آجائے دوسرا تنہا خود لینا چاہتا ہے اتنے میں ایک شخص آجاتا ہے کتے سب آپس کے نزاع، لڑائی جھگڑے کو ترک کر کے اُس شخص کے پھاڑنے کاٹنے کو دوڑ پڑتے ہیں حالانکہ وہ اُن کے اس مردار کا طلبگار نہیں ہوتا۔ یہی حال اہلِ دنیا کا ہے یہ کتے بھی دنیا کے حاصل کرنے کے پیچھے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں لیکن جب کوئی عاقل دیندار اُن کو سمجھانے آجاتا ہے تو اس کی آزار رسانی پر متحد ہو جاتے ہیں۔

یوذاسف نے کہا، اے بلوھر! میں نے آپکے نصائح سُنے حقیقتِ دنیا سے آگاہی ہوئی میں فطرتاً دنیا سے متنفر ہوں۔ آپ کی نصیحت کا شکریہ

یہ تو فرمائیے کہ آخرت کے حصول کا کیا ذریعہ ہے۔؟

بلوھر نے کہا اب تک جو کچھ میں نے بیان کیا وہ بھی نیکیوں و خوبیوں کے دروازوں کی چابیاں ہیں اور ہر شر، بدی و بداعمالی سے نجات کا باعث ہیں۔ وہ آبِ حیات ہیں جس کو پی کر آدمی کبھی مرتا نہیں وہ دوا ہیں جس کے بعد مرض لاحق ہی نہیں ہوتا۔ خدا کی وہ محکم رسّی ہیں جن کو پکڑنے کے بعد گمراہ نہیں ہوتا۔

یوذاسف نے کہا، وہ علم و حکمت جو اس قدر اور اس درجہ مفید ہے لوگ اس سے فائدہ کیوں نہیں اُٹھاتے۔

بلوھر نے کہا، حکمت و علم کی مثال آفتاب کی سی ہے جو ہر انسان پر اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ اب جو چاہے اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے وہ کسی کو دور ہو یا نزدیک اپنی روشنی سے محروم نہیں رکھتا۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ آفتاب سے فائدہ حاصل نہ کرے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے۔

اسی طرح علم و حکمت بھی ہر ایک کو فائدہ پہونچاتا ہے مگر جو فائدہ حاصل کرنا ہی نہ چاہے تو اس میں علم و حکمت کا کیا قصور ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو آفتاب کی روشنی سے فائدہ اُٹھائیں، اُن کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو بینا ہیں وہ اپنی روشن آنکھوں سے پورا فائدہ حاصل کرتے ہیں، ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ بعض نابینا ہیں جو آفتاب کے روشن ہونے کے باوجود کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ بعض کی نظر کمزور ہے جو نہ بینا ہیں نہ کور۔

اسی طرح علم و حکمت بھی ایک روشن آفتاب ہے جن کے دل روشن ہیں وہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ جن کی چشمِ دل کور ہے وہ مستفید نہیں ہو سکتے جو ضعیف القلب ہیں اور چشمِ دل آفاتِ نفسانی اور خواہشاتِ بد کی وجہ سے

کمزور ہے وہ بقدرِ بینائی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

- یوذاسف نے کہا، کیا کوئی ایسا بھی ہے جو سخنِ حق کو قبول نہ کرے اور بعد میں کسی وقت راہِ راست پر آجائے۔
- بلوہر نے کہا، ہاں اکثر لوگ ہیں جن کی دل کی آنکھیں بعد میں روشن ہوئیں۔

یوذاسف نے کہا، کیا میرے باپ کو کسی حکیم نے اس قسم کی حکمت کی باتیں نہیں سُنائیں اور اگر نہیں سُنائیں تو کیوں؟

- بلوہر حکیم نے کہا، ہوسکتا ہے کہ اس کو اہل و قابل نہ سمجھ کر اُس کی طرف توجہ نہ کی ہو اور کسی دوسرے کی اہلیت اور حق پسندی دیکھ کر اُس کی طرف متوجہ ہوگئے ہوں۔

چنانچہ ایک بادشاہ تھا جس کا وزیر نہایت حق پرست اور حق شناس تھا مگر بادشاہ کی خوشی اور خوش دلی کے لیے وہ بھی بُت پرستی میں بادشاہ کا شریک تھا اور بادشاہ کی ناراضگی کے خوف سے کچھ نہ کہتا تھا۔ ایک روز بادشاہ شکار کو گیا۔ یہ وزیر باتدبیر بھی ہمراہ تھا راہ میں ایک خرابہ سے گذر ہوا جہاں سے کچھ روشنی سی نظر آئی۔ دونوں اس طرف گئے دیکھا کہ ایک بدرو بدشکل فرسودہ لباس پہنے فقیر ایک نجس جگہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ چاروں طرف فُضلہ کا انبار ہے۔ سامنے ایک مٹی کی صراحی ہے جس میں شراب بھری ہوئی ہے ایک باجا رکھا ہوا ہے۔ جس کو باربار بجاتا ہے۔ ایک عورت ہے کریہہ منظر، نہایت بدصورت جب وہ فقیر باجا بجاتا ہے تو وہ اُس کو شراب پلاتی ہے اور خوش ہو کر ناچتی ہے۔ وہ اُس کے ناچنے کی تعریف کرتا ہے یہ اُس کے باجا بجانے کی مدح سرائی میں مشغول ہے دونوں اس طرح خوش ہیں کہ اگر ساری دنیا کی بادشاہت مل جاتی تو اتنے خوش نہ ہوتے۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ شاید مجھے اور تجھے اپنی ساری عمر میں اتنی خوشی

کبھی حاصل نہ ہوئی ہوگی جس قدر یہ دونوں اپنی اس گندی حالت کے باوجود خوش ہو رہے ہیں۔ وزیر نے موقع پاکر بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! ایک جماعت نیکو کاروں کی جو آخرت کی بادشاہت کے مالک ہیں جب ہماری اور تمھاری حالت دیکھتے ہیں تو وہ ہمارے بارے میں یہی کہتے ہیں جو تو ان غار کے گندے خوش ہونے والوں کے بارے میں کہہ رہا ہے۔

- بادشاہ نے کہا وہ کون سی جماعت ہے؟
- وزیر نے کہا وہ لوگ وہ ہیں جو دینِ الٰہی کے عاشق ہیں۔ بادشاہی آخرت اور لذاتِ آخرت سے واقف ہیں۔
- بادشاہ نے کہا، ملکِ آخرت کون سا ملک ہے؟
- وزیر نے کہا وہ، وہ ملک ہے جس کی تونگری فقر سے ناآشنا ہے جس کی خوشی غم سے ناواقف ہے وہ صحت ہے جس کو بیماری لاحق نہیں ہوتی، وہ زندگی ہے جس کے بعد موت نہیں، وہ بادشاہی ہے جس کو زوال نہیں۔ خدا نے دارِ آخرت کے رہنے والوں سے درد، پیری، جفا، بیماری، گرسنگی و تشنگی اور موت کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ہے۔
- یوذاسف نے کہا، اے حکیم! ملکِ آخرت اور بادشاہ قادرِ مطلق کی معرفت آمیز باتیں میں نے سُنیں۔ یہ بتلایئے کہ آپ کی عمر کیا ہے؟
- بلوہر نے کہا بارہ سال۔
- شہزادہ سُن کر حیران رہ گیا اور کہا، میرے خیال میں تو آپ کی عمر ساٹھ سال معلوم ہوتی ہے۔
- بلوہر نے کہا، سچ کہا، میری ولادت کو ساٹھ ہی سال کا عرصہ ہوا، لیکن میری اصل زندگی وہی زندگی ہے جس میں زندگانی آخرت کی معرفت ہوئی باقی

دنیاوی فانی زندگی کو میں عمر میں محسوب ہی نہیں کرتا۔

• یوذاسف نے کہا، اے حکیم! اگر کل آپ کو موت آجائے تو آپ خوش ہوں گے۔؟

• بلوہر نے کہا، کل نہیں اگر آج اور ابھی آجائے تو میرے لیے ہمیشہ کی مسرت کا مقام حاصل ہوگا۔

• شہزادے نے کہا، اے حکیم! اگر موت ایسی ہی اچھی چیز ہے تو کیا خود کشی کرنا بہتر ہوگا؟ آپ مجھے کسی مثال سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالکر سمجھائیے۔

• بلوہر نے کہا، ایک شخص ایک باغ رکھتا تھا۔ جس کی نگہداشت میں رات دن مصروف تھا ایک روز اس نے ایک چڑیا کو دیکھا جو شاخ پر بیٹھی ہوئی میوہ کھا رہی تھی، غضبناک ہوا فوراً جال لگا کر چڑیا کو پکڑ لیا۔ جب اس کو ذبح کرنا چاہا تو بہ امرِ پروردگار چڑیا گویا ہوئی کہ اگر تو نے میری غذا بنائی (مجھے کھالیا) تو کیا حاصل۔ ایک لقمہ بھی حاصل نہ ہوگا، اگر تو مجھے چھوڑ دے تو میں تجھے ایسی نصیحت کروں جو زر و مال سے کہیں زیادہ قیمتی ہوگی۔

• اُس نے کہا، بتلا وہ کیا چیز ہے؟

• اُس نے کہا، پہلے مجھ سے وعدۂ رہائی کر، تو میں تجھے تین باتیں ایسی بتلاؤں گی جو انتہائی بیش بہا ہیں۔

• مالکِ باغ نے چڑیا سے وعدہ کر لیا۔

• چڑیا نے کہا، سُن اور خوب یاد رکھ۔ (۱) فوت شدہ چیز کا غم نہ کر۔ (۲) امرِ محال کا یقین نہ کرنا (۳) ناممکن چیز کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کر۔

• اس مرد نے یہ باتیں چڑیا سے سُنیں اور اس کو رہا کر دیا۔

• چڑیا شاخ پر جا بیٹھی اور کہنے لگی تو نے مجھے رہا کر کے ایسا بڑا نقصان

اُٹھایا جس کا تدارک اب محال ہے۔

• اُس شخص نے پریشان ہو کر پوچھا، وہ کیا نقصان ہوا؟

• چڑیا نے کہا، اگر مجھے تو ذبح کرتا تو میرے پوٹے میں ایک بیش قیمت موتی قاز کے انڈے سے بھی بڑا تھا جس کی وجہ سے تو ساری عمر کے لیے بے نیاز ہو جاتا۔

• اُس مرد نے سُنا اور دل میں نہایت متاسف ہوا۔ سوچا، اب کیا ہو؟ اُس نے چڑیا سے کہا، اِن باتوں کو چھوڑ اب تو میرے پاس آجا تاکہ میں تجھے گھر لے چلوں اور بڑے آرام سے اپنے پاس رکھوں۔

چڑیا نے کہا، میں سمجھتی ہوں کہ اگر میں تیرے پاس چلی گئی تو میرا کیا حشر ہوگا۔ اے احمق! ابھی میں نے تجھ سے کہا۔ گذری ہوئی بات کا افسوس نہ کر۔ اور ناممکن بات کا یقین نہ کر، اور جو چیز حاصل نہیں کر سکتا اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کر۔ اب تو گذرے ہوئے امر پر افسوس کر رہا ہے اور ایک محال بات کا یقین کر رہا ہے کہ میرے پوٹے میں قاز کے انڈے کی برابر موتی ہے حالانکہ میں خود قاز کے انڈے کی برابر نہیں ہوں۔

• بلوہر نے کہا، اے شہزادے! ان دنیا دار بُت پرستوں نے یہ پتھر کے بُت اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اور کہتے ہیں، انھوں نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ یہ بتوں کی خود حفاظت کرتے ہیں اور کہتے ہیں بُت ہمارے محافظ ہیں۔ غرض ہر اُس چیز کی تصدیق کرتے ہیں جو ایک امرِ محال ہے یہ بھی اُس صاحبِ باغ کی طرح احمق اور بے وقوف ہیں۔

یوذاسف نے کہا، اے حکیم یہ بتلا کہ سب سے زیادہ ظالم کون ہے؟ اور سب سے زیادہ عادل کون ہے۔؟

- بلوہر نے کہا، سب سے زیادہ ظالم وہ ہے جو اپنے ظلم کو عدل سمجھتا ہے اور سب سے زیادہ عادل وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے۔
- یوذاسف نے کہا بتلا اے حکیم حسنات اور سیئات کس کو کہتے ہیں؟
- بلوہر نے کہا، صدق و راستیٔ نیت کا نام حسنات ہے اور بدنیتی کا نام سیئات ہے۔
- یوذاسف۔ صدقِ نیت کس کو کہتے ہیں؟
- بلوہر۔ ارادوں میں اعتدال و میانہ روی سے کام لے۔
- یوذاسف۔ کونسی خصلت پسندیدہ تر ہے؟
- بلوہر۔ تواضع، فروتنی، مومنوں کے ساتھ نرم گفتاری۔
- یوذاسف۔ کونسی خصلت سب سے افضل ہے۔؟
- بلوہر۔ محبتِ صالحان۔
- یوذاسف۔ اے حکیم! یہ بھی بتلا کہ کیا ایسا بادشاہ جو اپنی طفلی سے پیری تک بت پرست رہا ہو، اعمالِ قبیحہ، بدکرداری، بداعمالی کا مرتکب ہو بے دینوں کا دوست اور دینداروں کا دشمن رہا ہو، کبھی کوئی کار نیک زندگی میں نہ کیا ہو، کیا آخرِ عمر میں یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ وہ نیک کردار بن جائے اور آخرت کا طلب گار ہو کر خدا کے فرمانبردار بندوں میں شمار ہونے لگے
- بلوہر نے کہا، میں خوب سمجھ گیا ہوں کہ اس سوال سے تیرا مطلب کیا ہے اس سے مراد تیری اپنے باپ سے ہے جس کی محبت فطرتاً یہ چاہتی ہے کہ وہ بھی عذابِ آخرت سے نجات پا جائے تو سُن وہ بیشک گناہ گار قابلِ عذابِ آخرت ہے مگر اُس رحیم و کریم نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں سچے دل سے توبہ و استغفار کرنے والوں کو ضرور بخش دوں گا۔ لہٰذا ممکن ہے کہ توفیقِ الٰہی کسی وقت اُس کے شاملِ حال ہو

اور وہ اپنے گذشتہ اعمال پر منفعل ہو اور خدا اس کو معاف فرما دے۔

سُن ایک واقعہ میں سُناتا ہوں۔ ایک بادشاہ تھا جس کا اپنی رعایا کے ساتھ بڑا نیک سلوک تھا۔ رعایا انتہائی اس کی ہمدرد اور فرمانبردار تھی۔ اس کا انتقال ہوا۔ اس کے کوئی فرزندِ نرینہ نہ تھا مگر ایک بار اُس کی بیوی حاملہ تھی وزراء اور امراء نے ملک کے تمام منجموں کو بلوایا سب نے متفقہ کہا کہ حاملہ کے بطن سے لڑکا متولد ہو گا۔ چنانچہ لڑکا ہی متولد ہوا۔ ملک میں شادی اور خوشی کی دھوم تھی ایک سال تک لوگ دیوانوں کی طرح گانے بجانے راگ رنگ میں مست و بے خود تھے۔ علماء دیندار اور عبادت گذار پرہیز گاروں نے یہ شیطانی منظر دیکھا اور ان جاہلوں کو سمجھایا کہ جس نے یہ نعمت عطا کی ہے اس کا شکریہ تو ادا نہیں کرتے شیطان کا شکریہ ادا کر رہے ہو۔ آخر لوگوں کی سمجھ میں آیا اور اُنھوں نے وہ شیطانی لہو و لعب ترک کر کے ایک سال عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ منجموں نے پیشگوئی کی، یہ لڑکا شروع میں بدکردار و بداعمال رہے گا اور بعد میں نیک کردار بن جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب اس بادشاہ بننے والے لڑکے کی عمر تیس سال ہوئی تو اس نے ایک آراستہ پیراستہ عالی شان محل میں اپنے وزراء، امراء اور اراکینِ سلطنت کو جمع کیا۔ سامنے شاہی لشکر تا حدِ نظر پھیلا ہوا شہنشاہی عظمت کا ثبوت دے رہا تھا۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اپنی پُرمسرّت صورت کے دیکھنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ آئینہ طلب کیا۔ اس میں داڑھی کے سیاہ بالوں میں ایک سفید بال نظر آیا۔ بادشاہ اس سفید بال کو دیکھ کر رو دیا اور سوچا اب جوانی ختم ہوئی۔ سلطنت اور شادمانی کا زمانہ ختم ہوا، یہ سفید بال موت کا رسول اور مخبرِ صادق ہے روتا ہوا تخت سے اُتر آیا۔ وزراء و امراء سے کہا میں تمھارا کیسا بادشاہ تھا۔؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہم سب کی زبانیں آپ کے شکریے سے عاجز ہیں
ہم آپ کے فرمانبردار اور تابعدار ہیں۔ حکم دیجیے کہ آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں
بادشاہ نے کہا کہ ایک دشمن جس سے میں بہت ہی خائف ہوں دربار میں
داخل ہو گیا ہے اور تم لوگ بے خبر ہو۔ میری کوئی مدد نہیں کرتا۔

سب نے کہا، اے بادشاہ! وہ کون سا دشمن ہے؟

بادشاہ نے کہا، افسوس ہے میں اب تک یہ سمجھتا رہا کہ تم سب میرے
دوست اور ہمدرد ہو۔ ہمیشہ تمھارے لیے مال و دولت کو صرف کیا، صرف
اس لیے کہ تم بھی مشکل میں میرے کام آؤ گے لیکن دشمن گھر میں گھس آیا اور تم دیکھا
کیے۔ انھوں نے کہا وہ کون سا دشمن ہے فرمائیے تاکہ ہم اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیں

بادشاہ نے کہا، وہ موت کا رسول ہے جو مجھ سے کہہ رہا ہے۔ اب
سلطنت و بادشاہت آرام و راحت کا زمانہ ختم ہو گیا سفر کی تیاری کر۔

امراء و وزراء نے کہا اے بادشاہ! موت کا کوئی علاج نہیں، ہر شخص
مجبور ہے۔ بادشاہ نے کہا، میں اب تک دھوکے میں رہا، شیطان نے مجھے فریب میں
رکھا، تم پر بھروسہ کرتا رہا، اب میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ تم دنیا داروں کی محبت اور
دوستی ترک کر کے اس سے دوستی اور محبت کروں جو بعدِ مرگ بھی میرے کام آئے
اور وہ یہ ہے کہ جس سے تم محبت کرتے ہو تمھیں اختیار ہے محبت کرتے رہو میری
دوستی آج سے اُس سے ہو گی جو میری آخرت کے کام آئے اس خالی تخت و تاج
سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ رعایا یہ سن کر رو دی، چلائی، فریاد کی اور کہا خدائے
کریم کے واسطے اے بادشاہ ہمیں تنہا نہ چھوڑ، ہم بھی آج سے وعدہ کرتے ہیں کہ
تیری طرح اس دنیائے فانی سے دل نہ لگائیں گے۔

چنانچہ بادشاہ نے ان خدا پرستوں کے کہنے سے بتیس ۳۲ سال اور بادشاہت کی

یوزاسف نے کہا: اے حکیم! یہ حکایت سن کر میرے دل میں کمال خوشی ہوئی
ایسی ہی کوئی اور تمثیل بیان کر، تاکہ میری محبت معرفت کی طرف اور زیادہ ہو۔

بلوہر نے کہا: کہتے ہیں کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا۔ عیش و عشرت
کا مشتاق، فسق و فجور میں مشغول۔ اُس کی بداعمالی سے رعیت تنگ تھی سلطنت
میں خرابی ہونے کے باعث دشمنوں کا زور بڑا چلتا تھا۔ رعیت اُن کی لوٹ مار سے
تباہ حال تھی۔ اُس بادشاہ کا ایک بیٹا بڑا نیک اور پرہیزگار تھا۔ اپنے ملک کے لوگوں
کو دینداری اور عبادت کی ہدایت کیا کرتا تھا، خوفِ خدا سے ڈراتا اور ہمیشہ آخرت
کے عذاب بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کی عبادت سے دنیا و دین میں بھلائی ہے
جب اُس کا باپ مر گیا تو یہ تخت پر بیٹھا۔ اس کی برکت سے سب دشمن مغلوب ہو گئے
رعیت میں ہر طرح کا امن و امان ہو گیا، ملک آباد، لوگ خوش و خرم زندگی بسر کرنے
لگے۔ بالآخر اس آرام و راحت نے بادشاہ پر بھی اثر مرتب کیا اور وہ اللہ کی طرف
سے غافل ہو کر لذّاتِ دنیا میں پڑ گیا۔ عبادت ترک کر دی۔ نوبت بایں جا رسید کہ اگر
کوئی عبادت کا نام لیتا تو اُس کو قتل کرا دیا جاتا۔ مدت تک یہی حال رہا، خرابی و
فساد بڑھتا چلا گیا۔ اللہ کا نام تک زبان پر نہ آتا تھا۔ خود بادشاہ کو تمام لوگ
اپنا معبود سمجھنے لگے۔ اُس بادشاہ نے اپنے باپ کی زندگی میں یہ عہد کیا تھا کہ جب میں بادشاہ
بنوں گا، تو خدا کی ایسی عبادت و اطاعت کروں گا کہ کسی نے نہ کی ہوگی۔ اب غرور اور
تکبر نے وہ خیال بھلا دیا تھا۔ حکومت کی مستی نے ایسا غافل کر دیا کہ حق کی طرف
سے اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اس کے مصاحبوں میں ایک دیندار مرد تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کو بہت رنج
ہوتا تھا، کہ بادشاہ کو وہ عہد جو بادشاہ ہونے سے پہلے کیا تھا، یاد دلائے لیکن
موقع نہ پاتا تھا۔ رعب و دبدبے سے ڈر کر زبان پر حرفِ ہدایت نہ لاتا تھا دربار

میں اس کا ہم خیال اور کوئی نہ تھا، مگر اس کے سوا ایک اور شخص اس شہر میں دیندار
تھا، جو خوف کے باعث ظاہر نہ کرتا تھا، اور شہر سے دور ایک گوشے میں پوشیدہ
رہتا تھا، کوئی اس کے نام و نشان سے واقف نہ تھا۔ ایک روز مصاحب دیندار نے
دلیری کر کے بادشاہ کو نصیحت کرنے کی یہ ترکیب استعمال کی کہ کسی مُردے کی پرانی کھوپڑی
رومال میں لپیٹ کر لے آیا اور بادشاہ کے پاس بیٹھ کر اُس کو کھولا اور اُس کے سامنے
رکھ کر ٹھوکریں مارنے لگا۔ وہ کھوپڑی ٹوٹ کر تمام فرش پر بکھر گئی۔ بادشاہ کو اُس کی
یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی، غصّے میں بھر گیا۔

تمام اہلِ مجلس حیران ہو کر دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ کی غضبناک حالت دیکھ کر
جلاد برہنہ تلواریں لیکر آموجود ہوئے، تاکہ بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی مصاحب کا
کام تمام کردیں۔ مگر اُس زمانے کے بادشاہوں کا دستور تھا کہ سزا دینے میں جلدی نہ
کرتے تھے۔ باوجود کفر و جہالت کے، علم سے کام لیتے تھے، تاکہ رعایا کو ناگوار نہ گذرے
اور لوگ برگشتہ ہو کر فتنہ و فساد برپا نہ کریں۔ اس دستور کے موافق یہ بادشاہ بھی
خاموش رہا اور قتل کا اشارہ نہ کیا۔

دوسرے اور تیسرے روز بھی مصاحب نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ کچھ نہ بولا۔
چوتھے روز رومال میں ایک طرف کھوپڑی اور دوسری طرف مٹّی باندھ لی، اور
ایک ترازو لیکر دربار میں حاضر ہوا۔ بیٹھ کر رومال کھولا، کھوپڑی کو سامنے رکھ لیا۔
ترازو کے ایک طرف ایک سکّہ رکھا، دوسری طرف خاک۔ جب دونوں پلّے برابر
ہوگئے تو ترازو کو رکھ دیا اور خاک مٹھی میں لیکر کبھی کھوپڑی کے مُنہ میں اور کبھی آنکھوں
میں ڈالتا۔

اُس کی یہ عجیب حرکت دیکھ کر بادشاہ سے ضبط نہ ہو سکا تو کہا: اے شخص! میرے
سامنے ایسے فضول کام کرنے کا سبب کیا ہے؟ کیا تو اس پر دلیر ہو گیا ہے کہ میں
تیری عزّت و خاطر زیادہ کرتا ہوں اور تیری غلطیوں پر چشم پوشی کرتا ہوں؟ بیان

کر، اِس سے تیرا کیا مطلب ہے؟

یہ سُن کر مصاحب اُٹھا اور بادشاہ کے قدموں پر گر کر بوسہ دیا اور عرض
کیا: بادشاہ سلامت! مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے، اگر آپ متوجّہ ہو کر غور
سے میری بات سُنیں، تو حکمت و دانائی کے بارے میں کچھ عرض کروں۔ آپ جانتے
ہیں کہ دانائی کی بات تیر کی طرح ہے جو نرم زمین میں دھنس جاتا ہے اور پتّھر پر کچھ
اثر نہیں کرتا۔ اور نصیحت مثلِ آبِ باراں ہے۔ عمدہ اور نرم زمین پر پڑے تو گل و
ریحان اُگتے ہیں، اور شور زمین پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ انسان کے اندر بہت سی
خواہشات ہیں، اس لیے عقل و نفس میں جنگ رہتی ہے۔ اگر خواہش غالب رہے
تو نصیحت کچھ نہیں کرتی۔ اور اگر عقل غالب آجائے تو انسان نصیحت و حکمت کی
باتوں کو سُن کر حق پر آجاتا ہے۔ اب اپنا مطلب عرض کرتا ہوں۔

لڑکپن سے مجھے علم و ہنر کا شوق تھا، سب کام چھوڑ کر تحصیلِ علم میں مشغول
رہتا تھا۔ جب علوم حاصل کر چکا، تو ان کا تجربہ کرنا شروع کیا۔ ایک روز گھومتا
پھرتا بادشاہوں کے قبرستان میں جا پہنچا، یہ خاک آلودہ کھوپڑی ایک قبر سے
باہر پڑی دیکھی۔ چونکہ میرے دل میں بادشاہوں کی وقعت و محبّت ہے، اس لیے
میں نے اُسے اُٹھا لیا۔ گھر لاکر گرد و غبار سے صاف کیا۔ ریشمی رومال میں لپیٹ کر
رکھ دیا اور ہر روز گلاب سے دھوتا اور اچھے اچھے کپڑوں میں لپیٹ کر نرم اور عمدہ
فرش پر رکھ دیتا، اس خیال سے کہ اگر یہ بادشاہ کا سر (کھوپڑی) ہے تو اس خدمت
سے تر و تازہ ہو جائے گا، اور اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔ کیونکہ بادشاہ لوگ
ناز و نعمت سے خوش رہتے ہیں۔ کئی روز تک ایسا ہی کرتا رہا، مگر اس میں کوئی تبدیلی
واقع نہ ہوئی۔ پھر خیال کیا کہ کسی فقیر و کنگال شخص کی کھوپڑی ہے تو میں نے اسے
اپنے سے کمتر درجے کے ایک آدمی کو دے دیا اور کہا کہ اس کھوپڑی کو نہایت خراب
حالت میں بُری طرح رکھنا، شاید یہ اپنی اصلی حالت پر آجائے

بالآخر اس سے بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر میں نے سمجھ لیا کہ عزّت و دولت اور بے عزّتی
اس کے نزدیک یکساں ہیں۔ اس کی بابت بہت سوچا، کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا، پھر داناؤں
کے پاس جاکر بیان کیا۔ اُن کے جواب سے بھی کچھ تشفّی نہ ہوئی۔ سوچا کہ بادشاہ کا علم
کمال سب سے زیادہ ہے اس بھید کو سوائے اُس کے کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

آپ کے علم وحلم پر بھروسہ کر کے اس مشکل مسئلے کے حل کے لیے یہ ترکیب کی ہے
رعب وداب شاہی سوال کرنے میں مانع تھا۔ اچھا ہوا کہ آپ نے خود ہی سوال کیا۔
میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کھوپڑی کسی بادشاہ کی ہے یا فقیر کی۔ میں نے تو یونہی
آزما دیکھا کہ بادشاہوں کی نگاہ کبھی دنیا سے سیر نہیں ہوتی، تمام روئے زمین پر بھی
قابض ہوجائیں، تو یہ بھی فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح آسمان کا قبضہ بھی مل جائے۔

اب میں نے ایک سکّے کے برابر خاک تول کر آنکھوں میں ڈالی، آنکھیں بھر گئیں، اسی
طرح ایک مٹھی خاک سے منہ بھر دیا۔ حالانکہ بادشاہوں کا منہ کبھی بھرتے نہیں دیکھا

اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ کسی غریب کے سر کا ڈھانچہ ہے میں بادشاہوں کے
قبرستان سے اسے اُٹھا کر لایا ہوں، غریب آدمی وہاں کب پہنچ سکتا ہے۔ اس سر
سے اگر معلوم نہیں ہوسکتا، تو غریبوں کے قبرستان سے ایک اور کھوپڑی اُٹھا کر لاتا
ہوں اور ایک بادشاہوں کے قبرستان سے۔ ان دونوں میں فرق معلوم کرنا چاہتا
ہوں۔ اگر آپ اس کھوپڑی کو بادشاہ کا سر مانتے ہیں تو ضروری ہے کہ زندہ ہوگا تو
آپ جیسی شان وشوکت رکھتا ہوگا جس کا انجام سامنے ہے۔

بادشاہ سلامت! مجھے یہ گوارا نہیں کہ آپ کی یہ حالت ہو۔ خاک میں مل کر دوست
ودشمن کے پیروں میں سر روندا جائے، جسم نازنین قبر کے کیڑوں کی خوراک ہو۔ اتنے
بڑے وسیع وعریض محل سے اُٹھا کر دو گز کے تنگ وتاریک گڑھے میں بیکس وتنہا
ڈال دیا جائے، جن کو عہدے اور عزّت دے کر متقرب کیا ہے، دوسرا آکر ان کو ذلیل

کردے۔ ان آراستہ محلوں میں دشمن آکر خوشیاں منائیں، کوئی عزیز وقریب
دشمنوں سے تکلیف اُٹھا کر آپ کو پکارے اور فریاد کرے تو آپ اُس کی فریاد کو سُن کر
جواب نہ دے سکو گے۔

بادشاہ یہ باتیں سُن کر کانپ اُٹھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ دیر
تک روتا رہا۔ مصاحب نے جب دیکھا کہ اُس کی بات کا بادشاہ کے دل پر اثر ہوا تو
اسی قسم کی اور باتیں کہنی شروع کیں۔ بالآخر وہ بادشاہ راہِ راست پر آگیا۔ پھر اُس
نے عیش وعشرت کو ترک کر دیا اور عبادت وپرہیزگاری کی طرف راغب ہوگیا۔
اور تمام ملک میں از سرِ نو نیکی کا بول بالا ہوگیا، علماء اور فضلا جمع ہونے لگے اور
دینداری کو خوب رونق ملی۔

یوذاسف نے کہا: اے حکیم! تیری باتوں سے دل سیر نہیں ہوتا۔ کوئی اور
ایسی ہی حکایت بیان کر۔

بلوہر نے کہا: بیان کرتا ہوں، سنو!

اگلے زمانے میں کسی بادشاہ کے پاس دنیا کا مال ودولت، ملک ولشکر
بےحساب تھا۔ مگر اولاد نہ تھی۔ ہر طرح کی تدابیر وکوششیں کی گئیں لیکن کچھ حاصل نہ
ہوا۔ مایوس ہوکر کوششیں چھوڑ دیں۔ آخری وقت بڑھاپے میں اللہ نے ایک بیٹا دیا
دھوم دھام سے جشن ہوا۔ سب نے خوشیاں منائیں، لڑکا بڑے ناز ونعمت میں
پرورش پانے لگا۔ بڑا ہوا، بولنا اور چلنا سیکھا۔ ایک دن کھیلتے ہوئے کچھ خیال
آیا، قدم اُٹھایا اور کہا: معاد (واپسی) ضروری ہے اور تم ظلم کرتے ہو، دوسرا
قدم اُٹھایا اور کہا: تمھیں بوڑھا ہونا ہے، پھر قدم اُٹھایا اور کہا: اس کے بعد تم
مرجاؤ گے۔ یہ کہہ کر کھیل میں لگ گیا۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔
نجومیوں کو بلا کر یہ ماجرا بیان کیا اور حکم دیا کہ اس کی کیفیت معلوم کرو۔ نجومیوں نے

اپنے قاعدے کے مطابق اس کے طالع کا حال معلوم کرنے کی کوششیں کیں، مگر اس امر کا کچھ پتہ نہ لگا۔ ایک نجومی نے اندازے اور اٹکل سے کہا: یہ لڑکا بڑا دیندار اور خداترس ہوگا۔

بادشاہ یہ سُن کر غم و غصے میں ہوا اور اس کو علیحدہ رکھنے کا حکم دیا۔ اپنے معتبر ملازم اس کی حفاظت کے لیے مقرّر کیے۔ جب لڑکا جوان ہوا تو ایک دن نگہبانوں سے پوشیدہ طور پر محل سے نکل گیا۔ بازار میں جا رہا تھا کہ جنازہ نظر آیا۔ پوچھا: یہ کیا ہے؟ کسی نے کہا: یہ مُردہ ہے۔

پھر پوچھا: اس کے مرنے کا کیا سبب ہے؟

کسی نے کہا: یہ شخص بوڑھا ہوگیا تھا۔ عمر ختم ہوگئی، اس لیے مرگیا۔

اُس نے پوچھا: کیا اس سے پہلے جوان اور تندرست تھا، ہماری طرح کھاتا پیتا چلتا پھرتا تھا؟

جواب ملا: ہاں، یہ شخص جوانی میں بڑا پہلوان تھا۔

شہزادہ آگے بڑھا تو ایک بوڑھے پر نظر پڑی۔ تعجّب سے دیکھنے لگا۔

پھر پوچھا: یہ کیسا آدمی ہے اتنا کمزور کیوں ہے؟

جوابِ ملا: اس کی عمر زیادہ ہوگئی ہے، اعضاء کمزور ہوگئے جسم کی تمام طاقتیں بھی کمزور و ناتوان ہو چکی ہیں۔

اُس نے دریافت کیا: اس سے پہلے یہ شخص مجھ جیسا بچّہ تھا؟

کہا: ہاں، یہ بچّہ تھا، پھر جوان ہوا، پھر بوڑھا ہوگیا۔

شہزادہ اور آگے بڑھا تو ایک بیمار کو دیکھا۔

پوچھنے لگا: یہ شخص پہلے کیسا تھا؟

کہا: یہ پہلے صحّت مند و تندرست اور توانا تھا اب بیماری کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے۔

یہ سُن کر دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر کہا: واللہ، جو کچھ تم نے بتلایا ہے اگر وہ سچ ہے تو تمام لوگ جو خوش و خرّم پھرتے ہیں، بے عقل اور دیوانے ہیں۔

یہ کہہ کر آگے نہ گیا اور اپنے محل میں واپس آیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ اور چھت کی طرف دیکھا، کچھ سوچا پھر کسی ملازم کو بُلا کر سوال کیا: اِس چھت کی کڑیاں ایسی ہی پیدا ہوئی تھیں، یا پہلے کچھ اور حالت تھی؟

ملازم نے کہا: پہلے ان کے پودے زمین سے سرسبز اُگے، پرورش پاکر تناور درخت بنے، درختوں کو کاٹ کر یہ کڑیاں بنائی گئی ہیں۔

شہزادہ یہ باتیں کر رہا تھا کہ بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا، کہ شہزادے کا کیا حال ہے اور کس طرح گفتگو کرتا ہے۔

وزیر سے بھی شہزادے نے اسی قسم کی باتیں کیں۔ وزیر یہ حال دیکھ کر بادشاہ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ شہزادہ تو سودائیوں اور دیوانوں کی سی باتیں کرتا ہے۔ بادشاہ نے نجومیوں کو طلب کیا اور یہ کیفیت بیان کی۔ سب خاموش رہے مگر پہلے نجومی نے کہا: سرکار! شہزادہ اہلِ دین کا پیشوا ہوگا۔

بادشاہ یہ سن کر رنجیدہ ہوا۔

نجومیوں نے کہا: بادشاہ سلامت! اگر شہزادے کی شادی کردی جائے تو یقین ہے کہ اس کے خیالات بدل جائیں گے۔

بادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا، اور حکم دیا کہ شہزادے کا رشتہ تلاش کرنے کے لیے گرد و نواح کے ملکوں میں دانا و بینا لوگ بھیجے جائیں اور ایسی لڑکی تلاش کریں کہ حُسن و جمال میں اپنا نظیر نہ رکھتی ہو۔

چنانچہ ایک انتہائی خوبصورت شہزادی کا انتخاب کیا گیا، رشتہ طے ہوگیا اور شادی کی تیّاریاں ہونے لگیں، شہر آراستہ کیا گیا، نشاط و طرب کے سامان جمع ہوئے اور

دُور و دراز کے لوگ جمع ہوتے، شادیانے بجنے لگے تو شہزادے کو حیرت ہوئی کہ یہ چہل پہل کیسی ہے۔ کسی ملازم سے دریافت کیا کہ یہ سب کچھ کس لیے ہو رہا ہے؟

ملازم نے بتایا کہ یہ آپ کی شادی کا سامان ہے خوشی کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں آپ کو خوش ہونا چاہیے۔

شہزادہ یہ سُن کر خاموش ہو گیا، کچھ جواب نہ دیا۔

آخر کار ایک مبارک دن مقرر ہوا اور دونوں طرف سے بھرپور تیاریاں عمل میں آئیں۔ ایک روز بادشاہ نے ہونے والی دلہن کو طلب کیا اور کہا: میں اپنے لڑکے سے تیری شادی کرنا چاہتا ہوں اس کے سوا میرا کوئی بیٹا نہیں، جان سے زیادہ اسے عزیز رکھتا ہوں۔ جب تو اس کے پاس جائے تو ایسی محبت اور شیریں زبانی سے پیش آنا کہ اس کا دل تیری طرف مائل ہو جائے۔

جب شادی ہو گئی تو دلہن کو بادشاہ کے حکم کا بڑا خیال تھا۔ خلوت کی شب آئی اور شہزادے کے پاس گئی۔ محبت اور پیار کی رس بھری باتیں کیں، بہت سے ناز و انداز دکھلا کر شہزادے کو اپنی محبت میں گرفتار کرنا چاہا۔ جب کھانے کا وقت آیا دسترخوان پر کھانے چُنے گئے۔ دونوں نے کھانا کھایا۔ دلہن کو شراب پینے کی عادت تھی وہ شراب پی کر مدہوش ہوئی اور سو گئی۔ شہزادے نے موقع غنیمت جانا دُلہن کو خوابِ غفلت میں چھوڑ کر وہاں سے نکل گیا۔ شہر کی سیر کرنی شروع کی کسی کوچے میں اپنے ہم عمر نوجوان کو دیکھا، اس سے دوستی کر لی۔ اپنا قیمتی لباس اس کو پہنا دیا خود اس کے کپڑے پہن لیے۔ دونوں مشورہ کر کے شہر سے نکل کھڑے ہوتے چلتے چلتے صبح کو کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

ادھر دُلہن کا نشہ اُترا، آنکھ کھلی تو شہزادے کو نہ پایا گھبرا کر اِدھر اُدھر تلاش کیا۔ جب کہیں پتہ نہ چلا تو مایوس ہو کر بیٹھ گئی۔ جب صبح ہوئی نوکر چاکر ہر طرف تلاش

کرنے کے لیے بھاگے۔ تمام شہروں میں خبر ہوئی، ہر شخص حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ جب شام ہوئی تو شہزادہ اپنے رفیق کے ہمراہ آگے کو چلا۔ اسی طرح کئی روز تک دن میں چھپ رہتے اور رات کو چلتے۔ آخر کسی دوسرے بادشاہ کے ملک میں جا پہنچے۔ اس بادشاہ کی ایک جوان لڑکی تھی کہ حُسن و جمال میں اپنا مثل نہ رکھتی تھی۔ کمالِ محبت کے سبب بادشاہ کا یہ ارادہ تھا کہ ایسے شخص سے اس کی شادی کرے جس کو یہ خود پسند کرے۔ اس لیے اُس کے لیے الگ ایک محل بنوا دیا، اور اس میں عام گذرگاہ کی سمت کھڑکی رکھوا دی، تاکہ آنے جانے والوں کو دیکھ سکے۔ جس کو پسند کرے گی اسی سے شادی کی جائے گی۔

چنانچہ شہزادی دریچے میں بیٹھی دیکھ رہی تھی کہ شہزادہ اپنے رفیق کے ساتھ وہاں سے گذرا۔ شہزادی اس کی شاہانہ صورت فقیرانہ لباس میں دیکھ کر فریفتہ ہو گئی بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ اس لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے سوا کسی اور سے شادی نہ کروں گی۔

بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا، اور بھیس بدل کر لڑکے کے پاس گیا۔ دیکھا کہ اس کی شکل سے نجابت و شرافت برستی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: تم کون ہو، کہاں سے آرہے ہو؟

شہزادے نے کہا: غریب مسافر ہوں، آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟

بادشاہ نے کہا: تمھارا رنگ ڈھنگ اس شہر کے باشندوں جیسا نہیں ہے غریب و بیکس معلوم ہوتے ہو۔ اپنا ٹھیک حال بیان کرو۔

شہزادے نے کہا: میں محتاج و غریب نہیں ہوں۔ آپ کو میرا حال دریافت کرنے سے کیا سروکار۔

بادشاہ نے ہر چند پوچھنے کی کوشش کی، لیکن اُس نے کچھ نہ بتایا۔ مایوس ہو کر

اپنے محل میں واپس آگیا اور چند آدمی مقرر کیے کہ پوشیدہ طور پر اس کا حال دریافت کریں، کہ یہ کون ہے، کہاں کا باشندہ ہے، کہاں جانا چاہتا ہے۔؟

جب کسی کو اس نے اپنا بھید نہ بتایا، تو بادشاہ نے ملازموں کو حکم دیا اس نوجوان کو دربار میں حاضر کیا جائے۔

ملازمین اس کے پاس گئے اور کہا کہ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔

اُس نے کہا: بادشاہ کا مجھ سے کیا کام ہے، نہ میں بادشاہ کو جانتا نہ میرا کوئی کام اس کے بغیر اٹکا ہوا ہے۔

جب وہ کسی طرح بادشاہ کے پاس جانے پر رضامند نہ ہوا تو ملازمین نے اس کو جبراً دربار میں لا حاضر کیا۔ بادشاہ اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بڑی محبّت و شفقت سے پیش آیا۔ کرسی پر بٹھایا۔ بادشاہ کی بیوی اور بیٹی بھی پردے کے پیچھے دیکھ رہی تھیں۔

بادشاہ نے کہا: اے نوجوان! میں نے تم کو ایک نیک کام کے لیے بُلایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری دامادی قبول کر لو۔ مال و دولت کی کمی نہیں، تمام عمر عیش و عشرت سے زندگی بسر ہوگی۔ عزّت و بزرگی مثل بادشاہوں کے ہوگی۔

شہزادے نے جواب دیا: بادشاہ سلامت! مجھے تو ان چیزوں کی کچھ خواہش نہیں، اگر اجازت ہو تو اس امر کے متعلق ایک مثال بیان کروں۔؟

بادشاہ نے اجازت دی۔

شہزادے نے کہا: کسی بادشاہ کا بیٹا تھا، چند ہم عمر اس کے دوستوں نے اُس کی ضیافت کا انتظام کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد شراب کا دور چلا۔ سب شراب پی کر مست ہوگئے۔ رات کا وقت تھا سو گئے۔ شہزادے نے اُٹھ کر گھر کی راہ لی۔ نشے کے عالم میں راستہ بھول کر شہر کے قبرستان میں جا پہنچا۔ ایک تازہ

قبر ٹوٹی ہوئی دیکھی، گھر سمجھ کر اندر داخل ہوگیا، مُردے کی بدبو آئی، بیہوشی میں سمجھا کہ نوکروں نے عطر و گلاب سے کمرہ مہکایا ہے، مُردے کے تازہ کفن کو بچھی ہوئی چاندنی خیال کیا، مُردے کو اپنی معشوقہ سمجھا، کہ میرا انتظار کر کے سو گئی ہے لپٹ گیا اور رات بھر بوسے لیتا رہا، صبح کو جب نشہ ہرن ہوا تو ہوش میں آیا اور اپنے آپ کو سڑے ہوئے مُردے سے ہمکنار پایا۔ چونک کر اُٹھا، تمام کپڑے مُردے کی غلاظت سے بھرے ہوئے تھے۔ بڑی وحشت ہوئی، گھبرا کر شہر کی طرف بھاگا شرمندگی و ندامت سے کپڑوں کو چھپاتا تھا اور کسی پر اپنا حال ظاہر نہ کرتا تھا گھر پہنچا کپڑے اُتارے، نہا دھو کر پاک و صاف ہوا، خوشبو لگائی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ بادشاہ سلامت ایک دفعہ یہ حال دیکھ کر کیا دوبارہ وہ شہزادہ ایسی غلطی میں پڑنا پسند کرے گا۔؟

بادشاہ نے کہا: ہرگز نہیں۔

اُس نے کہا: میری حالت بھی بالکل اُسی شہزادے کے مشابہ ہے۔

یہ سُن کر بادشاہ نے اپنی بیوی اور بیٹی سے کہا: اس نوجوان کی گفتگو تم نے سن لی، بھلا ہمارے کہنے پر کب عمل کرے گا۔

بیوی نے کہا: اگر اس کے سامنے میری بیٹی کے اوصاف بیان کیے جائیں تو اُمید ہے قبول کر لے گا۔

بادشاہ نے لڑکے سے کہا: میری بیگم سامنے آکر تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ آج تک وہ کسی کے سامنے نہیں ہوئی نہ کسی سے گفتگو کی ہے۔

شہزادے نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں، آجائیں اور جو کچھ کہنا چاہتی ہیں وہ کہہ سکتی ہیں۔

بادشاہ کی بیوی اُس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور کہنے لگی: اے صاحبزادے!

شادی سے انکار نہ کرو، یہ بھی نعمتِ خدا ہے۔ بہت فائدہ پاؤ گے۔ میری بیٹی کے حُسنِ ظاہری اور کمالِ باطنی کو دیکھو گے تو کہو گے کہ واقعتاً ایسی نعمت کا ملنا کیسی خوش نصیبی ہے۔ اس کی قدر کرو گے اور خدا کا شکر ادا کرو گے۔

شہزادے نے کہا: اس کی مثال پر آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ خوب غور سے کان لگا کر سنیے:

کہتے ہیں ایک بادشاہ کے خزانے میں بے حساب دولت تھی۔ بہت سے ممالک کی نفیس اشیا جمع تھیں۔ چوروں نے خزانہ لوٹنا اور چرانا چاہا۔ نقب زنی کرکے اندر گئے، ایسے سامان دیکھے کہ کبھی خواب میں بھی نہ آئے تھے۔ ایک سونے کی دیگ بھری ہوئی رکھی تھی، اس کو دیکھ کر خیال کیا کہ اس میں سب قیمتی چیزیں ہوں گی۔ کیونکہ جو چیزیں سونے کے برتن میں ہوں، وہ ضرور اُس سے بھی زیادہ قیمت کی ہونگی چنانچہ وہ دیگ اُٹھائی لیکر خوشی خوشی بھاگے جنگل میں جا کر دم لیا۔ اُن میں سے ہر ایک کو یہ فکر تھی کہ کوئی زیادہ نہ لے۔ سب کا حصّہ برابر ہونا چاہیے۔ سب کے سب دیگ کے منہ پر جھکے ہوئے کھولنے میں مشغول تھے۔ ڈھکنا اُٹھایا تو اندر سے زہریلے سانپ پھنکار مارتے ہوئے نکلے۔ سب کو ڈس لیا، بالآخر سب وہیں ڈھیر ہوگئے۔

اے بادشاہ سلامت کی بیگم! جس کو یہ قصّہ معلوم ہوگیا ہو۔ وہ ایسی دیگ کا حصّہ لینا پسند کرے گا۔

بیگم نے کہا: بیشک ہرگز نہیں لے سکتا۔

شہزادے نے کہا: پھر میں جان بوجھ کر آپ کے کہنے کو کس طرح قبول کرلوں۔

یہ سُن کر شہزادی نے اپنے باپ سے کہا: اجازت ہو تو میں خود اس نوجوان سے کچھ گفتگو کرلوں، پھر دیکھوں بھلا یہ کیسے انکار کرتا ہے۔

بادشاہ کی اجازت سے شہزادی بڑے ناز و ادا سے سر جھکائے خراماں خراماں

پردے سے برآمد ہوئی اور شہزادے کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور بولی: اے نوجوان! سچ بتا کہ حُسنِ انداز و کرشمہ ناز جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے، کیا تونے اس سے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے؟ اس کے باوجود میں تیری طلبگار ہوں، اور تو انکار کرتا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ مان لے، ورنہ پچھتائے گا۔

شہزادے نے کہا: مجھ سے ایک حکایت سُن لے پھر کچھ کہوں گا:

ایک بادشاہ کے دو لڑکے تھے۔ ایک دفعہ لڑائی کے موقع پر ایک کو دشمن نے قید کرلیا اور اسے ایک تنگ و تاریک مکان میں بند کرکے رکھا، اور حکم دیا کہ جو بھی اس طرف سے گذرے اُسے پتّھر مارے۔ جب کافی دن اس طرح گذر گئے تو دوسرے بھائی کی محبت نے جوش مارا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا: اگر حکم ہو تو کسی حیلے، بہانے سے بھائی کو قید سے چھڑانے کی کوشش کروں؟

بادشاہ نے کہا: نیک رائے ہے، جو کچھ سامانِ سفر وغیرہ درکار ہو لیکر فوراً روانہ ہوجاؤ۔

اُس نے بہت سا رختِ سفر اور اسبابِ تجارت اور گانے بجانے والی عورتوں کو ہمراہ لیا اور اس ملک کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب قریب پہنچا تو اس کے بادشاہ کو اُس کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ بادشاہ نے ملازموں کو حکم دیا کہ شہر سے باہر فلاں مقام پر اس سوداگر کو عزّت و احترام سے اُتارو۔

ملازموں نے حکم کی تعمیل کی۔ شہزادے قیام کرکے سامانِ تجارت کھولا۔ غلاموں کو حکم دیا کہ سامانِ تجارت شہر میں لیجاکر سستے داموں فروخت کریں اور اس بازار میں سامان کھولیں جو قید خانے کے قریب ہو۔

چنانچہ غلام سامان لیکر اس بازار میں پہنچے جہاں شہزادہ مقید تھا۔ اُنھوں نے اسقدر سستا سودا بیچنا شروع کیا کہ تمام لوگ خریداری کے شوق میں اُس جگہ

جمع ہوگئے۔ بادشاہ کا لڑکا موقع پاکر اس قید خانے کی طرف گیا اور ایک کنکری
اٹھا کر ماری، تاکہ یہ معلوم کرے کہ بھائی زندہ ہے یا مُردہ۔ وہ کنکری لگتے ہی قیدی
زور سے چلّایا اور شور مچایا۔ اس کی آواز کربناک سُن کر چوکیدار دوڑے ہوئے آئے
اور پوچھا: اے قیدی! تجھے تو روز کنکر پتھّر سے لوگ مارتے ہیں مگر کبھی تیری آواز
ایسی کربناک نہیں سنی، آج کیا بات ہے کہ تو اتنا بیقرار ہو کر چلّا رہا ہے۔؟

اُس نے کہا: روز پتھّر مارنے والے غیر تھے اُن سے اتنی تکلیف نہ ہوتی تھی۔
آج شاید کسی عزیز نے مارا ہے اس لیے زیادہ تکلیف محسوس ہوتی۔

قیدی کی یہ بات سُن کر سامعین کو حیرت ہوئی۔

دوسرے روز شہزادے نے عمدہ عمدہ بہت سا مال غلاموں کو دے کر پھر اُسی
جگہ فروخت کرنے کے لیے بھیجا، اور ان کے ساتھ ہی گانے والی عورتوں کو بھیج دیا
تاکہ لوگ ان عورتوں کی طرف متوجّہ ہوں۔ یہ لوگ وہاں پہنچے اور سامان بیچنا
شروع کیا عورتوں نے گانا بجانا شروع کر دیا۔ سب لوگ محوِ تماشا ہوگئے۔ تمام شہر
والے تماشا دیکھنے میں محو ہوگئے۔ خود بادشاہ کا لڑکا چھپ کر قید خانے میں داخل
ہوا اپنے بھائی کی بیڑیاں کاٹ کر اس کو نکال لایا اور اپنے مکان میں پوشیدہ رکھا۔
زخموں کی مرہم پٹّی کی۔ جب سفر کے لائق ہوگیا تو ایک گھوڑے پر سوار کر کے اپنے
شہر کی طرف روانہ کر دیا اور کہہ دیا کہ فلاں مقام پر سمندر کے کنارے کشتی تیّار ہوگی
اس پر سوار ہو کر جانا۔

شہزادہ رخصت ہو کر اسی طرف کو چل پڑا جدھر کشتی کا پتہ بتایا تھا۔ دل میں
خوش ہو رہا تھا کہ اپنے وطن میں پہنچوں گا۔ بدقسمتی سے تھوڑی دور چل کر راستہ
بھول گیا اور گنجان درختوں میں جا نکلا۔ راستے میں ایک کنواں تھا، اس میں گر پڑا
وہاں ایک اژدہا بیٹھا تھا، اوپر کو دیکھا تو درخت پر خوفناک شکل کے کئی غول

موجود تھے۔ ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے ڈراتے تھے۔ بہزار دقت ڈرتا کانپتا درختوں
میں اُلجھتا کنوئیں سے نکلا، اور وہاں سے بھاگا کئی دن حیران و پریشان پھرتا رہا۔ آخر
ایک راستہ ملا۔ چلتے چلتے دریا پر پہنچا کشتی میں سوار ہو کر اپنے شہر میں پہنچ گیا۔

اے شہزادی! جس نے اسقدر مصائب برداشت کیے ہوں، کیا وہ ایسی بلا
میں گرفتار ہونا پسند کرے گا؟

اس نے کہا: ہرگز نہیں۔

شہزادے نے کہا: میری مثال اس کے مشابہ ہے۔

یہ واقعات سُن کر بادشاہ، اس کی بیوی اور بیٹی اس کی طرف سے بالکل مایوس
ہوگئے۔ اس کے رفیق نے آگے بڑھ کر آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ اگر تجھے یہ
لڑکی منظور نہیں تو بادشاہ سے میرے لیے سفارش کر شاید منظور کرلے۔

شہزادے نے بادشاہ سے کہا: میرا رفیق اگر آپ کو پسند ہو تو اس کو اپنی دامادی
میں قبول کریں۔ مگر میرے اس رفیق کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص کئی مسافروں کے
ساتھ کشتی میں سوار ہوا، تھوڑی دور جا کر کشتی ٹوٹ گئی اور تمام ساتھی تو ڈوب گئے
مگر یہ ایک تختے پر بیٹھا ہوا ایک جزیرے کے کنارے جا لگا، وہاں اتر کر سیر و تفریح
میں مصروف ہوگیا۔ وہ جزیرہ بھوتوں کا تھا۔ ایک بھتنی نے اس کو دیکھا تو عاشق ہوگئی
وہ نہایت خوبصورت عورت کی شکل میں اس کے سامنے آئی اور اپنے ساتھ اس کو
لے گئی۔ رات بھر عیش و عشرت میں گذاری جب صبح ہوئی تو اُسے مار ڈالا اور اس کا گوشت
بچوں کو کھلا دیا۔ چند روز بعد اتفاقاً ایک اور شخص جزیرے کی طرف آنکلا۔ بھوتوں کے
بادشاہ کی لڑکی نے اُسے دیکھ لیا۔ وہ اُسے اُٹھا کرلے گئی۔ شب بھر اسے اپنے پاس
رکھا، صبح ہوئی تو اس کو مارنے کا ارادہ کیا لیکن وہ شخص ڈر کر بھاگ نکلا، کیونکہ وہ پہلے
مسافر کا حال سُن چکا تھا۔ سمندر کے کنارے پر گیا اُسے دور سے ایک کشتی نظر آگئی

اُس نے پکارنا اور فریاد کرنا شروع کیا۔ جب کشتی والے آئے تو سوار کر کے اپنے ہمراہ لے گئے۔ جب کشتی اپنے مقام پر پہنچی تو وہ شخص اُتر کر اپنے گھر چلا گیا۔ اُدھر بھوتوں میں اس کی تلاش شروع ہوئی، جب وہ نہ ملا تو سب نے سمجھا کہ جو اس کو پکڑ کر لے گئی تھی آج اکیلی ہی اسے کھا گئی ہے۔ وہ اس سے جھگڑا کرنے لگے اور کہا، تلاش کر کے لا ورنہ اس کے بدلے ہم تجھ کو مار کھائیں گے۔ ناچار وہ بھتنی اس کی تلاش میں نکلی پوچھتے پوچھتے سمندر پار کر کے اس کے گھر آنکلی اور آراستہ ہو کر نوجوان عورت کی صورت میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ حال پوچھا تو اس نے اپنے سفر کا حال بیان کیا۔

بھوتوں کا قصّہ سنا کر کہا، میں وہی ہوں جس کے پاس تو نے رات کاٹی اب تجھے لینے آئی ہوں۔ اس آدمی نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ اور کہا خدا کے لیے تو مجھے چھوڑ دے میں تجھے اپنے سے بہتر آدمی بتاتا ہوں اُسے لے جا۔

بھتنی کو اُس کے حال پر رحم آگیا، وہ رضامند ہو گئی۔ یہ شخص اُسے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو دیکھ کر پوچھا: تمہارا کیا جھگڑا ہے؟

بھتنی نے کہا: بادشاہ میں اس کی بیوی ہوں۔ مجھے اس سے بہت محبت ہے مگر یہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ میرے پاس نہیں آتا۔ آپ ہمارا فیصلہ کریں۔

بادشاہ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ وہ اسے اپنے تصرّف میں لانا چاہتا تھا۔ مرد کو خلوت میں لے جا کر کہنے لگا: اگر تو اس عورت سے خوش نہیں تو چھوڑ دے میں اس سے شادی کر لوں گا۔

اس نے کہا: بادشاہ کی خوشی مجھے منظور ہے۔ میں اس عورت سے دستبردار ہوتا ہوں۔

بادشاہ کے حکم سے اُسے محل سرا میں داخل کر لیا گیا۔ رات کو بادشاہ بڑے شوق و چاہت سے اس کے پاس سویا۔ جب صبح ہوئی تو بھتنی نے بادشاہ کو خواب کی حالت میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے جزیرے لیجا کر سب کو تقسیم کر دیا

شہزادے نے کہا: بادشاہ سلامت! جس پر یہ حالت گزر جائے، وہ کب پسند کرے گا کہ دوبارہ بھوتوں کے جزیرے کی طرف رُخ بھی کرے۔

شہزادے کا رفیق یہ واقعہ سُن کر بولا: اب تو میں بھی بادشاہ کی دامادی قبول نہیں کر سکتا۔ اے شہزادے! میں تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

چنانچہ دونوں بادشاہ سے رخصت ہو کر چل دیے۔ شہر بہ شہر، ملک در ملک پھرتے رہے اور دنیا کے حالات سے عبرت حاصل کرتے رہے۔ عبادت اور پرہیزگاری میں مشغول لوگوں کو دینِ حق کی تعلیم دیتے رہے۔ بہت سے لوگ ان کی تعلیم سے پرہیزگار اور دیندار بن گئے۔ اور وہ شہزادہ اپنی دانائی اور عبادت سے ساری دنیا میں مشہور ہو گیا۔

یوذاسف، بلوہر حکیم کی جدائی سے اُداس و غمگین ہوا۔ مگر عبادت اور ریاضت کو روز بروز بڑھاتا گیا۔ جب باکمال عالمِ دین اور عابد ہو گیا تو ارادہ کیا کہ دیگر ممالک میں جا کر مخلوق کو ہدایت کی جائے۔ خدا نے ایک فرشتے کو اس کے پاس بھیجا، وہ انسانی شکل میں خلوت میں اس کے پاس آیا اور بولا: خدا کی طرف سے تجھ آفرین و سلامتی ہو۔ تو اللہ کی خلقت میں ایسا ہے جیسا حیوانوں کے درمیان ایک انسان۔ میں اُس خدا کی طرف سے فرستادہ ہوں جو تمام جہانوں کا مالک ہے، تاکہ تجھے رحمتِ خدا کی بشارت دوں اور دین و آخرت کی باتیں بھی سکھاؤں۔ گوشِ ہوش سے سُن اور عمل کر، دنیاداری کا لباس اتار خواہشاتِ نفسانی کو چھوڑ، ناپائیدار اور فانی بادشاہت سے دست کش ہو جا جس کا انجام حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ وہ سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کر جس کو زوال و فنا نہیں۔ گفتار و کردار میں راستی پیدا کر۔ عدل و انصاف پر چل، تجھے خدا نے دینداروں کا پیشوا اور خلقت کا رہنما بنایا ہے۔

اُس نے پکارنا اور فریاد کرنا شروع کیا۔ جب کشتی والے آئے تو سوار کر کے اپنے ہمراہ
لے گئے۔ جب کشتی اپنے مقام پر پہنچی تو وہ شخص اُتر کر اپنے گھر چلا گیا۔ اُدھر بھوتوں میں
اس کی تلاش شروع ہوئی، جب وہ نہ ملا تو سب نے سمجھا کہ جو اس کو پکڑ کر لے گئی تھی
آج اکیلی سی اسے کھا گئی ہے۔ وہ اس سے جھگڑا کرنے لگے اور کہا، تلاش کر کے لا
ورنہ اس کے بدلے ہم تجھ کو مار کھائیں گے۔ ناچار وہ بھتنی اس کی تلاش میں نکلی پوچھتے
پوچھتے سمندر پار کر کے اس کے گھر آنکلی اور آراستہ ہو کر نوجوان عورت کی صورت
میں اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ حال پوچھا تو اس نے اپنے سفر کا حال بیان کیا۔

بھوتوں کا قصہ سنا کر کہا، میں وہی ہوں جس کے پاس تو نے رات کاٹی اب
تجھے لینے آئی ہوں۔ اس آدمی نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ اور کہا خدا کے لیے تو مجھے
چھوڑ دے میں تجھے اپنے سے بہتر آدمی بتاتا ہوں اُسے لے جا۔

بھتنی کو اُس کے حال پر رحم آگیا، وہ رضامند ہوگئی۔ یہ شخص اُسے بادشاہ
کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو دیکھ کر پوچھا: تمہارا کیا جھگڑا ہے؟

بھتنی نے کہا: بادشاہ میں اس کی بیوی ہوں۔ مجھے اس سے بہت محبت ہے
مگر یہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ میرے پاس نہیں آتا۔ آپ ہمارا فیصلہ کریں۔

بادشاہ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگیا۔ وہ اسے اپنے تصرف میں لانا چاہتا
تھا۔ مرد کو خلوت میں لے جا کر کہنے لگا: اگر تو اس عورت سے خوش نہیں تو چھوڑ دے
میں اس سے شادی کر لوں گا۔

اس نے کہا: بادشاہ کی خوشی مجھے منظور ہے۔ میں اس عورت سے دستبردار ہوتا ہوں۔

بادشاہ کے حکم سے اُسے محل سرا میں داخل کر لیا گیا۔ رات کو بادشاہ بڑے
شوق و چاہت سے اس کے پاس سویا۔ جب صبح ہوئی تو بھتنی نے بادشاہ کو
کو خواب کی حالت میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے جزیرے لیجا کر سب کو تقسیم کر دیا

شہزادے نے کہا: بادشاہ سلامت! جس پر یہ حالت گذر جائے، وہ کب پسند
کرے گا کہ دوبارہ بھوتوں کے جزیرے کی طرف رُخ بھی کرے۔

شہزادے کا رفیق یہ واقعہ سُن کر بولا: اب تو میں بھی بادشاہ کی دامادی قبول
نہیں کر سکتا۔ اے شہزادے! میں تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

چنانچہ دونوں بادشاہ سے رخصت ہو کر چل دیے۔ شہر بہ شہر، ملک در
ملک پھرتے رہے اور دنیا کے حالات سے عبرت حاصل کرتے رہے۔ عبادت
اور پرہیز گاری میں مشغول لوگوں کو دینِ حق کی تعلیم دیتے رہے۔ بہت سے لوگ
ان کی تعلیم سے پرہیزگار اور دیندار بن گئے۔ اور وہ شہزادہ اپنی دانائی اور عبادت
سے ساری دنیا میں مشہور ہوگیا۔

یوذاسف، بلوہر حکیم کی جدائی سے اُداس و غمگین ہوا۔ مگر عبادت اور
ریاضت کو روز بروز بڑھاتا گیا۔ جب باکمال عالمِ دین اور عابد ہوگیا تو ارادہ
کیا کہ دیگر ممالک میں جا کر مخلوق کو ہدایت کی جائے۔ خدا نے ایک فرشتے کو اس
کے پاس بھیجا، وہ انسانی شکل میں خلوت میں اس کے پاس آیا اور بولا: خدا کی
طرف سے تجھ آفرین و سلامتی ہو۔ تو اللہ کی خلقت میں ایسا ہے جیسا حیوانوں
کے درمیان ایک انسان۔ میں اُس خدا کی طرف سے فرستادہ ہوں جو تمام جہانوں
کا مالک ہے، تاکہ تجھے رحمتِ خدا کی بشارت دوں اور دین و آخرت کی باتیں بھی
سکھاؤں۔ گوشِ ہوش سے سُن اور عمل کر، دنیاداری کا لباس اتار خواہشاتِ
نفسانی کو چھوڑ، ناپائیدار اور فانی بادشاہت سے دست کش ہو جا جس کا
انجام حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ وہ سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کر
جس کو زوال و فنا نہیں۔ گفتار و کردار میں راستی پیدا کر۔ عدل و انصاف پر
چل، تجھے خدا نے دینداروں کا پیشوا اور خلقت کا رہنما بنایا ہے۔

یہ بشارت سُن کر یوذاسف سجدے میں گر گیا۔ فرشتے نے اُسے لوگوں کی ہدایت کا حکم دیا۔ اور کہا تجھے ہدایت کی خاطر دوسرے ممالک میں جانا ہے۔

لہٰذا اُس نے کمرِ ہمت باندھ لی، لیکن لوگوں پر یہ راز ظاہر نہ کیا۔ وقت آنے پر فرشتہ رات کو نازل ہوا۔ یوذاسف نے وزیر کو اپنے ساتھ لیا۔ جب باہر نکلے تو ایک خوبصورت حاکم نے اس کی لگام تھامی اور کہا: اے شہزادے! اپنے ملک اور رعیت کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟

یوذاسف نے اُسے تسلّی دی اور کہا: خدا کارساز ہے۔

یوذاسف وہاں سے رخصت ہوا کچھ دور چل کر اپنے گھوڑے سے اُتر کر پیدل چلنے لگا اور وزیر کو گھوڑے سمیت واپس بھیج دیا۔

وزیر نے عرض کیا: بادشاہ تو مجھے قتل کر دے گا۔

یوذاسف نے اپنا لباس اور قیمتی یاقوت اُسے دے کر بادشاہ کی طرف سلام بھیجا اور چل دیا۔ یوذاسف آگے بڑھا تو عمدہ اور لذیذ پھل ملے۔ اس نے انھیں نبوت کی بشارت سمجھا۔ اُسے خدا کی طرف سے علم و معرفت کا شرف حاصل ہوا اور عالمِ ارواح کے حالات معلوم ہوئے۔

یوذاسف نے بلوہر کا شکریہ ادا کیا اور اپنے والد کی خدمت کے فریضے کی ادائیگی پر متوجہ ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے شفیق باپ کو غلط راستہ سے ہٹا کر آخرت کے صحیح راستے پر لانا اپنی سعادتِ ابدی کی پیش رفت کا پہلا قدم سمجھتا تھا۔

لہٰذا اُس نے اپنے والد کی خدمت میں ایک قاصد کے ذریعے سے اپنا مؤدبانہ سلام کہلایا اور عرض کیا کہ آپ کا فرزند جاں نثار اس فانی دولتِ وجاہ و حشمِ دنیا کو ترک کر کے باقی سلطنتِ اُخروی، اَبدی و

سرمدی کی بادشاہت کا حقدار بن گیا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ کو بھی اس ابدی تخت و تاج کا مالک بنا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ یہ میرا پہلا فریضہ ہے کہ اپنے محبت کرنے والے کو دنیا کے عذاب اور آخرت کے ثواب کی راہ دکھلاؤں۔

باپ نے بیٹے کا پیغام سُنا اور اُس کو بُلایا، توفیقِ الٰہی شاملِ حال تھی، آخرت کی ابدی و سرمدی زندگی کا حقدار بنا۔ یوذاسف پیغامِ الٰہی کا مبلّغ بن کر شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی گھومتا اور تبلیغِ دین کرتا ہوا بالآخر کشمیر جا پہونچا اور وہاں کی تمام آبادی کو راہِ حق کی تصویر دکھا کر حق پرست بنا دیا اور وہیں داعئ اجل کو لبیک کہا۔

یوذاسف نے جو پیغاماتِ الٰہی اللہ کے بندوں تک پہونچائے وہ فلسفیوں کے ہیولیٰ اور صورت کے مسائل نہیں تھے بلکہ حکمت و آخرت کی دلکش، صاف اور راست باتیں تھیں۔ خداوندِ عالم مومنین کو توفیقِ کامل عطا فرمائے کہ ان مسائل اور واقعات سے مستفید ہوں۔

ثمرۂ ششم

معنیٔ دنیا: اکثر لوگ دنیا کی مذمّت کرتے ہیں اور خود اس میں مبتلا ہیں اور امورِ باطل کو امورِ حق بتلا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ دنیا جس کی مذمّت شریعت نے کی ہے اس کی تحقیق ضروری ہے تاکہ حق و باطل کی امتیازی صورت پیدا ہو جائے۔

لوگوں نے دنیا کے جو معنی سمجھے ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ ترکِ دنیا

کے یہ معنی نہیں کہ دنیا کو بُرا سمجھ کر اس کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور دنیا کو دشمن قرار دیدیا جائے، بلکہ آرزوئے موت کرنا اور موت کی دعا مانگنا مذموم ہے اور کفرانِ نعمتِ الٰہی ہے۔ مذموم یہ ہے کہ امورِ باطل کے حصول کے لیے آرزوئے زندگی کی جائے یا مختلف باطل آرزوئیں کی جائیں اور موت کو فراموش کر دیا جائے، طلبِ دنیا میں ایسا غافل ہو جائے کہ اعمالِ صالح کی طرف توجہ ہی نہ رہے اور اس اُمید پر کہ ابھی بڑی عمر پڑی ہے توبہ کر لی جائے گی دنیا اور مال و متاعِ دنیا میں زندگی گذار دے اور ہر فعلِ بد کو فائدہ مند سمجھ کر اس کے حصول میں ایسا منہمک ہو کہ آخرت کو فراموش کر دے۔ اِس کے معنی ہیں طلبِ دنیا۔ ورنہ دنیا اور زندگانیٔ دنیا پر تو تمام سعادات، معارف و عبادات، علوم و کمالات کے حصول کا انحصار ہے۔ اگر دنیا اور زندگانیٔ دنیا نہ ہو تو اس معبودِ حقیقی کی عبادت کیسے ادا ہو۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی دُعا میں فرماتے ہیں۔

"خداوندا! مجھے عمر عطا فرما، تاکہ میں اپنی عمر کو تیری اطاعت میں صرف کر سکوں اور اگر یہ عمر شیطانی کاموں میں صرف ہو تو جلد از جلد قبضِ روح فرما، تاکہ تیرے عذاب کا مستحق نہ ہو جاؤں۔"

جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: "اے انسان! تو اپنے سے پہلے جانے والوں سے کیوں نہیں سبق لیتا۔ اُن کی موت کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کر۔ یہ دنیا تو نہایت مبارک مقام ہے ان لوگوں کے لیے جو اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہ صاحبانِ تدبیر کے لیے خانۂ عافیت ہے۔ دنیا کی مذمت کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ یہ ایک ہمدرد ناصح ہے۔ ہر وقت انسان سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ جائے قیام نہیں، سفر قریب ہے آج نہیں تو کل یہاں سے

کوچ کرنا ہے۔ دیکھو کل جو دولت مند تھا آج فقیر ہو گیا، کل جو صحت مند تھا آج بیمار ہو گیا، کل جو زندہ تھا آج لقمۂ اجل بن گیا یہ دنیا غافل انسان کو خوابِ غفلت سے جگا رہی ہے۔

اسی طرح مال و متاعِ دنیا ہے جو بالکلیہ قابلِ مذمت نہیں مالِ دنیا صرف وہ قابلِ مذمت ہے جو آدمی کو خدا سے غافل بنا دے۔ مگر وہ مال و دولت جو راہِ خدا میں صرف ہو اور آخرت بخیر کا حقدار بنا دے وہ ممدوح ترین دولت ہے۔

جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "وہ تونگری مبارک ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کے حصول کا ذریعہ بنے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا، یا ابن رسول اللہ! میں دنیا اور مالِ دنیا سے محبت رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ دنیا میری طرف رُخ کرے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا "ایسا کیوں چاہتا ہے؟" اُس نے کہا اس لیے کہ میں اس سے خود فائدہ اُٹھاؤں اور اہل و عیال کو فائدہ پہنچاؤں عزیزوں اور ضرورتمندوں کی مدد کروں، فریضۂ حج بجا لاؤں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا "یہ طلبِ دنیا کب ہے، یہ تو خالص طلب آخرت ہے۔"

اسی طرح لذیذ غذائیں کھانا، عمدہ لباس اور فاخرہ پوشاک پہننا اسبابِ شان و شوکت جمع کرنا صرف دنیا نہیں، بلکہ اس میں بھی نیت اور اعمال کو دخل ہے ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت بھی دنیا طلبی اور حُبِ دنیا ہو جاتی، حالانکہ وہ عینِ آخرت ہے۔ اسی طرح ریاکاروں کی عبادت جو بظاہر تو کارِ آخرت ہی نظر آتی ہے، حالانکہ عینِ دنیا ہے۔

مختصر یہ کہ ہر وہ چیز جو خدا اور آخرت سے باز رکھے وہ دنیا ہے اور جو چیز قربِ الٰہی اور ثوابِ آخرت کی باعث ہو، وہ آخرت ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ فعل جو بظاہر عبادت ہو لیکن ریا اور مکاری کی پیداوار ہو، وہ دنیا ہے
حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ زُہد اس کو نہیں کہتے کہ اپنی دولت کو ضائع کر دیا جائے یا حلال کو اپنے اوپر حرام قرار دے دیا جائے۔ بلکہ زُہد یہ ہے کہ اپنی دولت سے زیادہ اعتماد تیرا خدا پر ہو اور اصل زُہد یہ ہے کہ انسان کو تمام تر علم قرآن اور سنّت کا ہو جس پر وہ عمل کرے اور ائمہ طاہرینؑ کی صحیح پیروی ہو، ہر عمل مطابقِ حکمِ الٰہی بجا لائے، دل سے نفسانی خواہشات کو نکال دے، ہر قدم مرضئ الٰہی کے عین مطابق ہو۔

مال دنیا کی محبت

اکثر فقیر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ مالِ دنیا کی محبت اور لالچ میں دنیاداروں سے بھی زیادہ گرفتار رہتے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز دیندار نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاداروں کے لیے کوئی خاص صورت یا وضع نہیں۔ شریعت نے جو باتیں خوشنودئ خدا حاصل کرنے کا ذریعہ بتائی ہیں۔ اگر شرائط و اخلاص سے ان پر عمل کیا جائے تو عین دینداری ہے۔ ان میں سب کام دخل ہیں۔ نماز، روزہ، تجارت، لین دین، نکاح، خانہ داری وغیرہ۔ یہی اُمور اگر شریعت کے خلاف ہوں تو دنیائے مذموم بن جاتے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں ایک دنیائے حرام، جس کے ارتکاب سے دوزخ کی سزا ملتی ہے۔ مثلاً حرام طریق سے عبادت، مباشرت اور دیگر دنیاوی کام کرنا۔ دوسرے، دنیائے مکروہ یعنی وہ کام جن کو خدا نے حرام نہیں کیا لیکن کراہت کے طور پر منع کیا ہے۔ مثلاً زیادہ مال جمع کرنا، عمارت و اسباب زیادہ بنانا وغیرہ۔ یہ باتیں خدا کی طرف

رجوع کرنے سے روکتی ہیں۔ تیسرے۔ دنیائے مباح، مثلاً: جائز لذّتوں سے فائدہ اُٹھانا اور دل خوش کرنے کے لیے وہ کام کرنا کہ جس سے خدا نے منع بھی نہیں کیا اور حکم بھی نہیں دیا۔ یہ چیزیں بھی چونکہ تحصیلِ کمال سے مانع ہوتی ہیں، دوسری قسم میں داخل ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان نیک نیتی سے ان اُمور کو عبادت اور ریاضت کا ذریعہ سمجھ کر کرتا ہے اس وقت یہ بھی عبادت میں داخل ہو جاتی ہیں۔
بعض دفعہ نادانی کے سبب سے اُمور کے ترک کرنے کو ثواب اور عبادت خیال کرتا ہے۔ اور ترک دنیا خیال کرتا ہے۔ اس خیال سے بدعت کا مرتکب ہو کر گنہگار ہوتا ہے۔

- جناب امیر المومنین علیہ السّلام کا قول ہے:

”زاہد اُسے کہتے ہیں کہ لمبی اُمّیدوں کو دل سے دور کرے، خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، حرام کاموں سے پرہیز کرے۔“

- جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی نے زہد کے معانی دریافت کیے۔ آپؑ نے فرمایا: ”جو باتیں خدا نے حرام قرار دی ہیں اُن کو چھوڑ دے۔“
- جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا: انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ زاہد، صابر اور راغب۔ زاہد اُسے کہتے ہیں جس کے دل میں دنیا کا رنج و راحت یکساں ہو۔ وہ دنیا کے حاصل ہونے سے خوش نہیں ہوتا اور ضائع ہونے سے رنج نہیں کرتا۔ صابر اُسے کہتے ہیں کہ دنیا کی خواہشات رکھتا ہو اور باوجود میسّر آنے کے اپنے نفس کو روکتا ہے اُس کی ناپائیداری اور بدانجام کا خیال اُن چیزوں سے اسے نفرت دلاتا ہے۔ راغب دنیا کے حاصل کرنے میں حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا اور اپنے نفع و نقصان کا خیال نہیں رکھتا۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ دنیا کے گرداب ہی میں غوطے کھاتے، اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ”اے ابوذر! اللہ

نے مال کے جمع کرنے کا حکم کہیں نہیں دیا، بلکہ وحی فرمائی کہ میری تسبیح کرو، میری
یاد اور میرے ذکر میں اپنی عمر صرف کرو، اور اُن نعمتوں پر جو ہم نے تمھیں عطا کی
ہیں شکر ادا کرو۔ اے ابوذر! مالِ دنیا اور جاہِ دنیا انسان کو برباد کر دیتے ہیں
یہ وہ دو بھیڑیے ہیں جو بھیڑوں کے گلّے میں گھس کر صبح تک سب بھیڑوں کو غارت
کر دیتے ہیں۔ آدمی طلبِ مال اور جاہ میں غافل پڑا سوتا رہتا ہے کہ صبح کو جب
آنکھ کھلتی ہے اور موت کا منادی ندا دیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ لُٹ
چکا اور اب خالی ہاتھ جانا پڑ رہا ہے۔

جناب عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جب
سکّہ رائج ہوا تو شیطان خوشی کے مارے اُچھل پڑا کہ اب آدمی کو بہکانے
کا جال تیار ہو گیا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ:
تین چیزیں انسان کے لیے فتنۂ عظیم ہیں:۔

(۱) محبتِ زناں: یہ شیطان کی تلوار ہے۔
(۲) شراب: یہ شیطان کا جال ہے۔
(۳) محبتِ دینار و درہم: یہ شیطان کا تیر ہے۔

- جو محبتِ زناں رکھتا ہے وہ اُمورِ باطلہ سے پرہیز نہیں کر سکتا۔
- جو شراب پیتا ہے وہ جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔
- جو درہم و دینار کو دوست رکھتا ہے وہ بندۂ دنیا ہے۔

پہلی خصلت: یعنی مال و دولت جمع کرنے میں حریص ہونا سب سے بُری
خصلت ہے۔ اس سے انسان ظلم و تکبّر اور بڑے بڑے گناہ کرتا ہے۔ آدمی کے
دل میں ایک سے زیادہ کی محبت نہیں ہو سکتی۔ اگر مال کی محبّت ہو گی تو خدا کی محبت

سے دل ضرور خالی ہو گا، مال کی پرستش اسی کا نام ہے۔ اس عیب کا علاج
یہ ہے کہ خدا کی طرف متوجّہ ہو کر دنیا کے فنا و زوال پر غور کرے کہ جو کچھ جمع کیا ہے
اس کے کام نہ آئے گا۔ اگر خدا کی راہ میں خرچ کر دے، قیامت کے روز نفع پائے گا
اور خیال کرے گا کہ علم اور عبادت میں کوشش کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے
اس فانی و بیکار شے کی خاطر اپنے لازوال نفع کو ہاتھ سے نہ دے۔ سوچ کہ حرام کے
مال کا عذاب خدا نے کیسا سخت مقرّر کیا ہے اگر مالِ حلال ہو تو اس کا بھی حساب
دینا پڑے گا۔ ہاں اگر خدا کی راہ میں صرف کیا ہو تو بجائے ایک کے دس گنا اور بجائے
ایک کے سات سو گنا اجر و ثواب ملے گا۔ اور یہ بدلہ اس وقت ملے گا جبکہ انتہائی
بے بس اور خالی ہاتھ ہو گا۔ آدمی کے رزق کا ضامن خود خدا ہے، اُس پر بھروسہ کرے۔
مال ایسی چیز نہیں جس پر بھروسہ کیا جائے۔ عبرت کے لیے یہی کافی ہے کہ جن
لوگوں نے اس دنیا میں مال جمع کیا، بالآخر وہ تمام مال یہیں چھوڑ کر رخصت ہو گئے
آخرت کے لیے کوئی انتظام نہ کیا، بلکہ اس کا وبال اپنی گردن پر رہا، اور اس کے
برعکس جن لوگوں نے خدا کی محبت میں عبادت و نجاتِ آخرت حاصل کرنے کی
کوشش کی، وہ ہمیشہ خوش رہے اور خوش و خرّم منزلِ آخرت پر جا پہنچے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جسے قیامت کے حساب
کا یقین ہو وہ کس لیے مال جمع کرتا ہے"؟

پھر فرمایا: ایک دفعہ بنی اسرائیل میں سخت قحط پڑا۔ لوگ قبروں سے مُردے
نکال کر کھانے لگے۔ ایک روز کسی نے ایک قبر کھودی، اندر سے ایک لوح برآمد ہوئی
اس پر لکھا تھا: میں فلاں پیغمبر ہوں۔ ایک حبشی میری قبر کھودے گا۔ اے لوگو! آگاہ
رہو جو کچھ میں نے آگے بھیجا تھا، وہ پا لیا۔ جو کچھ عبادت میں صرف کیا تھا، اُس کا
فائدہ حاصل کیا، اور جو کچھ پیچھے چھوڑا، ضائع ہوا۔

• حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "مال دین کی بیماری ہے اور عالم، دین کا طبیب ہے۔ اگر کسی طبیب کو اس بیماری میں مبتلا دیکھو تو اُس کی نسبت نیک خیال نہ رکھو۔ جو عالم مال سے محبت کرے اس پر بھروسہ نہ کرو اور سمجھ لو کہ جو اپنا بھلا نہیں کرسکتا، وہ دوسرے کا کیا کرے گا۔"

دنیا کے اعتبارات باطل

(ب) دوسری خصلت: دنیا کی عزت و اعتبار کی محبت کا نقصان مال و دولت کی محبت سے بھی زیادہ ہے۔ یہ محبت دل میں پوشیدہ رہتی ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ عیب ہم میں نہیں ہے، لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پورے طور پر دل میں یہ صفتِ بد موجود ہے۔

حقیقت میں یہ عیب تمام عیوب کی جڑ ہے۔ یہ بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کردیتا ہے۔ خلوصِ نیت کو کھو دیتا ہے انسان کو خوشامد پرست اور مردم پسند بنادیتا ہے۔ عظمتِ الٰہی دل سے کم کرتا ہے۔ اعتباراتِ دنیا کو پختہ کرکے کفر کے درجے تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے انسان بے اختیاری کو سمجھے اور خیال کرے کہ آدمی کا نفع ونقصان کسی انسان کی قدرت وطاقت میں نہیں۔ اصلی تعلق خدا کی ذات سے ہے۔ دنیا کے اعتبارات چند روزہ اور فانی ہیں، بہت جلد زائل ہوجائیں گے۔ ان لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو جو چند روز عزت کے تخت پر متمکن رہے، مگر موت کے بعد وہ عزت اس کے لیے وبال بن گئی، لیکن اس کے برخلاف علم وعمل لازوال سرمایہ ہے

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ مولا و آقا! سب سے زیادہ افضل خدا کے نزدیک کونسا عمل ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اطاعتِ رسولؐ اور ائمہؑ کے بعد خدا کے نزدیک دشمنیٔ دنیا سے بہتر کوئی عمل نہیں۔

سب سے پہلا گناہ جو مخلوق سے سرزد ہوا وہ تکبر تھا شیطان نے تکبر ہی کی وجہ سے سجدۂ آدمؑ سے انکار کیا اور کافر بن گیا۔

دوسرا گناہ حرص تھا۔ جس کے آدمؑ و حوّاؑ مرتکب ہوئے اور ممنوعہ درخت کا پھل کھایا، حالانکہ اُس کی ضرورت نہ تھی۔ اس حرص ہی کی وجہ سے آج تک اولادِ آدمؑ مبتلائے حرص ہے۔

تیسرا گناہ حسد تھا جو قابیل سے صادر ہوا اور اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا۔

پس یہاں عورتوں کی محبت کا خطرناک سلسلۂ گناہ شروع ہوا محبتِ ریاست و بزرگی، محبتِ راحت، محبتِ سخنِ باطل، محبتِ برتری بر مردماں (لوگوں پر تفوق)، محبتِ کثرتِ اموال۔ یہ سات بُری خصلتیں صرف دنیا کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ انبیاؑ اور علماء نے ان خصائل کو دیکھ کر حکم لگایا کہ یہ سب دنیا کی محبت کا نتیجہ ہیں۔

دنیا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو آدمی کے لیے کافی ہو۔ دوسری وہ جو ضرورت سے زیادہ ہو اور یہ دوسری قابلِ لعنت و مذمت ہے انسان کو ہمیشہ تکبر، حرص اور حسد سے دُور رہنا چاہیے۔ بزرگی (تکبر) صرف ذاتِ احدیت کے واسطے ہے مخلوق کی اعلیٰ صفت خاکساری اور انکساری ہے جو اس کی فطرت میں داخل ہے۔ زمین کو اس کی انکساری و پستی کی وجہ سے کیا کیا نعمتیں اور دولتیں بخشی گئیں۔ زمین کے سینے کو جواہرات کا مدفن بنادیا، آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا، مٹی کو یہ شرف بخشا کہ فرشتوں سے سجدہ کرادیا۔

اور آتش، جس میں سرکشی کی صفت تھی اُس سے شیطان کو خلق فرمایا
لہٰذا انسان کو متواضع اور منکسر ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت میں داخل ہے
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک متواضع انسان کو چاہیے کہ جب مجلس میں جائے تو بلند جگہ کی تلاش نہ کرے اور اپنے سے پست تر مقام کو اختیار کرے اور ہر شخص کو سلام کرنے میں پہل کرے کسی مسئلے پر اگرچہ بہتر جانتا ہو اپنی قابلیت ظاہر کرنے کو بحث نہ کرے۔

ثمرۂ ہفتم

تواضع کی فضیلت

تواضع تمام صفاتِ کامل سے بہتر ہے۔ کیونکہ عزّت و رفعت صرف خداوندِ عالم ہی کے لیے زیبا ہے۔ انسان جسقدر تواضع و انکساری کرے خداوند تعالیٰ اُسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ جس طرح خاک اپنی پستی اور انکساری سے ہزاروں اقسام کے جواہرات کی کان ہے، اس سے بہت سے میوے اور خوش رنگ پھول پیدا ہوتے ہیں۔ انسان جو کہ مسجودِ ملائکہ اور مجموعۂ کمالات بلکہ اشرف المخلوقات ہے، خاک سے ہی پیدا ہوا ہے۔ آتش میں چونکہ سرکشی ہے، اس لیے اس سے شیطان پیدا ہوا۔ انسان کو چاہیے کہ ہر حالت میں انکساری اور عاجزی اختیار کرے کسی امر میں تکبّر اور غرور سے رفعت و بلندی کی خواہش نہ کرے۔ اپنے حسب و نسب کا خیال نہ کرے، اسے عبرت خیال کرے کہ اس کی اصل ایک حقیر و ناپاک قطرۂ منی ہے، اور ایک مدّت تک خونِ حیض سے اس کی پرورش ہوتی رہی، پھر کس قدر غلاظتیں خون، بلغم، بول و براز اس کے اندر بھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی باہر نکلے تو خود اس سے کتنی نفرت کرتا ہے۔ بعد

اس کے مر کر ایسا گندہ مردار ہو جاتا ہے کہ اور کوئی چیز دنیا میں اس سے زیادہ گندی نہیں پاتا۔ اگر پڑا رہے تو پیپ، غلیظ پانی اور بدبودار کیڑے اس قدر پڑتے ہیں کہ کسی جانور میں ایسا نہیں ہوتا۔ جس کی یہ حقیقت ہو اُسے چاہیے کہ ہر وقت عجز و انکساری سے رہے۔ آدمی کا کمال علم و عقل میں جس قدر زیادہ ہو اسی قدر اس کو اپنے عجز و حقارت کا مرتبہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ انسان تواضع و انکساری سے ترقی پاتا ہے جیسا کہ انبیاء، اوصیاء اور علماء کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ رفعت و عزّت ذات کبریائی کے لیے ہے اور عجز و انکساری بندے کے لیے، اس لیے آدمی جس قدر زیادہ عاجزی کرے گا، اللہ اس کو بلندی عطا فرمائے گا، اگر خود بلند ہونا چاہے تو جتنی کوشش کرے گا اتنا ہی ذلیل و خوار ہوگا۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دو فرشتے موکّل کیے ہیں کہ جو کوئی خدا کے لیے عجز و انکساری کرے اسے بلند کریں اور تکبّر کرے اسے نیچا دکھائیں۔
- خداوند تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ:

"اے داؤد! میں جس قدر عزّت عاجزی کرنے والے کو دیتا ہوں اتنا ہی تکبّر کرنے والے کو ذلیل کرتا ہوں۔"

- حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی آئی اے موسیٰ! تم جانتے ہو میں نے کس لیے لوگوں میں تجھے عزّت عطا فرمائی اور کلیم بنایا؟

موسیٰ نے عرض کی: میں نہیں جانتا۔

فرمایا: میں نے تمام لوگوں کو دیکھا، لیکن عاجزی و انکساری میں تیرے برابر کسی کو بھی نہ پایا۔ اے موسیٰ! میری نماز کی ادائیگی کے وقت تم عاجزی سے اپنے رخساروں کو خاک پر رکھتے ہو۔ (یہ مجھے بہت پسند ہے۔)

• معتبر روایت میں وارد ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بڑی تواضع یہ ہے کہ مجلس میں اپنے مقام سے پست درجے پر بیٹھنے سے ناخوش نہ ہو۔ جو شخص ملے پہلے اس کو سلام کرے، جھگڑا اور جدل چھوڑ دے خواہ وہ حق پر ہو، لوگوں سے تعریف سُن کر پرہیزگاری کے سبب خوش نہ ہو۔

• حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے تواضع کے معنی میں فرمایا کہ لوگوں کے حقوق ادا کرے جس طرح اُن سے اپنے حقوق ادا کرانا چاہتا ہے۔

• کسی نے آپؑ سے پوچھا: تواضع کا اندازہ کیا ہے، کب آدمی کو متواضع کہنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: تواضع کے بہت درجے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے مرتبے سے زیادہ نہ سمجھے، تکبّر اور غرور سے بچے، لوگوں سے وہی برتاؤ کرے جو خود اپنے لیے چاہتا ہے، کسی سے بدی دیکھے تو نیکی سے عوض دے۔ غصّے کو مارے قصورواروں کو معاف کرے، ایسے نیک مَردوں کو خدا دوست رکھتا ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے مدینہ کے ایک آدمی کو دیکھا کہ کوئی اپنی چیز خرید کر اُٹھائے جاتا ہے۔ حضرت کو دیکھ کر شرمندہ ہوا۔

آپؑ نے فرمایا: عیال کے لیے خریدا اور تو خود اُٹھا کر لیے جاتا ہے، واللہ اگر میں اس شہر کے لوگوں کی زبان سے نہ ڈرتا تو اپنے عیال کے لیے خود خریدتا اور تیری ہی طرح اُٹھا کر لے جاتا۔

• منقول ہے کہ ایک روز جناب علی بن الحسین علیہ السلام دراز گوش پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ چند آدمی بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے اُنھوں نے عرض کیا: یا حضرت! آپؑ بھی کھانا کھائیے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں روزے سے نہ ہوتا تو تمھارے ساتھ ضرور کھانا کھاتا۔

حضرت نے مکان پر آکر حکم دیا کہ ان لوگوں کے لیے اچھے اچھے کھانے تیّار کیے جائیں۔ کھانے کے وقت سب کو بلوایا اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔

• منقول ہے کہ جناب ابوالائمہ امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی: "اے فرزند! تواضع اختیار کرو۔ یہ تمام عبادات سے بہتر ہے۔"

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: "جس نے تواضع وانکساری اختیار کی، خدا نے اس کو عزّت و رفعت عطا فرمائی۔"

• جناب علی بن الحسینؑ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ کسی عربی اور قریشی کے لیے تواضع کے بغیر کوئی فضیلت نہیں۔

نجاشی کی تواضع

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت جعفرؑ طیّار ابن ابی طالب نجاشی بادشاہ حبش کے پاس مقیم تھے۔ ایک روز بادشاہ نے اُن کو بلایا۔ آپ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ نجاشی خاک پر بیٹھا ہے

انھوں نے فرمایا کہ اس کو دیکھ کر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ ہمارے رنگ اُڑ گئے۔

نجاشی نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے آپ کے پیغمبر کو دشمنوں پر فتح دی، آپ کو مبارک ہو۔

ہم نے پوچھا: آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔

نجاشی نے کہا: میرا جاسوس خبر لے کر آیا ہے کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو دشمنوں پر فتح دی اور چند نام لیے کہ فلاں فلاں آدمی قید ہو گئے جس مقام پر

جنگ ہوئی اس کا نام بدر ہے۔ وہاں پیلوں کے درخت بہت ہیں، گویا وہ مقام میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ نے پوچھا: آپ خاک پر کیوں بیٹھے ہیں۔؟

نجاشی نے کہا: اے جعفر! خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو احکام دیے تھے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ کے حقوق جو بندوں پر ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے کوئی تازہ نعمت ملے تو اُس کے سامنے عجز و فروتنی ظاہر کرو۔ چونکہ اللہ نے ہمیں یہ تازہ نعمت عطا فرمائی ہے اس لیے لازم تھا کہ عجز و انکساری زیادہ ظاہر کروں۔

جب یہ خبر آنحضرتؐ نے سُنی تو اصحاب سے ارشاد فرمایا: دیکھو تواضع کرنا عزت کی زیادتی کا باعث ہے۔ خدا کے سامنے عجز و انکساری کرو، صدقہ دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے خوب صدقہ دیا کرو تاکہ خدا تم پر رحم کرے اور دنیا و آخرت میں بلند مرتبہ عطا فرمائے، خطا کار کی خطا معاف کرنا عزت بڑھاتا ہے، خوب معاف کیا کرو، تاکہ خدا تم کو صاحبِ عزت و فخر بنائے۔

• حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے برادرِ مومن کے حقوق پہچانے، اُس کی عزت و حرمت کرے خدا اس کی عزت و منزلت کرتا ہے اور جو کوئی برادرِ مومن کے سامنے عجز و انکساری ظاہر کرے خدا کے نزدیک وہ صدیقوں میں شمار ہوتا ہے، وہ شیعانِ اہلِ بیتؑ میں شمار ہوتا ہے۔

تواضع و فروتنی

جنابِ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے بڑی عبادت

تواضع ہے اور کوئی حسب و نسب قابلِ فخر نہیں مگر تواضع۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی میں بیٹھے اور دیگر اشیا کشتی میں رکھی گئیں تو حکمِ خدا سے کشتی رواں ہوئی۔ خداوندِ عالم نے پہاڑوں سے خطاب فرمایا کہ میں کشتی کو تم میں سے کسی ایک پہاڑ پر اُتارنا چاہتا ہوں۔ سربلند پہاڑوں نے یقین کیا کہ یہ ہم میں سے کسی پہاڑ پر اُترے گی مگر کوہِ جودی جو پست تر نجفِ اشرف کے قریب تھا، نے سوچا کہ میں تو سب سے پست ہوں مجھ میں یہ اہلیت کہاں ہے کہ کشتیٔ نوحؑ مجھ پر اُتاری جائے۔ خداوندِ عالم کو اس کی انکساری پسند آئی اور کشتیٔ نوحؑ کو کوہِ جودی پر ہی اُتارا۔

جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک روز آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص اور اُس کا بیٹا حاضر ہوا آپ بڑی خاطر تواضع سے پیش آئے اور قنبرؓ سے فرمایا کہ ان کے واسطے طعام حاضر کرے۔ قنبرؓ طعام اور ظرفِ آب ہاتھ دھونے کے لیے اور ایک کپڑا (تولیہ) ہاتھ صاف کرنے کے لیے لے آئے۔ جنابِ امیر المومنینؑ نے ظرفِ آب قنبرؓ سے لے لیا اور مہمان کے ہاتھ دُھلانا چاہتے تھے کہ مہمان نے دستِ ادب جوڑ کر عرض کیا۔ مولا! یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ خدمت غلام اپنے آقا سے لے۔

آپؑ نے فرمایا کہ تیرے ہاتھ دُھلانے سے اگر میرا مولا و آقا مجھ سے راضی و خوشنود ہو جائے تو کیسا ہے؟

یہ کلمات سن کر وہ اپنے ہاتھ دُھلانے پر مجبور ہو گیا۔ جنابِ امیر المومنینؑ نے اُس کے ہاتھ دُھلائے اور اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ تم اس لڑکے کے ہاتھ دُھلا دو تاکہ باپ اور بیٹے کا درجہ مساوی نہ رہے اگر اس لڑکے کا

باپ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو پھر میں ہی اس کے ہاتھ دُھلاتا لیکن باپ کی موجودگی میں ایسا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ باپ بالآخر باپ ہے اس باپ کے ہاتھ باپ دُھلائے اور بیٹا بیٹے کے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام وصیٔ ختم المرسلین ایک دُکان پر تشریف لے گئے اور اس سے قمیص طلب فرمائی، اُس نے کہا یا امیر المومنینؑ! آپ کس قسم کی قمیص پسند فرماتے ہیں۔ آپؑ یہ سن کر اس دُکان سے دوسری دُکان پر تشریف لے گئے کیونکہ اُس کے امیر المومنین کہہ کر دریافت کرنے سے آپؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے جانتا ہے چنانچہ دوسری دکان پر اُس کا لڑکا بیٹھا ہوا تھا خود دکاندار موجود نہ تھا۔ آپؑ نے اس لڑکے سے دو قمیصیں طلب فرمائیں اور اُس سے ایک قمیص دو درہم میں اور دوسری تین درہم میں خرید لیں اور قنبرؓ سے فرمایا یہ تین درہم والی قمیص تم لے لو اور دو درہم والی میں پہنوں گا

قنبرؓ نے کہا، یا امیر المومنینؑ! جو بہتر ہے وہ آپ لے لیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، نہیں اچھی چیز کے حقدار جوان ہی ہوتے ہیں اس لیے یہ تم پہنو۔ کیونکہ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کچھ پہنو اپنے غلام کو بھی وہی پہناؤ۔ جو کچھ کھاؤ اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ۔"

قمیص کی آستینیں بڑی تھیں اُن کو کاٹ کر کہا، اس کی کسی ضرورتمند کے لیے ٹوپی بنی چاہیے۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد جب اُس لڑکے کا باپ دُکان پر آیا اور معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ قمیص خرید کر لے گئے ہیں تو وہ خدمت جناب امیر المومنینؑ آیا اور کہا، یا امیر المومنینؑ! میرا لڑکا آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ دو درہم اُس نے آپؑ سے منافع لے لیا لہٰذا یہ دو درہم واپس لے لیجیے۔

آپؑ نے فرمایا، جو کچھ اُس نے مانگا ہم اُس پر رضامند ہو گئے سودا

ہو گیا۔ علاوہ ازیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ "ہم اہلِ بیتِ رسول ہیں، جو چیز دیدیتے ہیں کبھی واپس نہیں لیتے۔"

انکساریٔ جناب رسولِ خدا صلعم

معتبر سند سے ثابت ہے، محمدؓ بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک روز جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے آپؑ نے مجھے بھی شمولیت کا فخر بخشا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

اے محمدؓ! ہمارے نانا جناب رسولِ خدا صلعم جس روز سے مبعوث ہوئے وفات کے وقت تک کھانا تناول فرماتے کبھی تکیے کا سہارا لے کر نہیں بیٹھے واللہ، ہرگز کسی نے نہیں دیکھا کہ کھانا کھاتے وقت آپ کسی شے کا سہارا لے کر بیٹھے ہوں کبھی آنحضرت صلعم نے متواتر تین روز گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔ واللہ، جس روز سے مبعوث برسالت ہوئے رحلت کے وقت تک کبھی گیہوں کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آنحضرتؐ کو اس کی مقدور نہ تھی۔ نہیں، بلکہ آپ سو سو اونٹ بخش دیا کرتے تھے، اگر چاہتے تو دنیا کی تمام لذیذ نعمتیں سیر ہو کر تناول فرما سکتے تھے۔ بلکہ حضرت جبریلؑ روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں لے کر تین بار حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کے قبول کرنے سے آپؐ کے درجات میں روزِ قیامت کچھ فرق نہ آئے گا۔ لیکن ہر بار آپؐ نے عجز و انکساری سے انکار کر دیا، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ سے کسی نے سوال کیا اور آپؐ نے نہ مانا ہو، اگر کچھ ہوتا تو عطا فرما دیتے، اگر نہ ہوتا تو فرما دیتے کہ جب کچھ ہوگا انشاء اللہ دے دوں گا۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ سے کسی نے سوال کیا اور آپؐ نے نہ مانا ہو۔ اگر خدا نے کوئی نعمت عطا کی تو آپؐ نے اسے کبھی نہ روکا۔ اکثر اوقات آپؐ ضامن ہو کر بہشت عطا کرتے تھے اور خدا کی طرف سے آپ کی ضمانت پوری کی جاتی۔

جناب امیر المومنینؑ کی تواضع

جناب امیر المومنین علیہ السلام فقراء و مساکین کو گیہوں کی روٹی اور گوشت کھلاتے تھے۔ مگر گھر میں جاکر روغنِ زیتون سے جَو کی روٹی تناول فرماتے تھے۔ ہر دو چیزوں میں سے دشوار کو اپنے لیے پسند فرماتے تھے۔ پچیس ۲۵ سال خلافت ظاہری کی لیکن اپنا مکان بنانے کے لیے کچی اینٹ پر اینٹ تک نہ رکھی۔ زمین کا ایک بالشت ٹکڑا اپنے گذارے کے واسطے نہ رکھا۔ کوئی مال و زر میراث نہ چھوڑا۔ سوائے سات سو درہم کے، جن سے اپنے عیال کی خدمت کے لیے کنیز خریدنا چاہتے تھے۔ آپؑ جیسی عبادت کسی سے نہ ہوسکی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آنحضرتؑ کے وظائف کی کتاب مطالعہ کرتے کرتے رکھ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس پر کون عمل کرسکتا ہے۔

○ منقول ہے کہ ایک روز جناب فضہؑ کنیزِ خاص، ایک مُہر شدہ تھیلی لائیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے اُس کی مُہر توڑ دی اور اُس میں سے سوکھے ہوئے نان اور بھوسی نکالی۔ عمرو ابن حریث اُس وقت بیٹھے ہوئے تھے بڑے غمزدہ انداز میں بولے کہ اے فضہؑ! اگر آپ اس بھوسی کو چھان لیتیں تو زیادہ بہتر تھا، فضہؑ نے کہا کہ آپ دیکھتے نہیں ہیں اس ہی وجہ سے تو جناب امیر المومنینؑ نے تھیلی کو مُہر کر دیا ہے۔

معتبر روایت میں وارد ہے کہ سوید بن غفلہ عید کے روز جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کاسے میں کچھ آٹا اور خشک روٹی دودھ کے اندر بھگو رکھی ہے۔

اس نے عرض کیا: یا حضرت! عید کے روز بھی آپ یہی کھاتے ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا: عید اُس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے گناہوں کے بخشے جانے

کا یقین ہو۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیرؑ اپنے گھر کے لیے لکڑیاں اور پانی دوشِ مبارک پر اُٹھا کر لاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتے اور جناب سیدہ علیہا السلام آسیہ گردانی کر کے آٹا خمیر کرتی تھیں اور روٹیاں پکاتیں۔

• روایت ہے کہ کوفہ میں ایک روز آپ نے کچھ کھجوریں خرید فرمائیں، چادر کے پلّے میں باندھ کر گھر تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں اصحاب ملے اور اصرار کیا کہ ہم اٹھا کر گھر پہنچا دیں گے۔

حضرت نے فرمایا: عیال کا بوجھ اٹھانے کا حق دار صاحبِ عیال ہے۔

پھر فرمایا: عیال کا بوجھ اُٹھانے سے صاحبِ کمال کے کمال میں فرق نہیں آتا۔

• ایک روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام پانچ موقعوں پر برہنہ پا چلتے تھے نعلین مبارک بائیں ہاتھ میں ہوتی تھیں۔ ایک تو عید الفطر اور دوسرے عیدِ قرباں کی نماز ادا کرنے کے لیے جب آپ تشریف لیجاتے تیسرے۔ نمازِ جمعہ پڑھنے جاتے وقت، چوتھے، جب کسی بیمار کی عیادت کو جاتے۔ پانچویں، جنازے کے ساتھ جاتے ہوئے۔ آپؑ فرماتے تھے کہ خدا کے کاموں میں پا برہنہ جانا چاہیے۔

• منقول ہے کہ بازار میں اکیلے تشریف لے جاتے تھے۔ کوئی راستہ بھول جاتا تو اُس کی رہنمائی فرماتے، ضعیف اور کمزور کو سہارا دیتے۔ بازار میں کسی کو غلط قرآن پڑھتا ہوا سنتے تو کھڑے ہو کر صحیح پڑھنے کی تلقین فرماتے اور آیت کی تلاوت فرماتے، جس کا ترجمہ یہ ہے: "ہم نے آخرت کا گھر اس کے لیے مقرّر کیا ہے جو زمین میں فساد و بلندی نہیں چاہتے اور نیک عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

○ ابراہیم ابن عباس سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام علی الرضاؑ سے زیادہ متواضع کسی کو نہیں دیکھا۔ آپؑ کبھی کسی سے بداخلاقی کے ساتھ پیش نہیں

آتے تھے، کسی کی بات قطع نہیں فرماتے تھے تاوقتیکہ بات ختم نہ ہو جائے کبھی
کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرماتے تھے، کسی کے سامنے پیر پھیلا کر اور تکیہ لگا
کر نہ بیٹھتے تھے اور کبھی اپنے غلام یا خدمتگار کو دشنام (سخت سست) نہ کہتے
تھے، ہرگز زور سے قہقہہ مار کر نہ ہنستے تھے۔ خدمتگاروں کو ہمیشہ اپنے دسترخوان
پر بٹھاتے تھے، کم سوتے تھے۔ اکثر رات عبادت میں گذار دیتے تھے۔ بہت
روزے رکھتے تھے، بہت تصدق فرماتے تھے اکثر تصدق کا وقت شب کی
تاریکی ہی ہوتا تھا تاکہ کوئی یہ بھی نہ دیکھ سکے کہ ہمارا محسن کون ہے ورنہ اُس کو
شرمندگی ہوگی۔

ثمرۂ ہشتم

فقرِ مذموم و ممدوح

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے
ارشاد فرمایا کہ "سب سے پہلے جنّت میں جانے والے فقراء ہوں گے۔ جب
وہ جنّت میں داخل ہوں گے تو لوگ کہیں گے کہ یہ تو بغیر حساب ہی جنّت میں
داخل ہو رہے ہیں۔ فقراء کہیں گے ہم سے کس چیز کا حساب لیا جانا چاہیے تھا
نہ ہم بادشاہت رکھتے تھے نہ حکومت اور نہ کوئی منصب ہمارے پاس تھا،
جس میں ہم سے عدالت کا سوال ہوگا، ہم مال نہ رکھتے تھے جس کے عطا کرنے
اور عطا نہ کرنے کا سوال ہوتا۔ ہم دنیا میں اللہ کی عبادت کرتے تھے اب اُس نے
ہمیں بُلالیا، ہم حاضر ہوگئے، سوال و جواب، حساب و کتاب کیسا؟
جاننا چاہیے کہ فقر کی دو قسمیں ہیں ایک فقر (اِلَی اللہ) برائے
رضائے الٰہی۔ دوسرا فقر جو مذموم ہے (فقر اِلَی النّاس) لوگوں کے سامنے

ہاتھ پھیلانا۔ بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقرِ مذموم وہ ہے جو مالِ دنیا
اور اس کی محبّت کی طرف لیجاتا ہے۔ جس طرح مال و دولت وسیلۂ سعادت
ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کر کے سعادتِ دارین حاصل کریں اسی طرح فقر اس سے
بھی زیادہ ذریعۂ سعادت ہے کہ انسان حالتِ فقر میں صبر و شکر سے کام لے۔
اپنے رازق کو پہچانے اور اس سے طالب رہے۔ یہ عظیم ترین درجہ ہے دولت
اور تونگری سے، اس لیے کہ دولت اکثر و بیشتر شر اور فساد کی طرف لے جاتی
ہے مگر فقر خدا کی طرف متوجّہ کرتا ہے۔ اگر خدا فقر کو پیدا نہ کرتا تو صفتِ صبر جو
افضل ترین صفت ہے اس کا استعمال کیسے ہوتا۔
بہرحال یہ مسئلہ نازک ہے۔ فقر کو اُس نے کیوں پیدا کیا؟ اور طاقتِ
گناہ کیوں دی؟ اگر طاقتِ گناہ نہ ہوتی تو ترکِ گناہ اور اس کا ثواب کیسے حاصل
ہوتا۔ ان مسائل کے متعلق نہ سوچنا ہی بہتر ہے یہی حکمِ رسولؐ اور حکمِ ائمہؑ ہے

فقیری اور تونگری

بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ فقراءِ مومنین
امراءِ مومنین سے چالیس سال پہلے بہشت کے باغوں کی سیر کریں گے۔
پھر آپؑ نے مثال بیان فرمائی کہ امراء اور فقراء کی قیامت کے روز ایسی
مثال ہوگی جیسے کسی گھاٹ پر دو کشتیوں والے۔ ایک خالی اور دوسری مال سے لدی
ہوئی۔ خالی کشتی والا اُتر کر آرام سے روانہ ہوگا، مال والا محصول چنگی وغیرہ کے لیے
روک لیا جائے گا تاوقتیکہ حساب کر کے تمام محصول وغیرہ ادا نہ کرلے، جانے نہ پائے گا

- جناب رسالت مآب صلعم نے فرمایا کہ انسان دو چیزوں سے نفرت کرتا
ہے۔ ایک موت سے، دوسرے مال کی کمی سے۔ حالانکہ موت دنیا کے جھگڑوں

سے نجات دلاتی ہے اور مال کی کمی مقامِ حساب کی تکلیف کو کم کرتی ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کو دو چیزیں ہلاک کرتی ہیں۔ ایک تنگدستی اور محتاجی کا خوف، دوسرے فخر و بزرگی کی خواہش۔

• منقول ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: شیعانِ علیؑ کے فقیروں کو حقیر نہ سمجھو۔ قیامت کے دن ان میں کا ایک ایک فرد اتنے آدمیوں کی سفارش و شفاعت کرے گا جتنی کہ عرب کے دو بڑے قبیلے ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "دنیا کی مصیبتیں اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں۔ مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فقیری اپنے خزانوں میں رکھی ہوئی ہے۔"

• ایک حدیث میں ہے کہ فقر اللہ کی امانت ہے جو اس کو پوشیدہ رکھے اُسے ایسے شخص کے برابر ثواب ملے گا جو عمر بھر روزے سے رہا ہو۔ اور رات عبادت میں گذارے۔ اور جو ظاہر کردے کسی ایسے شخص کے سامنے جو اس کی حاجت پوری کرسکتا ہو مگر پوری نہ کرے، تو گویا اُس نے اُسے قتل کیا۔ یہ نہیں کہ نیزے یا تلوار سے مارا، بلکہ دل پر زخم لگا کر ہلاک کیا۔

• جتنا آدمی کا ایمان بڑھتا ہے، اسی قدر روزی تنگ ہوتی جاتی ہے۔ اور فرمایا: اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ روزی طلب کرنے میں اللہ کے سامنے عاجزی اور خشوع کرتے، تو البتہ اللہ تعالیٰ اس حالت سے بھی تنگی دیتا۔ اللہ نے صرف عبرت کے لیے دنیا عطا کی ہے اور آزمائش کے لیے دنیا کی تنگی دیتا ہے۔

• ایک حدیث میں فرمایا: خداوند تعالیٰ نے ہمارے شیعوں کے واسطے چھوٹی دولت مقرر نہیں فرمائی، صرف ضرورت کے موافق رزق عطا فرمایا، اس سے زیادہ

نہ پاسکیں گے، مشرق میں جائیں خواہ مغرب میں۔

• پھر فرمایا: قیامت کے روز ہمارے تنگدست شیعوں کی طرف اللہ تعالیٰ اس طرح التفات کرے گا، گویا معذرت کرتا ہے۔

• دوسری حدیث میں مروی ہے کہ جس طرح ایک بھائی دوسرے سے عذر کرتا ہے اسی طرح اللہ بھی معذرت کرے گا اور فرمائے گا۔ قسم ہے مجھ کو اپنی عزت و جلالت کی، دنیا میں تم کو اس لیے تنگدست نہیں رکھا کہ تم میرے نزدیک ذلیل و خوار تھے، اس کے عوض تم دیکھو گے کہ میں تم پر کس طرح مہربان ہوتا ہوں۔

دنیا میں جس نے تمہاری امداد کی ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔

اس وقت ایک فقیر عرض کرے گا: خداوندا! دنیا دار لوگ دنیا میں عیش کرتے تھے، حسین عورتوں سے شادی کرتے تھے، عمدہ گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ لذیذ کھانے کھاتے تھے، خوشنما و نفیس لباس پہنتے تھے، آج ہمیں بھی ویسی ہی عزت عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرمائے گا: اے فقیر! تیرے اور تیرے دوستوں کیلیے اُن سے ستّر گنا زیادہ عطا کرتا ہوں۔

ایک فقیر اور تونگر کا قصہ

• منقول ہے کہ ایک شخص نفیس لباس پہن کر جناب رسولِ خدا صلعم کے پاس آبیٹھا، پھر ایک میلے اور پرانے لباس والا شخص آیا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اس نے نفرت سے اپنا دامن سمیٹا اور الگ ہو کر بیٹھ گیا۔

جناب رسولِ خدا صلعم نے پوچھا: کیا تو ڈرتا ہے، کہ اس کی فقیری تجھے چمٹ جائے گی۔

اُس نے عرض کیا: نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تو ڈرتا ہے کہ اس کے میلے کپڑوں سے تیرے کپڑے میلے ہو جائیں گے؟

اُس نے عرض کیا: جی نہیں۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تو ڈرتا ہے کہ یہ تیری امارت چھین لے گا۔؟

اُس نے عرض کیا: یا حضرت! ہرگز نہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: کس لیے تو نے ایسا کیا۔؟

اُس نے عرض کیا: یا حضرت! میرا ایک ساتھی بہت برا ہے یعنی نفسِ امّارہ۔ جو ہر بدی کو مجھے اچھا دکھاتا ہے۔ اب میں اپنے قصور کے عوض اس فقیر کو اپنا نصف مال دیتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فقیر سے پوچھا: کیا تو قبول کرتا ہے۔؟

اُس نے عرض کیا: نہیں۔

امیر آدمی نے پوچھا: کیوں؟

اُس نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ تیری طرح اس بلا میں کہیں میں بھی مبتلا نہ ہو جاؤں

• حدیث میں وارد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی: اے موسیٰ! جب فقیری تمھارے پاس آئے تو اسے مرحبا کہو اے نیکوں کی خصلت، اور جب تونگری آتے دیکھو تو کہو مجھ سے کوئی گناہ ہوا کہ جس کے عوض دنیا میں عذاب دیا گیا۔

• محمدؐ بن الحسین خزار کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے محمدؐ! جب تو بازار جاتا ہے۔ عمدہ چیزیں اور میوے فروخت ہوتے ہوتے دیکھتا ہے، اور تجھے خریدنے کی مقدرت نہیں، کیا تیرا دل خریدنے کو چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا: یا حضرت! بہت چاہتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ہر چیز کے عوض جس کو تیرا دل چاہتا ہے، نامۂ اعمال میں

تیرے لیے ایک حسنہ لکھا جاتا ہے۔

• جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

"میں نے امیروں کو اس لیے تنگدست نہیں کیا کہ میرے نزدیک ذلیل ہیں، اور فقراء کو اس لیے دولتمند نہیں کیا کہ وہ میرے نزدیک عزیز ہیں"۔ امیر کو چاہیے کہ غور کرے۔ فقراء کو امراء کے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر دنیا میں فقیر نہ ہوتے تو امراء کو بہشت نہ ملتی۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: فقیری موت سرخ ہے

راوی نے پوچھا: یا حضرت اس سے کون سی فقیری مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: درہم و دینار کی فقیری نہیں، بلکہ دین کی فقیری ہے۔ اسی کو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ فقیری بُری موت ہے۔

• جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلعم کہیں تشریف لیجا رہے تھے۔ راستے میں ایک اونٹ چرانے والا ملا۔ آپؐ نے اُس سے کچھ دودھ طلب کیا۔

اُس نے عرض کیا: یا حضرت! جو دودھ برتن میں ہے میرے اہلِ خانہ کا شام کا خرچ ہے اور جو اونٹنیوں کے تھنوں میں ہے وہ صبح کا گذارہ ہے۔

آپؐ نے دعا فرمائی: خداوندا! اس شخص کو مال و اولاد زیادہ عطا فرما۔

آگے ایک بکریوں والا ملا۔ اُس سے بھی آپؐ نے دودھ طلب فرمایا۔

اُس نے ساری بکریاں اور پہلے سے موجود دودھ ایک برتن میں حضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا، اور مزید دودھ دوہ کر حاضر کردیا، ساتھ ہی ایک بکری بھی آنحضرتؐ کو نذر کی۔ پھر پوچھا: یا حضرت! کوئی اور حکم؟

حضرتؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی: یا اللہ! اسے ضرورت کے موافق روزی

عطا فرما۔

اصحاب نے عرض کیا: یا حضرت! جس نے آپؐ کا سوال رد کر دیا اس کے لیے آپؐ نے مال و اولاد میں اضافے کی دعا فرمائی کہ وہ شاد رہے کہ ہم سب بھی ایسا ہی ہونا چاہتے ہیں۔ اور جس نے آپؐ کے سوال کا لحاظ کیا اُس کو پوری ادھوری دعا کی۔ کہ ہم سب اِس کو پسند نہیں کرتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: دنیا جس قدر کم ہو بہتر ہے جو ضرورت کے موافق ہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو یادِ خدا سے غافل کرے گی۔

پھر ارشاد فرمایا: اے خدا! محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اتنی روزی عطا فرما کہ ضروریات پوری ہو سکیں۔ اُن کو اور اُن کے دوستوں کو حرام سے بچنے کی توفیق دے اور بقدر کفاف روزی عطا فرما، اور ہمارے دشمنوں کو مال و اولاد بہت دے۔

مومن آزردہ ہوتا ہے کہ خدا نے اُسے کیوں تنگدست کیا، حالانکہ یہ قرب اور معرفت کا باعث ہے۔ جب مومن روزی فراخ پاتا ہے۔ تو خوش ہوتا ہے، حالانکہ یہ خداوند تعالیٰ سے دوری اور غفلت کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ مقرّب اور خوش حال وہ مومن ہے کہ نیکی سے بڑا حصّہ رکھتا ہو، اچھی عبادت کرے اور لوگوں میں انگشت نما اور مشہور نہ ہو، بقدرِ ضرورت روزی رکھتا ہو اس پر صبر کرے اس دنیا سے جلد رخصت ہو اس کی میراث کم باقی رہے اور اس پر رونے والے تھوڑے ہوں۔

خلوصِ عمل

جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذرؓ! خوشحال ان لوگوں کا کہ دنیا سے کنارہ کش ہیں، آخرت کی طرف راغب ہیں۔ خدا کی زمین کو اپنا بستر اور

خاک کو اپنا فرش سمجھتے ہیں، پانی کو بجائے خوشبو خیال کرتے ہیں۔ کتابِ خدا کو اپنی پوشاک اور دعا کو اپنا لباس جانتے ہیں۔ دنیا کو قرض میں دیتے ہیں کہ آخرت کو لیں آخرت کی کھیتی نیک اعمال ہیں۔ اور دنیا کی کھیتی مال اور اولاد۔ جو آخرت کے لیے عمل کرے گا، خدا کی طرف سے اس کو توفیق عطا ہوگی اور آخرت میں عوض ملے گا۔ اور جو صرف دنیا کے لیے کوشش کرے گا اس کا اجر و ثواب شیطان کی مانند دنیا میں ہی مل جائے گا، آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ بدعت منافقین وغیرہ کے اعمال کا نتیجہ جو لوگوں کے دکھانے کے لیے کرتے ہیں، دنیا میں ان کو اجر مل جاتا ہے اور آخرت میں محروم رہیں گے اور جن کی نیّت خالص ہے اکثر دنیا میں عوض نہیں ملتا، آخرت کے دن پورا اجر پائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کوئی کام بے اجرت نہیں رہنے دیتا، یہاں تک کہ سننے میں آیا ہے کہ کفّارِ ہند بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں سفلیات وغیرہ کا کشف اُن کو ہو جاتا ہے لیکن سعادت اخروی سے محروم ہیں۔ برخلاف اس کے ایک مسلمان مومن عمر بھر عبادت و ریاضت کرتا ہے دنیا میں اس کا کچھ حصّہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کا اجر و ثواب آخرت کے لیے جمع ہوتا ہے۔ شاید اس میں یہ مصلحت ہو کہ دنیا میں اپنی ریاضت کا اثر دیکھ کر غرور و تکبّر میں گرفتار نہ ہو جائے۔

- حدیث میں آیا ہے کہ جب مومن کا ایمان کامل ہو جاتا ہے تو اس کو خواب تک دکھائی دینا موقوف ہو جاتا ہے۔
- جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مومن کی نیکی کا کوئی شکریہ بھی ادا نہیں کرتا، نہ لوگوں میں شہرت پاتا ہے کیونکہ اس کی غرض شہرت سے نہیں صرف خدا کے لیے ہوتی ہے۔ اس لیے اُس کی نیکیاں آسمان پر چلی جاتی ہیں برخلاف اس کے کافر کی نیکی و احسان کا زیادہ شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور شہرت ہوتی ہے۔

کیونکہ اس کی غرض لوگوں کو دکھلانا ہوتی ہے۔

- جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگ حضرت رسولِ خدا صلعم کے احسان کا شکریہ ادا نہ کرتے تھے، بلکہ کفرانِ نعمت کرکے اطاعت سے انکار کرتے تھے۔ اسی طرح ہم اہلِ بیت کی اطاعت و حق شناسی سے کفرانِ نعمت کرتے ہیں۔ ہمارے شیعہ مومنین کا بھی یہی حال ہے کہ ان کی نیکیوں کا کوئی شکرگذار نہیں ہوتا، بلکہ دشمنی پر کمربستہ ہوجاتے ہیں۔ جیساکہ حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ، علیؑ بن ابی طالب اور حسینؑ بن علیؑ پر ظلم و ستم ہوا۔

- ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کو دعاء پر زیادہ فضیلت ہے

قرآن کے بارے میں فرمایا کہ شعار بناؤ۔ شعار اُس لباس کو کہتے ہیں جو اوپر ہو اور دعاء کے لیے فرمایا کہ دثار بناؤ۔ دثار نیچے کے لباس کو کہتے ہیں جو جسم سے لگا ہے انسان اپنے نفس کا خود طبیب ہے۔ قرآن اور دعاء میں سے جس پر دل کو راغب دیکھے، عمل کرے۔ (یعنی سہارا لے)

عابد لوگ کسی عمل سے اتنا ثواب نہ پائیں گے جتنا کہ گریہ و زاری کرنے والے پائیں گے۔ میں ایسے لوگوں کے لیے بہشت کے اعلیٰ مراتب میں قصر بناؤں گا کہ کوئی اس مرتبے و محل میں ان کا شریک نہ ہوگا۔

فرمایا: مومنوں میں زیادہ دانا و عاقل وہ ہے جو موت کو زیادہ یاد رکھے اور اس کی اچھی طرح تیاری کرے۔

منقول ہے کہ ایک روز ایک شخص رسولِ خداؐ کی خدمت میں بارہ درہم بطور ہدیہ لایا، آپؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ سے فرمایا، یا علیؑ ان درہموں کی میرے لیے ایک قمیص خرید لاؤ۔

حضرت علیؑ گئے اور ایک نہایت عمدہ کپڑے کی قمیص خرید کرلے

آئے۔ جناب رسولِ خداؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ اتنے عمدہ کپڑے کی قمیص مجھے پسند نہیں ہے یا علیؑ اگر یہ واپس ہوسکے تو واپس کردو۔

جناب امیرالمومنینؑ قمیص واپس لے گئے اور قمیص واپس کرکے بارہ درہم جناب رسولِ خداؐ کو دیدیے۔ آنحضرتؐ وہ درہم لیکر خود قمیص خریدنے کے لیے بازار تشریف لے گئے۔ راہ میں دیکھا ایک کنیز سڑک کے کنارے بیٹھی رو رہی ہے آنحضرتؐ اُس کے قریب گئے اور رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ اُس نے کہا میرے آقا نے چار درہم کچھ اشیاء خریدنے کو مجھے دیے تھے جو مجھ سے گم ہوگئے ہیں۔ اب میں آقا کو کیا جواب دوں گی۔

آنحضرتؐ نے چار درہم اس کو دیے اور بازار تشریف لے گئے۔ وہاں سے چار درہم کی قمیص خریدی۔ واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک پریشان حال درویش کی آواز آئی۔ خدا کے واسطے کوئی مجھ غریب کی مدد کرو کوئی پھٹا پرانہ کپڑا تن پوشی کو دیدو۔ ا

آنحضرتؐ نے سُنا اور وہ قمیص اس کو عطا فرمادی۔ واپس ہوکر بازار سے پھر ایک قمیص چار درہم کی اپنے واسطے خریدی۔ آرہے تھے کہ وہی کنیز پھر روتی ہوئی ملی۔ آپؐ نے رونے کا سبب معلوم کیا اُس نے کہا کہ مجھے گھر سے نکلے ہوئے دیر ہوگئی ہے۔ خائف ہوں کہیں آقا ناراض نہ ہو۔

آپؐ نے فرمایا، میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ اُس کے مالک سے آپؐ نے فرمایا، اس کی تاخیر سے واپسی کا قصور معاف کردے۔

اُس نے عرض کیا، حضور نے کیوں زحمت فرمائی، میں اس کا قصور معاف ہی نہیں بلکہ اس کو آزاد کیے دیتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا کس قدر مبارک درہم تھے اُس نیک انسان کے

جنھوں نے ایک ضرورتمند کی ضرورت پوری کی۔ ایک خستہ حال کو لباس دیا
مجھے قمیض پہنائی اور ایک کنیز کو آزاد کرادیا۔

منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں ایک
مالدار شخص قیمتی لباس پہنے آیا اور بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ایک غریب و نادار
کہنہ اور میلا لباس پہنے آیا اور اُس مالدار کے پاس بیٹھ گیا۔ مالدار نے اپنے
دامن کو اس کے گندے لباس سے بطور نفرت سمیٹ لیا۔ رسولِ خدا
نے مالدار سے فرمایا، کیا دامن سکیڑنے کی وجہ یہ تھی کہ کہیں اس کا فقر تجھ کو
نہ چپٹ جائے۔

اُس نے کہا نہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا، اچھا کیا یہ وجہ تھی کہ تیری تونگری میں سے کوئی
چیز اس کے پاس چلی جائے گی ؟

اُس نے کہا نہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا، کیا یہ خیال تھا کہ تیرا لباس بھی میلا ہو جائے گا؟

اُس نے کہا، نہیں۔

جنابِ رسولِ خداؐ نے پھر ارشاد فرمایا۔ اس کے علاوہ اور کیا وجہ تھی ؟

اُس نے کہا، یارسول اللہ! یہ میرے نفسِ امّارہ کی غلطی تھی میں
معافی کا طالب ہوں اور اپنے اس قصور کے کفارہ میں اپنی نصف دولت
اِس غریب کو دیتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے اُس غریب سے فرمایا، کیا تمھیں قبول ہے ؟

اُس غریب نے عرض کیا، نہیں۔

دولت مند نے کہا کیوں قبول نہیں ؟

اُس غریب نے کہا، صرف اس خوف سے کہ کہیں میں بھی اس بلا
میں مبتلا نہ ہو جاؤں جس میں کہ یہ ہے۔

فرمایا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اے ابوذر! قسم ہے
مجھے جلالِ کبریائی کی کہ فرمایا میرے پروردگار نے جو بندۂ مومن میرے سامنے
گریہ کرے گا عبادت میں، اُس کے واسطے جنت میں ایسا قصر تیار رکھوں گا
جو پیغمبروں کے قصر کے سوا اور کسی کو عطا نہ کیا جائے گا۔

اے ابوذر! افضل ترین مومن کی شناخت یہی ہے کہ وہ عظمتِ
الٰہی کے سامنے سربسجود ہو کر گریہ کرے۔

گریہ کی چند قسمیں ہیں۔

- ایک وسعتِ رزق کے لیے گریہ کرتا ہے۔
- دوسرا جہنم سے نجات کے لیے گریہ کرتا ہے۔ یعنی اپنے گناہوں
کی بناء پر اپنے محتسبِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ ہے۔
- تیسرا طلبِ جنت میں گریہ کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ
شے جنت ہے جس کی طلب کے لیے بے چین ہے۔
- چوتھا تقربِ الٰہی کی آرزو میں روتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے
محبت کرتا ہے کہ بظاہر مادیت کی وجہ سے جو جدائی خالق و مخلوق کے
درمیان ہے وہ ازبس ناگزیر ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس کی فضیلت میں
کوئی شریک نہیں۔

اے ابوذر! ہر کام میں اگر تقربِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھے اور ہر کام برائے
خوشنودیٔ خداوندِ عالم بجا لائے، حتیٰ کہ ایک لقمہ بھی جو وہ کھائے اس
نیت سے کہ جسم کو قوت بخشے گا اور لائقِ عبادت بنا دے گا۔ یہ سب سے

بڑی عبادت ہے کہ انسان ہر کام اللہ کی خوشنودی اور فی سبیل اللہ انجام دے۔

○ جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ مبارک ہیں اور قابلِ صد ستائش ہیں وہ بندگانِ خدا کہ جن سے لوگ متعارف نہیں اور نہ وہ لوگوں میں اپنے تعارف کو پسند کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو خدا پہچانتا اور اُن کی نیت کا اجر عطا فرماتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں راہِ ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔ اُن کے دل نورِ ایمان سے روشن ہیں۔ یہ دنیا کی کم مائیگی کو خوب سمجھ گئے ہیں۔ بہشت کی آرزو میں جان کھوتے اور دوزخ کے خوف سے روتے ہیں۔

اے ابوذر! جنّت اور دوزخ کا اعتقاد واجب ہے اِن سے انکار کُفر ہے۔

○ ایک مُلحد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کچھ سوالات کیے۔ پہلا سوال:۔ بتائیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بہشت میں اہلِ بہشت جن درختوں کے پھل کھائیں گے اُن کے پھلوں میں کمی واقع نہ ہوگی؟

جواب:۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں مگر اُس چراغ کی روشنی میں کوئی بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔

دوسرا سوال:۔ بتلائیے، بہشت میں بول و براز کی حاجت نہ ہوگی تو وہ کہاں جائے گا؟

جواب:۔ آپ نے فرمایا، یہ چیز ایک خوشبودار پسینہ کی صورت میں خارج ہوجائے گی۔ (وغیرھم)

یہ جوابات سُن کر وہ مُلحد مسلمان ہوگیا۔

○ کسی نے بہشت کی بابت حضرت بلالؓ (مؤذنِ رسولؐ) سے سوال کیا حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میں نے جنابِ رسولِ خداؐ سے سُنا ہے کہ بہشت کی چہار دیواری طلا، نقرہ اور یاقوت کی اینٹوں سے اور مشک، عنبر اور زعفران سے تیار کردہ مسالہ سے تعمیر کی ہوئی ہے اور بہشت کے مختلف دروازے ہیں۔ جن میں دروازۂ رحمت یاقوتِ سرخ کا ہے۔ دروازۂ صبر، یاقوتِ زرد سے، دروازۂ شکر یاقوتِ سفید سے بنایا گیا ہے۔ اور ان سب سے بڑا دروازہ وہ ہے جس سے خدا کے مخصوص بندے جو عمر بھر یادِ الٰہی میں مصروف رہے صرف وہی داخل ہوتے ہیں اور وہاں نہریں ہیں جن میں مومنین کشتیوں میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں۔ خداوندِ عالم جملہ مومنین کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ خود کو اہلِ بہشت کی صف میں داخل کرنے کی سعی و کوشش کریں۔

○ ابوصلت ہروی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ یا ابنِ رسولؐ اللہ! بہشت و دوزخ آج بھی موجود ہیں؟

- آپؑ نے ارشاد فرمایا، بیشک۔
- ابوصلت نے عرض کیا، لوگ کہتے ہیں کہ خدا بہشت و دوزخ کو پیدا کرے گا۔ ابھی موجود نہیں ہیں۔
- آپ نے فرمایا، جو ایسا کہتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جنابِ رسولؐ خدا نے شبِ معراج بہشت کی سیر کی اور جہنّم کو دیکھا۔ پھر امام علیہ السلام نے اس بارے میں بکثرت آیات و احادیث سے ثابت کیا اور فرمایا کہ جس نے بہشت و دوزخ سے انکار کیا گویا اس نے قرآن و رسولؐ سے انکار کیا اور ہماری ولایت سے انکار کیا اور جو قرآن و رسولؐ اور ہماری ولایت کا منکر ہوا وہ کافر ہے۔

دوزخی لوگ

یہ اعتقاد بھی ضروری ہونا چاہیے کہ کفّار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ عذاب سے کبھی نہ چھوٹیں گے سوائے شیعوں کے دوسرے فرقے کہ حجت ان پر تمام ہو چکی اور عقل کامل رکھتے ہیں پھر بھی اپنے تعصب اور ہٹ دھرمی پر قائم ہیں ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جاہل عورتیں یا ضعیف العقل لوگ جو حق و باطل کی تمیز نہیں کر سکتے، بشرطیکہ اہلِ بیت کی محبت رکھتے ہیں ان کا معاملہ حکمِ الٰہی پر موقوف ہے۔ چاہے تو اپنے فضل سے بخش دے اور ایسے شیعہ جنھوں نے بدکاری یا گناہ کبیرہ کیے ہیں وہ شفاعت و رحمت کے مستحق ہیں ممکن ہے خدا ان کو جہنم سے بچا لے اور جو شخص واجبات شرعی مثل نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، بہشت و دوزخ اور قیامت کا انکار کرے وہ مرتد اور کافر ہے ہمیشہ جہنم میں رہے گا، خواہ اسلام کا انکار کرتا ہو۔

دوزخ کا بیان

بسندِ معتبر حضرت ابوبصیر سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میرا دل بہت سخت ہو گیا ہے مجھے عذابِ خدا کی کچھ باتیں بتائیے۔

آپؑ نے فرمایا: آخرت کی زندگی کے لیے جس کی درازی کی کوئی انتہا نہیں ہے تیار رہو کہ ایک روز جبرئیلؑ غضبناک صورت میں جناب رسول خدا صلعم کے پاس حاضر ہوئے۔ آنجنابؐ نے دریافت فرمایا: اے جبرئیلؑ! آج تم غمگین کیوں ہو؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! حق تعالیٰ کا حکم تھا کہ ہزار سال تک جہنم پر پھونکیں ماری جائیں۔ ان پھونکوں کی وجہ سے جہنم کا رنگ سفید ہو گیا۔ پھر ایسا ہی حکم ہوا۔ اس سے جہنم کا رنگ سرخ ہو گیا۔ پھر ایسا ہی حکم صادر ہوا کہ ہزار سال تک مزید

پھونکیں ماری جائیں۔ اس مرتبہ جہنم کا رنگ سیاہ ہو گیا اور گنہگاروں کا عرق اور زناکاروں کی فروج کی غلاظت جس کو ضریع کہتے ہیں آتشِ جہنم میں جوش کھا کر ایسی ہو گئیں کہ اگر ان کا ایک قطرہ روئے زمین کے پانی میں ڈالا جائے تو اس کی بدبو سے تمام اہلِ دنیا ہلاک ہو جائیں، اور جہنم میں ایک ستر گز کی زنجیر ہے جو اہلِ جہنم کی گردنوں میں ڈالی جائے گی، اگر اس کا ایک حلقہ دنیا میں آجائے تو اس کی گرمی سے دنیا کے تمام جاندار ہلاک ہو جائیں، اور اہلِ جہنم کے لباس ایسے بدبودار ہیں کہ اگر ان میں سے ایک دنیا میں لایا جائے تو اس کی بدبو اور گرمی سے سب مر جائیں۔

یہ کہہ کر جبرئیلؑ اور آنحضرتؐ دونوں گریہ کرنے لگے۔ اُس وقت ایک فرشتہ اللہ کی جانب سے آیا۔ اُس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں تمہاری حفاظت کروں گا ایسے گناہ سے جو اس عذاب کا باعث ہو۔

اس کے بعد جب کبھی جبرئیلؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں آتے ہنستے اور خوش و خرم آتے تھے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیر! کفّار اور منافق اس روز خدا کے عذاب کی حقیقت سے واقف ہوں گے جب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ تکلیف کے مارے ہزار سال تک کوشش کریں گے کہ اوپر جائیں لیکن جب کنارے تک آئیں گے فرشتے آتش کے گرز اُن کے سروں پر ماریں گے کہ پھر وہ دوزخ کی تہ میں جا پڑیں گے۔ اُن کے جسموں سے کھالیں جل کر اُتر جائیں گی، پھر نئی کھالیں پیدا ہوں گی اور جلیں گی تاکہ اُن کو زیادہ سے زیادہ عذاب دردناک پہنچے۔

حضرت نے فرمایا: اے ابوبصیر! جو کچھ میں نے بیان کیا، کافی ہے یا اور بیان کروں؟

ابو بصیر نے عرض کیا: بس مولا، کافی ہے۔ اس عذاب کو سن کر میرا قلب و جگر کانپ رہا ہے۔

دوزخیوں کی خوراک

عمرو بن ثابت سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اہلِ جہنم عذابِ جہنم سے کتوں اور بھیڑیوں کی طرح فریاد کریں گے۔ اے عمرو! بھلا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو عذاب سے کبھی نجات نہ پا سکیں گے۔ بھوکے، پیاسے، اندھے، بہرے اور گونگے ہو کر جہنم کی آتش میں جلتے رہیں گے۔ خدا کے غضب میں گرفتار اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہوں گے، کوئی ان پر رحم نہ کرے گا۔ جہنم کا حمیم گرم، پانی کے عوض پینے کو اور جہنم کا زقوم، طعام کے عوض کھانے کو ملے گا۔ آتش کے گرز سر پر لگیں گے، تند خو اور سخت مزاج فرشتے ان کو شکنجوں میں جکڑیں گے، زنجیروں میں باندھ کر منہ کے بل آگ میں گھسیٹیں گے، اس وقت ان کی دعا بھی نہ سُنی جائے گی، وہ موت کی آرزو کریں گے لیکن مریں گے نہیں، اور ان تمام عذابوں کے بعد ایک عذاب زیادہ سخت ہے۔

آپؑ نے فرمایا: صدید جہنم جب اہلِ جہنم کے سامنے پینے کے لیے لائی جائے گی، تو اس کی گرمی سے چہرے کا گوشت و پوست اُتر جائے گا اور پیتے ہی انتڑیاں کٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر مقعد سے نکل پڑیں گی اور ہر ایک سے پیپ اور لہو کی نہریں جاری ہوں گی، اس تکلیف سے وہ ایسا روئیں گے کہ اشکوں کی نہریں چل نکلیں گی۔ پھر اشک تھم جائیں گے اور بجائے اشکوں کے خون جاری ہو جائے گا اور اتنا زیادہ ہوگا کہ اس میں کشتیاں چل سکیں گی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جہنم کے سات در

ہیں کہ، ایک سے فرعون، ہامان اور قارون یعنی اوّل، ثانی اور ثالث داخل کیے جائیں گے۔ اور ایک سے مشرکین و کفار داخل کیے جائیں گے، اور ایک سے بنی اُمیّہ کو داخل کیا جائے گا جو انھیں کے لیے مخصوص ہے کوئی اس دروازے سے نہ جا سکے گا۔ ایک اور دروازہ ہے جس کا نام سقر ہے، ایک اور ہے جس کا نام ہاویہ ہے جو اس طرف سے داخل ہوگا ستّر سال تک نیچے چلا جائے گا، پھر اوپر آئے گا یہ دروازہ سب سے بڑا اور تکلیف میں سب زیادہ ہے۔

• حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا ستّرھویں حصّے کا ایک جزو ہے جس کو ستّر بار پانی سے ٹھنڈا کر کے زمین پر لایا گیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی حرارت سے کوئی زندہ نہ بچتا۔ روزِ قیامت جہنم کو میدانِ محشر میں لایا جائے گا۔ اس کے اوپر صراط کو رکھا جائے گا اور جہنم سے ایسی فریاد بلند ہوگی کہ تمام ملائکہ اور انبیاء خوف سے استغاثہ کرنے لگیں گے۔

جہنم کے طبقے غسّاق و جحیم وغیرہ

ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں غسّاق ایک وادی ہے اس میں ۳۳۰ محل ہیں، ہر محل میں ۳۰۰ کوٹھڑیاں (کمرے) ہیں، ہر کوٹھڑی میں ۴۰ گوشے ہیں، ہر گوشے میں ایک سانپ ہے کہ اس کے شکم میں ۳۳۰ بچھو ہیں، ہر بچھو کے اندر ۳۳۰ زہر کی تھیلیاں ہیں اور یہ زہر ایسا تیز ہے کہ اگر ایک قطرہ جہنم میں جا پڑے تو تمام اہلِ جہنم ہلاک ہو جائیں۔

• منقول ہے کہ جہنم کے سات طبقے ہیں۔ پہلا طبقہ جحیم ہے کہ یہاں اہلِ دوزخ گرم پتھر پر رہیں گے جس کی گرمی سے دماغ جوش کھانے لگیں گے۔

دوسرا طبقہ لَظیٰ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بہت کشندہ

ہے جو مشرکوں کے دست و پا کو اپنی طرف کھینچے گا اور اُن لوگوں کو گھسیٹ لیگا
جنھوں نے حق سے روگردانی کی، مالِ دنیا جمع کیا اور اس میں سے اللہ کے حقوق
ادا نہ کیے۔ تیسرا طبقہ سقر ہے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے کہ گوشت، پوست،
رگوں، پٹھوں اور ہڈیوں کو نہ چھوڑے گی، سب کو جلا کر خاک کر دے گی، اس
خاک سے اللہ تعالیٰ پھر جسم بنائے گا، اس سے ایسی آگ نکلے گی کہ کافروں کو سیاہ
کر دے گی۔ اس پر ۱۹ مَلَک متوکل ہیں۔ چوتھا طبقہ حُطَمہ ہے۔ اس سے مکانات
کی بلندی کے برابر شعلے نکلیں گے، گویا زرد رنگ کے اونٹ ہوا میں جا رہے
ہیں، جو اس میں ڈالا جائے گا آگ اس کو ایسا جلا دے گی گویا پِسا ہوا سُرمہ۔
خداوند تعالیٰ پھر اس کو زندہ کرے گا اور شعلے اس کو پھر جلا کر سُرمہ بنا دیں گے
پانچواں طبقہ ہاویہ ہے۔ اس کے باسی مالک بادبان سے فریاد کریں گے کہ
ہمیں اس مصیبت سے بچا لے۔ مالک یہ سن کر ایک ظرفِ آتشیں میں بیپ اور
غلاظت جو اہلِ دوزخ کے جسموں سے نکلے گا، ان کو کھانے کے لیے دے گا
اس کی گرمی سے ان کے چہروں کا گوشت و پوست اُتر جائے گا اور ظرف میں آ گرے گا

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"ستمگاروں کے لیے ہم نے آگ تیار کی ہے کہ ہر طرف سے اُن کو گھیر لے گی
اگر پیاس کی شکایت کریں گے تو اُن کو ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے
ہوئے تانبے کی مانند ہوگا، جب اُن کے سامنے کیا جائے گا تو وہ چہروں کو
جلا دے گا، بہت بُرا پانی ہے وہ۔

اُن کے لیے ایک بہت بُرا تکیہ گاہ مُہل ہے جو کہ ایک قسم کی آتش ہے۔
اور جس کو ہاویہ میں ڈالا جائے گا وہ ستر ہزار سال تک آگ میں اُترتا جائے گا
جو پوست جل جائے گی اس کی بجائے نئی کھال دوبارہ پیدا ہوگی (اور یہ سلسلہ

اسی طرح جاری رہے گا) چھٹا طبقہ سعیر ہے جس میں آتش کے تین سو پردے ہیں
اور ہر پردے کے ساتھ تین سو محل آتش کے ہیں، اور ہر محل میں تین سو کمرے
آگ کے ہیں کہ ہر کمرے میں تین سو طرح کا عذاب تیار ہوگا، آتش کے سانپ اور
بچھو، طوق و زنجیریں بے حساب موجود ہوں گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"ہم نے تیار کیے ہیں کافروں کے لیے طوق و زنجیریں۔"

ساتواں طبقہ جہنم ہے اس میں ایک کنواں ہے جب وہ کھولا جائے گا
تو بے حساب آتش کے شعلے اُس کے اندر سے برآمد ہوں گے۔ یہ طبقہ دوسرے
طبقوں سے بہت سخت اور دشوار ہے اس کے درمیان ایک پہاڑ صعود ہے
جو تانبے کا ہے اور اس کے گرد پگھلے ہوئے تانبے کی ایک نہر بہتی ہے اس
طبقے میں یہ جگہ سب سے زیادہ سخت عذاب کی ہے۔

سقر

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم میں سقر ایک وادی ہے
جس روز خدا نے اس کو پیدا کیا، اُس نے سانس نہیں لیا۔ اگر سوئی کے ناکے برابر
بھی سانس لے تو تمام اہلِ زمین کو جلا دے۔ اہلِ جہنم اس کی حرارت سے پناہ مانگتے
ہیں۔ اس وادی میں ایک پہاڑ ہے کہ اہلِ وادی اس پہاڑ کی حرارت و غلاظت
اور بدبو سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اس پہاڑ میں ایک درّہ ہے کہ اس کی گرمی
اور بدبوئے غلاظت سے پہاڑ والے لوگ بھی خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس درّے
میں ایک چاہ ہے کہ اس کی غلاظت اور بدبو اور عذاب سے درّے والے بھی خدا
کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس چاہ کے اندر ایک سانپ ہے اس قدر زہر اور بدبو اس
میں بھری ہے کہ چاہ والے اس سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس سانپ کے شکم میں
میں سات صندوق ہیں۔

- ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ دو یہودی جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا بہشت و دوزخ کہاں ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا، بہشت آسمان پر اور دوزخ زمین میں۔

- جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے (فلق) کے معنی دریافت کیے گئے۔ آپؑ نے فرمایا فلق جہنّم کا ایک گرم ترین طبقہ ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا: "معراج کو جاتے ہوئے راستے میں، میں نے ایک خوفناک آواز سنی، مجھے خوف معلوم ہوا تو میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی آواز ہے

جبرئیلؑ نے عرض کیا: اے محمدؐ! یہ ایک پتھر کی آواز ہے کہ اب سے ستّر سال پیشتر جہنّم کے کنارے سے پھینکا گیا تھا آج وہ جہنّم کی تہ میں جا پہنچا، یہ آواز اسی پتھر کی ہے۔

یہ سُن کر آپؐ جبتک زندہ رہے کسی نے آپؐ کو ہنستے نہ دیکھا۔

پھر فرمایا: جب میں آسمانِ اوّل پر پہنچا تو ہر فرشتہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اُن میں سے ایک عظیم الشّان خوفناک شکل کا فرشتہ کہ پہلے کبھی ایسا نہ دیکھا تھا اور فرشتوں کی طرح اس نے بھی مجھے سلام و دُرود کہا، لیکن دوسرے فرشتوں جیسی ہنسی اور خوش حالی اس میں نہ تھی، میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا: یہ کیسا فرشتہ ہے کہ دیکھنے سے خوف آتا ہے ؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: یا محمدؐ! ہم فرشتے بھی اس کی صورت سے خوف کھاتے ہیں اس کا نام مالک خازنِ جہنّم ہے۔ جب سے خدا نے اس کو جہنّم پر مقرر کیا ہے کبھی ہنسی نہیں آئی، بلکہ اہلِ جہنّم پر غصّہ اور غضب ہر دم بڑھتا جاتا ہے۔ خدا اس کو حکم دے گا کہ اہلِ جہنّم سے انتقام لے۔ یا محمدؐ! اگر کبھی یہ ہنستا ہوتا اس

وقت آپ کو دیکھ کر ضرور خوش ہوتا اور ہنستا۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں، میں نے اسے سلام کیا۔ تو اُس نے جواب دیا اور بہشت کی بشارت دی۔ میں نے جبرئیلؑ سے کہا، تمھارا اہلِ زمین حکم بجالاتے ہیں۔ اس سے کہو کہ مجھے دوزخ تو دکھائے۔ چنانچہ اس نے دوزخ کا پردہ ہٹاکر جہنّم کا ایک طبقہ کھولا تو آتش کے شعلے آسمان تک بلند ہونے لگے۔ اُس کے زور و شور سے مجھے بھی خوف ہوا تو میں نے جبرئیلِ امین سے کہا کہ اس سے کہو، جلد پردہ ڈال دے میں دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا۔

پردہ ڈالتے ہی شعلے بند ہوگئے۔

- حدیث میں آیا ہے کہ وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "کافروں کے لیے آتش کے کپڑے تیار کیے گئے ہیں۔" بنی اُمیّہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی آتشِ دوزخ اِس طرح گھیرے گی جیسے لباس جسم کو۔ اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف تک آجائے گا، اور اوپر کا ہونٹ سر تک پہنچ جائے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"ڈالو ان کے اوپر ایسا گرم پانی کہ جلادے ان کی انتڑیوں اور اندرونِ شکم کو، اور ان کے لیے آتشی گُرز تیار ہیں۔ جب وہ جہنّم سے نکلنا چاہیں گے گرز مار کر انھیں واپس کردیں گے اور اُن سے کہا جائے گا، آتشِ دوزخ کے عذاب کو چکھو اپنے اعمال کے عوض۔"

- حدیث میں وارد ہے کہ وہ گُرز ایسے وزنی ہیں اگر تمام انس و جن مل کر اُٹھانا چاہیں، انھیں اُن کی جگہ سے جنبش نہ دے سکیں گے۔

- منقول ہے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ گنہگاروں کے لیے آتشِ دوزخ میں نقب ہا بنائی گئی ہیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے

اور گردنیں طوقوں سے جکڑی ہوں گی، پگھلے ہوئے تانبے کے لباس پہنائے
جائیں گے۔ آتش کے جُبّے اُڑھائے جائیں گے۔ عذابِ جہنّم میں ایسے گرفتار
ہوں گے کہ سرد ہوا اُن تک ہرگز نہ پہنچ سکے گی۔ تمام تکالیف ہر دم تازہ رہیں گی
نہ عمر ختم ہوگی نہ عذاب کم ہوگا۔ مالک سے فریاد کریں گے، وہ جواب دے گا کہ تمہارے
لیے یہ عذاب دائمی ہے، کبھی اس سے خلاصی نہ پاؤ گے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ دوزخ میں
ایک ایسی دشوار جگہ ہے کہ اہلِ جہنّم اس سے پناہ مانگیں گے، وہ جگہ ہر متکبّر اور
جبّار اور آلِ محمدؐ کے دشمنوں کا مقام ہے۔ جہنّم میں جس کا مقام سب سے آسان
ہے وہ شخص ہے جس کو دریائے آتش میں جگہ ملے گی، پاؤں میں آتش کی جوتیاں
ہوں گی جن کی گرمی سے اس کا مغز اس طرح جوش کھائے گا جیسے ہانڈی میں سالن۔
یہ شخص ایسا خیال کرے گا کہ سب سے زیادہ عذاب میں ہے حالانکہ اس پر عذاب کی
تکلیف بہ نسبت دوسرے اہلِ جہنّم کے بہت کم ہوگا۔

• جنابِ رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: اگر اس مسجد میں ایک لاکھ
آدمی ہوں اور اہلِ جہنّم سے کوئی وہاں سانس لے، اس کی گرمی سے اہلِ مسجد جل
جائیں ایک باقی نہ بچے۔

پھر ارشاد فرمایا: جہنّم میں اونٹ کی گردن کے برابر موٹے سانپ ہیں، اگر
کسی کو ایک کاٹ لے تو چالیس سال تک اس کے درد سے تڑپتا رہے گا، ایسے
ہی زہریلے جہنّم کے بچھو ہیں۔

• عبداللہ بن عبّاس سے منقول ہے کہ جہنّم کے سات دروازے ہیں
ہر دروازے پر ستّر ہزار پہاڑ ہیں، ہر پہاڑ میں ستّر ہزار درّے ہیں، ہر درّے
میں ستّر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں ستّر ہزار شگاف ہیں، ہر شگاف میں

ستّر ہزار کمرے ہیں، ہر کمرے میں ستّر ہزار سانپ ہیں، ہر سانپ تین دن کی راہِ
مسافت کے برابر طویل ہے اس کے دانت کھجور کے برابر ہیں، اہلِ جہنّم کے گوشت
پوست، پلکوں اور لبوں کو وہ سانپ چمٹ جائیں گے۔ جب اُن سے ڈر کر بھاگیں
گے تو جہنّم کی نہر میں جا گریں گے اور چالیس سال تک نیچے کو جاتے رہیں گے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی
ایسا شخص پیدا نہیں کیا جس کے لیے بہشت یا دوزخ میں جگہ مقرر نہ کردی ہو۔
جب اہلِ بہشت، بہشت میں اور اہلِ دوزخ، دوزخ میں جائیں گے تو منادی
اہلِ بہشت کو ندا دے گا کہ اہلِ جہنّم کی طرف دیکھو، وہ عذاب و تکلیف میں مبتلا
ہوں گے۔ ایک فرشتہ کہے گا: اے بہشت والو! اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے
تمہارا بھی یہی حال ہوتا۔

پھر اہلِ جہنّم کو ندا ہوگی، کہ اہلِ بہشت کے آرام و سکون اور نعمتوں کو
دیکھو، اس وقت وہ منادی پھر ندا دے گا: اے بدبختو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری کرتے تو یہ نعمتیں پاتے۔

پھر دونوں کو اپنے اپنے مقامات پر بھیج دیا جائے گا۔

○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ جہنّم سات طبقات
پر منقسم ہے۔ اس کے آخری طبقہ میں سات صندوق ہیں جن میں سے ایک
میں پانچ آدمی اُمّتِ گذشتہ کے اور دو آدمی اِس امّت کے ہیں جو خدا پر
ایمان نہیں لائے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے ہر
مخلوق کی منزل بہشت اور جہنّم میں مقرر کردی ہے۔ منادی ندا کرے گا
اہلِ بہشت کو کہ اہلِ جہنّم پر نظر ڈالو، جب وہ ان کو آتشِ جہنّم میں بے چین پائیں

گے تو ندا آئے گی کہ اگر تم بھی ان کی طرح بداعمال ہوتے تو آج تمہارا حشر بھی
یہی ہوتا۔ پھر اہلِ جہنم کو ندا آئے گی کہ اہلِ بہشت پر نظر ڈالو وہ ان کو عیش و
آرام میں دیکھ کر گریہ و زاری کریں گے۔ ندا آئے گی اگر تم بھی ان کی طرح نیک کردار
ہوتے تو آج تم بھی اسی آرام و راحت میں ہوتے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب بہشتی
بہشت میں اور دوزخی، دوزخ میں جائیں گے تو ایک منادی ندا دے گا۔
اے لوگو! اگر موت کی صورت تمہارے سامنے آئے تو پہچان لوگے؟

سب جواب دیں گے کہ نہیں۔

پھر موت کو ایک گوسفند سیاہ و سفید کی صورت میں لایا جائے گا، اور
بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے کہا جائے گا: دیکھو یہ موت ہے۔ پھر
بحکمِ خداوند تعالیٰ اسے ذبح کیا جائے گا اور حکم ہوگا: اے اہلِ بہشت اور
اے اہلِ دوزخ! اپنے مقامات میں ہمیشہ کے لیے رہو۔ اب تمہارے
لیے موت نہیں ہے۔

اے ابوذر! جنّت وہ مقام ہے کہ اگر وہاں کی ایک عورت آسمانِ
اوّل سے زمین کی طرف نظر ڈالے تو ساری زمین اُس کے نورانی چہرے سے
چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور منوّر ہو جائے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، بہشت وہ مقام
ہے جس کی خوشبو ہزار سال کی راہ کے فاصلے تک پھیلی ہوئی ہے اور ہر
مومن کو وہاں اس قدر فراغت سے عطا کیا جائے گا کہ اگر وہ تمام انس وجن
کو مدعو کرے تو سب سیر ہو جائیں اور پھر اتنا ہی باقی رہے۔ بہشت میں
مومنین کو نعماتِ جنّت کے علاوہ ہر ایک کو آٹھ سو باکرہ اور چار ہزار غیر باکرہ
اور دو دو حور العین عطا ہوں گی۔

حور العین کا بیان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیر! بہشت
میں ایک نہر ہے اس کی دونوں جانب کنیزیں کھڑی ہوں گی۔ مومن وہاں سے
گذرے گا، جسے پسند کرے گا، اس کے ساتھ ہو جائیں گی، خداوند تعالیٰ اُس کی
جگہ اور پیدا کر دے گا۔

حور العین بہشت کی نورانی خاک سے پیدا ہوئی ہیں۔ ان کی ساق کا مغز
ہزار حُلّوں میں سے چمکتا ہوا دکھائی دے گا۔ مومن کا جگر حور العین کا آئینہ ہوگا
اور اُن کا جگر مومن کا آئینہ ہوگا کہ صاف و لطیف ہونے کے سبب ان میں عکس
دکھائی دے گا۔ حور العین کی باتیں ایسی شیریں ہوں گی کہ کبھی کسی نے ایسی شیریں
باتیں نہ سُنی ہوں گی۔ وہ کہیں گی "ہم ہمیشہ رہنے والی اور پائدار ہیں، ہمارے
لیے موت نہیں ہے، ہمارے لیے ہمیشہ کی خوشیاں اور نعمتیں ہیں، غم و اندوہ
کبھی ہمیں نہیں ہوتا، ہم جنّت الخلد میں ہمیشہ رہنے والی ہیں، کبھی اس سے
جُدا نہ ہوں گی۔ خوشحال اس بندے کا جو ہمارے لیے پیدا ہوا، اور خوشحال
اس کا جس کے لیے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اگر ہماری زلف کا ایک
بال آسمان میں آویزاں کیا جائے تو اس کا نور آنکھوں کو خیرہ کر دے۔

بہشت کے دروازے

جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے
ہیں۔ ایک پیغمبروں اور صدّیقین کے لیے۔ دوسرا، شہداء اور صالحین کے لیے، باقی
پانچ دروازے ہمارے دوستوں اور شیعوں کے لیے ہیں، کہ جو ہماری امامت کا اعتقاد

رکھتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔ میں پُل صراط پر کھڑا ہو کر دعا کروں گا کہ میرے شیعوں
اور مددگاروں کو سلامتی کے ساتھ گذار دے۔ اس وقت جانبِ عرش سے ندا
آئے گی۔ "ہم نے تیری دعا قبول فرمائی، شیعوں کی شفاعت کا تجھے اختیار
دیا کہ اپنے ستر ہزار دوستوں اور ہمسایوں کی شفاعت کریں۔"

آٹھواں دروازہ باقی تمام کلمہ گو مسلمانوں کے لیے ہے جن کے دلوں میں ذرہ بھر
بھی بغض اہل بیتؑ سے نہ ہوگا، داخل ہوں گے

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حق تعالیٰ نے اہلِ جنت
کے لیے روزِ جمعہ مومنوں کی خاطر عزت و برکت قرار دیا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ
کی طرف سے مومن کے لیے دو حلے ایک فرشتہ لے کر آئے گا۔ وہ دربانِ بہشت
سے کہے گا، فلاں مومن کے پاس میرے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو۔ دربان
آکر کہے گا: اے بندۂ مومن! خدا کا فرستادہ فرشتہ حاضری کا اِذن طلب کرتا ہے
مومن پوچھے گا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔؟ دربان کہے گا: اے مومن! اللہ کا شکر بجالا
جس نے تیری اتنی عزت افزائی کی اور تیرے لیے قاصد بھیجا اور انعام عطا فرمایا۔
تب فرشتہ آکر مومن کو دو حلے اللہ کی طرف سے دے گا۔ ایک کو کمر سے باندھے گا اور
دوسرے کو شانوں پر ڈالے گا، اور فرشتہ اسے اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوگا اور
وعدہ گاہِ رحمت پر پہنچا دے گا۔ اسی طرح جب تمام مومنین اس مقام پر پہنچ
جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی جلالت اور عظمت کی تجلّی ان کو دکھائے گا تو وہ سب
سجدۂ خالق میں جھک جائیں گے۔ پھر حکم ہوگا کہ سر اُٹھاؤ، یہ عبادت کا وقت نہیں
یہ کہیں گے خدایا! ہم کس طرح تیرا شکر ادا کریں کہ بہشت جیسی نعمت تو نے ہمیں
عطا فرمائی۔؟ جواب آئے گا: موجودہ نعمتوں سے ستر گنا زیادہ نعمات عطا کی
جائیں گی، اسی طرح ہر جمعہ کو ستر گنا زیادہ نعمتیں عطا کی جاتی رہیں گی۔

اسی کو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"ہمارے پاس بہت زیادہ رحمت اور کرامت ہے۔"

اور ان نعمتوں میں مزید اضافے کا دن جمعہ ہے جس کی شب بہت نورانی اور
دن بہت روشن ہے۔ اس لیے مومنین کو چاہیے کہ شب و روزِ جمعہ میں بہت
ذکرِ الٰہی بجالائیں۔ کثرت سے سُبْحَانَ اللّٰہ کہے اَللّٰہُ اَکْبَر وَ لَا
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کی تسبیحات پڑھے اور درود شریف زیادہ
سے زیادہ پڑھے۔

مقامِ رحمت سے انعامِ خلعت لیکر جب مومن بہشت میں واپس آئے گا
تو اُسکی ازواج کہیں گی: قسم ہے خدا کی جس نے ہمیں بہشت جیسی نعمت عطا
فرمائی، آج کے برابر حُسن و جمال تجھ پر کبھی نہیں دیکھا۔ یہ کہاں سے حاصل کیا؟
مومن کہے گا کہ یہ حُسن و جمال مجھے خدا کی جلالت کی روشنی و تجلّی سے حاصل ہوا ہے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: بہشتی عورتیں حیض سے پاک ہوں گی، بدخوئی اور حسد
کی خصلتیں ان میں نہ رہیں گی۔

راوی نے عرض کیا: کیا بہشت میں گانا اور راگ بھی ہوگا۔؟

آپؑ نے فرمایا: وہاں ایک درخت ہے بحکمِ خدا، بذریعے ہوا حرکت کرے گا
اس سے ایسے عمدہ راگ پیدا ہوں گے کہ دنیا میں ویسے کبھی نہ سُنے ہوں گے،
اور وہ راگ وہی مومن سُنے گا جس نے دنیا میں خوفِ خدا سے راگ سُننا ترک کیا
ہوگا۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بہشت کو پیدا کیا ہے کسی مخلوق
کی آنکھ نے اُسے نہیں دیکھا۔ ہر صبح اسے کھولا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اپنی
خوشبو اہلِ بہشت کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمۂ آیت: "کوئی نفس نہیں جانتا جو اس کے لیے پوشیدہ نعمتیں رکھی

گئی ہیں کہ ان میں اس کی آنکھوں کی روشنی اور ٹھنڈک ہے
یہ عوض اس کا ہے جو وہ دنیا میں نیک کام کیا کرتے تھے۔"

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ طوبیٰ بہشت کا ایک درخت ہے جس کی جڑیں خانۂ پیغمبرؐ میں ہیں اور اس کی شاخیں ہر مومن کے گھر میں ہیں۔

مومن جس چیز کی خواہش کرے گا، وہ شاخ اُس کو دے گی۔ وہ درخت اتنا وسیع ہے کہ تیز رفتار سوار اس کی ایک طرف سے دوڑے، سو سال تیز دوڑتا رہے تو دوسرے سرے تک نہ پہنچے۔ بلند اتنا ہے کہ اگر کوا نچلی شاخ سے اُڑے اور عمر بھر اُڑتا رہے بوڑھا ہو کر گر پڑے، اس کی چوٹی تک نہ پہنچ سکے گا۔

پھر فرمایا: اے لوگو! اس درخت کا سایہ حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

• دوسری روایت میں ہے کہ بہشت میں ایک درخت ہے اس سے حلّے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے نیچے سے ابلق گھوڑے مع زین ولگام کے نکلتے ہیں کہ وہ پردار ہوں گے، اور وہ بول و سرین سے پاک ہوں گے۔ مومن اُن پر سوار ہوں گے جہاں چاہیں گے اڑ کر لے جائیں گے۔ نچلے مرتبے والے مومن یہ دیکھ کر پوچھیں گے:

اے پروردگار! کس عمل کے عوض تو نے ان کو یہ نعمت عطا فرمائی۔؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یہ لوگ رات کو نیند چھوڑ کر میری عبادت کیا کرتے تھے، دن کو روزے رکھتے تھے، میرے دشمنوں سے جہاد کرتے تھے، میری راہ میں اپنا مال خرچ کرتے تھے۔

شجرِ طوبیٰ کا پتّا اتنا وسیع ہے کہ اس کے ایک پتّے کے سائے میں ایک اُمّت آسکتی ہے۔

• منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر و بیشتر

جناب فاطمہ زہراؑ کو سونگھا کرتے تھے، عائشہ کو ناگوار گذرتا تھا۔ ایک روز انھوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! جس شب مجھے معراج ہوئی، تو میں بہشت میں گیا۔ جبرئیلؑ مجھے شجرِ طوبیٰ کے قریب لے گئے اس کا پھل مجھے دیا، میں نے کھایا، اس سے میرے صلب میں نطفہ بنا۔ جب زمین پر آیا، خدیجہؓ سے مقاربت کی اور وہ فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں مجھے فاطمہؑ سے شجرِ طوبیٰ کی خوشبو آتی ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: فاطمہؑ حورِ سیرت انسان صورت ہے۔ جب مجھے بہشت کا اشتیاق ہوتا ہے فاطمہؑ کو سونگھتا ہوں کہ اس سے بہشت کی خوشبو آتی ہے۔

• عبداللہ بن عبّاسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: بہشت میں یاقوت کا ایک حلقہ سونے کی تختی پر آویزاں ہے جب وہ حلقہ تختی سے ٹکراتا ہے تو یا علیؑ کی آواز نکلتی ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: جس شب میں معراج کو گیا اور بہشت میں داخل ہوا تو چند فرشتوں کو دیکھا جو تعمیر میں مصروف تھے۔ وہ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی لگاتے ہیں، درمیانِ تعمیر کچھ دیر کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

میں نے دریافت کیا کہ توقف کیوں کرتے ہو؟

اُنھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مسالے کے لیے رُک جاتے ہیں۔

میں نے دریافت کیا: اس کا مسالہ کیا ہے؟

اُنھوں نے عرض کیا: مومن کا یہ تسبیح پڑھنا:

"سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَر"

جب مومن یہ تسبیح پڑھتا ہے ہم تعمیری کام شروع کر دیتے ہیں اور جب مومن
توقف کرتا ہے تو ہم بھی ٹھہر جاتے ہیں۔

• جابرؓ بن عبداللہ سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلعم نے ارشاد
فرمایا: بہشت کے دروازے پر لکھا ہے:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰهِ"

یہ کلمہ زمین و آسمان کی خلقت سے ایک ہزار سال پہلے آسمان پر لکھا ہوا تھا
بہشت میں اللہ تعالیٰ نے یاقوت کا ایک ستون پیدا کیا ہے اس کے اوپر ستر ہزار
قصر ہیں، ہر قصر میں ہزار دریچے ہیں۔ یہ قصر اُن لوگوں کے لیے ہیں جو دنیا میں
ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت و دوستی کرتے ہیں اور اُن کی ملاقات کو
چل کر جاتے ہیں۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب
امیرالمومنین علیہ السلام نے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس
آیت کی تفسیر پوچھی:

"لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا
غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۵ وَعْدَ
اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ" (سورۂ زمر آیت ۲۰)

(ترجمہ، لیکن وہ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کے لیے بالاخانوں پر
بالاخانے تعمیر کیے گئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ
کا وعدہ ہے، اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

عرض کیا: یا حضرت! یہ دریچے (بالاخانے) کیسے ہوں گے؟
حضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! یہ دریچے اللہ نے اپنے دوستوں کے لیے

یاقوت و زبرجد کے بنائے ہیں ان کی چھت سونے کی اور اس پر چاندی کے
نقش و نگار ہیں۔ ہر دریچے کے دروازے پر سونے کے ایک ایک ہزار موتی
لگے ہوئے ہیں۔ حریر و دیبا کے اُن میں فرش بچھے ہیں، مشک و عنبر اور کافور سے
بُر ہیں۔ جب مومن اُن میں داخل ہوگا، "تاجِ کرامت اُس کے سر پر رکھا جائے گا
یاقوت و مروارید کا اکلیل تاج کے نیچے لگا ہوگا، یاقوت سرخ و مروارید سے
جڑاؤ حلّہ پہنایا جائے گا، تخت پر بٹھایا جائے گا، تخت اس فخر سے بہت
بلند ہوگا، اس وقت باغِ بہشت کا مؤکّل فرشتہ مبارک باد دینے کے لیے آنے
کی اجازت طلب کرے گا، مومن کے خدمتگار، غلام اور کنیزیں اس سے کہیں گے
ابھی اجازت نہیں کہ مومن اپنی حور کے ساتھ آرام میں ہے۔ جب حور یہ آرام سے
فارغ ہو کر باہر آئے گی تب یہ فرشتہ ملاقات کے لیے داخل ہوگا اور دیکھے گا
کہ ہزار ہا کنیزیں مکمل حلّے پہنے، مشک و عنبر لگاتے تخت کے گرد صف بستہ
کھڑی ہیں۔ مردِ مومن اس کی تعظیم کو اُٹھنا چاہے گا، تو یہ کہے گا: اے مومن! ایسا
نہ کر یہ دن تکلیف کا نہیں۔

پھر آپس میں بغلگیر ہوں گے اور یہ اتنا طویل وقت ہوگا جیسے اِس دنیا کے
پانچسو سال، مگر ان کو اس سے ذرا بھی ملال اور کراہت وغیرہ نہ ہوگی۔ پھر یہ مومن حوریہ
کی جانب نگاہ کرے گا، اس کے گلے میں یاقوتِ سرخ کا گلوبند دیکھے گا، اس میں تختی
پر لکھا ہوگا: "اے خدا کے دوست تو میرا محبوب ہے اور میں تیرا محبوب ہوں
اور مجھے تیرا بڑا اشتیاق تھا اور تجھے میرا اشتیاق تھا"۔

پھر دوسرے فرشتے مبارک باد دینے کے لیے آئیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ
ہزار ملائکہ بھیجے گا۔ جب بہشت کے پہلے دروازے پر پہنچیں گے تو دربان سے کہیں گے
جا اور بندۂ مومن سے ہمارے لیے اجازت طلب کر۔ دربان دوسرے حاجب سے

جا کر کہے گا جو اس سے تین باغوں کے فاصلے پر مقرر ہو گا۔ یہ حاجب کہے گا: ابھی ٹھہرو کہ بندۂ مومن حوریہ کے ساتھ ملاقات میں مصروف ہے۔ پھر یہ حاجب تیسرے دربان کے پاس جائے گا جو اس سے دو باغوں کے فاصلے پر مقرر ہو گا اور کہے گا، کہ ہزار فرشتے اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے کھڑے ہیں، اجازت چاہتے ہیں۔

یہ دربان بندۂ مومن کے غلامانِ خاص سے جا کر کہے گا اور وہ مومن سے عرض کریں گے۔ تب اجازت ملے گی اور وہ ہزار فرشتے دروازوں سے داخل ہوں گے اور بندۂ مومن کو مبارک باد دیں گے۔ اسی امر کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَالْمَلَآئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝" (سورہ رعد ۲۳-۲۴)

(اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس داخل ہوں گے (اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو۔ بسبب اس صبر کے جو تم نے کیا اور آخرت کا گھر کتنا عمدہ اور بہترین ہے۔)

اسی طرح سورۂ دہر آیت ۲۰ میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ۝"

(اور تو جس طرف بھی نظر دوڑائے گا نعمات اور بڑی سلطنت کو دیکھے گا۔)

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: نعیم سے مراد وہ بادشاہی ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے دوستوں کو عطا فرمائے گا۔ وہاں فرشتے مبارک باد کے لیے حاضری دیں گے مگر بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں گے۔

پھر ارشاد فرمایا: ان کے غرفوں (بالاخانوں) کے نیچے نہریں جاری ہونگی میوے دار درخت جھوم رہے ہوں گے، جس میوے کی طرف رغبت ہو گی از خود اس کی شاخ جھک کر منھ کے سامنے آجائے گی، میوہ منھ جلائے گا۔ بلکہ ہر میوہ

بحکمِ خدا کلام کرے گا اور کہے گا اے بندۂ مومن! پہلے مجھے نوش فرمائیے۔

ہر مومن کے لیے بہت سے باغات ہوں گے جہاں دودھ، آبِ شیریں اور شراب کی نہریں جاری ہوں گی۔ جس طعام کو دل چاہے گا بے مانگے حاضر کیا جائے گا۔ بہشت میں مومن ایک ساتھ مل جل کر باغوں کی سیر کریں گے۔ ایکدوسرے کی ملاقات کو جائیں گے۔ ہر وقت ایسی خنک ہوا چلتی رہے گی جس طرح دنیا میں طلوعِ صبحِ صادق سے طلوعِ آفتاب تک چلتی ہے۔ ہر مومن کے لیے ستّر حوریں ہونگی اور چار آدم زاد بیویاں ہوں گی، جس سے چاہے گا مقاربت کرے گا۔

پھر ارشاد فرمایا: مومن تخت پر تکیہ لگائے بہشت میں بیٹھا ہو گا، ناگاہ نور کی جھلک نظر آئے گی۔ وہ مومن غلاموں سے دریافت کرے گا: یہ کیسی نورانی جھلک ہے؟ وہ کہیں گے: حور کی جھلک ہے کہ آپ سے ملاقات کے شوق میں اس نے دریچے سے سر نکلا تھا، آپ کو دیکھ کر خوش ہوئی اور تبسّم کیا، یہ چمک اس کے دانتوں کی تھی۔ مومن کہے گا: اس حور کو آنے کی اجازت دو۔

یہ سُن کر غلام اور کنیزیں دوڑی ہوئی جائیں گی اور حور کو بشارت ملاقات دیں گی۔ حور خوشی خوشی جواہرات کے حلّے پہن کر مشک و عنبر کی خوشبو لگا کر حاضر ہو گی وہ ایسی نازک ہو گی کہ حلّے کے نیچے مغزِ ساق تک دکھائی دیتا ہو گا۔ مومن کے خادم یاقوت و زبرجد اور مروارید کی کشتیاں بھر کر اُس پر نچھاور کرے گا۔ پھر وہ حور بکمال خوشی مومن سے بغلگیر ہو گی۔

یہ حدیث بیان کر کے امام علیہ السلام نے فرمایا: جن بہشتوں کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ جنّت، عدن، جنّت الفردوس، جنّت النّعیم اور جنّت الماویٰ۔ ان کے درمیان اور بھی بہت سی بہشتیں ہیں جن میں چاہے گا مومن آرام کرے گا۔ اگر کچھ طلب کرنا چاہے گا تو کہے گا: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

یہ سنتے ہی غلام اس کی خواہش کو پورا کریں گے اور جو چاہے حاضر کریں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔" (سورۂ یونس آیت ۱۰)

ترجمۂ آیت (جنت میں وہ کہیں گے کہ اے اللہ! تو پاک و منزہ ہے اور ان کی باہم دعاء (ایک دوسرے کے لیے) سلامتی ہوگی اور ان کی دعاء کا اختتام یہ ہوگا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔)

بہشت کی لذتوں اور نعمتوں سے محظوظ ہو کر یہ لوگ اللہ کی حمد بجالائیں گے

• کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت مبارکہ کی تفسیر دریافت کی: "فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ"

آپؑ نے فرمایا: ان سے مراد نیک شیعہ عورتیں ہیں جو بہشت میں جائیں گی اور مومنوں سے تزویج کی جائیں گی۔

پھر دریافت کیا: "حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ" سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بہشت میں سفید رنگ کی نازک حوریں ہوں گی جو یاقوت و مرجان کے خیموں میں بیٹھی ہوں گی اور ہر خیمے کے چار دروازے ہوں گے، ہر دروازے پر ستر باکرہ عورتیں ان کی دربانی میں کھڑی ہوں گی، ان حوروں کو اس لیے پیشتر خلق کیا ہے تاکہ مومنوں کو بشارت دیں۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے خدا کی طرف سے نیک گمان رکھو بتحقیق بہشت کے آٹھ دروازے ہیں، ہر دروازے کا عرض بہ سال

کا راستہ ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہشت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ اہلِ بہشت پر حُسن وجمال طاقت و رونق ہر روز زیادہ ہوگی۔ بہشت میں سب سے کم درجے والے کو ستر ہزار خادم ملیں گے۔ اور (۹۲) بانوے درجے بہشت کے بلند درجوں میں سے اس کے لیے مقرر ہوں گے۔

بہشت کی حوریں جماع کے بعد بھی باکرہ رہیں گی، کیونکہ ان کو پاک و طیب خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان میں کوئی خراش وجراحت نہیں ہوگی اور سوراخِ فرج میں اور کوئی شے داخل نہ ہوگی، حیض اور کثافتیں خارج نہ ہوں گی۔ رحم جماع کے بعد بدستور بند ہوگا کھلا نہ رہے گا۔

پھر ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: بہشت کی چہار دیواری میں سونے اور چاندی کی اینٹیں لگی ہیں اور گارے کی بجائے مشک وعنبر و گلاب لگا ہے اس کے کنگرے یاقوت سرخ و سبز و زرد کے ہیں۔ اس کے کئی دروازے ہیں۔ باب الرحمۃ سرخ یاقوت کا ہے۔ باب الصبر، یاقوت کا چھوٹا سا بغیر کنڈی کا دروازہ ہے۔ باب الشکر یاقوتِ سفید کا ہے۔ اور اس کے دو کواڑوں کے درمیان پانچسو سال کی راہ کا فاصلہ ہے اور اس دروازے سے آواز نکلتی ہے کہ: یا اللہ! میرے حقداروں کو مجھ تک پہنچا۔ باب البلا، یاقوت زرد کا ہے۔ اس دروازے سے وہ لوگ بہشت میں داخل ہوں گے جو دنیا کے اندر بیماری کے درد و دکھ میں مبتلا رہے اور جزع فزع کرکے اپنا اجر ضائع نہ کیا۔ ایک اور بڑا دروازہ ہے اس سے وہ داخل ہوں گے جنھوں نے ترکِ دنیا کرکے محارمِ الٰہی سے اجتناب کیا۔

میں نے دریافت کیا: اہلِ بہشت وہاں جاکر کیا کام کریں گے؟

فرمایا: کشتی میں بیٹھ کر دو بڑی نہروں کے اندر سیر کریں گے۔ وہ کشتی یاقوت

کی ہوگی، اس کے چپو (بتوار) نوری مروارید کے اور فرشتے ملاح بنیں گے۔ اس نہر کا نام جنت الماویٰ ہوگا۔

پھر فرمایا: بہشت کے اندر ایک اور بہشت ہوگا جس کا نام جنتِ عدن ہے اس کی دیواریں یاقوت سرخ کی اور سنگریزے مروارید کے ہوں گے۔ ان میں ایک بہشت اور ہوگی جسے جنت الفردوس کہتے ہیں۔ اس کی دیواریں اور دریچے تمام نور کے ہوں گے۔

خیال کیجیے کہ اللہ کی رحمت کیسی وسیع ہے۔ اس دنیا کی چند روزہ فانی مسرتیں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی خاطر ایسی عظیم نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم رکھے۔ نجات کا راستہ نیک اعمال کے علاوہ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر امیر و غریب بوڑھے و جوان، عالم و جاہل کو نیک اعمال ہی مفید ثابت ہوں گے۔ صرف رحمت پر بھی بھروسہ نہیں ہو سکتا (خوف و رجا دونوں ساتھ ہیں) شاید ہم شفاعت حاصل کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ اپنے (برائے نام) شیعہ ہونے پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ شیعہ کے اوصاف جن کا ذکر ہوا ہے، ہم میں کہاں ہیں۔ شیعہ کے معنی گروہ اور پیرو ہیں۔ ہم نے اپنے پیشوا ائمہؑ کی کس حد تک پیروی کی ہے جس پر بھروسہ کریں۔ ساری عمر غفلت میں کھودی، کوچ کے وقت پچھتانے سے محرومی و نامرادی کے علاوہ کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ افسوس یہ ہمارا نازک جسم جو معمولی سی تمازتِ آفتاب کو برداشت نہیں کرسکتا، روزِ قیامت کی گرمی کو کیونکر برداشت کرے گا۔ ذرا سا کانٹا لگ جائے یا بھڑ ڈنک مار دے کیسی بیقراری ہوتی ہے۔ پھر جہنم کے خوفناک سانپ اور بچھوؤں کے آگے کیا حال ہوگا۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور مومنوں کو غفلت سے نجات دے راہِ راست اور طریقِ نجات کی ہدایت فرمائے اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھنے کی

توفیق کو شاملِ حال رکھے۔ بحق محمدؐ و آلہ الطاہرین۔

○ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ بہشت میں اہلِ بہشت کو بول و براز (پیشاب و پاخانہ) کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ یہ ایک خوشبودار عرق میں تبدیل ہو جائے گا۔

○ اے ابوذر! خاموشی اختیار کرو جنازے کے ساتھ، جنگ میں اور تلاوتِ قرآن۔ (اور اذان کے وقت)

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا "دعا کے پانچ مواقع ہیں۔ جب وہ قبول ہوتی ہیں۔ (۱) تلاوتِ قرآن کے وقت (۲) اذان کے وقت (۳) موسلادھار بارش کے وقت (بارش کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے وقت) (۴) بوقتِ جنگ جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو۔ (۵) مظلوم کی دعا کے وقت۔

جب قرآن مجید پڑھا جائے، خاموش رہ کر سنو، اس وقت خاموشی واجب اور بولنا حرام ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اس کے لیے یہ حکم ہے کہ پیش نماز کی بلند قرأت کے وقت خاموش رہے۔ خاموش رہ کر سننا واجب ہے اس کے سوا قرآن مجید خاموش ہو کر سننا سنتِ مؤکدہ ہے اور بڑا ثواب ہے۔ صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف خاموش ہو کر سنے حق تعالیٰ اس کے لیے ایک ثواب لکھتا ہے اور ایک گناہ اس کے نامۂ اعمال سے محو فرماتا ہے۔ اور بہشت میں اس کا ایک درجہ زیادہ کرتا ہے جنازے کے ہمراہ خاموشی سے یہ مطلب ہے کہ صبر و رضا اختیار کر کے رونے اور فریاد کرنے سے باز رہے۔

جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دو آوازوں کو دشمن

رکھتا ہے۔ ۱؎ مصیبت کے وقت رونے پیٹنے کی آواز کو اور ۲؎ خوشی کے وقت راگ رنگ کی آواز کو۔

ہنسی اور مزاح

مومن کے چہرے پر رونق اور دل میں رنج و غم ہوتا ہے

آدمی کے لیے ہر وقت ترش رو اور آزردہ رہنا بھی اچھا نہیں ہے۔ بلکہ مومن کو چاہیے کہ کشادہ پیشانی، خندہ رو اور خوش طبیعت ہو۔ مزاح و خوش کلامی بھی رکھے، لیکن کم کیونکہ اس کی زیادتی بہت بُری ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ زیادہ مزاح آبرو کھو دیتا ہے اور زیادہ ہنسنا ایمان کا نقصان ہے۔ جھوٹ سے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے

• جناب داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین باتیں فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی: اے فرزند! زیادہ خندہ (ہنسی) نہ کرنا، کہ اس سے قیامت کے روز آدمی فقیر ہوتا ہے۔

• حدیث میں آیا ہے: تین چیزیں خدا کے غضب کی باعث ہوتی ہیں ۱؎ شب بیداری کے بغیر دن کو سونا ۲؎ بغیر تعجّب کی بات پر ہنسنا ۳؎ شکم سیر ہو کر طعام وغیرہ کھانا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ جو دنیا کے لہو و لعب میں زیادہ ہنسے قیامت کے روز بہت روئے گا۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ عتابِ الٰہی اور گناہوں کے خوف سے دنیا میں زیادہ روتے ہیں وہ قیامت کے دن بہت خوش ہوں گے۔

• جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا: مجھے تعجّب ہے کہ جسے دوزخ کی آتش کا یقین ہو، اُسے ہنسی کیونکر آتی ہے۔؟ بہت ہنسی سے دل مرجاتا ہے

• آنجناب کی اپنی ہنسی صرف تبسّم تک ہوتی تھی زیادہ نہ ہوتی تھی۔ کبھی آپ کے ہنسنے کی آواز کسی نے نہیں سنی تھی۔ آپ ایک ہنسنے والے گروہ کی طرف سے ہو کر گذرے تو ارشاد فرمایا: اے لوگو! لمبی اُمّیدوں نے اور نیکیوں کی کمی نے تم کو دھوکے میں ڈالا ہے اپنی قبروں کا دھیان کرو۔ موت سے عبرت سیکھو قیامت کے دن کی تکلیف کو یاد کرو۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے خندہ کرنا ایمان کو کھوتا ہے جیسا کہ پانی نمک کو تحلیل کر دیتا ہے۔ اور بلا تعجّب کی بات پر خندہ کرنا جہالت کی علامت ہے۔

آپ نے فرمایا: ہنسی سے دانت نہ نکالو، جبکہ تمھارے اعمال تمھیں رسوا کرنے والے موجود ہیں۔ موت کے شب خون سے نہ بچ سکو گے۔

پھر فرمایا: اپنے دوست سے مزاح اور جھگڑا نہ کرو۔ مزاح چھوٹی دشنام ہے اور کینہ و عداوت کا سبب ہے۔

○ اے ابوذر! دو عادتیں بُری ہیں۔ (۱) بے محل ہنسنا۔ (۲) عبادت میں بلا وجہ سستی و کاہلی سے کام لینا۔

○ اے ابوذر! جب کہ انسان کو معلوم ہے کہ نفسِ امّارہ مجھ سے رات دن اس قسم کی لغزشیں کراتا رہتا ہے جس کا نتیجہ سوائے افسوس اور خطرات کے اور کچھ نہیں۔ پھر انسان ان خطرات کے پیشِ نظر کس طرح ہنس سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ترش رو اور کبیدہ خاطر ہی رہے جس سے لوگ متنفر رہیں۔ مومن کو بیشک کشادہ رو اور متبسّم رہنا چاہیے لیکن زیادہ ہنسنا نہ چاہیے، نہ زیادہ مزاح کرنا چاہیے اس لیے کہ زیادہ مزاح کرنا آبرو کو اور زیادہ ہنسنا ایمان کو برباد کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ لہو ولعب میں گرفتار دنیا میں ہنستے ہی رہتے ہیں وہ آخرت میں روئیں گے اور جو دنیا میں خوفِ الٰہی سے روتے رہتے ہیں وہ آخرت میں ہنسیں گے۔

قدرے مزاح و تبسم جو خوش اخلاقی میں شامل ہے اور مومن کی صفات میں سے ہے صرف اس نیّت سے ہونا چاہیے تاکہ ہر شخص کو اور بالخصوص مومنین کو خوش اور مسرور کیا جائے۔

ثمرۂ نہم

سُستی در عبادت

عبادات میں کسل یعنی سُستی کرنا منافقوں کی صفات میں سے ہے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ عبادات میں سستی نہ کرے بلکہ بڑے ذوق وشوق اور خضوع وخشوع سے بجالانے کی سعی کرے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب کارِ خیر کا ارادہ کرو تو اس میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ شیطان بہکا دے اور کارِ خیر انجام ہی نہ پا سکے۔

عبادت میں دلی توجہ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دو عادتوں سے پرہیز کرو۔ اوّل: کسی کام سے دل تنگ ہونا، دوسرے، کاہلی کرنا۔ دل تنگ ہونے سے صبر کی عادت نہ ہوگی اور کاہل ہونے سے کوئی حق ادا نہ ہوگا۔

- جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! درمیانہ درجے کی دو رکعت نماز فکر کے ساتھ اور غور سے پڑھی ہوئی، بہتر ہے اس نماز سے جو تمام شب کھڑے ہو کر غفلتِ دل سے پڑھی ہو۔
- اے ابوذر! حق بہت گراں اور تلخ ہوتا ہے اور باطل امر ہلکا اور شیریں ہوتا ہے۔
- بسا اوقات گھڑی بھر کی خواہشِ نفسانی آخرت کی دراز مصیبت کا باعث ہوتی ہے۔
- آدمی اُس وقت تک دانا اور فقیہہ نہیں بن سکتا تاوقتیکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے مقابلے میں مثل اونٹوں کے نہ سمجھے۔ پھر اپنے آپ کی طرف دھیان دے اور سب سے زیادہ خود کو حقیر جانے۔
- اے ابوذر! ایمان کی حقیقت کو نہ سمجھے گا، تاوقتیکہ نہ سمجھے کہ تمام لوگ دین کے کام میں عاقل ہیں۔
- ہر شخص خوشامد سُن کر خوش ہوتا ہے حالانکہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ جو کچھ خوشامدی نے کہا ہے وہ جھوٹ ہے۔
- واضح ہو کہ بے اعتنائی دو طرح کی ہے۔ ایک اچھی ہے اور دوسری خراب۔ اچھی یہ ہے کہ آدمی اپنے نفع ونقصان کا مالک خدا کو سمجھے۔ لوگوں کی پرواہ نہ کرے۔ عبادت یا کوئی نیک کام کرنے میں خلقت کی طعن وتشنیع کی طرف اعتنا نہ کرے، اگر رضائے خدا، رضائے خلقت میں متردد ہو تو رضائے خدا کو مقدم کرے۔ مگر یہ مرتبہ اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ عظمتِ خدا دل میں کمال درجے پر ہو۔

خراب لاپرواہی اور بے اعتنائی یہ ہے کہ تکبّر اور خود پسندی سے لوگوں کو حقیر خیال کرے، اس کا سبب خود بینی اور اپنے عیوب سے غافل ہونا ہے عبادت کے وقت کسی آدمی کی پرواہ نہ کرے، ایسا سمجھے کہ مثل شتر کے ہیں۔

پھر فرمایا: جب اپنی طرف رجوع کرے، اپنے آپ کو حقیر خیال کرے۔

جو آدمی کسی صاحبِ حکومت کو ایسے امر سے خوش کرے جو خلاف مرضیٔ حق تعالیٰ ہو وہ دینِ خدا سے نکل جاتا ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ شخص بے دین ہے جو مخلوق کی رضامندی کے لیے خالق کی نافرمانی کرے۔ کسی شخص کو خوش کرنے کے لیے خدا کو ناراض نہ کرو۔ اور ایسی چیز سے مخلوق کا تقرّب حاصل نہ کرو کہ خالق سے دور ہو جاؤ۔ بتحقیق خدا اور بندے کے درمیان نیکی حاصل کرنے اور بدی دور کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں سوائے خدا کی اطاعت اور رضا کے۔

• اطاعتِ خدا ہر مطلوب کے لیے کامیابی اور نجات کا ذریعہ ہے حق تعالےٰ اطاعت کرنے والے کو ہر بدی سے بچاتا ہے۔ نافرمانی کرنے والا اس کے عذاب سے اپنے آپ کو کسی صورت و تدبیر سے نہیں بچا سکتا۔ جب اس کے قہر کا حکم ہو گا کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔

• پھر فرمایا: ملامت کرنے والوں کی ملامت کے خوف سے نہ ڈرو۔ خدا تم سے دشمنوں کا شر دور کر دے گا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: "جو شخص کسی مومن کو حقیر سمجھے خدا ہمیشہ اسے حقیر جانتا ہے۔"

• جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو دین میں احمق اور دنیا میں عاقل خیال کرنا چاہیے۔"

• حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ مومن کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور یاد رکھے کہ ایک روز اس کا حساب ہونا ہے لہٰذا آج ہی اپنا حساب درست کرلے۔ (تاکہ کل افسوس یا شرمندگی نہ ہو۔)

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ جو شخص ہر روز اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر انسان اپنے میں نیکی دیکھے تو خدا سے دعاء مانگے کہ نیکی زیادہ ہو اور اگر گناہ کیا ہے تو وہ توبہ و استغفار کی طرف متوجّہ ہو۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اپنے نفس سے توشہ حاصل کرو اور غنیمت جانو، بیماری سے پہلے صحّت کی حالت میں توشہ لینے کو پیری و ضعیفی سے پہلے طاقت و توانائی کے زمانے کو اور موت سے پہلے زندگی میں توشہ حاصل کرنے کو۔

جو چیز قیامت کے روز نفع دے، اُسے حقیر نہ جانو اور اُس روز تکلیف دہ شے کو خفیف نہ خیال کرو۔ بتحقیق جن باتوں کی خدا نے خبر دی ہے وہ چشمِ دید کے برابر ہیں۔

• حضرت امام حسن علیہ السلام کو وصیّت میں امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے فرزند! مومن کے لیے تین ساعات ہیں۔ ایک میں اپنے خدا سے مناجات کرتا ہے۔ دوسری میں اپنے نفس کا حساب کرتا ہے۔ تیسری میں حلال لذتوں کے مزے لیتا ہے۔ اور شکرِ خدا بجالاتا ہے۔

• آپؑ ہی نے فرمایا ہے: جو نفس کے عیوب تلاش کر کے دفع نہ کرے خواہشِ حرص اس پر غالب ہو جاتی ہے اور نفس کے حساب نہ لینے کی زندگی سے موت بہتر ہے۔

• حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام فرماتے ہیں: اے فرزندِ آدمؑ! تا وقتیکہ تُو خود اپنا ناصح اور تیرا نفس تیرا واعظ ہے تیرے اعمال خیر و خوبی کے

قرین ہیں۔ یہ مرتبہ حاصل ہو تو خوفِ خدا کو شعار بنالے۔ غم واندوہ کا لباس پہن لے۔ اے فرزندِ آدمؑ! تجھے مرنا ہے، پھر زندہ ہونا ہے، خدا کے سامنے حساب کے لیے کھڑا ہونا ہے، تیرے اعمال کی باز پرس ہوگی جواب کے لیے ابھی سے تیاری کرلے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس سے قبل کہ تمہارا حساب کیا جائے تم اپنا خود حساب کرلو۔

○ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی قدر ہے اے ابوذر! خدا سے حیا کرنا لازم ہے کیا تم چاہتے ہو کہ داخلِ بہشت ہو اگر ایسا ہے تو ہمیشہ چشم وگوش وزبان، فکر وخیال کو معصیت سے باز رکھو اور خدا سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بُرائیوں سے پرہیز کرے اور اعمالِ بد اور معاصی کا مرتکب نہ ہو۔ خدا نے جن کاموں سے منع فرمایا ہے اُن کے کرنے میں شرم کرے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ:
"حیا اور ایمان توام ہیں، حیا، ایمان کا اور ایمان حیا کا جز ہیں۔ اگر حیا نہیں تو ایمان بھی نہیں"۔

(حدیثِ رسولؐ) چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر انسان میں وہ چاروں موجود ہوں تو آتشِ دوزخ اس پر حرام ہے (اگر سر سے پیر تک گناہ ہوں خدا انکو نیکیوں سے بدل دیگا)
(۱) صداقت (۲) حیا (۳) خوش اخلاقی (۴) شکر۔

حیا اور ایمان کی تشریح

معصومؑ نے فرمایا: اے ابوذر! حیا اسے کہتے ہیں کہ قبر کے اندر اپنے بوسیدہ

ہونے کو فراموش نہ کرے۔ شکم اور اس کی خواہشات کو، سر اور اس کے مرغوبات یعنی خواہشِ جماع ونظر اور لذتِ زبان کو قابو میں رکھنے کو نہ بھلائے، اور جو آخرت کی عزت واحترام کا خواہاں ہو اُسے چاہیے کہ دنیا کو ترک کرے۔ اگر تو ایسا ہو جائے تو خدا کی دوستی اور ولایت کا درجہ پالے گا۔

حیاء کے معنی نفس کا متاثر ہونا ہے ایسے اُمور جن میں قباحت وخرابی ظاہر ہو اور نفس کے زجر وملامت کا باعث ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔
ایک کمالِ درجہ کی نیک صفت اور باعثِ سعادت ہے۔ دوسری کمالِ نقص ہے جو باعثِ محرومی اور بدنصیبی ہے۔ صفت نیک اس طرح ہے کہ جب آدمی کو نیک وبد اور حق وباطل کی تمیز ہو جائے، اعمالِ نیک اور عبادت کو چھوڑنے سے خدا کی شرم کرے، گناہوں کے ارتکاب سے جن کی قباحت کو شریعت نے ظاہر کر دیا ہے، حیا کرے۔ اُمت کے تمام اعمال ہر روز جناب رسولِ خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ دو فرشتے اعمال لکھنے کے لیے ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے آسمانوں کے تمام ملائکہ اس کے فعلِ بد کو دیکھیں اور قیامت کے روز ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں اور تمام مخلوق کے روبرو اُسے شرمندہ ہونا پڑے گا۔

حیاء کی دوسری قسم ناقص ہے۔ کہ کم عقلی سے کسی نیک کام کو بُرا سمجھنے لگے، اور نہ کرے۔ اس کا باعث اکثر جہالت ہوا کرتی ہے۔ مثلاً کوئی مشکل مسئلہ نہیں آتا اور اس کے پوچھنے سے شرم محسوس کرے، ایسی شرم وحیاء سعادت ابدی سے محرومی کا باعث ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ"
(اور اللہ حق (بات) سے نہیں شرماتا)

جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ حیا دو طرح کی ہے ۔ حیاءِ عقل اور حیاءِ حماقت ۔ حیاءِ عقل کا باعث علم و دانائی ہوا کرتی ہے اور حیاءِ حماقت جہل و نادانی سے پیدا ہوتی ہے ۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کی پیشانی تنگ ہو اس کا علم کم ہوگا ۔ اے لوگو! علم حاصل کرنے میں حیاء نہ کرو ۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: ترکِ حیاء تمام عیبوں اور گناہ کا باعث ہے ۔ حیاء دو قسم کی ہوتی ہے ۔ ایک کا باعث عقل کی کمزوری اور سمجھ کی کمی سے ہوتی ہے ۔ دوسری قوّتِ اسلام و ایمان ہے ۔

• حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: جو اپنے گھر کے خلوت خانے میں بیٹھنا چاہے اُسے چاہیے کہ پردہ ڈال لے ۔ بتحقیق جس طرح خدا نے اپنے بندوں کو روزی تقسیم کی ہے اسی طرح حیاء تقسیم کی ہے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت الخلاء میں جانے والا سر پر کپڑا ڈال کر جائے چونکہ یہ ایک ناپسندیدہ حالت ہے ، مناسب ہے کہ منہ ڈھانپ لے اور فضلات غلاظتِ ظاہری کو دیکھ کر اپنے باطنی عیبوں اور گناہوں کو یاد کرے اور شرمندہ ہو کہ وہ ان ظاہری غلاظتوں سے بدتر ہیں ۔ شریعت نے آدابِ خلوت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ اور علماء آدابِ خلوت میں لکھتے ہیں کہ اس وقت سر ڈھانپنا سنّت ہے ۔ اس سے شرم و حیاء ظاہری غلاظت سے اور دماغ کی حفاظت بدبو سے ہو جاتی ہے ۔

ثمرۂ دہم

حلال روزی

آدمی کو چاہیے کہ حرام چیزوں کے کھانے پینے سے اجتناب کرے بلکہ وہ

حلال چیزیں جن کو شریعت نے مکروہ فرمایا ہے ، ان کو نہ کھائے (مکروہ کاموں کو بھی نہ کرے) یا جن میں حرام ہونے کا شبہ ہو ۔ مثلاً ان لوگوں کی کمائی جن کے پیشے حرام ہیں ۔ حلال روزی حاصل کرنا ہی فی زمانہ بڑا دشوار امر ہے ۔ خداوند تعالیٰ نے انسان پر حلال روزی کو فرض قرار دیا ہے ۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص چاہے کہ میری دعا قبول ہو اس کو حلال روزی حاصل کرنا چاہیے ۔

شکم و فرج و شرمگاہوں کی حفاظت

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے ۔ سب سے بہتر خدا کی عبادت یہ ہے کہ انسان اپنی شرمگاہوں کو حرام سے پاک رکھیں ۔

ایک شخص نے عرض کیا: یا حضرت! میرا عمل بہت کمزور ہے اور روزے بھی کم رکھے جاتے ہیں ۔ مگر اس کی بہت فکر رہتی ہے کہ لقمۂ حلال حاصل کروں ۔

آپؑ نے فرمایا: عفتِ شکم و فرج سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی

• جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑی چیز جس کے سبب میری اُمّت جہنم میں جائے گی ۔ دو اندر سے خالی چیزیں ہیں یعنی شکم و فرج

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے نجم سے فرمایا: اے نجم! تمام شیعہ ہمارے ہمراہ بہشت میں ہوں گے مگر کیا ہی بُرا حال ہوگا تم میں سے اُس شخص کا جس کی وہاں پردہ دری کی جائے گی اور عیب ظاہر کیے جائیں گے

نجم کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا حضرت! کیا آپؑ کے شیعہ کا یہ حال ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں ، اگر اس نے اپنے شکم و فرج کی حفاظت نہیں کی ہوگی ۔

• جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ " میری اُمّت میں مجھے ان

چیزوں سے زیادہ خوف ہے: حرام کمائی، پوشیدہ خواہشات کا پورا کرنا۔ ریاکاری سود اور بلا ضرورت قرض۔"

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی شخص ناجائز ذریعے سے مال کمائے اور اس سے حج کو جائے اس کے لبّیک کے جواب میں لا لبّیک اور سعدیک کے جواب میں لا سعدیک کہا جاتا ہے۔ یعنی تیری کوئی خدمت ہماری بارگاہ میں قبول نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ایک جماعت کے پاس دنیا حلال صورت میں نمودار ہوئی ان لوگوں نے حلال کو قبول نہ کیا۔ اور دنیا سے رخصت ہوئے۔ پھر ایک جماعت پر مشتبہ شامل کر کے پیش کیا، انھوں نے مشتبہ کے لینے سے انکار کر دیا، اور حلال کو صرف کیا۔ پھر ایک جماعت پر حرام اور مشتبہ پیش کیا۔ انھوں نے حرام قبول نہ کیا اور مشتبہ سے گذارہ کیا۔ پھر دنیا نے حرام صورت سے ایک گروہ کو مال پیش کیا۔ ان لوگوں نے قبول نہ کیا، ترک کر کے چلے گئے۔ مومن دنیا سے بقدر ضرورت اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس قدر لیتا ہے۔ جیسے کوئی بھوکا مرتا ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت مردار کھانے پر مجبور ہو۔

• جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: مالِ حرام بڑھتا نہیں، اگر بڑھے بھی تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ اگر راہِ خدا میں صرف کیا جائے تو ثواب نہیں ملتا، اگر پیچھے رہ جائے تو توشۂ جہنم بنتا ہے۔

• بسند معتبر سماع سے منقول ہے کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے میں نے عرض کیا: یا حضرت! بنی امیہ کے کارندوں سے ایک شخص نے مال جمع کیا ہے، صدقہ خوب دیتا ہے، عزیز و اقارب سے اچھا سلوک کرتا ہے، حج کو جاتا ہے، اور

کہتا ہے کہ اس کا ثواب مجھے ضرور ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں حضرت نے فرمایا: وہ تو لوگوں کا مال خرچ کرتا ہے اور یہ گناہ ہے۔ اور گناہ کس طرح گناہ کو مٹا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔"

"اور ہم ان کے نیک اعمال کی طرف متوجہ ہوں جو انھوں نے (دنیا میں) کیے ہیں، پس ہم ان (اعمال) کو ذرّوں میں منتشر کر دیں گے۔"

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: واللہ، ان لوگوں کے اعمال بہت نورانی اور چمکدار ہوں گے، مگر چونکہ یہ لوگ مالِ حرام سے اجتناب نہ کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ ان کے اعمال مثل پراگندہ ذرّوں کے ہیں یعنی ضائع ہو جائیں گے۔

پرہیز کرنا اکلِ حرام سے

غذائے حرام سے پرہیز کرنا واجب ہے،

حلال و پاکیزہ غذا اللہ کے نیک، صالح اور برگزیدہ بندوں کی غذا ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی غذا کے متعلق احتیاط اسی وجہ سے تھی۔ غذا کو اعمال و افعالِ قربتِ خدا میں بڑا دخل ہے۔ اس لیے جسمِ انسانی کی قوت روحِ حیوانی سے ہے اور روحِ حیوانی کی قوت خون سے ہے اور خون غذا سے بنتا ہے لہٰذا اگر پاک غذا سے پیدا شدہ خون اعضاء اور جوارح میں پہونچے گا تو اس سے پسندیدہ اور نیک کام ہی سرزد ہوں گے جو عبادت کہلائیں گے اور مالِ حرام سے غذائے حرام کے ذریعے سے بدنِ انسان کی نشو و نما ہوتی ہے تو اس کی نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ نامقبول ہیں۔

○ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (میری امت میں سے) چار چیزوں سے اجتناب کرے گا اُس پر جنّت واجب ہے۔ میں اس کا ضامن ہوں۔ (۱) ہوسِ دنیا۔ (۲) ہوائے نفسِ امّارہ (۳) شہوتِ شکم (شکم کو حرام سے پُر کرنا) (۴) شہوتِ شرمگاہ

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی دعا قبول و مستجاب ہو اس کو کسبِ حلال سے روزی حاصل کر کے لقمۂ حلال کھانا چاہیے۔

ثمرۂ یازدہم

مذمّتِ زنا

زنا سے احتراز و پرہیز کرنا واجب و لازم ہے۔ کیونکہ یہ گناہانِ کبیرہ سے ہے۔ زنا کی مختلف اقسام ہیں:۔

زنائے فرج (شرمگاہ سے زنا کرنا) زنائے چشم (آنکھوں سے زنا کرنا، حسینوں کی طرف شہوت سے نظر کرنا یا غیرِ محرم عورتوں کو دیکھنا) زنائے گوش (وہ آوازیں سُننا جن سے شہوتِ گناہ پیدا ہو مثلاً گانا سُننا ساز وغیرہ سُننا نامحرم عورتوں کی آواز سُن کر لطف حاصل کرنا وغیرہ)

زنائے دست۔ (نامحرم عورت کو ہاتھوں سے چھیڑنا وغیرہ)

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام اور حضرت امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ کم ہیں وہ لوگ جو زنا سے بچے ہوئے ہیں۔ اِس لیے کہ زنا کی چند قسمیں ہیں۔ زنائے چشم (نظر بد کرنا ناجائز ہے) زنائے دہن (بوسہ لینا کسی نامحرم کا) زنائے دست (چھونا نامحرم کا) اور بدترین انسان روزِ قیامت

وہ مرد ہے جو اپنا نطفہ نامحرم کے رحم میں قرار دے۔

○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا، زنا سے پرہیز کرو کیونکہ یہ روزی کو برطرف اور دین کو باطل کرتا ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا، زنا کار میں چھ خصلتیں ہوتی ہیں۔ تین دنیاوی اور تین اُخروی۔

● تین دنیاوی یہ ہیں: چہرے[1] کا نور ختم ہو جاتا ہے، فقیر[2] ہو جاتا ہے، فنا سے قریب[3] ہو جاتا ہے۔

● تین اُخروی یہ ہیں: غضبِ[1] پروردگار، دشواریٔ[2] حساب، ابدی[3] جہنّم

○ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، میرے بعد زنا کی کثرت ہو جانے سے مرگِ مفاجات بھی کثرت سے ہو جائے گی۔

○ حواریینِ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے کہا، اے رہبرِ کامل! ہمیں نصیحت فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے تمھیں نصیحت فرمائی ہے کہ جھوٹی قسم نہ کھاؤ، میں نصیحت کرتا ہوں کہ قسم سچّی بھی نہ کھاؤ، حضرت موسیٰؑ نے تمھیں نصیحت کی ہے کہ ہرگز زنا نہ کرو۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ زنا کا تصوّر بھی نہ کرو۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مفضّل سے فرمایا، اے مفضّل! جو شخص دوسرے کے ساتھ زنا کرتا ہے ایک روز اس کو بھی یہی پیش آتا ہے۔ غور سے سنو! بنی اسرائیل کی ایک مشہور زانیہ تھی ایک مرد اُس کے پاس بہت جاتا تھا۔ ایک روز خدا نے اُسی کی زبان سے اُس مرد کو مطلع کیا کہ جا تیرے گھر میں بھی ایک شخص تیری عورت سے یہی فعل کر رہا ہے۔

جو کچھ تو میرے ساتھ کر رہا ہے۔

یہ شخص پریشان ناوقت اپنے گھر پہونچا تو دیکھا کہ ایک شخص اُس کی زوجہ سے ہم صحبت ہے، وہ فریادی حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں پہونچا اور اُس نے فریاد کی۔ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا، اس سے کہدیں کہ جو جیسا کسی دوسرے کے ساتھ کرتا ہے ایک روز ویسا ہی دیکھتا ہے۔ لہٰذا تم دوسروں کی عفّت کا خیال رکھو دوسرے تمہاری عفّت کا خیال رکھیں گے۔

عذابِ زنا و اغلام و سُحق

جنابِ رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ بہشت کی خوشبو ہزار سال کی راہِ مسافت سے سونگھی جاتی ہے۔ لیکن ماں باپ کا عاق کردہ، قاطعِ رحم اور بوڑھا زنا کار اس خوشبو کو نہ سونگھ سکیں گے۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص عورت کی دُبر کی جانب سے بصورتِ حرام جماع کرے یا اغلام کا مرتکب ہو روزِ قیامت خدا اُسے مردار سے زیادہ گندہ اُٹھائے گا کہ اہلِ محشر اس کی بدبو سے سخت تکلیف میں ہوں گے۔ وہ جہنم میں داخل ہوگا اور اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا، اسے ایک تابوت میں بند کرکے آہنی میخیں لگائی جائیں گی۔ ایسے سخت عذاب میں ہوگا کہ اگر اس کی ایک رگ لاکھ آدمیوں کے پاس لیجائی جائے تو سب اس کی بدبو سے ہلاک ہو جائیں۔

فرمایا، جو شخص ہمسائے کے گھر میں نظرِ بد کرے عورت کے بالوں یا جسم کو بُری نظر سے دیکھے وہ اُن منافقوں کے ساتھ جہنم میں ڈالا جائے گا جو مسلمانوں کے پوشیدہ کاموں کو فاش کرے، وہ دنیا سے نہ جائے گا جبتک کہ اُس کے عیوب فاش نہ ہو جائیں۔

• اور فرمایا: جو شخص کسی آزاد یا کنیز نامحرم سے زنا کا موقع پائے اور اللہ کے خوف کے سبب اس سے باز رہے اللہ تعالیٰ اس پر آتشِ جہنم کو حرام کریگا اور قیامت کے روز امن میں رہے گا، اور اسے بہشت عطا فرمائے گا۔

• اور فرمایا جس نے حرام وجہ سے کسی عورت کو ہاتھ لگایا ہوگا، قیامت کے روز اس کا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا۔

• اور فرمایا: اگر کسی نامحرم عورت سے خوش طبعی کی باتیں کی ہوں گی تو ہر بات کے عوض اللہ تعالیٰ ایک ہزار برس میدانِ قیامت میں قید رکھے گا۔

• اور فرمایا: اگر کسی نے نامحرم پر نظر بھر کر بُری نگاہ سے دیکھا ہوگا، تو روزِ قیامت اس کی آنکھوں میں آتش کی میخیں لگائی جائیں گی۔ اور آنکھوں میں آگ بھری جائے گی، تاوقتیکہ تمام خلقت حساب دے کر فارغ ہو، پھر حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں داخل کرو۔

• جو شخص شوہر دار عورت سے زنا کرے، روزِ قیامت ان مردوں اور عورتوں کی شرمگاہوں سے چرم و ریم کے نالے جاری ہوں گے، کہ جہنم والوں کا پانچسو سال کا راستہ اس سے بدبودار ہوگا۔

• اور فرمایا: جو شوہر دار عورت غیر محرم کی طرف نگاہِ بد کرے خدا کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے اور اس کے تمام اعمال ضائع کیے جائیں گے۔

• جو عورت اپنے شوہر کے بستر پر غیر مرد کو جگہ دے، خدا پر لازم ہے کہ اُسے جہنم کی آگ میں جلائے۔

ٮ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا، جو زنا کرتا ہے وہ غلط سمجھتا ہے کہ وہ حلال زادہ ہے۔

ٮ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ماں

باپ کے ساتھ نیکی کرو تاکہ تمھاری اولاد تمھارے ساتھ نیکی سے پیش آئے۔

نامحرم سے زنا نہ کرو، تاکہ تمھاری عورت سے بھی کوئی زنا نہ کرے اور

ولد الزنا کی تین علامتیں ہیں:۔

(۱) آزار رسانیٔ خلائق، (۲) مشتاقِ زنا (۳) بغضِ اہلِ بیتؑ۔

○ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ چار چیزیں باعثِ بربادی ہیں:۔ (۱) خیانت (۲) چوری (۳) شراب خوری، (۴) زنا کرنا۔

نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شبِ معراج میں نے کچھ عورتوں کو پستانوں سے لٹکا ہوا دیکھا، جبرئیلؑ سے معلوم ہوا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جنھوں نے زنا سے اولاد پیدا کی اور اپنے شوہر کی بتلا کر وراثت میں شریک کیا۔

نیز ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے عیسائی، مجوسی، یہودی یا مسلمان سے زنا کیا خواہ کیسا ہی عابد ہو، وہ جنّت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی نامحرم عورت یا کنیز پر قدرت رکھتا ہو اور خوفِ الٰہی سے بُرے کام (زنا) کا مرتکب نہ ہو تو خداوندِ عالم اس کے جملہ گناہ بخش دیتا ہے اور داخلِ بہشت فرماتا ہے اور اگر عورت بھی زنا پر رضامند ہو تو وہ بھی شریکِ گناہ ہے۔ ورنہ صرف مرد ہی گنہگار ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اغلام کی حرمت زنا سے زیادہ ہے اس لیے کہ خداوندِ عالم نے اغلام کی سزا میں قومِ لوطؑ کو تہہ وبالا (یعنی پوری بستی کا تختہ پلٹ کر برباد) کر دیا۔

جنابِ رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اغلام کرے تو روزِ قیامت ناپاک اُٹھے گا، دنیا کا پانی اسے پاک نہیں کر سکتا۔ خدا اس پر

لعنت کرتا ہے اور غضب میں گرفتار ہوتا ہے اور جہنّم اس کے لیے بُری بازگشت ہے

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب ایک مرد دوسرے مرد کی پشت پر اغلام کے لیے جاتا ہے تو اس وقت عرشِ الٰہی لرز جاتا ہے اور اغلام کرنے والے کو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ جہنّم کے پُل پر قید کرے گا۔۔۔ تاوقتیکہ تمام خلق حساب سے فارغ ہو۔ پھر اُسے جہنّم میں ڈالا جائے گا اور ہر طبقے کا عذاب پا کر سب سے نچلے طبقے میں پہنچے گا، پھر وہاں سے کبھی نہ نکل سکے گا۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: لواطہ کے معنی ہیں دُبر کے اندر مباشرت کرنا۔ اور یہ کام خدا کے نزدیک کفر ہے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خداوندِ عالم فرماتا ہے قسم ہے مجھے اپنی عزّت وجلال کی، کہ بہشت میں حریر واستبرق پر نہ بیٹھے گا وہ شخص جس کی دُبر میں جماع کیا گیا ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے روز وہ عورتیں جنھوں نے سحق کیا ہے ایسے حال میں لائی جائیں گی کہ ان کا لباس آتش کا ہوگا۔ آتش کی چادریں سر پر اور آگ کا ستون ان کے اندر داخل کیا جائے گا اور وہ جہنّم میں ڈالی جائیں گی۔

ثمرۂ دوازدہم

حفاظتِ چشم

انسان کے اعضاء وجوارح میں سب سے زیادہ

گناہ اور معاصی کی محرک آنکھ ہے یہی نفسِ اٰمارہ کو جگا کر گناہِ کبیرہ یا صغیرہ پر آمادہ کرتی ہے۔ نامحرم پر نگاہ کرنا تو حرام ہے ہی لیکن نامحرم کے علاوہ دنیا کی وہ اشیاء جن کی شریعت میں ممانعت ہے اُن پر بھی نگاہ کرنا منع ہے۔ جو لوگ حفاظتِ چشم نہیں کرتے وہ کتنے ہی عابد و زاہد ہوں ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ ہم قبولیتِ دُعاء کے مقصد کو تین (نجم) میں بیان کرتے ہیں۔

- جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: یا حضرت عشق کیا چیز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو دل خدا کی یاد سے خالی ہوتے ہیں خدا اُن میں غیر کی محبّت کو جگہ دیتا ہے۔

- جناب رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا: "بچو اور پرہیز کرو امیروں کے لڑکوں کی صحبت سے کہ ان کی خرابی اور فساد زیادہ ہے اُن لڑکیوں کی خرابی اور فساد سے جو پردے میں ہوتی ہیں۔"

- جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نظر ایک زہر آلودہ تیر ہے شیطان کے تیروں میں سے۔ جو شخص خوفِ خدا کے سبب نظرِ حرام سے اجتناب کرے، خداوندِ عالمین اسے لذّتِ ایمان و رزق عطا فرماتا ہے۔

بابُ النجوم

(نجمِ اوّل)

فضیلتِ دُعاء

افضلِ عبادات اور سہل ترین راہِ قربتِ الٰہی دُعا ہے (مناجات بھی دُعا سے متعلّق ہوتی ہے) طریقۂ دُعاء جو اَئمۂ طاہرینؑ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ بعد ادائے فرائض و مسنونات مشغولِ دُعاء، بہ تضرّعِ مناجات رہے

خالقِ عالمین نے خود فرمایا ہے کہ "مجھے پکارو (دُعاء مانگو) میں جواب دوں گا (قبول کروں گا)" جو لوگ دُعاء اور مناجات کے قائل ہی نہیں ہوتے وہ یقیناً مستکبرین میں سے ہیں اور اُن کی قیام گاہ جہنّم ہے انسان اگر چاہے کہ وہ خدا کو پکارے اور اللہ اس کو جواب دے تو اس کو بھی اللہ کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میسّر سے فرمایا اے میسّر! دُعاء کرو اور یہ نہ کہو جو تقدیر میں ہے وہی ہو گا۔ اس لیے کہ وہ قادرِ مطلق ہے اور دُعاء تقدیر کو بدل دینے والی ہے۔

- حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے بہتر عبادت

دُعا ہے اور سب سے بڑا دشمنِ خدا وہ ہے جو تکبر کرے عبادتِ الٰہی سے اور جو شخص دعا مانگتا ہے اور مناجات بیان کرتا رہتا ہے اُس کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ جو دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے اُس کے لیے دروازہ کھولا بھی جاتا ہے۔

○ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ محبوب ترین عمل خدا کے نزدیک دُعا ہے۔

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
"دُعا مومن کی تلوار ہے دشمن پر غالب آنے کے لیے، اور دین کا ستون ہے جس سے دین کی عمارت مستحکم ہوتی ہے اور آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والی ہے۔

○ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، دُعا نیزہ اور تیر سے زیادہ تیز ہتھیار ہے۔ دُعا آسمانی قضا کو رد کرنے والی ہے، دُعا کرو اور بہت کرو۔ دُعا ہی رحمتِ الٰہی کی کلید ہے۔ دُعا تمام دردوں کے لیے شفا ہے۔

○ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بیماروں کے لیے صدقہ دیکر دوا کرو اور دعاؤں کے ذریعے سے بلاؤں کو دفع کرو اور اپنے اموال کو محفوظ رکھو زکوٰۃ دے کر۔

○ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بلاؤں کی موجوں کو رد کرو دعا کے ذریعے سے اس سے قبل کہ بلا آئے اور فرمایا کہ بلا مومن کی طرف تیز تر آتی ہے اُس پانی سے جو پہاڑ سے زمین کی طرف آتا ہے۔ ایسے وقت میں مومن کے لیے سوائے دُعا کے کوئی چیز محافظ نہیں۔ لہٰذا دُعا کرو تاکہ ردِّ بلا ہو۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، تین چیزیں محافظِ انسان ہیں: (۱) وقتِ نزولِ بلا دُعا کرنا
(۲) استغفار بعد گناہ۔
(۳) نعمتِ خداوندی پر شکر ادا کرنا۔

نجم دوم

آدابِ دُعا

دُعا، قاضی الحاجات کی درگاہ میں عرض نیاز کرنا اور اپنی حاجت طلب کرنا ہے اس لیے ضروری ہے کہ معنئ دُعا اور آدابِ دُعا سے کما حقہٗ واقفیت ہو اور سمجھ کر حضورِ قلب سے طالبِ حاجت ہو اور کم از کم دعا میں وہ طریقہ تو اختیار کرے جو لوگوں کے سامنے طلبِ حاجت میں اختیار کیا جاتا ہے۔

انسان اگر کسی اللہ کے بندے کے پاس اپنی حاجت لیکر جاتا ہے تو ان باتوں کا لحاظ رکھتا ہے۔ اوّل یہ کہ جو کچھ کہتا ہے سمجھ کر کہتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور دل میں بھی وہی بات ہوتی ہے جس کا زبان سے اظہار ہو رہا ہے۔ لہٰذا جب خداوند عالم سے دُعا کریں تو سمجھ کر کیا کریں تاکہ خود دعا کرنے والے کو اپنی حاجت کا علم ہو کہ وہ اللہ سے کس چیز کا سوال کر رہا ہے اور دل میں بھی وہی خیال ہو جس کا طالب ہے۔ کیونکہ:

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "غافل دل کی دُعا خدا قبول نہیں فرماتا۔" لہٰذا دل سے دُعا کرو، دل کو خدا کی طرف متوجہ

رکھو اور یہ یقین کر لو کہ دُعا ضرور قبول ہوگی۔

• دوسرے یہ کہ جب انسان کسی شخص سے مشکل کے وقت مدد چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اس کو پہلے سے جانتا ہو اُس کی خدمت میں پہلے سے آتا جاتا رہتا ہو۔ لہٰذا جب خدا سے کسی مشکل میں طالبِ امداد ہو تو ضرورت ہے کہ پہلے سے اُس کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر گزار ہوتے رہے ہو۔

= حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا مشکل کے وقت اُس کی مدد فرمائے اُس کو چاہیے کہ بلا کے وارد ہونے سے قبل ہی اُس کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہا کرے (اس کی بارگاہ میں ایک اجنبی کی حیثیت سے نہ آئے بلکہ پہلے ہی سے دعا مانگا کرے)

= ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا فرماتا ہے کہ دُعا کرو میں قبول کروں گا، مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا لیکن ہم دعا کرتے ہیں اور مستجاب نہیں ہوتی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، جو کچھ اللہ سے تم نے عہد کیا تھا اس کو بھی وفا کیا ہے" یا نہیں" (یعنی اوامر کی پیروی اور نواہی کا ترک) کیا تم نے یہ عہد پورا کیا ہے اگر نہیں کیا ہے تو پھر وہ تمھاری مطلوبہ چیز کیوں دے۔

تیسرے یہ کہ اگر ہم کسی شخص سے طالبِ امداد ہوں تو اُس کی بڑی خدمت کرتے ہیں ہر طریقے سے اُس کو راضی اور خوشنود رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح درگاہِ ایزدی میں جس کی خدمات زیادہ ہیں اُس کی حاجات بھی جلد پوری ہوتی ہیں

چنانچہ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کی دعا یقینی قبول ہوتی ہے اور قبولیتِ دُعا کی شرط ہی اکلِ حلال اور صدق مقال ہے۔ (اللہ کی خدمت کے ساتھ ساتھ یہ دو شرائط حلال کی روزی اور سچ بولنا بھی ضروری ہیں۔)

• چوتھے۔ استجابتِ دعا کی ایک شرط کمالِ معرفت بھی ہے یعنی جس قدر معرفتِ خداوندی زیادہ ہوگی اُسی قدر قبولیتِ دعا یقینی ہوگی۔

= حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا، یا ابن رسول اللہ ہم دعا مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، تم اُس کو پہچانتے بھی ہو جس سے دعا مانگتے ہو؟

• پانچویں۔ شرط استجابتِ دعا میں اُس کی درگاہ میں الحاح وزاری ہے بندہ جس قدر اُس کی عظیم ترین بارگاہ میں انکساری و عاجزی دکھلائے گا اُسی قدر وہ زیادہ متوجہ ہوگا۔

چنانچہ شاہانِ دنیا کے سامنے جس قدر عاجزی و انکساری دکھلاؤ گے اُس کی توجہ بڑھتی جائے گی۔

• چھٹی شرط آدابِ دعا میں دُعا کا مخفی رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے وہ کریم و رحیم خفیہ دعا مانگنے کو زیادہ پسند کرتا ہے اور اگر عاجزی و انکساری سے خود کو عاصی و گنہگار خیال کرتا ہو تو دوسروں کے ساتھ دعا مانگنا بُرا نہیں ہے کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ اگر چالیس آدمی جمع ہو کر دعا کریں تو اُن کی دُعا یقینی مستجاب ہوگی، فرمایا، میرے پدرِ عالی قدر جب دُعا مانگتے تھے تو اکثر و بیشتر اہلِ و عیال کو جمع فرماتے تھے خود دُعا مانگتے تھے اور وہ آمین کہتے تھے۔

• ساتویں شرط استجابتِ دُعا میں اوقات کو بڑا دخل ہے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ چار اوقات میں دُعا مانگو، ضرور قبول ہوگی۔ آندھی کے وقت، بارش کے وقت۔ جنگ کے وقت۔ مومن کے قتل کے وقت۔ (جب اُس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرے) اور وہ شہید ہو۔

- جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، چار وقت دعا کے لیے مخصوص ہیں۔ (۱) قرآن کی تلاوت کے وقت (۲) اذان کے وقت۔ (۳) شدید بارش کے وقت (۴) جب دو صفیں شدت کی جنگ یعنی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو جبکہ وہ جنگ اللہ کے لیے لڑی جائے اور قتل ہونے والے شہید ہوں۔
- جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بہتر وقت دعا مانگنے کا وقتِ سحر ہے۔ (صبح کا وقت)
- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا دعا مانگو۔ بوقتِ سحر قبلِ طلوعِ آفتاب۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب درہائے آسمان کھولے جاتے ہیں۔ روزی تقسیم ہوتی ہے اور عظیم حاجات قبول ہوتی ہیں۔
- جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا، اگر کوئی پیشِ پروردگار حاجت طلب کرے تو تین وقت بہتر ہیں۔ روزِ جمعہ (بعد خطبۂ جمعہ اور نماز کے شروع کرنے سے قبل) وقتِ زوالِ شمس، وقتِ طلوعِ شمس۔ (ہر روز)۔
- حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے پدرِ گرامی جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ روزِ جمعہ ایک ساعت ہے جس میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ پوچھا کہ یارسول اللہؐ وہ کون سی ساعت ہے فرمایا کہ جب نصف آفتاب غروب ہو جائے

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کے روز زوالِ آفتاب کے وقت رحمتِ الٰہی کی ہوا چلتی ہے آسمان کے دروازے کُھل جاتے ہیں اور رحمتِ الٰہی نازل ہونے لگتی ہے اُس وقت دعا مانگنا خوب ہے۔

• آٹھویں شرطِ قبولیتِ دعا میں تضرع زاری وانکساری ہے

اگر دعا کے وقت آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں یا کم از کم ایک قطرہ بھی آنسو کا آنکھ سے نکل آئے تو دعا کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مقرب ترین بندۂ خدا وہ ہے جو پیشِ معبود حالتِ سجدہ میں ہو اور گریاں ہو اور اگر بندہ دعا کے قبول ہونے سے نا اُمید ہو گیا ہو تو وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اس طرح بلند کرے جیسے کسی کے سامنے دستِ طلب عاجزی سے بڑھایا جائے

• نویں شرط قبولیتِ دعا میں یہ ہے کہ فقراء ومساکین وغیرہ پر تصدق کرے یہی خدائی خادم و دربان ہیں۔

ان کی مثال اس طرح ہے گویا کسی بادشاہ تک پہونچنے اور حاجت روائی کے لیے اُس کے دربانوں اور خادموں کو خوش کیا جائے تاکہ وہ جلد از جلد بادشاہ سے ملاقات بھی کرا دیں اور طلبِ حاجت میں مدد کریں۔

• دسویں شرط قبولیتِ دعا میں یہ ہے کہ دوسروں کی حاجات کو اپنی حاجت و دعا کا وسیلہ بنانا۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی حاجت کسی کریم کے سامنے لے جائے اور دوسروں کی حاجت کو پیشِ کریم پہلے رکھے اور بعد میں اپنی حاجت طلب کرے تو وہ کریم ان کی حاجات کے ساتھ اس کی دعا و حاجت بھی قبول فرما لیتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ شخص دوسروں کے لیے مجھ تک آیا ہے تو میں اس کی تمنا بھی پوری کرتا ہوں۔

- چنانچہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دعا کرو تو اپنی دعا کو صرف اپنے واسطے مخصوص نہ کرو بلکہ اس کو عام کر دو تاکہ جلد دعا مستجاب ہو جائے۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص چالیس

مومنوں کو مقدم رکھے اور اُن کے واسطے دعا کرے، اس کی دعا بھی ضرور قبول ہوگی۔

- جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ کوئی دُعا اتنی جلد قبول نہیں ہوتی جتنی جلد غائب کی دعا غائب کے واسطے کی جائے۔

- حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ مستجاب ترین دُعا اُس مومن کی ہے جو مومنِ غائب کے لیے دُعا کرے۔

- جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو شخص مومنین و مومنات کے واسطے دُعا کرتا ہے تو خداوندِ عالم، جتنے مومن و مومنات گذر گئے ہیں اور جس قدر آنے والے ہیں اوّل سے آخر تک اُن کے اعداد و شمار کے بقدر اُس کی حاجات برلاتا ہے۔ اور اگر اُس کے اعمال اُس کو جہنّم کی طرف لے جاتے ہیں تو تمام مومنین اور مومنات کی ارواح فریاد کرتی ہیں کہ پالنے والے یہ تو ہمارے واسطے دعائیں کیا کرتا تھا اسے بخش دے۔ تو خداوندِ عالم اُس کو بخش دیتا ہے اور داخلِ بہشت فرما دیتا ہے۔

- حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے فرمایا جو بندۂ مومن، مومنِ غائب کے لیے دعا کرتا ہے خداوندِ عالم سو گُنا زیادہ ثواب اُس کو عطا فرماتا ہے

- گیارہویں شرط قبولیتِ دعا کے لیے یہ ہے کہ قبلِ دُعا خدائے تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرے جس طرح کوئی شخص جب کسی کریم کے سامنے اپنی حاجت لے جاتا ہے تو پہلے اُس کی گذشتہ مہربانیوں کا تذکرہ کرکے اُس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمھاری دعا قبول ہو جائے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لاؤ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر

درود بھیجو تاکہ تمھاری دعا جلد اور ضرور قبول ہو۔ درود، محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ضروری شرط ہے قبولیتِ دعا کیلئے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کے حضور اپنی حاجت لیکر جاتا ہے تو مقرّبانِ بادشاہ کو کوئی تحفہ پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ سے اس کی سفارش کر دیں یا اگر کوئی بادشاہ کا محبوبِ خاص ہے تو پہلے اُس کو خوش کیا جاتا ہے تاکہ بادشاہ یہ دیکھ کر خوش ہو۔

لہٰذا دُرود (صلواۃ) کا تحفہ درگاہِ محبوبِ الٰہی میں پہونچنا ضروری ہے، دُعا سے پہلے اور دُعا کے بعد دُرود ضرور بھیجے تاکہ اللہ تعالیٰ جب اوّل و آخر کو قبول فرمائے تو درمیان کی حاجت کو بھی ضرور قبول فرمائے گا۔

بھیجا کرو دُرود محمدؐ کی آلؑ پر ❋ اپنی دعا سے پہلے بھی اپنی دعا کے بعد

- جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مجھ پر اور میرے اہلِ بیتؑ پر دُرود بھیجو تاکہ ملائکہ تم پر دُرود بھیجیں۔ دُرود باہمی نفاق کو برطرف کرتا ہے۔

- فرمایا: جب اپنے پیغمبرؐ کا نام سُنو تو بہت درود پڑھو۔ کیونکہ جو ایک بار دُرود بھیجتا ہے خدا کی صلوٰۃ کے باعث تمام مخلوقات اُس پر دُرود بھیجتی ہیں۔ پس جاہل اور بدنصیب ہے وہ جو شخص اس سے غافل رہے۔ خدا و رسولؐ اور اہلِ بیتؑ اُس سے بیزار ہیں۔

- ایک روایت میں ہے کہ اعمال کی ترازو میں کوئی عمل دُرود سے زیادہ وزنی نہ ہوگا۔ قیامت کے روز بندوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ ہلکے ہونے کے سبب پلّہ اُٹھا رہے گا، تب آنحضرتؐ وہ دُرود جو آپؐ پر بھیجا گیا ہوگا اس پلّے میں رکھ دیں گے تو وہ وزنی ہو کر بہت جُھک جائے گا۔

- ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر چہرے کو آتشِ جہنّم سے بچانا چاہتے

ہو تو صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ دُرود پڑھا کرو۔

• جو شخص جمعہ کے روز سو مرتبہ دُرود پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی ساٹھ حاجتیں پوری فرمائے گا۔ تیس دنیا کی اور تیس آخرت کی۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شبِ جمعہ کو آسمان سے ملائکہ نازل ہوتے ہیں کہ اُن کی تعداد فضا کے ذرّوں یا چیونٹیوں کے برابر ہوتی ہے. طلائی قلم اور نقرئی لوح ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، جو عمل بغیر دُرود کے ہو تو روزِ شنبہ تک اُسے نہیں لکھتے۔ پس چاہیے کہ شب و روزِ جمعہ میں زیادہ دُرود پڑھیں۔ اور فرمایا: سنّتِ مؤکدہ ہے کہ روزِ جمعہ ہزار بار دُرود پڑھیں اور باقی دنوں میں ہر روز سو مرتبہ۔

• جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کو اتنی مقدرت نہ ہو کہ اپنے گناہوں کا کفّارہ ادا کر سکے، وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر بہت دُرود پڑھے کیونکہ اس سے گناہ جھڑتے ہیں۔

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوندِ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل مقرّر فرمایا کیونکہ آپؑ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر کثرت سے دُرود پڑھتے تھے۔

• حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جو اس طرح دُرود پڑھے: صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَصَلَوَاتُ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ تو تمام گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے روز تھا۔

• حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے:

کہ: جب چھینک آئے تو یہ کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهٖ"۔

• دوسری روایت میں ہے جو کوئی چھینک کی آواز سُنے تو وہ مندرجہ بالا حمد اور دُرود پڑھے۔ تو اُسے کبھی دانتوں کا درد یا آنکھوں کا درد اور تکلیف نہیں ہوتی۔

• جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر اور میری آل پر دُرود نہ بھیجے وہ ہرگز بہشت کی بو نہ سونگھے گا باوجودیکہ بہشت کی خوشبو پانچ سو سال کی راہ تک پہنچتی ہے۔

• پھر فرمایا: جو شخص مجھ پر اور میری آل پر دُرود بھیجے تو آسمان کے دروازے اُس کے لیے کھُل جاتے ہیں اور فرشتے اُس پر ستّر بار دُرود بھیجتے ہیں اگر وہ گنہگار ہو تو اُس کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جس طرح موسمِ خزاں میں درختوں کے پتّے جھڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندے سَعْدَيْكَ میں نے تیری دعا قبول فرمائی اور تیری اعانت کروں گا۔ پھر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے پر ستّر بار دُرود بھیجو، کہ سات مرتبہ دُرود پہنچا ہے۔

پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھ پر کوئی دُرود بھیجے اور میرے اہلِ بیتؑ پر نہ بھیجے تو اس کے درود کے لیے آسمان پر سات پردے حائل ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لا لبّيك ولا سعديك یعنی: تیری دعا قبول نہیں اور نہ تیری مدد کروں گا۔

اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اس کی دعا آسمان پر نہ آنے دو، تاوقتیکہ درود میں میرے پیغمبرؐ کے اہلِ بیتؑ کو شامل نہ کرلے۔

• ایک اور حدیثِ نبویؐ میں ہے۔ کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھ

پر اور میرے اہلِ بیتؑ پر دُرود نہ بھیجے اس کے گناہ نہ بخشے جائیں گے اور وہ خدا کی رحمت سے دور رہے گا۔

• ایک اور مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ بخیل اور بد وہ آدمی ہے کہ میرا ذکر اُس کے سامنے ہو اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے۔

اور فرمایا جو شخص مجھ پر دُرود بھیجنا بھول جائے اُس نے بہشت کا راستہ بھلا دیا۔

• مالک جہنی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک پھول پیش کیا۔ آپؑ نے لیکر سونگھا اور آنکھوں سے لگایا اور فرمایا جو شخص پھول لیکر سونگھے اور آنکھوں سے لگائے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السّلام پر دُرود بھیجے، تو اُس پھول کو ہاتھ سے چھوڑنے نہ پائے گا کہ اس کی بخشش ہو جائے گی۔

• حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سو مرتبہ دُرود بھیجے اُس کی حاجت ضرور قبول ہو گی۔

• جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص بھی روزِ جمعہ سو مرتبہ مجھ پر دُرود بھیجے خدا اُس کی ساٹھ حاجتیں پوری کرتا ہے۔ تیس۳۰ دنیاوی اور تیس۳۰ دینی۔

سنّتِ مؤکّدہ ہے کہ مومن جمعہ کے روز و شب میں ہزار مرتبہ دُرود بھیجے۔

• حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گناہوں کا کفّارہ دینے پر قادر نہ ہو وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر کثرت سے دُرود بھیجے تاکہ اُس کے تمام گناہ بخشے جائیں۔ جو شخص وقتِ عطسہ (چھینک) حمدِ خدا اور دُرود پڑھے وہ کبھی امراضِ دندان اور دردِ چشم وغیرہ میں مبتلا نہ ہو گا۔

معتبر حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب نامِ رسولؐ و آلِ رسولؑ آئے تو درود بھیجنا واجب ہے۔

نجم سویم

عدمِ استجابتِ دُعا

اُس حکیمِ مطلق نے اپنے بندوں سے کیونکہ قبولیتِ دُعا کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض دُعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) کیونکہ وہ کُل کا کارساز ہے عالم ہے حکیمِ مطلق ہے لہٰذا ہر کام میں اُس کی حکمت اور مصلحت شرط ہے۔ اگر مصلحت اجازت دے گی تو وعدہ پورا ہو گا۔ مثلاً کسی کریم شخص سے کوئی کہے کہ یہ سانپ میرے ہاتھ میں دیدیجیے یا یہ زہر کی شیشی مجھے دیدیجیے تاکہ میں اس کو کھاؤں اور یہ نہ جانتا ہو کہ سانپ کے کاٹنے اور زہر کے کھانے سے کیا اثرات مرتّب ہوں گے تو ایسی صورت میں کریم کا عطا نہ کرنا ہی بہتر ہے بلکہ عطا کرنا ظلم ہوگا۔ اسی طرح بعض لوگ خدا سے اس ہی قسم کی چیزوں کا سوال کرتے ہیں جو اُن کے لیے نقصان دہ ثابت ہوں گی لیکن وہ ان کے نقصانات سے واقف نہیں۔ وہ حکیم و خبیر ان چیزوں کے نقصانات سے واقف ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ چیزیں ان کو دیدے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب یہ بات ہے تو دعا کی کیا ضرورت ہے۔ خدا بندے کے واسطے جو مناسب اور بہتر سمجھتا ہے وہ خود دیتا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ بندوں سے متعلق امورِ خداوندی تین قسم کے

ہیں۔ (۱) بعض وہ ہیں جن کو خداوندِ عالم بغیر طلب عطا فرما دیتا ہے۔

(۲) بعض وہ ہیں جو طلب کرنے پر بھی عطا نہیں ہوتے۔

(۳) بعض وہ ہیں جن کی طلب میں دعا کرنی پڑتی ہے۔

اور کیونکہ بندہ اپنی عقل سے ان اُمور کے مواقع خود نہیں سمجھ سکتا لہٰذا ہر امر کے لیے اُس کو دعا مانگنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ دعا کا مانگنا خود عبادت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر چیز کی کچھ شرائط ہوتی ہیں مثلاً اگر کہا جائے کہ نماز پڑھنے سے نمازی کی بخشش و مغفرت ہوتی ہے۔ تو صحیح ہے مگر نماز کے بھی کچھ شرائط ہیں۔ اگر بغیر وضو کیے ہوئے نماز پڑھ لی جائے تو بخشش کے لیے کافی نہیں حالانکہ نمازی سے بخشش کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح دُعا کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں جب تک وہ شرائط یعنی عجز و انکساری، گریہ وزاری، خداشناسی (معرفتِ خدا) عبادت، ترکِ معاصی، اکلِ حلال، صدقِ مقال (سچ بولنا) وغیرہ پوری نہ ہوں دُعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ لہٰذا وعدۂ خدا کے ایفا کے لیے ان شرائط کو بجالانا ہوگا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دُعا تاخیر سے قبول کی جائے۔ وجہ یہ ہے کہ اُس وقت فوراً ہی قبول کرنا دعا گو کے حق میں اچھا اور بہتر نہ ہو اور بیش خدا کم فائدہ ہو، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہو کہ اپنے اس دعا گو بندے کی آواز کو اس عجیب لہجے میں بار بار سُنے تاکہ اس کے مراتب میں ترقی اور جو کچھ مانگ رہا ہے اُس میں اضافے کا سبب ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو جاتی ہے مگر اس کے نفاذ میں تاخیر ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا ہلاکتِ فرعون کے لیے تیس [۳۰] سال بعد پوری ہوئی۔

تاخیرِ قبولیتِ دعا کے اسباب

بسندِ صحیح منقول ہے کہ احمد بن ابی نصر نے جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یا حضرت! اللہ سے دعا کرتے ہوئے کتنے ہی سال گذر گئے مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ اس تاخیر کے باعث سے میرے دل میں شبہ پیدا ہو گیا۔

حضرت نے فرمایا: اے احمد! اپنے دل کو شیطانی وسوسے سے پاک رکھ۔ وہی تجھے خدا کی رحمت سے ناامید کرتا ہے۔ میرے جدِ بزرگوار امام محمد باقرؑ نے فرمایا: مومن کو لازم ہے کہ جس طرح تکلیف و مصیبت کے وقت دعا کرتا ہے آرام و راحت کے وقت بھی اسی طرح دعا کرتا رہے۔ جب اُمید بر آئے، دعا کو کم نہ کرے، اُکتا نہ جائے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک دعا کا مرتبہ بہت بزرگ ہے تجھے لازم ہے کہ تنگی اور بلا کے وقت صبر کرے۔ حلال شئے خدا سے طلب کرے، صلۂ رحم میں کوتاہی نہ کرے۔ لوگوں کے لڑائی، جھگڑے اور عداوت سے پرہیز کرے۔ تحقیق، ہم اہلِ بیت ملاپ رکھتے ہیں اس شخص سے جو تم سے قطع تعلق کرنا چاہے، اور جو ہمارے ساتھ بدی کرے ہم اس کے عوض نیکی کرتے ہیں۔ قسم ہے خدا کی اس کا انجام ہم اچھا دیکھتے ہیں۔ تجھ کو معلوم ہو کہ اگر کوئی دولت مند کسی کو کچھ دے تو اس محتاج کو اس کا بہت خیال ہو جائے گا، تاکہ اور زیادہ دے، بلکہ اس کے خیال میں خدا کو بھول جائے گا۔ خدا تعالیٰ جس بندے کو نعمتیں عطا فرمائے ضرور اس کا خیال ہونا چاہیے، کیونکہ ان نعمتوں کے ساتھ بہت سے حقوق خدا نے اس پر واجب کر دیے ہیں، اگر خیال نہ کرے گا تو اندیشہ ہے کہ حقوق ادا نہ کرنے سے غرور اور سرکشی میں گرفتار ہو جائے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کبھی بندۂ مومن کی دُعا تاخیر سے اس لیے بھی قبول ہوتی ہے کہ خدا اپنے مخلص بندہ کی آواز بار بار سُننا چاہتا ہے۔ امام ؑ نے ایک شخص سے فرمایا کہ میں تم سے اگر کسی چیز کا وعدہ کروں تو تم اعتبار کرلو گے ؟

اُس نے عرض کیا، یا ابن رسولؐ اللہ! بھلا آپ کا اعتبار کیسے نہ کروں گا ؟

آپؑ نے فرمایا کہ ایک بندے کا تو تم اعتبار کرلو گے اور خدا نے جو تم سے وعدہ فرمایا ہے اُس کا اعتبار نہیں کرتے۔

فرمایا: پس لازم ہے کہ خدا کے وعدے پر سب سے زیادہ یقین رکھ۔ خدا نے تجھ سے وعدہ کیا ہے:

"وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۔"

(اے میرے حبیب! میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ میں اُن سے نزدیک ہوں۔)

"اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"

(دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں)

پھر فرماتا ہے: "خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو"

اور فرمایا: "خدا تم سے وعدہ کرتا ہے مغفرتِ عظیم کا اپنی طرف سے اور بہت سے فضل کا" تمھیں لازم ہے کہ اوروں کی بہ نسبت خدا پر زیادہ اعتماد اور یقین رکھو۔ نیک گمان کے وقت اپنے دل میں اور کسی خیال کو جگہ نہ دو۔ تاکہ تمھارے گناہ بخشے جائیں۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا:

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ دعاء قبول فرمالیتا ہے، مگر اس کے عطا کرنے میں دیر کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ان دو فرشتوں کو جو اس پر موکّل ہیں فرماتا ہے کہ میں نے اس کی دعاء قبول فرمالی ہے مگر اس کا مطلوب اُسے ابھی نہ دو تاکہ اور دعاء مانگے، مجھے اس کی دعاء کی آواز پسند ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس کی حاجت جلد پوری کرو۔ کیونکہ میں اس کی آواز پسند نہیں کرتا۔

ایک اور حدیث میں حضرتؑ نے فرمایا: بندہ ہمیشہ اچھی حالت میں ہے حق تعالیٰ کی رحمت کا اُمّید وار ہے، تاوقتیکہ خدا کی رحمت سے نااُمید ہو کر دعاء کو ترک نہ کرے، اور جلدی بھی نہ کرے۔

راوی نے عرض کیا: یا حضرتؑ! جلدی نہ کرنے کے کیا معنی ہیں ؟

فرمایا: اس طرح کہنا کہ مجھے دعاء کرتے ہوتے اتنی مدّت گذر گئی ابھی تک میری دعاء قبول نہیں ہوئی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہِ بیت المقدس میں چراگاہ کی تلاش میں گھوم رہے تھے کہ ایک شخص کی آواز کان میں آئی۔ آپ اُس طرف روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ ایک شخص مشغولِ نماز ہے جس کا قد بارہ گز ہے۔ جب وہ فارغ ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص تو کس کی نماز میں مصروف تھا ؟

• اُس نے عرض کیا، زمین و آسمانوں کے مالک و خالق اللہ کی۔
• آپؑ نے فرمایا، تمھاری قیامگاہ کہاں ہے ؟
• اُس نے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کیا۔
• آپؑ نے فرمایا، میں بھی تمھاری قیامگاہ پر جانا چاہتا ہوں۔
• اُس نے کہا، راہ میں ایک دریا پڑتا ہے اس لیے آپ نہیں جا سکتے

• آپؑ نے فرمایا، پھر تم کیسے جاتے ہو؟

• اُس نے کہا، میں پانی پر چل سکتا ہوں۔

• آپؑ نے فرمایا، چلو شاید خدا مجھے بھی پانی پر چلنے کی طاقت عطا فرمادے۔

چنانچہ دونوں پانی پر چل کر اس کی قیامگاہ پر پہونچے۔

• حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اچھا یہ بتلاؤ کہ سب سے عظیم دن کون سا ہے؟

• اُس نے عرض کیا، روزِ محشر

• آپؑ نے فرمایا، اچھا آؤ ہم دونوں خدا سے اُس روز کی بخشش کے واسطے دُعا کریں۔

• اُس عابد نے عرض کیا کہ مجھے آپؑ اپنی دُعا میں کیوں شریک کرتے ہیں۔ واللہ تین سال سے میں ایک دُعاء مانگ رہا ہوں مگر قبول نہیں ہوتی

• آپؑ نے فرمایا، وہ کیا دُعا ہے؟

• اُس عابد نے عرض کیا، ایک روز میں نے دیکھا کہ اس چراگاہ میں ایک حسین وجمیل لڑکا گلّہ چرا رہا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ گلّہ کس کا ہے؟

اُس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن کا۔

• میں نے خدا سے دُعا کی اگر کوئی خلیل تیرا روئے زمین پر ہے تو مجھے اس کی زیارت سے مشرّف فرما، مگر ابھی تک میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

• حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری دعا قبول ہوگئی، میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ دُعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی محبت سے بھری ہوئی آواز بار بار سُننا چاہتا تھا، تاکہ مخلص

بندے کے درجات میں اضافہ ہو۔

وجہ چہارم یہ ہے کہ اگر خدا بندے کی دُعا قبول نہیں فرماتا تو اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس مطلوبہ چیز کی طلب میں اس کا نقصان دیکھ کر خدا اس سے دو چند یا زیادہ بہتر وعمدہ چیز عطا کرنا چاہتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کسی کریم وسخی سے دس روپے کی ایک چیز طلب کرتا ہے اور وہ بجائے دس روپے کے سو روپے کی کوئی دوسری چیز اس کو دیدے تو یہ ردِ سوال نہ ہوا بلکہ لطف وکرم میں اضافہ ہوا۔

دعاء کے فوائد

علاوہ اس کے دعاء کے دیگر فوائد بیشمار ہیں، قربِ الٰہی دعا کے لیے تیاری اور عبادت، اس میں جتنا وقت صرف ہو۔ یہ سب عبادات ہیں۔

اے عزیز! دیکھتے ہو کہ حق تعالیٰ اپنے نادان بندوں کو باوجود سرکش طبیعتوں کے کس طرح قسم قسم کے وعدے دے کر اپنی طرف متوجہ کرتا ہے جس طرح سے بلاتشبیہ بادشاہ اپنے باز کو شکاری بنانے کے لیے بہت محبّت سے اپنے ہاتھ پر بٹھاتا ہے۔ اور عمدہ عمدہ کھانے دیکر اپنے سے مانوس کرتا ہے۔ جب خوب مانوس ہو جاتا ہے تب شکار پر چھوڑتا ہے تاکہ شکار کر کے پھر اس کے ہاتھ پر آبیٹھے۔ یا مثلاً ماں باپ اپنے بیٹے کو علم وہنر سکھانا چاہتے ہیں تو وہ بچّے کو علم وہنر کے ہزاروں فائدے سنائیں، بچہ کچھ بھی توجہ نہیں دیتا، اس لیے خوبصورت لباس اور اچھی اچھی چیزوں کے وعدوں سے پڑھنے کی طرف مائل کرتے ہیں۔ جب بچّے کو علم کی لذّت محسوس ہوتی ہے خود بخود شب وروز اسی میں مصروف رہنا پسند کرتا ہے۔ پھر خواہ کتنا ہی روکا جائے باز نہیں آتا۔ اس لیے بچّوں کی طرح طبیعت والے انسانوں کا حال یہ ہے کہ عمدہ کھانے فاخرہ لباس، مال ودولت، آرائش اور جسمانی لذّتوں کے کچھ نہیں جانتے۔

کمال حقیقی اور آخرت کی راحت و کامیابی کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اس لیے حکیم مطلق نے
اپنے کمال لطف و کرم سے باوجود عظمت وجلالت کے اپنی گلی کی طرف بُلایا کہ:
اے میرے بندو! آؤ جو کچھ تم مانگو گے میں تم کو دوں گا۔ میرے پاس ہر ایک
شے موجود ہے تاکہ اس راستے سے اس کے بندے معرفت اور قرب حاصل کریں
دنیا و آخرت کے کاموں میں اسی کی طرف رجوع کریں کس قدر کرم و احسان ہے
کہ باوجود استغنا وجلالت کے خود بُلا کر اپنا مقرّب بناتا ہے مگر نادان انسان
اس فکر میں کہ میری فلاں دعا اب تک قبول نہیں ہوئی۔ چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ۔"

(بتحقیق انسان اپنے پروردگار کی ناشکری کرنے والا ہے۔)

دعا کے قبول نہ ہونے کا خیال آتا ہے۔ یہ خیال نہیں آتا کہ دعا کرنا عبادت
میں لکھا گیا، اپنے مالک سے مخاطب ہو کر مناجات کی تو تقرب حاصل ہوا۔
اپنے خالق و رازق کو ہمراز کر کے حالِ دل بیان کیا، اور اسی کی طرف سے رحمت
پر لبّیک کا جواب سنا۔ اے دعا کرنے والے! اگر مناجات و دعا کی اصلی
لذت حاصل ہو جائے اور اس پوشیدہ راز کو تیرا گوشِ دل سُن لے اور تجھ کو معلوم
ہو جائے کہ دعا و گریہ و زاری کے وقت حق تعالیٰ تجھ پر کیسی رحمت اور بندہ نوازی
کی نظر کرتا ہے، تو آرزوؤں اور دعاؤں کو کیا، بلکہ اپنے دل و جان کو قربان کر دے
یعنی اپنے دل و جان کو اس کی نوازش پر قربان کر دے۔ خیال کر، اگر کوئی شخص
دنیائے فانی کے فرضی بادشاہ کے دربار میں جانے کا موقع پائے، دل میں ہو کہ:
بادشاہ فریاد سنے تو بہت کچھ عرضِ حال کروں گا۔ اور بادشاہ ذرا توجّہ سے اس کی
طرف مائل ہو جائے تو یہ شخص خوشی کے سبب اپنا مطلب بیان کرنا ہی بھول جاتا ہے
ہزار افسوس کہ درگاہِ الٰہی میں مناجات کے وقت اسی جسمِ خاکی کے لیے

کیا یہ عزّت کم ہے کہ اسے مالک الملوک، صاحبِ عظمت و جلال پروردگار کے
رُوبرو ہم کلام ہونے کی اجازت دی گئی ہے اور رحمت کے خزانوں کی کنجیاں اس
کی زبان کے سپرد کی گئی ہیں۔

خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اے بندے! تو دعا کر اور اپنی بھلائی
کے لیے مجھ پر بھروسہ کر۔" اور بندہ اپنی جہالت و کم عقلی سے گستاخی اور سرکشی
کرے، اگر عقل کے آگے غفلت کا پردہ نہ ہو تو اس قسم کی متواتر حدیثیں سننے والا
انسان بن سکتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "اے فرشتو! ابھی اس کی
حاجت براری نہ کرو کہ اس کی آواز مجھے پسند آتی ہے"۔ حاجت میں دیر سے قبول
ہونے کا خیال بھی نہ کرے۔ اس فخر و مباہات پر جان قربان کر دے۔ آئندہ خواہشات
دنیا کے لیے دعا کرنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

جن کی دعا قبول ہوتی ہے

بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: فرمایا جنکی
دعا قبول ہوتی ہے وہ تین قسم کے لوگ ہیں۔ اوّل: جو حج کرنے جائے خدا اُسکی
دعا قبول فرماتا ہے۔ چاہیے کہ اس کے پس ماندگان کی اچھی طرح خبرگیری کریں تاکہ
تمھارے حق میں دعائے خیر کرے۔ دوم: وہ شخص جو خدا کی راہ میں جہاد کرنے
جائے، اُس کے اہلِ و عیال کی نگہبانی کرو۔ سوم: بیمار کی دعا قبول ہوتی ہے
اُس کو ناراض نہ کرو۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ پانچ دعائیں ایسی
ہیں جن کو خدا ضرور قبول فرماتا ہے۔ دُعائے امامِ عادل، دُعائے مظلوم
دُعائے فرزندِ صالح برائے والدین، دُعائے والدینِ صالح برائے فرزند،

دُعاءِ مومن برائے برادرِ مومن غائبانہ ۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ چھ دعاؤں کو خدا ضرور قبول فرماتا ہے ۔ دُعاءِ پدر برائے فرزندِ صالح ۔ نفرینِ پدر برائے فرزندِ عاق شدہ ۔ نفرینِ مظلوم برائے ظالم ، دُعاءِ مومن برائے مومن ، مظلوم کی دُعا کہ جب ظالم سے کسی کا حق حاصل کرے ۔ دعا برائے خوشنودیٔ اہلِ بیتِ رسولؐ ۔

مظلوم کی بددعاء سے بچو !

- جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :
وہ مظلوم کی بد دعاء سے بچو ! "کہ آسمان کے پردوں سے پار چلی جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اس کی دعاء کو بلند کرو میں قبول کروں گا۔"

اور ارشاد فرمایا : باپ کی بد دعاء سے ڈرو ! کہ شمشیر سے زیادہ تیز ہوتی ہے

• حدیث میں وارد ہے کہ چار شخصوں کی دعاء رد نہیں ہوتی ۔
"باپ کی دعاء فرزند کے حق میں ، مظلوم کی دعاءِ بد ظالم کے لیے اور اس شخص کی دعاء جو عمرہ ادا کرنے جائے ، اور روزے دار کی دعاء" ۔

• منقول ہے کہ پانچ آدمیوں کی دعاء قبول نہیں ہوتی ۔ اوّل وہ شخص کہ زوجہ کو طلاق کا اختیار ہوتے ہوئے اس سے تکلیف اٹھانے کے باوجود مہر ادا کر کے طلاق کے ذریعے سے اُس سے چھٹکارا نہیں پالیتا ، مگر عورت کے لیے بد دعاء کرتا ہے ۔ دوسرے ، وہ شخص جس کا غلام تین مرتبہ بھاگ چکا ہو اور اُسے فروخت نہ کرے اور اس کے لیے بد دعاء کرے ۔ تیسرے ۔ وہ شخص جو

خم کھائی ہوئی دیوار کے نیچے سے گزرنے میں جلدی نہ کرے اور دعاء کرے کہ خداوندا ! میرے سر پر نہ آپڑے ۔ چوتھے ۔ وہ جو کسی کو قرض دے مگر گواہ نہ بنائے ، پھر دعاء کرے کہ خداوندا ! میرا مال مجھے مل جائے ۔ پانچواں ، وہ شخص ، کہ روزی کمانے پر قادر ہو مگر نہ کمائے اور گھر میں بیٹھا ہوا دعاء کرے کہ خداوندا ! مجھے روزی دے ۔

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، اے ابوذر ! اگر کسی شہر میں نافرمان اور گنہگار بندے ہی آباد ہوں اور صرف تین صالح اور نیکوکار بندے ہوں تو اللہ تعالیٰ اُس شہر پر عذاب نازل نہیں فرماتا ۔

○ اے ابوذر ! خداوندِ عالم اپنے تین بندوں پر فخر و مباہات فرماتا ہے " پہلا وہ شخص جو جنگل میں تنہا اذان و اقامت کہے اور نماز ادا کرے ۔ خدا فرشتوں سے بصد فخر فرماتا ہے کہ میرے اس مخلص بندے کو دیکھو کہ اس عالمِ تنہائی میں بھی مجھے کس طرح یاد کر رہا ہے ۔

دوسرا وہ شخص جو نمازِ شب ادا کرتا ہے اور تنہائی میں سربسجود ہے ۔ اگر سجدے میں اس کو نیند بھی آجائے تو خدا فرشتوں سے فرماتا ہے کہ دیکھو میرے اس مخلص بندے کو کہ اس کی روح میرے پاس ہے اور یہ خود سجدہ میں پڑا ہوا ہے ۔

تیسرا وہ شخص جو جنگ میں ہو اور دشمنانِ خدا سے ایسی حالت میں بھی جنگ کر رہا ہے جب کہ اس کے ساتھی فرار کر گئے ہوں ۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرائض کا اعلانیہ ادا کیا جانا بہتر ہے ، نمازِ فریضہ کا مساجد میں ادا کرنا بہتر ہے اور زکوٰۃِ واجب بہتر ہے کہ علانیہ ادا کی جائے تاکہ دوسروں کو بھی رغبت ہو

سُنتی نمازیں یا غرباء کو امدادی رقوم بہتر ہے کہ پوشیدہ طور پر ادا ہوتا کہ
فخر و مباہات کا خیال ہی پیدا نہ ہو اور ضرورتمند کو ذلت و شرمندگی سے دوچار
نہ ہونا پڑے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ نمازِ شب سنّتِ رسولؐ ہے اور صالحین بندوں کا
طریقہ ہے، درد کو دور کرتی ہے، چہرے کو منوّر کرتی ہے انسان کو خوشبو
اور خوبرو کرتی ہے۔ وسعتِ رزق کا باعث ہے مال و اولاد زینتِ
زندگانی دنیا ہے اور آٹھ رکعت نمازِ شب زینتِ آخرت ہے آنکھوں کو
روشنی بخشتی ہے۔ قرض کو ادا کرتی ہے۔ غم کو دور کرتی ہے۔

نمازِ شب کی فضیلت

جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ائمۂ ہدیٰؑ سے منقول ہے کہ
مومن کا شرف اس میں ہے کہ رات کو بیدار رہ کر عبادت کرے اور عزّت اس
میں ہے کہ اپنا راز لوگوں سے مخفی رکھے۔

• منقول ہے کہ ایک شخص جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی
خدمت میں حاضر ہوا اور تنگدستی و افلاس کی شکایت کی، یہاں تک گلہ کیا کہ قریب
تھا اپنا اس وقت بھوکا ہونا بھی ظاہر کر دے۔

آپؑ نے دریافت فرمایا: کیا تو نمازِ شب بجالاتا ہے؟

اس نے عرض کیا: یا حضرت! بجالاتا ہوں۔

آپؑ نے اصحاب کی طرف متوجّہ ہو کر فرمایا: جھوٹا ہے وہ، جو یہ کہے کہ
نمازِ شب پڑھتا ہوں اور دن کو بھوکا رہے۔ حق تعالےٰ نے نمازِ شب کو دن
کی روزی کا ضامن مقرّر فرمایا ہے۔

• جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے فرمایا: نمازِ شب صحّتِ جسم
اور خوشنودیٔ خدا کا موجب ہے۔ پیغمبروں کے اخلاق حاصل ہوتے ہیں، اور
رحمتِ خدا شاملِ حال ہوتی ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے، جب کوئی
بندۂ مومن نمازِ شب کے لیے بیدار ہوتا ہے تو دل خواب و راحت کو پسند کرتا ہے
نیند جھونکے دیتی ہے، اونگھ کے باعث سر جھکا پڑتا ہے، اُس وقت اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ آسمان کے دروازے کھول دو اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے:
" دیکھو یہ میرا بندہ میری خوشنودی کے لیے کیسی تکلیف گوارا کر رہا ہے
حالانکہ یہ نماز میں نے اس پر واجب نہیں کی ہے۔ مجھ سے اس وقت
تین چیزوں کا اُمیدوار ہے۔ ایک یہ کہ اس کے گناہوں کو بخش دوں
دوسرے یہ کہ اس کی توبہ قبول کروں، تیسرے یہ کہ اس کی روزی
زیادہ کردوں۔ اے ملائکہ! میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اس کو یہ
تینوں چیزیں عطا کرتا ہوں۔"

• حدیث میں ہے کہ نمازِ شب چہرے کی رونق اور جسم کی خوشبو بڑھاتی
ہے، روزی زیادہ کرتی ہے، ادائے قرض کی موجب ہے، غموں کو دور کرتی ہے
آنکھوں کا نور بڑھاتی ہے۔

• ایک اور حدیث میں ہے کہ "جس گھر میں نمازِ شب اور قرآن مجید
کی تلاوت ہوتی ہو وہ مکان اہلِ آسمان کو ایسا چمکتا ہوا نظر آتا ہے جیسے زمین
والوں کو آسمان کے تارے۔"

• ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر
میں " اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ "

(بیشک، نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں)

فرمایا کہ: مراد یہ ہے کہ مومن جب نمازِ شب ادا کرتا ہے تو اس کے دن کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے: جس کسی کو خداوند تعالیٰ نمازِ شب پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رات کو بیدار ہو اور خلوص کے ساتھ کامل وضو کرے، نیّتِ صادق سے خدا کے واسطے نماز ادا کرے باچشمِ گریاں جریاں اپنے پروردگار کے سامنے خضوع و خشوع سے ایستادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے نو صفیں فرشتوں کی مقرر فرماتا ہے کہ ہر صف کی تعداد و شمار اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ہر صف کا ایک سرا جنوب میں اور دوسرا شمال میں ہوتا ہے۔ جب بندہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اُن فرشتوں کی تعداد کے مطابق حسنات (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھے جاتے ہیں۔

• بسندِ دیگر آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ: جب بندۂ مومن شبِ تاریک میں نماز کے لیے کھڑا ہو کر اپنے پروردگار سے خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور پیدا کر دیتا ہے اور جب وہ یاربِّ یاربِّ پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ لبّیک لبّیک کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: اے میرے بندے! جو چاہتا ہے مجھ سے طلب کر، تاکہ میں عطا کروں، مجھ پر توکل کر، تاکہ تیری مہمات کے لیے میں کافی ہوں۔

پھر ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے: دیکھو! کس طرح میرا بندہ شبِ تاریک میں میرے سامنے حاضر ہے، حالانکہ اس وقت غافل لوگ خواب و راحت میں ہیں۔ تم گواہ رہو کہ میں نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیے۔

• حدیث میں وارد ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا

"جبرئیلؑ ہمیشہ مجھے نمازِ شب کی وصیت و تاکید اس قدر کرتے تھے کہ میں نے خیال کیا کہ شاید میری اُمّت کے لوگوں کو نمازِ شب کی فکر میں نیند نہ آئے گی۔"

• بسندِ معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے فرمایا: جو شخص روزِ قیامت اور اللہ پر ایمان رکھتا ہو اپنی شب کو بغیر نماز ادا کیے نہ گذرنے دے۔

• منقول ہے ایک شخص نے جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے عرض کیا یا حضرت! میں نمازِ شب ادا کرنے سے محروم ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تیرے گناہوں نے تجھ کو اس نعمت سے روک رکھا ہے۔

اور فرمایا کہ: حضرت سلیمانؑ پیغمبرِ خدا کی والدہ نے اُن کو وصیّت فرمائی: اے فرزند! رات کو بہت نہ سویا کرو۔ کیونکہ رات کا بہت سونا انسان کو قیامت کے دن فقیر بناتا ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: ایک شخص نے آپؑ سے نمازِ شب اور تلاوتِ قرآن مجید در شب کی فضیلت دریافت کی۔

آپؑ نے فرمایا: بشارت ہو تیرے لیے کہ جو کوئی شب کے دسویں حصّے کو اخلاص و نیازمندی سے نماز میں گذارے اور اس کی غرض محض رضائے ربّ ہو، تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندے کے لیے ان درختوں کے پتّوں اور نباتات کی تعداد کے برابر ثواب لکھو، جو دریائے نیل کے پانی سے پیدا ہوتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تمام روئے زمین کے درختوں، پتّوں، نباتات چرند و پرند کی تعداد کے برابر اس کا ثواب لکھو۔

اور فرمایا: جو شخص شب کا نواں حصہ نماز میں گذارے اللہ تعالیٰ اُس کی دس دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اور روزِ قیامت اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں عطا فرمائے گا۔

اور جو شخص شب کا آٹھواں حصہ نماز میں بسر کرے خداوندِ تعالیٰ اُس کو شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے جس نے جنگ میں ثابت قدم رہ کر شہادت پائی ہو۔ اور روزِ قیامت اسے اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب کی سفارش کرنے کا رتبہ عطا فرمائے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی ساتواں حصہ شب کا نماز میں گزارے تو جب وہ قبر سے اُٹھے گا تو اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا، اور پُلِ صراط سے امن کے ساتھ گذرے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی چھٹا حصہ شب کا نماز میں گذارے، خداوندتعالیٰ اُس کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اور اُس کو توبہ کرنے والوں میں شمار کرے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی پانچواں حصہ شب کا نماز میں گذارے، خداوندتعالیٰ بہشت میں اُس کو قُبّۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جگہ دے گا۔

اور فرمایا: جو کوئی چوتھا حصہ شب کا نماز میں گذارے، قیامت کے روز کامیاب اور رستگار لوگوں کے ساتھ اُٹھے گا۔ اور پُلِ صراط سے تیز ہوا کی مانند گذر جائے گا اور بے حساب داخلِ بہشت ہوگا۔

اور فرمایا: جو کوئی تیسرا حصہ شب کا نماز میں گذارے، خداوندتعالیٰ اُس کو ایسا مرتبہ کرامت فرمائے گا کہ ہر ایک فرشتہ اُس کے مرتبے کی آرزو کرے گا۔ اور روزِ قیامت حکم ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے بہشت میں داخل ہو جا۔

اور فرمایا: جو کوئی نصف شب نماز میں گذارے، اُس کو اس قدر ثواب عطا ہوگا کہ تمام روئے زمین اگر طلائے خالص ہو، اور وہ اُس مومن کو اس کے عوض دے جائے تو قبول نہ کرے گا۔ اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ستّر غلام اولاد اسماعیل علیہ السلام سے آزاد کرنے کی بہ نسبت زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

اور فرمایا: جو کوئی دو تہائی شب نماز میں گذارے، اللہ تعالےٰ ایک بیابان میں جو ذرّات ہیں اُن کے برابر تعداد میں اس کو حسنات عطا فرماتا ہے، کہ اُن میں سب سے کم درجے کا حسنہ کوہِ اُحد سے دس گنا سنگین وگرانقدر ہوگا۔

اور فرمایا: جو کوئی تمام شب عبادت کرے، کبھی سجدے میں اور کبھی رکوع میں ہو، کبھی تلاوتِ قرآن مجید اور کبھی ذکرِ خدا میں مشغول ہو، تو خداوندِ عالم اُسے اِس قدر ثواب عطا فرمائے گا جس کا کم تر درجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں سے پاک ہو کر ایسا ہو جائے گا جیسا شکمِ مادر سے بوقت پیدائش تھا۔ اور مخلوقِ خدا کی تعداد کے برابر اس کے حسنات لکھے جائیں گے اور اس کی قبر کو خداوند تعالیٰ نور سے پُر کر دے گا، حسد وبغض کو اس کے دل سے صاف کر دے گا، عذابِ قبر سے نجات دے گا، اور آتشِ جہنّم سے اس کے لیے برأت لکھی جائے گی اور روزِ قیامت اُن لوگوں کے ساتھ قبر سے اُٹھے گا جو قیامت کے ہول سے بے خطر ہوں گے۔ پروردگارِ عالمین ملائکہ سے فرمائے گا: دیکھو! میرے اس بندے کو جس نے میری رضا کی خاطر عبادت میں شب بیداری کی ہے اسے جنّت الفردوس میں جگہ دو اور بہشت میں سو ہزار شہر اسے دو، کہ ہر شہر میں وہ اشیاء موجود ہوں جو اِس کا نفس خواہش کرے، اور اس کی آنکھیں ان کو

دیکھ کر تازگی محسوس کریں، جو کرامتیں اور نعمتیں میں نے اس کے واسطے مقرّر کی ہیں اُن سے بڑھ کر میرے قرب ووصال کے انعام سے اسے کامیاب کروں۔

اے ابوذرؓ! کوئی شخص اپنی پیشانی قطعاتِ زمین سے کسی قطعۂ زمین پر نہیں رکھتا، مگر یہ کہ وہ قطعۂ زمین قیامت کے روز اُس کے سجدوں کی گواہی دے گا، اور کوئی فرودگاہ نہیں کہ لوگ وہاں فروکش ہوں مگر جب صبح ہوتی ہے تو وہ مقام اُترنے والوں پر صلوات بھیجتا ہے اگر انھوں نے وہاں حق تعالےٰ کی عبادت کی ہو، یا اُن پر لعنت کرتا ہے اگر وہاں ان لوگوں نے حکمِ خدا کے خلاف کام کیا ہو۔

اے ابوذرؓ! کوئی صبح یا شام نہیں ہوتی، مگر قطعات ایکدوسرے کو ندا دیتے ہیں: اے میرے ہمسائے! کیا کسی گذرنے والے نے تجھ پر اللہ کا ذکر کیا ہے، یا کسی بندے نے اپنی پیشانی تجھ پر سجدۂ خدا کے لیے رکھی ہے؟ پس کوئی قطعہ کہتا ہے، نہیں اور کوئی اقرار کرتا ہے۔ پس جو اقرار کرتا ہے، خوش ہوتا ہے اور اپنے ہمسایوں پر فخر کرتا ہے کہ دیکھو! میں کسقدر خوش نصیب ہوں کہ مجھ پر خدا کی عبادت ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ غفلت نے انسان کو ایسا دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ جمادات اس کی بہ نسبت عبادتِ خدا بجالانے میں زیادہ ہوشیار ہیں (اور جب کوئی ان پر عبادتِ خدا بجالاتا ہے تو فخر ومباہات کرتے ہیں۔) جمادات ضعیف سا شعور رکھنے کے باوجود عبادتِ خدا بجالاتے ہیں۔

• ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آدمی نمازہائے نافلہ کو ایک ہی جگہ پر بجالائے تو بہتر ہے یا مختلف جگہوں پر ادا کرنا اچھا ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا: مختلف جگہوں پر ادا کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ تمام مقامات روزِ قیامت اس کی گواہی دیں گے۔

• منقول ہے کہ اگر لوگ کسی مقام پر جمع ہوں اور وہاں ذکرِ خدا اور درود محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم الصلوات والسّلام نہ بجالائیں تو وہ مجلس روزِ قیامت ان کے لیے وبال اور خسران کا باعث ہوگی۔

اے ابوذرؓ! جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور اس پر درخت اُگائے۔ کوئی درخت ایسا نہ تھا کہ بنی آدم اس کے پاس آکر اس سے نفع نہ پاتے پس زمین اور درخت اسی طرح نفع دیتے رہے تا اینکہ بنی آدم کلمۂ عظیم کہنے لگے، ان کا ناسزا کلمہ یہ تھا کہ "خدا بیٹا رکھتا ہے"، جب یہ غضب ہوا تو زمین کانپ اٹھی اور درختوں کا نفع جاتا رہا۔ قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں اس سبب سے کہ وہ بولے کہ "خدائے رحمٰن کا بیٹا ہے"۔ خدائے رحمٰن کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ بیٹا رکھے، بلکہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کے مملوک اور مخلوق ہیں۔

قریش یہ واہی کلمات بھی کہتے تھے کہ "فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور عزیر کو یہودی خدا کا فرزند کہتے تھے، نصاریٰ کہتے تھے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے"۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: خداوندِ تعالیٰ نے کوئی درخت ایسا پیدا نہیں کیا کہ میوے دار نہ ہو۔ جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا، کہ خدا بیٹا رکھتا ہے۔ آدھے درختوں کا پھل جاتا رہا۔ اور جب لوگوں نے خدا کا شریک کہنا شروع کیا تو درختوں

پر کانٹے نکل آئے۔

• جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر کو کسی قوم کی طرف بھیجا، وہ چالیس سال تک اُن میں رہا، اور اُن کو خدا کی طرف دعوت دیتا رہا مگر ایک فرد بھی ایمان نہ لایا۔ اُن لوگوں میں ایک عید ہوا کرتی تھی، اُس روز وہ سب عبادت خانے میں جمع ہوا کرتے تھے ایک عید کے روز وہ پیغمبر بھی اُن کے عبادت خانے میں گیا اور کہنے لگا، اے لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ، وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔

اُنھوں نے کہا: اے شخص! اگر تو اللہ کا پیغمبر ہے تو دعا کر، کہ اللہ ہمیں ہمارے لباس کے رنگ کا پھل عطا کرے۔

اُس روز اُن کا لباس زرد رنگ کا تھا، وہ پیغمبر ایک طرف گیا، اور ایک خشک لکڑی لے آیا، پھر اُس پر دعا، دم کی، وہ لکڑی سرسبز ہوگئی اور زرد آلو میوے اس میں پیدا ہوگئے۔ ہر ایک نے وہ میوے دیکھے اور کھائے۔ جو شخص ایمان لانے کی نیّت سے کھاتا تھا تو اُس کے منھ سے شیریں گٹھلی نکلتی تھی اور جس کی نیّت یہ نہ ہوتی تھی اور اسلام لانے کا قصد ہی نہ ہوتا، تو اس کے منھ سے تلخ گٹھلی نکلتی تھی۔

ان باتوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی گفتار و کردار کی بدی سے اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی رحمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بنی آدم کے گناہوں سے درختوں کا ظاہری نفع مفقود ہو کر درخت کانٹوں سے بھر گئے جس طرح شیطان نے تصوّف اور الحاد کو لوگوں میں پھیلا دیا، اور اللہ واحد و یکتا اور لاشریک پاک ذات کو ہر خس و خاشاک کے ساتھ وحدت الوجود کے باطل عقیدے سے متحد سمجھا یا۔

اگر عقائدِ صحیح اور ایمانِ کامل کی جڑ اور ریشہ محکم ہو، تو کسی قسم کے شکوک اور وساوس سے متزلزل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ شیعہ مذہبِ حق کی جڑ کیسی استوار و پائدار ہے کہ ہر قسم کے قوی دشمنوں کے عناد و ایذا کے باوجود اس کے اصول میں کسی قسم کے شک و شبہے کا تزلزل نہیں آیا۔ اس کے برعکس دیگر لغو و باطل مذاہب خس و خاشاک کی طرح نمودار ہوئے اور تھوڑے عرصے میں مرجھا کر خشک اور مضمحل ہو گئے۔ مگر شجرِ مذہبِ حق کی بیخ و بُن سخت آندھیوں اور شدید سیلابوں کے باوجود اَب بھی پائیدار اور روز افزوں مضبوط و پختہ ہو کر اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں میں لہرا رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور لطف و توفیق سے ہر لحظہ و ہر ساعت معرفت و عبادت کے ہر قسم کے میوے اہلِ ایمان کو دے رہی ہیں، جبکہ اشقیاء ان سے محروم ہیں۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، یا علیؑ! تین چیزیں مومنین کے دل کو فرحت بخشنے والی ہیں۔ (۱) برادرانِ مومن سے ملاقات کرنا۔ (۲) افطارِ صوم (۳) نمازِ تہجد آخرِ شب پڑھنا۔

اور اے علیؑ! میرے نزدیک دو رکعت نمازِ شب پڑھنا زیادہ بہتر ہے تمام دنیا و مافیہا سے۔

اے علیؑ! مومن کا بڑا مرتبہ ہے کیونکہ جب مومن مرجاتا ہے تو ملائکہ و آسمان اُس پر گریہ کرتے ہیں اس لیے کہ وہ حصار تھا شہر کے حصار کی طرح اور مومنین کے لیے حصار ہوتا ہے شیاطین و منافقین و کفار سے

— حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم کی مدح اور حمد و ثنا نہیں ہو سکتی کیونکہ اُس کی ذات ہماری فہم و ادراک

سے بالاتر ہے اور پیغمبرِ خدا کے اوصاف بھی بیان نہیں کیے جاسکتے کیونکہ
خدا فرماتا ہے کہ اُس کی تعریف میری تعریف ہے اس کا حکم میرا حکم ہے اُس کی
اطاعت میری اطاعت ہے اور ہم اہلِ بیتؑ کی مدح بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ
خدا نے ہمیں ہر شک و شبہ اور بُرائی سے دور رکھا ہے اور پاک و طاہر قرار دیا
ہے جیسا کہ طہارت و پاکیزگی کا حق ہے۔ اسی طرح مومن کی تعریف بھی نہیں ہو
سکتی اِس لیے کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملاقات کرتا ہے اور
مصافحہ کرتا ہے تو خدا اپنی رحمت سے اس کے گناہ اس طرح دُور کردیتا ہے جیسے
درخت سے پتے موسمِ خزاں میں دور ہوجاتے ہیں۔

ثوابِ معانقہ

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے
"جب دو مومن معانقے کے لیے ایکدوسرے سے گلے ملتے ہیں تو اللہ کی
رحمت اُن کے شاملِ حال ہوتی ہے، اور محض رضائے الٰہی کی خاطر
بِلا کسی دنیاوی مقصد کے باہم گلے لگتے ہیں، تو ملائکہ کہتے ہیں کہ تمھارے
تمام گناہ بخشے گئے، اس عمل کو پھر بجالاؤ۔" اور جب آپس میں گفتگو
شروع کرتے ہیں تو کاتبانِ اعمال فرشتے ایکدوسرے سے کہتے ہیں کہ ان سے
جدا ہوجاؤ، شاید انھیں کوئی راز کہنا ہو، اور اللہ کو اس کا پوشیدہ رکھنا
منظور ہو۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: کیا وہ اُن کی باتوں کو نہیں لکھتے؟
حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔"

(کوئی شخص ایسی بات نہیں کہتا جس کے لیے (ہمارا) لکھنے والا موجود نہ ہو)

آپؑ نے ایک آہ بھری، گریہ فرمایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم
دے رکھا ہے کہ ان سے دور ہوجائیں بسبب ان کی عظمت و بزرگی کے،
اگرچہ وہ اس امر سے آگاہ نہیں ہیں لیکن عالم السر والخفیات ان کے اعمال
کو جانتا ہے اور ان کی باتوں کو سن کر محافظت کرتا ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: مومن کی آمد و رفت
پانچ انوار کے درمیان ہے۔ مجالس[1] و اُمورِ دین میں اس کا داخلہ نور ہے اور
اس کا برآمد ہونا[2] بھی نور، اس کا علم[3] نور ہے، اس کی گفتگو نور[4] ہے، اور قیامت
کے روز اس کی نگاہ جانبِ رحمتِ الٰہی نور[5] ہے۔

واضح ہو کہ احادیثِ معتبرہ سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اعمال و کردار کا ایمان میں دخل ہے۔ فرائض کا ترک اور گناہانِ کبیرہ کا ارتکاب
انسان کو ایمان سے خارج کردیتا ہے۔ کبھی بندۂ خالص کو مومن کہہ دیتے ہیں،
کبھی شیعہ اور کبھی ولی بھی کہہ دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات مومن اور شیعہ کے
الفاظ سے بھی اسے تعبیر کرتے ہیں جس کے اعتقادات درست ہوں۔ پس ان
روایات و احادیث پر مغرور نہ ہوجانا چاہیے جو مومن و شیعہ کی تعریف میں
وارد ہوئی ہیں، اور یقین جاننا چاہیے کہ مومن بصفتِ مومنیت بہت ہی کم
ہوا کرتے ہیں۔

— حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خدا نے مومن کو
تین خصلتیں کرامت فرمائی ہیں۔ (۱) عزت دنیا میں (۲) نجات آخرت
میں۔ (۳) ہیبت ظالم کے دل میں۔

— حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں چاندنی رات
میں آپ کے کچھ اصحاب بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے اس پُرفضا و نورانی ماحول

سے متاثر ہو کر بارگاہِ امام عالیمقام میں عرض کیا کہ مولا ! یہ شب چاندنی سے کس قدر پُر نور ہے، کیسی روشن اور چمک دمک ہے ستاروں کی، آسمان کتنا منوّر ہے کہ دلکشی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔؟

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، تم تو یہ کہہ رہے ہو اور جبرئیل اور میکائیل یہ کہہ رہے ہیں کہ کس قدر روشن ہے زمین اور کس قدر نورانی ہیں (زمین کے) مومنین۔ ؟ اور عزرائیل و اسرافیل بھی یہی کہہ رہے ہیں۔

○ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نظر میں مومن کس قدر گرامی منزلت ہے کہ اہلِ آسمان مومن کو خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اور فرمایا آنحضرتؐ نے کہ مومن نورِ الٰہی سے دیکھتا ہے۔

• جنابِ رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ مومن میں یہ اوصاف ہونے چاہئیں: حادثے اور آفت کے وقت وقار و استقلال کو قائم رکھے۔ ابتلاء کے موقع پر صابر رہے، نعمت و راحت کے وقت شکر گذار ہو، جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ عطا فرمائے اس پر قانع ہو، اپنے دشمنوں پر ظلم نہ کرے، دوستوں کی خاطر کسی گناہ یا خلافِ شرع عمل کا مرتکب نہ ہو، عبادت کی خاطر اپنے جسم کو تکلیف کا متحمل رکھے، لوگوں کو اس سے راحت و آرام پہنچے علم مومن کا دوست اور مصاحب ہوتا ہے، حلم و بُردباری اس کا وزیر ہوتا ہے، صبر اُس کے لشکر کا سپہ سالار ہوتا ہے، رفق و صلاحیّت اس کے برادر ہیں، نرمی، خلق اور مدارات بمنزلۂ پدر ہیں۔

مومن کے فضائل

جناب علی بن الحسینؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "مومن کی خاموشی

اس غرض سے ہوتی ہے کہ گناہوں سے محفوظ رہے اور بولنا اس غرض سے ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے کچھ ثواب ملے۔ جو بات امانت کے طور پر اس کے سپرد کی جائے اپنے دوستوں کو اس سے آگاہ نہ کرے، اپنی شہادت و گواہی اپنے دوستوں سے مخفی نہ رکھے۔ جو نیک کام کرے، ریاکاری کا اس میں ذرا بھی دخل نہ ہو کیسی عملِ عبادت و اطاعت کے ادا کرنے میں شرم و حیاء نہ کرے۔ اگر کوئی اس کی نیکیوں کا ذکر کرے تو اس کی باتوں پر خوف کرے، گناہوں کے وقت استغفار کرے اس خیال سے کہ تعریف کرنے والے اس کے حالات سے ناواقف ہیں۔ اپنے اعمال سے بیخبر رہ کر لوگوں کی باتوں سے دھوکا نہ کھائے۔ اپنے کردار کے کاتبوں اور شمار کنندگان (کراماً کاتبین) سے خوف کرے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: مومن اپنے دینی اُمور میں قوی ہوتا ہے، اُمورِ عاقبت اس کی نظر میں ہر دم رہتے ہیں مخلوق سے نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ایمان میں یقین کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ علم و حقائقِ معرفت کے سیکھنے میں حریص ہوتا ہے۔ ایسے کاموں سے خوش ہوتا ہے جن سے اس کی ہدایت ہو۔ نیک اعمال استقلال و راستی سے بجالاتا ہے؛ باوجود کثیر علم رکھنے کے حلیم و بُردبار بھی ہوتا ہے۔ باوجود عقل و دانائی کے نرمی و رفق کے ساتھ رہتا ہے۔ امورِ حق میں سخاوت اور جوانمردی دکھاتا ہے۔ باوجود تونگری کے میانہ روی اختیار کرتا ہے۔ اگر فقیر و محتاج ہے تو فقر کو اپنی عزّت سمجھتا ہے۔ سوال کی ذلّت کو گوارا نہیں کرتا۔ باوجود قدرت و اختیار کے انتقام کی بجائے عفو سے کام لیتا ہے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کو اطاعتِ خدا سمجھتا ہے۔ ہمّتِ مردانہ سے شہوات پر غالب رہتا ہے۔ باوجود گناہوں کی لذّت و رغبت کے پرہیزگار رہتا ہے۔ جہاد کا

مشتاق اور حریص رہتا ہے۔ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کا دل اللہ کی طرف مشغول رہتا ہے۔ سختی و مصیبت کے وقت صابر رہتا ہے۔ دنیا کے حوادث و فتن سے گھبراتا نہیں۔ مکروہات و تکالیف کے وقت صبر و شکیب سے کام لیتا ہے۔ نعمت و راحت کے وقت شکرگزار رہتا ہے۔ غیبت نہیں کرتا، تکبّر نہیں کرتا۔ اپنے عزیز و اقارب سے بدی نہیں کرتا۔ نیک کاموں میں سُستی نہیں کرتا، کج خلق اور بدمزاج نہیں ہوتا اپنی نگاہ کو قابو میں رکھتا ہے۔ جس چیز پر نظر کرتا ہے رضائے خدا اس کے مدِّنظر ہوتی ہے۔ اس کا شکم اسے ذلیل و رسوا نہیں کرتا یعنی پیٹ کی خاطر حرام کام مرتکب نہیں ہوتا۔ شہوتِ فرج اس پر غلبہ نہیں کرتی۔ حسد سے خالی ہوتا ہے۔ دوسروں کو خطا یا گناہ پر ملامت نہیں کرتا خواہ دوسرے اس کی سرزنش کریں۔ وہ فضول خرچ نہیں ہوتا مظلوموں کی امداد کرتا ہے مسکینوں پر رحم کرتا ہے۔ خود تکلیف گوارا کرتا ہے، مگر دوسروں کو راحت پہنچاتا ہے۔ دنیا کے عروج و عزّت کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ دنیا کی ذلّت و ناکامی سے پریشان نہیں ہوتا۔ اگر لوگ دنیا کے کاروبار میں مشغول ہوں، مگر یہ ہمیشہ غمِ آخرت میں مشغول رہتا ہے۔ اس کے کسی کام میں نقص نہیں ہوتا۔ رائے و تدبیر میں سُستی نہیں کرتا۔ دین کو ضائع نہیں کرتا۔ جو اس سے مشورہ کرے، اُسے نیک راستہ بتاتا ہے۔ اس کی امداد کرتا ہے۔ فقیر و غریب لوگ اس سے امداد کے طالب ہوتے ہیں۔ بیوقوفی، فحش اور لغویات سے اجتناب کرتا ہے۔

○ کسی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ مومن کے اوصاف کے بارے میں ارشاد فرمائیے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا بیس۲۰ خصلتیں ہیں، جو

مومن میں پائی جاتی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو مومن نہیں ہو سکتا (اس کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا) نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں بھوکے کو کھانا کھلاتے ہیں، یتیموں پر شفیق ہوتے ہیں، صاف و پاک لباس پہنتے ہیں، عبادتِ خدا بڑے ذوق و شوق سے کرتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ خلاف نہیں ہوتے، دیانت دار ہوتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، راتوں کو عبادت کرتے ہیں، دن میں مردانہ وار رہتے ہیں، قیامِ حق میں مردانہ وار کوشش کرتے ہیں، قائم اللیل اور صائم النّہار ہوتے ہیں، ہمسایوں پر مہربان ہوتے ہیں، بیواؤں کے مددگار ہوتے ہیں، شریکِ جنازہ ہوتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں، زمین پر انکساری سے چلتے ہیں۔ خداوندِ عالم ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ مومن کے اوصاف پیدا کریں۔

○ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول کہ جنابِ رسالت مآبؐ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے کسی نے نیکوں کی تعریف کے بارے میں دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ نیک وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ نیک وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کوئی چیز عطا فرمائے تو وہ اُس کا شکریہ ادا کریں، جب کوئی مصیبت آئے تو اُس پر صبر کریں، جب کوئی اُن پر زیادتی کرے تو معاف کردیں، جب اُن سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اُس پر استغفار کریں۔

شیعانِ علیؑ

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ:

شیعانِ علیؑ وہ لوگ ہیں کہ جن کے شکم گرسنگی سے پشت کے ساتھ لگے ہوتے ہیں، روزے کی تشنگی سے لب خشک ہوتے ہیں، مہربان، بُردبار اور دانا ہوتے ہیں، عبادت میں مشہور ہوتے ہیں۔ پس اے لوگو! پرہیزگاری کر شفاعت

کے لیے ہمارے مددگار بنو۔ اطاعت وعبادت میں ہمت سے لگے رہو۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام عراق میں نمازِ صبح ادا فرما رہے تھے۔ بعد فراغت، وعظ فرمایا: ذکرِ خوفِ خدا سے خود گریاں ہوتے اور لوگو کو بہت رُلایا۔ بعد ازاں فرمایا: قسم بخدائے عزّ وجلّ، میں نے اپنے حبیب جناب رسولِ خدا صلعم کے زمانے میں ایک جماعتِ مومنین کو دیکھا ہے کہ وہ صبح وشام ژولیدہ مو، گرد آلودہ لاغر جسم ہوتے تھے، ان کے شکم پشت سے چسپیدہ، پیشانیوں پر سجدوں کے نشان جس طرح زانوئے شتر پر گٹے پڑے ہوئے، راتوں کو نماز و سجدۂ الٰہی میں صبح کر دیتے تھے جہنم سے رہائی پانے کے لیے کبھی زار وقطار رونے میں اور کبھی سجدے میں گویا آتشِ جہنم کے شعلوں کی چٹاخ پٹاخ کے شور کی آوازیں اُن کے کانوں میں آرہی ہیں۔ جب اُن کے سامنے خدا کا نام لیا جاتا تھا تو کانپ اُٹھتے تھے جیسے درخت کی شاخ تند ہوا کے جھونکوں سے تھرتھراتی ہے۔ عذابِ الٰہی کے خوف سے ہمیشہ اُن کا یہی حال رہتا تھا۔

اور یہ لوگ، جن کو اب دیکھتا ہوں، سب غفلت میں پڑے ہیں۔

یہ فرما کر آپؑ نے وعظ ختم کر دیا اور بیت الشرف کو تشریف لے گئے اور اپنے شہادت کے وقت تک کبھی نہ ہنسے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی نے جناب رسالتمآب صلعم سے دریافت کیا: یاحضرت! نیک بندگانِ خدا کون ہیں؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: جو نیک کام کر کے خوش ہوتے ہیں اور ان سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جاتے تو استغفار کرتے ہیں، جب خداوندِ عالم انھیں

کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو شکر گذار ہوتے ہیں، جب وہ کسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہوں تو صبر کرتے ہیں، جب کسی پر غضبناک ہوں تو عفو اختیار کر کے درگذر کرتے ہیں۔

• ایک رات جناب امیرالمومنین علیہ السلام مسجد سے نکل کر صحرائے نجف کی جانب تشریف لیجا رہے تھے۔ چاندنی رات تھی۔ آپؑ نے دیکھا کہ کچھ لوگ آپؑ کے پیچھے آرہے ہیں۔ آپؑ کھڑے ہو گئے اور دریافت فرمایا:

تم کون لوگ ہو؟

اُنھوں نے عرض کیا: یاحضرت! ہم آپؑ کے شیعہ ہیں

آپؑ نے ان کے چہرے دیکھ کر ارشاد فرمایا: تمھاری صورتیں شیعوں جیسی معلوم نہیں ہوتیں۔

اُنھوں نے عرض کیا: یاحضرت! آپؑ کے شیعوں کی کیسی صورتیں ہوتی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: شب بیداری سے اُن کے چہرے زرد ہو جاتے ہیں، اور کثرتِ گریہ وبکا سے اُن کی آنکھیں مثل اندھوں کے ہو جاتی ہیں، زیادہ نمازیں پڑھنے سے ان کی پشت خم ہو جاتی ہیں، روزے بکثرت رکھنے سے اُن کے شکم پشت کے ساتھ لگ جاتے ہیں، ہر دم دعا کرنے کے سبب سے اُن کے لب خشک رہتے ہیں، خضوع وخشوع کے آثار اُن کے چہروں سے ظاہر ہوتے ہیں۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مومن صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا، تاوقتیکہ اس کی عقل کامل نہ ہو۔ اور عقل کامل نہیں ہوسکتی، تاوقتیکہ دس خصلتیں اس میں نہ ہوں:

۱۔ لوگوں کو اُس سے نیکی کی اُمید ہو، ۲۔ اُس کی بدی سے لوگ مطمئن رہیں

۳۔ اپنی زیادہ نیکی کو کم خیال کرے، ۴۔ دوسروں کی کم نیکی کو بہت سمجھے
۵۔ اپنی معمولی سی بدی کو بہت جانے اور دوسروں کی زیادہ بدی کو اپنی
بدی کے مقابلے میں کم سمجھے، ۶۔ حاجتمندوں کی زیادتیٔ سوال وجواب سے
دل تنگ نہ ہو۔ ۷۔ تمام عمر علم حاصل کرنے سے خاطر برداشتہ نہ ہو جائے
۸۔ عزّتِ (دنیا) کی بہ نسبت ذلّتِ (دنیا)، کو دوست رکھے۔
۹۔ تونگری کی بہ نسبت فقر و احتیاج کو پسند کرے اور سامانِ دنیا سے
بقدرِ ضرورت پر قناعت کرے۔ دسویں خصلت سب سے زیادہ مشکل
ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس کو دیکھے یہ سمجھے کہ مجھ سے بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہے۔

• اور فرمایا: آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے کہ جس کو دیکھیں
یہ سمجھیں کہ مجھ سے بہتر اور زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور بعض ایسے کہ تجھ سے بدتر
اور کم درجہ ہیں۔ جب بہتر کو دیکھے تو تواضع اور اپنا عجز ظاہر کرے اور کوشش یہ
کرے کہ نیکی میں اس جیسا ہو جائے اور جب اپنے سے کم کو دیکھے تو سمجھے
کہ ظاہراً ایسا ہے، باطن میں ضرور سمجھے کہ مجھ سے بہتر ہوگا۔
پھر فرمایا: یہ طریقہ اختیار کرنے سے تجھے عزّت و رفعت حاصل ہو جائے گی

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب
رسالت مآب صلعم نے حارثہ بن نعمان انصار سے ملاقات کی اور فرمایا: اے
حارثہ! آج کس حالت میں تیری صبح ہوئی ؟

حارثہ نے عرض کیا! یا حضرت! میں نے ایمانِ کامل اور یقینِ صادق
کے ساتھ صبح کی ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہر شے کی ایک دلیل ہوا کرتی ہے، ایمانِ کامل ہونے
کی تیرے پاس کیا دلیل ہے ؟

حارثہ نے عرض کیا: یا حضرت! دنیا کی طرف سے میرا دل افسردہ ہے کچھ
اس سے رغبت نہیں۔ یہی ایمان میری راتوں کی عبادت کرنے اور دنوں کو
روزے رکھنے کا باعث ہوا۔ گویا، میں یہ دیکھتا ہوں کہ میرے پروردگار کے
عرش پر حساب و کتاب کا محکمہ قائم ہے، گویا، میں دیکھ رہا ہوں کہ اہلِ جنّت
خوش و خرّم ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور اہلِ دوزخ عذاب میں
گرفتار ہیں۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: بیشک تو مومن ہے۔ خدا نے تیرے قلب کو
ایمان سے نورانی کر دیا ہے۔ بس اسی حالت پر قائم رہ، خدا تجھے قائم رکھے

حارثہ نے عرض کیا: یا حضرت! مجھے کسی شے سے اندیشہ نہیں، جو مجھے گناہ
میں مبتلا کر کے ہلاک کرے سوائے آنکھوں کے۔

آنحضرتؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی، اور وہ آنکھوں کے اندیشے
سے نابینا ہو کر بے خطر ہو گیا۔

• جناب امام محمّد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: جناب رسولِ خداؐ
نے کچھ سواروں کی جماعت سے ملاقات کی، آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا
تم کون لوگ ہو ؟

اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم مومن ہیں۔
آپؐ نے اُن سے اس کی دلیل طلب کی۔
اُنھوں نے عرض کیا: یا حضرت ہم لوگ قضا اور رضائے الٰہی پر راضی ہیں۔
احکامِ خداوندی کی اطاعت کرتے ہیں۔ اپنے تمام اُمور خدا کے سپرد کر دیتے ہیں
اور اسی پر بھروسہ اور توکّل کرتے ہیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ دانا اور حکیم ہیں۔ اپنی حکمت و دانائی سے

درجۂ پیغمبری کے قریب ہیں۔

پھر فرمایا: اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو دنیا میں مکان نہ بناؤ، کیونکہ یہاں ہمیشہ نہ رہو گے، مال جمع نہ کرو، کیونکہ اس کو کھا نہ سکو گے۔ اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو، کیونکہ عنقریب اس کے پاس واپس جانا ہوگا۔

ثوابِ اذان واقامت

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذرؓ! جو بندۂ مومن کسی جنگل میں تنہا ہو اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کرے پھر اذان واقامت کہے اور نماز ادا کرے حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ "اس کے پیچھے اس قدر کثرت سے صف بستہ ہوں کہ صف کے ہر دو اطراف حدِ نظر تک دکھائی نہ دیں"۔ پھر اس کے رکوع کے ساتھ یہ فرشتے رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعاء کے وقت آمین کہتے ہیں۔

اے ابوذرؓ! اگر یہ شخص اقامت کہے اور اذان نہ کہے تو اس کے پیچھے وہی دو فرشتے نماز پڑھیں گے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔

بعض علماء نے نمازِ جماعت میں اذان واقامت کو واجب کہا ہے۔

بعض نے صرف اقامت کو واجب کہا ہے اور اذان کو صبح وشام کی نماز میں واجب فرمایا ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ اقامت کو کسی نماز میں ترک نہ کرے اور جہانتک ہوسکے اذان کو صبح وشام کی نماز میں نہ چھوڑے۔

اذان واقامت واجب نمازوں کے لیے ہیں۔ (یعنی صرف نمازِ پنجگانہ کے لیے ہیں) باقی تمام واجب اور سنّت نمازوں میں نہ بجالائیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

• ایک حدیثِ نبوی میں ہے کہ جو خالص نیّت سے اللہ کے لیے اذان کہے خداوندِ عالم اُسے چالیس ہزار شہید اور چالیس ہزار صدّیقوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اس کی شفاعت سے چالیس ہزار گناہگاروں کو بہشت میں داخل کرے گا۔

واضح ہو کہ جب مؤذّن اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہے تو نوّے ہزار فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں قیامت کے روز یہ شخص عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوگا، تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ خلقت کے حساب سے فارغ ہو۔ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہنے پر چالیس ہزار فرشتے اس کے واسطے ثواب لکھتے ہیں۔ جو شخص نمازِ جماعت میں حاضر ہو کر پہلی صف میں کھڑا ہو اور امام جماعت کی پہلی تکبیر کو سُنے تو اللہ تعالیٰ بہت سے مؤذّنوں کا ثواب اس کو عطا فرماتا ہے بشرطیکہ وہ مسلمان کے آزار وتکلیف کا مرتکب نہ ہوا ہو۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص دس سال تک محض اللہ کے واسطے اذان کہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو جہانتک اس کی نگاہ میں ہوں، معاف کردے گا، اور اس کی آواز آسمان تک بلند ہوگی۔ اور جسقدر خشک وتر چیزوں نے اس کی آواز سُنی ہوگی، اس کی تصدیق کرینگی اور اس کے لیے گواہی دیں گی، اور جسقدر لوگ اس کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھیں گے۔ اس کے ثواب سے اسے حصّہ ملے گا، اور جسقدر لوگ اس کی اذان کی آواز سُن کر نماز کے لیے آئیں گے اسی قدر اس کے نامۂ اعمال میں حسنات لکھے جائیں گے۔

• بسندِ حضرت بلالؓ، جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ:

مؤذن لوگ مسلمانوں کے امین ہیں۔ ان کی نماز اور روزے کے امانتدار ہیں۔ حق تعالیٰ سے اس کے عوض جو کچھ سوال کریں گے، اُن کو عطا کیا جائے گا، اور جس کی شفاعت کریں گے، قبول ہوگی

اور فرمایا: جو شخص چالیس سال محض اللہ کی خوشنودی کے لیے اذان کہے گا، قیامت کے روز خداوندِ عالم اسے چالیس صدّیقوں کے عمل کا ثواب بخشے گا، اور جو دس سال اذان کہے خداوندِ عالم اُسے قبۂ جناب ابراہیم علیہ السلام میں رہنے کی جگہ دے گا۔ اور جو ایک سال اذان کہے، قیامت کے روز اللہ اس کے گناہ بخش دے، خواہ پہاڑ کے برابر وزنی ہوں اور جو محض رضائے خدا کی خاطر صرف ایک نماز کی بھی اذان کہے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام گذشتہ گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور عمر بھر گناہوں سے محفوظ رکھے گا، اور بہشت میں درجۂ شہداء عطا فرمائے گا۔

• جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ: "مؤذن کو ما بینِ اذان واقامت کے فاصلے کا ثواب اس شہید کے برابر ملتا ہے۔ جو اپنے خون میں ہاتھ پاؤں مار کر راہِ خدا میں جان دے رہا ہو۔ اولاد نہ ہونے کی صورت میں گھر کے اندر اذان کی آواز بلند کی جائے۔"

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جب راستے میں غول دکھائی دے تو باآواز بلند اذان کہے، دفع ہو جائے گا۔

جو شخص اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھے، فرشتوں کی دو صفیں اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہیں۔ اگر صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھے تو ایک صف فرشتوں کی اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ اور فرشتوں کی صفوں کا طول

مشرق ومغرب کے طول کے برابر ہوتا ہے اور ما بینِ زمین وآسمان فاصلے کے برابر بھی ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین آدمیوں کو خداوندِ عالم بیحساب بہشت میں داخل فرمائے گا۔ ۱ امامِ عادل ۲ راست گو تاجر ۳ ایسا بوڑھا کہ اپنی عمر اطاعتِ الٰہی میں صرف کرے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ سات قسم کے آدمی قیامت کے روز عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔ جبکہ اُس روز سوائے اس کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا: ۱ امامِ عادل ۲ وہ جوان آدمی جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو۔ ۳ وہ شخص جو مسجد سے باہر آئے مگر اُس کا دل مسجد کی طرف لگا رہے تاوقتیکہ دوبارہ مسجد میں داخل ہو۔ ۴ وہ دو ساتھی جو عبادت میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہوں۔ ۵ وہ شخص جو تنہائی کے وقت اللہ کو یاد کرے اور خوفِ خدا سے اُس کے آنسو جاری ہوں۔ ۶ وہ شخص جو حسین وجوان عورت اس سے زنا کی درخواست کرے لیکن وہ خوفِ خدا کے سبب سے زنا کا مرتکب نہ ہو۔ ۷ وہ شخص جو پوشیدہ طور پر صدقہ دے، اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے دے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

ثوابِ تلاوتِ قرآن مجید

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ جو جوان مومن قرآن مجید کی تلاوت کرے تو قرآن مجید اس کے گوشت وخون میں مخلوط ہو جاتا ہے، خداوندِ عالم اسے پیغمبروں اور فرشتوں کے ساتھ قیامت میں اُٹھائے گا، اور قرآن مجید اس کے لیے اپنی محبت تمام کرے گا اور کہے گا

اے اللہ ! ہر عمل کرنے والا اپنے عمل کی اجرت چاہتا ہے لہٰذا میں بھی اپنے پڑھنے والے کی اُجرت چاہتا ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ جنّت کے حلّوں میں سے دو حلّے اُس کا لباس قرار دے گا۔ اور بزرگی کا تاج اس کے سر پر رکھے گا۔ پھر قرآن مجید سے ارشاد فرمائے گا: کیا تو خوش ہو گیا۔؟

قرآن مجید عرض کرے گا: پروردگارا! مجھے تو اس سے زیادہ کی توقّع تھی۔ یہ تیری عطا توقع سے کم ہے۔

پس حق تعالیٰ، جہنّم سے نجات اور برأت کا پروانہ اُس کے داہنے ہاتھ میں اور بہشت میں رہنے کا حکم بائیں ہاتھ میں عنایت فرمائے گا اور بہشت میں داخل فرمائے گا۔ پھر اس سے کہا جاتے گا کہ ایک آیت پڑھ اور اس سے اوپر کے درجے میں داخل ہو جا۔

پھر قرآن مجید سے ارشاد فرمائے گا: کیا تو، راضی ہو گیا۔؟

قرآن مجید عرض کرے گا: بیشک اب میں راضی ہوں۔

• اور امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی حفظ کی خاطر قرآن مجید کو بار بار پڑھے، خداوند عالم اُس کے لیے اس ثواب کو دو چند کرتا ہے۔

• اور جو شخص غافلوں میں قرآن مجید پڑھتا اور یادِ خدا کرتا ہے ایسا ہے گویا بھاگنے والوں کے عوض جہاد کرتا ہے اور ایسے مجاہد کے لیے جو اپنے لشکر کو بھاگتا دیکھ کر بھی جہاد کرتا رہے۔ بہشت اس پر واجب ہو جاتی ہے

• جنابِ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک شخص کو لغو بولنے پر فرمایا: اے شخص! تو اپنے کاتبانِ اعمال سے اپنا نامۂ اعمال لکھوا رہا ہے۔

• فرمایا آنحضرت نے: اے ابوذرؓ! مومن کے سوا کسی کی ہمنشینی

اختیار نہ کر اور اپنا کھانا سوائے پرہیزگار کے کسی اور کو نہ کھلانا، اور فاسق و بدکار لوگوں کا کھانا نہ کھا۔ اے ابوذرؓ! تو اُن لوگوں کو اپنا کھلا جن کو تو دوست رکھتا ہے اور اُن دوستوں کا کھانا کھا جو خدا کے لیے تجھے دوست رکھتے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مصاحبت اور ہمنشینی اختیار کرے تاکہ ان کے عمدہ اخلاق کا اس میں اثر ہو جائے۔

• حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار حضرت علی بن الحسینؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اے فرزند! پانچ قسم کے آدمیوں سے مصاحبت، گفتگو اور رفاقت نہ کرنا

میں نے عرض کیا: بابا جان! ارشاد فرمائیے وہ کون سے پانچ آدمی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اوّل دروغگو کے پاس ہرگز نہ بیٹھو، وہ سراب کی طرح تم کو دھوکا دے گا، دور کو نزدیک اور قریب کو بعید کر کے دکھائے گا۔

دوئم: فاسق کے مصاحب نہ بنو، کہ وہ تم کو ایک لقمہ، بلکہ اس سے بھی کم قیمت پر بیچ ڈالے گا اور دوسرے کو دوست نہ بنائے گا۔ سوئم: بخیل کے ہمنشین نہ بنو، کہ تمھاری ضرورت کے وقت اپنے مال کو زیادہ عزیز رکھے گا اور خرچ نہ کرے گا۔ چہارم: احمق کے ساتھ نہ بیٹھو، کہ وہ تمھیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، مگر بے عقلی سے نقصان پہنچا دے گا۔ پنجم: قاطعِ رحم سے دوستی نہ کرو، کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین بار اُس پر لعنت کی ہے

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک دفعہ وعظ کے دوران فرمایا: اے مسلمانو! تمھیں لازم ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے اجتناب کرو۔ ۱۔ بیباک فاجروں اور بدکاروں سے۔ ۲۔ بے عقل احمقوں سے ۳۔ جھوٹوں سے۔ بیباک اور بدکار و فاجر مصاحب بُرے کاموں سے تم کو

اچھی صورتیں دکھلائے گا اور اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرے گا۔ اُمورِ دین میں تمھاری امداد نہ کرے گا، اس کا قرب بے ادبی اور بدکاری کا باعث ہے۔ اور اس کی صحبت سنگدلی کی موجب ہے اور اس کی آمد و رفت تمھارے لیے باعثِ بدنامی ہے۔ اور احمق بے عقل تمھیں نیکی کے راستے پر کبھی نہ لگائے گا۔ مصیبت کے وقت کام آنے کی اُس سے ہرگز اُمید نہیں ہوسکتی خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرے، یہ امر اس سے ہرگز نہ ہوسکے گا۔ بلکہ بجائے نفع کے نقصان پہنچائے گا، ایسے شخص کے لیے زندگی سے موت بہتر ہے اور بولنے سے خاموشی بہتر ہے اور قریب ہونے سے دور رہنا بہتر ہے، اور جھوٹے کی صحبت سے تمھیں کسی خوشی کی اُمید نہ رکھنی چاہیے، تمھاری باتوں کو لوگوں سے جھوٹ بیان کرے گا، اور لوگوں کی باتیں تم سے جھوٹ کہے گا ایک جھوٹ کہہ کر اس کی تائید کے لیے دوسرا جھوٹ گھڑے گا، حتیٰ کہ اگر کچھ سچ بھی کہے گا تو وہ ناقابلِ یقین ہوگا، اور دوسروں سے جھوٹی باتیں کہہ کر لوگوں میں دشمنی پیدا کرائے گا، دلوں میں کینے کے بیج بوئے گا۔ پس خدا کا خوف کرو اور پرہیزگار بنو، غور کرو کہ کس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایسے شخص کی پیروی کرو، جو خوفِ خدا سے تمھیں گریاں کرائے اور تمھارا خیرخواہ ہو۔ ایسے کی متابعت نہ کرو جو تمھیں ہنساتا رہے، اور فریب دے۔ تم لوگ عنقریب اللہ کی طرف جانے والے ہو۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، میرے بھائیوں میں سب سے زیادہ میرا دوست وہ ہے جو میرے عیب مجھے بتلائے۔

اور نیز فرمایا: دوستی اور صداقت کی حدیں مقرر ہیں جن میں یہ حدود نہ

ہوں وہ صداقت کی فضیلت نہیں رکھتا۔ اوّل وہ شخص جو ظاہر و پوشیدہ تجھ سے یکساں موافقت رکھتا ہو۔ دوم: وہ جو تیری زینت کو اپنی زینت جانے، اور تیرے عیب کو اپنا عیب خیال کرے۔ سوم: وہ جو اگر حکومت پر فائز ہو یا مالدار ہوجائے تو تیرے ساتھ سلوک میں تغیر نہ آنے دے۔ چہارم: وہ جس چیز پر قدرت رکھتا ہو اور تجھ سے انکار نہ کرے۔ پنجم وہ کہ اگر حوادثِ دنیا سے کوئی تکلیف تجھے پیش آئے تو تجھ سے منہ نہ موڑے

• جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ سب سے زیادہ سعادتمند شخص وہ ہے جو نیک لوگوں سے مل کر رہے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام سے ایک روز حواریوں نے دریافت کیا: یا نبی اللہ! ہمیں کیسے لوگوں کی ہمنشینی اختیار کرنی چاہیے۔؟

آپؑ نے فرمایا: جن کے دیدار سے تمھیں خدا یاد آئے، اور ان کی باتوں سے تمھارے علم میں اضافہ ہو، اور اس کے کاموں سے تمھیں ثوابِ آخرت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جو شخص تہمت و بدگمانی کی جگہ پر بیٹھے، اپنی نسبت بدگمانی کرنے والوں کو ملامت بھی نہ کرے

• آپؑ نے فرمایا: جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھے اُس پر اُس شخص کا قابو رہتا ہے، اور جب زبان سے یا دو آدمیوں سے نکل جائے تو فاش ہوجاتا ہے۔

• آپؑ نے فرمایا: اپنے مومن بھائی کے کاموں کی نسبت نیک گمان رکھو، اور جو بات اس کی زبان سے نکلے، اُسے برائی کی طرف نہ لے جاؤ تاوقتیکہ نیک مطلب اُس کا نکل سکے۔ اپنے لیے جہاں تک ہوسکے نیک

برادر زیادہ پیدا کرو، کہ راحت و آرام کے وقت تمہاری زینت ہیں۔ اور بوقت مصیبت سپر ہیں۔

• جب کسی امر میں مشورہ کرنا چاہو تو اُن لوگوں سے صلاح کرو جو خداترس ہوں۔

• اپنے بھائیوں سے اسی قدر دوستی رکھو جس قدر اُن میں پرہیزگاری ہو

• بدعورتوں سے اجتناب کرو، اور نیک عورتوں سے بھی چوکنے رہو اگر وہ نیک کام کو بھی کہیں تو اُن کی مخالفت کرو۔ تاکہ تم کسی بدی میں نہ گرفتار ہو سکو۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دیکھو! جو شخص تمھیں دین کا نفع نہیں پہنچا سکتا اس کی آشنائی پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ اور اس کی مصاحبت کا شوق نہ رکھو، کیونکہ جو اَمر خدا کے لیے نہ ہو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

• جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے: تین قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ جن کی مصاحبت دل کو مار دیتی ہے۔ ۱ کمینے اور پست ہمت کی ہمنشینی ۲ عورتوں کی ہمنشینی ۳ مالدار امیروں کی مصاحبت۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
چار چیزیں ایسی ہیں کہ بیکار ہو کر ضائع ہو جاتی ہیں۔ دوستی جو بیوفا کے ساتھ کی جائے۔ احسان اور نیکی جو ناشکرے کے ساتھ کی جائے۔ نصیحت اور علمی مسائل جو ایسے لوگوں کو سنائے جائیں جو کان دے کر نہ سنیں۔ بھید جو کم حوصلہ اور حفاظت نہ کر سکنے والے سے کہا جائے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: امیروں کی صحبت

اختیار نہ کرو، کیونکہ جو اُن کے پاس بیٹھتا ہے پہلے پہل تو اس کا خیال ہوتا ہے کہ مجھے خداوندِ عالم نے ہر ایک نعمت دی ہے، لیکن جب ہمنشینی کو کچھ عرصہ گزر جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اُسے کچھ بھی نہیں دیا۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں دل کو مار دیتی ہیں۔ پے در پے گناہ کرنا۔ عورتوں سے بہت باتیں کرنا۔ احمق سے کسی بات پر جھگڑا کرنا۔ اور مُردوں کے پاس بیٹھنا۔
اصحاب نے عرض کیا: یا حضرت! مُردے کون لوگ ہیں؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا: مُردے اُمراء لوگ ہیں جنھیں مال و دولت کی کثرت نے سرکش بنا دیا ہے۔

• آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: مومنوں کو کھانا کھلانے کا بہت ثواب ہے اور بڑی فضیلت ہے۔ لوگوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ شاید کھانے والوں میں کوئی مومن ہو، اور کھلانے والے کو اطعامِ مومن کا ثواب مل جائے۔

• جو شخص بھوکے مومن کو کھانا کھلائے حق تعالیٰ اُسے جنت کے میووں سے سیر کرے گا۔ اور جو کوئی کسی مومن کو پانی کا گھونٹ پلائے، اللہ تعالیٰ اسے بہشت کے سربمہر شربت سے سیراب کرے گا۔ اور جو کوئی کسی برہنہ مومن کو لباس پہنائے، اللہ جل شانہٗ بہشت کے حریر و استبرق کا لباس پہنائے گا، اور جب تک اس لباس کا دھاگہ تک باقی رہے گا، فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔ اور جو شخص کسی امر میں مومن کی امداد کرے یا کوئی رنج و غم اس سے دور کرے، اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا، ایسے وقت میں کہ سوائے اس کے اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔

• بسندِ معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ تین چیزیں

مومن کے درجات بلند کرنے والی ہیں۔ ۱؎ ہر ایک کو سلام کرنا ۲؎ لوگوں کو کھانا کھلانا ۳؎ جب لوگ نیند کے مزے لے رہے ہوں، نماز پڑھنا۔

برادرِ مسلم کو کھانا کھلانا

جناب رسالت مآب صلعم فرماتے ہیں۔" جو کوئی تین مسلمانوں کو کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اسے تین بہشتوں کے کھانے کھلائے۔ ۱؎ ملکوت السماوات سے جنت الفردوس کا کھانا ۲؎ جنتِ عدن کا کھانا ۳؎ طوبیٰ کا کھانا، جو کہ ایک بہشتی شجر ہے۔ اور جنتِ عدن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے یدِ قدرت سے لگایا ہے۔

• جن اُمور سے مغفرت واجب اور لازم ہوتی ہے اُن میں سے ایک بھوکے مسلمان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے۔

• جو کوئی مومن بھائی کو پانی پلائے، جبکہ پانی عام دستیاب ہو تو خداوندِ عالم ہر گھونٹ کے عوض ستر ہزار حسنات اس کے نامۂ اعمال میں تحریر فرماتا ہے۔ اور اگر پانی اس مقام پر کمیاب ہو تو اس کے لیے ایسا ثواب ہے گویا اُس نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے دس غلام آزاد کیے اور جب مہمان مکان میں داخل ہوتے ہیں تو صاحبِ خانہ اور اس کے عیال کے گناہوں کو لیکر جاتے ہیں۔

• اور ایک مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب مہمان داخل ہوتے ہیں تو بہت سی اُمیدیں لیکر آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو تیرے گناہوں کی مغفرت کا باعث ہو کر جاتے ہیں۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہے۔ جو کوئی کسی مالدار مومن کو کھانا کھلائے، گویا اس نے فرزندِ اسماعیلؑ سے ایک

کو قتل سے بچالیا، اور جو محتاج مومن کو کھانا کھلائے، گویا اُس نے فرزندِ اسماعیلؑ سے سو آدمیوں کو قتل سے بچالیا۔

• ایک مومن کو کھانا کھلانا دس غلام آزاد کرنے اور دس حج کرنے سے بہتر ہے۔

• جناب رسالت مآب صلعم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے کو منع فرمایا ہے۔

• فرمایا: اے ابوذرؓ! فضول کلام کو چھوڑ دے، تیرے لیے بات کرنا اتنا ہی کافی ہے جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔

• فرمایا: اے ابوذرؓ! آدمی کو دروغ گو بنانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو سُنے دوسروں کے سامنے نقل کرتا پھرے۔"

واضح ہو کہ زبان سے بڑھ کر زیادہ بند کرنے اور قید کرنے کے لائق اور کوئی چیز نہیں ہے۔ بات نقل کرتے وقت راوی کا نام ضرور ظاہر کر دینا چاہیے۔ کیونکہ اگر راوی سچا ہوا تو ثواب ملے گا، اور جھوٹ کی صورت میں گناہ راوی کی گردن پر ہوگا۔

• فرمایا: اے ابوذرؓ! مندرجہ ذیل اشخاص کی تعظیم و تکریم کرنا، اللہ جل شانہٗ کے اجلال و تعظیم کے برابر ہے:

۱؎ سفید ریش مسلمان کی تعظیم۔ ۲؎ ان حاملانِ قرآن کی توقیر کرنا جو قرآن پر عمل کرتے ہیں۔ ۳؎ عادل اور منصف بادشاہ کی تعظیم اور آداب بجالانا۔

○ جابر جعفی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر! جو شخص شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا اس کے لیے یہ کافی

ہے کہ ہم اہلبیتِ رسولؐ کی محبت کا صرف زبانی اقرار کرلے؟ بخدا ہمارا شیعہ تو بس وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اُس کا مطیع ہو اور ہمارے شیعہ تو ان باتوں سے جانے پہچانے جاتے ہیں کہ متواضع ہوں رقیق القلب ہوں، امین ہوں ذکرِ خدا پر حریص ہوں یعنی کثرت سے ذکرِ خدا کرتے ہوں، نماز و روزہ کے پابند ہوں، والدین کے ساتھ نیکی سے پیش آتے ہوں، اپنے ہمسایوں میں فقراء، اور قرضداروں، تنگدستوں اور یتیموں کی خبرگیری کرتے ہوں، راستگو ہوں، تلاوتِ قرآن مجید کرتے رہتے ہوں، لوگوں کے بارے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ اپنی زبان بند رکھتے ہوں، اپنے خاندانوں میں ہر معاملہ میں امین مان لیے گئے ہوں۔

جابر جعفی نے عرض کیا کہ یا ابن رسولؐ اللہ اس زمانے میں تو میں کسی کو بھی ان اوصاف کا متحمّل نہیں پاتا۔

حضرتؑ نے ارشاد فرمایا ''اے جابر! مختلف راستے تمھیں بھٹکا نہ دیں (ذرا ہوشیار رہنا) لوگوں نے یہ کافی سمجھ لیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی زبانی محبت کا اقرار کرلیں اور اُن کی ولایت کا بھی اقرار کرلیں لیکن اعمالِ صالح نہ کریں۔ پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں جنابِ رسولِ خداؐ سے محبت کرتا ہوں جو علیؑ سے بہتر ہیں مگر وہ سیرتِ پیغمبرِ خدا اور آنحضرتؐ کی سنّت سے گریز کرتا ہو (عملی میدان میں خالی ہو) تو آنحضرتؐ کی زبانی محبت کا اُسے کچھ بھی فائدہ نہ پہونچ سکے گا۔

پس اللہ سے ڈرو اور اُس کے نزدیک جو ثواب معیّن ہے اُس کے لیے عملِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ اور کسی شخص کے درمیان قرابتداری یا رشتہ داری نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے عمدہ اور محبوب

ترین بندہ وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور اطاعت گذار ہے۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرّب صرف اُس کی اطاعت ہی کی بناء پر حاصل ہوسکتا ہے۔ اور ہمارے پاس آتشِ جہنّم سے برأت کے لیے پروانہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ پر اُس کے کسی بندے کی حجّت ہی ہے جو شخص خدا کا اطاعت گذار ہے وہ ہمارے دوستوں میں سے ہے اور جو اللہ کا عاصی ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔ اور ہماری ولایت کسی تک نہیں پہونچ سکتی مگر عمل اور پرہیزگاری کے ذریعے سے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو دو چیزوں کی حفاظت کرے ایک وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے۔ دوسری وہ چیز جو دو رانوں کے درمیان ہے۔

○ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا دو شخص سایۂ عرش میں باطمینان ہوں گے جبکہ نیکوکار نفسی نفسی کرتے ہوں گے۔ ایک وہ جو تنہائی میں عبادتِ خدا میں گریاں ہو۔ دوسرا وہ جو نامحرم حسین عورت کے پاس تنہائی میں ہو مگر اس کی طرف متوجّہ نہ ہو۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ مومنِ کامل وہ ہے جس میں یہ دس خصلتیں ہوں۔ لوگ اُس سے اُمیدِ خیر رکھتے ہوں، اور اُس کے شر سے بیخوف ہوں، اپنی کثیر نیکیوں کو بھی قلیل جانے اور اپنے قلیل گناہوں کو کثیر سمجھتا ہو، دوسروں کے خیرِ قلیل کو کثیر اور گناہانِ کثیر کو قلیل سمجھتا ہو، عمر بھر طلبِ علم میں مصروف رہے، فقیر کو تونگر سے بہتر سمجھے، مقدر شدہ روزی پر صبر کرے اور جس شخص کو دیکھے اُس کو خود سے بہتر سمجھے۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک صحابی نے سوال کیا، مولا!

مومن کی تعریف بیان فرمائیے۔ ؟

آپؑ نے سامنے کی دیوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مومن وہ ہے
کہ اگر اس دیوار کو حکم دے کہ سونے کی ہو جا، تو دیوار سونے کی ہو جائے،
اُس صحابی نے جب دیوار کی طرف دیکھا تو وہ سونے کی ہو چکی تھی۔

وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ مولا! آپؑ نے تو اس دیوار کو حکم نہیں دیا
تھا صرف اشارتاً اور تمثیلاً فرمایا تھا مگر یہ دیوار پھر بھی سونے کی ہو گئی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا، یہ مومن اور امیر المومنین کا فرق ہے (درود)

- جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تصدق بڑی عبادت
ہے۔ اور ضرورتمندوں کو اس طرح صدقہ دو کہ داہنے ہاتھ سے دو اور بائیں
ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

- جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر!
مومن کے علاوہ کسی اور کی مصاحبت اختیار نہ کرو، طعام میں مومن کے علاوہ کسی
کو شریک نہ کرو، اے ابوذر! طعام میں شریک کرو اس کو جو خدا کو دوست
رکھتا ہو اور طعام میں شریک ہو اُس کے جو تمھیں خدا کے لیے دوست رکھے،
بُروں کی صحبت سے پرہیز کرو کیونکہ تمھیں بھی وہ اپنا جیسا بنا دیں گے۔ اور بُروں
کی صحبت میں بیٹھنے والا نیک بھی بُرا ہی نظر آئے گا۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، چار چیزیں
ضائع ہو جاتی ہیں (۱) بیوفا سے دوستی (۲) ناشکر گذار کے ساتھ نیکی
(۳) لاپروا کے سامنے نصیحت (۴) اپنے راز کی بات نادان سے ظاہر کرنا؛

- ایک روایت میں ہے کہ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام ایک شب
میں مسجد سے باہر تشریف لائے اور آپ نے صحرائے نجفِ اشرف کی راہ لی اور

ابھی کچھ دور ہی چلے تھے کہ آپؑ نے اُس چاندنی رات میں دیکھا کہ چند آدمیوں کی
جماعت آپؑ کے تعاقب میں ہے۔ آپؑ نے مڑ کر دیکھا اور جب وہ قریب آئے
تو دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟

اُنھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہم آپؑ کے شیعہ ہیں۔

آپؑ نے اُن کے چہروں پر ایک سرسری سی نظر ڈال کر جائزہ لیا،
اور ارشاد فرمایا کہ میں تمھاری پیشانیاں شیعوں جیسی نہیں پاتا۔

اُنھوں نے عرض کیا یا امیر المومنین! آپ کے شیعوں کی پیشانیاں
کیسی ہوتی ہیں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اُن کے چہرے زرد ہوتے ہیں شب بیداری
کی وجہ سے اُن کی آنکھیں نابینا لوگوں کی طرح (جھپی ہوئی) ہوتی ہیں گریہ کی وجہ
سے، اُن کی کمریں جھکی ہوئی ہوتی ہیں کثرتِ نماز کی وجہ سے، اُن کے شکم اُن کی
کمروں (پشتوں) سے لگے ہوئے ہوتے ہیں بہت روزے رکھنے کی
وجہ سے، اُن کے لب خشک ہوتے ہیں زیادہ دعائیں مانگنے کی وجہ سے۔
اور اُن سے خوفزدہ لوگوں کے جیسے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

- حسین بن نعم سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام نے مجھ سے سوال کیا کہ، کیا تم برادرِ مومن کو دوست رکھتے ہو؟

• میں نے عرض کیا۔ جی ہاں، یا مولا، بیشک۔
• آپؑ نے فرمایا کبھی اُن کو اپنے کھانے میں شریک کیا ہے؟
• میں نے عرض کیا کہ اکثر ایک دو یا اس سے زیادہ میرے دسترخوان پر
شریکِ طعام رہتے ہیں۔
• آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا احسان تجھ پر تیرے اِس احسان سے

زیادہ ہے۔

• میں نے عرض کیا، یہ کیونکر؟ میں تو اُن کو لذیذ طعام میں شریک کرتا ہوں۔

• آپؑ نے ارشاد فرمایا، جس وقت وہ تیرے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو تیرے اور تیرے عیال کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور جب وہ جاتے ہیں تو تیرے اور تیرے عیال کے گناہوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سُنی سُنائی بات کو نقل کردینا بھی دروغ ہے۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر سُنی سُنائی بات کو نقل کرو تو جس سے تم نے وہ بات سُنی ہے اُس کا نام لے کر بیان کرو تاکہ اگر وہ سچ ہے تو اُس کا ثواب تجھے ملے گا اور اگر غلط ہے تو اس کا عذاب راوی کو ملے (یعنی جس سے وہ بات سُنی ہے اُس کو عذاب ملے)

○ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

یا اَبَاذر اِنَّ مِن اِجلال اللہ تعالیٰ اکرام ذِی الشَّیبۃِ المسلم و اکرام حملۃ القراٰن العاملین بہ و اکرام سلطان المسقطای

اے ابوذر! مردِ مسلم سفید ریش کی عزت کرنا، حاملانِ قرآن کے احکام پر عمل کرنے والوں کی عزت کرنا، سلطانِ عادل کی عزت کرنا، اللہ تعالیٰ کی عزت کرنے کے برابر ہے۔ (اور اس کو ہم تین ینبوع (تین چشموں) پر تقسیم کرتے ہیں۔)

باب ۱۲
ینابیع

ینبوعِ اوّل دربیانِ پیرانِ مسلمان (مسلمان بزرگ)

خداوندِ عالم سفید بال والے بوڑھے مسلمانوں کی عزت فرماتا ہے۔ معتبر روایت ہے کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آؤ اور بوڑھوں کی عزت اور تعظیم بجالاؤ۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، جس کی عمر دنیا میں پچاس سال ہوجائے گی اس کا حساب آخرت میں آسان اور سہل ہوگا۔ جس کی عمر ساٹھ سال ہوجائے گی آسمان کے فرشتے بھی اُس کو دوست رکھیں گے۔ جس کی عمر ستر سال ہوجائے گی اُس کی توبہ قبول ہوجائے گی جس کی عمر اَسّی سال ہوجائے گی خدا فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ صرف اُس کی نیکیاں لکھا کریں اور جس کی عمر نوّے سال ہوجائے گی اُس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور آئندہ گناہ بھی قابلِ معافی ہوں گے اور وہ خداوندِ عالم کے اسیر و قیدیوں میں لکھے جائیں گے زمین پر اور "روزِ محشر" وہ اپنے اہلِ خانہ کے لیے شفیع ہوں گے (خداوندِ عالم اُن کو حقِ شفاعت بھی عطا فرمائے گا)
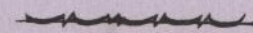
ینبوعِ دویم

دربیان فضیلتِ قرآن

یہ چند حصوں پر مشتمل ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر تم پر کوئی امر مانند شبِ تاریک مشکوک ومشتبہ ہو تو قرآن کا منور ترین چراغ تمھارے لیے اشتباہ کے دور کرنے کو کافی ہے۔ یہ مجادلہ میں کامیاب کرنے والا مسائل میں منزلِ تصدیق تک پہونچانے والا اور جنت کی صحیح راہ دکھلانے والا ہے اور غافلِ قرآن کو جہنم میں لے جانے والا ہے۔ یہ بہترین راہنما اور رہبر ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں تمام احکامات کی تفصیل اور بیان ہے۔ اس میں دو قسم کے احکام ہیں۔ ظاہر اور باطن۔ اس کا ظاہر احکامِ الٰہی سے مملو اور اس کا باطن علوم لامتناہی سے پُر ہے۔ ظاہر خوش آئندہ ہے اور باطن عمیق۔ اس کے لیے کچھ نجوم وکواکب ہیں جو اس کے رہبر اور راہنما ہیں اور ان نجوم کے کچھ اور نجوم ہیں یعنی ائمہ طاہرین جو گمراہوں کو راہِ راست پر لگاتے ہیں۔ انھیں کے پاس علمِ قرآن ہے، انھی سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے یہی اس کو لوگوں تک پہونچانے والے ہیں۔ سورۂ برأت کہہ رہی ہے کہ اس سورہ کو رسول پہونچا سکتا ہے یا نفس رسولؐ۔

انسان کو چاہیے، وہ دیدۂ دل سے ان کے بتلائے ہوئے راستے پر نظر کرے اور اس پر صدق دل سے عمل پیرا ہو۔ پھر فرمایا، قرآن ضلالت میں ہادی، لغزشوں میں دستگیر، ظلمات میں نور، دنیا سے آخرت کا

بہترین ساتھی ہے اور مکمل دین قرآن میں ہے۔

— حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، یہ کتاب اُس خدائے عزیز وجبار نے تمھاری طرف نازل فرمائی ہے جو عالم الغیب ہے۔ اس کتاب میں اخبارِ گذشتہ وآئندہ ہیں، اسی میں آسمان وزمین کی خبریں ہیں۔ عالم اور عاملِ قرآن غیب کی خبریں بھی دے سکتا ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں تمھارے درمیان سے جا رہا ہوں اور دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب، دوسری اپنی عترت واہل بیتؑ۔ اگر ان دونوں سے متمسک رہے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔"

مترجم: اقولُ:۔ اسلام کی بقاء اور مسلمانوں کے اتحاد کا یہ واحد نسخہ تھا اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو ایک معلّم ہی کی تعلیم پر چل کر ایک ہی رشتہ میں منسلک رہتے اور مختلف معلّمین کی راہ اختیار کرکے تہتر فرقوں میں منقسم نہ ہوتے۔

فضیلت حاملانِ قرآن

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "روزِ قیامت جب حساب وکتاب کے واسطے پیشی ہوگی تو قرآن ایک حسین وجمیل انسان کی شکل میں آئے گا اور گواہی دے گا۔ اے پروردگار! یہ بندۂ مومن اپنی رات کی پیاری نیند کو ترک کرکے میری تلاوت میں مصروف رہتا تھا۔ اور وقتِ تہجد تلاوت میں لب خشک اور چشم تر رکھتا تھا اِس کو بخش دے۔ خدائے تعالیٰ اس بندے کے دستِ راست کو اپنی رضا سے

اور دستِ چپ کو رحمت سے بھر دے گا اور وہ قرآن پڑھتا ہوا داخلِ بہشت ہو
گا۔ پھر فرمایا، انبیاء اور پیغمبروں کے بعد درجہ حاملانِ قرآن کا ہے۔ اہلِ قرآن کو
حقیر و ذلیل نہ سمجھو۔ ان کی منزلت اللہ کے نزدیک عظیم و رفیع ہے۔

• ایک اور حدیث میں فرمایا: حق تعالیٰ قرآن مجید سے خطاب
فرماتا ہے۔ "مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم، جس نے تیری عزّت کی میں اُس
کی عزّت کروں گا، اور جس نے تیری تحقیر کی، میں اس کو حقیر کروں گا۔

• بسندِ معتبر آنحضرت صلعم سے منقول ہے: آپؐ نے ارشاد فرمایا!
"قرآن کو پڑھو اور یاد کرو، بتحقیق قیامت کے روز قرآن اپنے پڑھنے
والے کے پاس آئے گا، اس کی صورت نہایت خوبصورت جوان جیسی ہوگی
کہے گا، میں وہی قرآن ہوں جس کے لیے تو، راتوں کو جاگتا تھا، دن میں
روزی کی خاطر تشنگی کی تکلیف گوارا کرتا تھا، بکثرتِ تلاوت تیرا آبِ دہن
خشک ہو جاتا تھا، آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے، لہٰذا جہاں تو جائے گا
میں بھی تیرے ساتھ ہوں، اور جو تجارت کرنا چاہے آج کرے، کہ تمام
تاجروں کی بجائے نفع پہنچانے کے لیے تیرے ساتھ موجود ہوں۔ تجھے بشارت
دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرامت تیرے لیے بہت جلد آنے
والی ہے۔

پس ایک تاج لایا جائے گا اور اُس کے سر پر پہنایا جائے گا اور
عذاب سے رہائی کا نامہ اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، اور بہشت
میں ہمیشہ رہنے کا فرمان بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ دو بہشتی حلے اس کو
پہنائے جائیں گے اور حکم ہوگا کہ، قرآن پڑھ اور ہر آیت کے عوض جنّت
میں ایک درجہ بلند چڑھتا چلا جا۔

اس قاریٔ قرآن کے والدین اگر مومن ہوں گے تو دو حلے ان کو عطا
کیے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ یہ اس کا عوض ہے کہ تم نے اپنے فرزند کو
قرآن مجید کی تعلیم دی۔

• جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ میری اُمّت کے اشراف
اور بزرگ وہ لوگ ہیں جو حاملانِ قرآن اور عبادت میں شب بیدار ہیں۔
حاملانِ قرآن اہلِ بہشت کے بزرگ ہیں۔

• خداوندِ عالم اس دل کو عذاب نہ دے گا جس نے قرآن حفظ کیا
ہوگا۔ اہلِ قرآن بہشت کے اعلیٰ درجوں میں پیغمبروں سے دوسرے درجے
پر فائز ہوں گے۔ پس اہلِ قرآن کو حقیر نہ جانو۔ ان کے حق کو آسان نہ سمجھو
خدا کے نزدیک ان کا درجہ بہت بلند ہے۔

صفاتِ قُراءِ قرآن

حاملانِ قرآن کا لفظ چند معانی میں
استعمال ہوتا ہے اوّل یہ کہ الفاظِ قرآن کو درست یاد کرے۔
دوسرے، یہ کہ معنئ قرآن کو درست یاد کرے۔ اور یہ مرتبہ پہلے سے
زیادہ افضل ہے۔
تیسرے، عمل بھی کرے۔ لہٰذا حاملِ قرآن اصل میں وہ ہے جو الفاظ
معانی اور صفاتِ حسنہ قرآنی کا حامل ہو۔
جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن نعمہائے
خداوندی کا دستر خوان ہے۔ جس طرح ایک کریم کے دستر خوان پر مہمان کے لیے
انواع واقسام کے کھانے یعنی قورمہ، بریانی، کباب، حلوہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

اِسی طرح قرآن میں بہت سے ایسے اشخاص ہیں جو الفاظ سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، بہت سے الفاظ و معنٰی دونوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور بہت سے الفاظ معنٰی، اخلاقیات اور اوصاف سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دامنِ دل کو حسناتِ آخرت سے بھر لیتے ہیں۔ حتٰی کہ اس کی روشنائی بنانے والا، کاغذ مہیا کرنے والا، لکھنے والا چھپوانے والا، مشتہر کرانے والا بھی دنیا اور آخرت میں ثواب حاصل کرتا ہے۔ غرض کہ ہر شخص اپنی استعداد، اہلیت اور سعی کے مطابق یعنی صرف و نحو میں کمال رکھنے والے صرف و نحو کے ذریعے سے ادیب قرآن کے ادب سے، گرفتارِ مصائب اس کی بابرکت دعاؤں سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہر فائدہ حاصل کرنے والا اس کے ظاہر سے اور ہر صاحبِ علم اس کے باطن سے، متکلّم، حکیم، فقیہہ، ریاضی داں، صاحبانِ علومِ اخلاق، طبیب، منشی، شعراء، ادباء اور صاحبانِ عرفان اور اربابِ ایقان اس کے لامتناہی معارف سے مستفید ہوتے ہیں۔ جو تمام قرآن پر عبور رکھتے ہیں وہ صرف رسولؐ اور اہلبیتِ کرام ہیں۔ اس لیے قرآن کا لفظ ہی ان کے لیے مخصوص ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ "میں قرآنِ ناطق ہوں"۔ کیونکہ تمام علومِ قرآن اہلبیتِ کرامؑ کے سینوں میں محفوظ ہیں اور یہ سب حضرات معصوم ہیں چنانچہ منقول ہے کہ: ثُلث قرآن جناب معصومین علیہم السّلام کی شان میں ہے اور ثُلث مخالفوں کی مذمّت میں اور ثُلث دیگر احکام اور فرائض میں، ہر صفتِ حسنہ جو قرآن میں بیان کی گئی ہے اس کے موصوف یہ ہیں اور مذموم صفت جو بیان ہوئی ہے اس کا مرجع ان کے دشمن ہیں۔ یہ اصل قرآن جو اس وقت موجود ہے کہاں سے آیا۔ پہلے یہ علمِ واجب الوجود میں تھا، پھر لوح پر آیا پھر قلبِ رسولؐ پر بلا واسطہ یا با لواسطہ جبرائیل آیا، قلبِ رسولؐ سے قلوبِ اوصیاء پر آیا، پھر کاغذ پر آیا۔

لہٰذا اصل قرآن وہ ہے جو قلوبِ معصومین میں محفوظ ہے۔ جب اس کاغذی قرآن کی بے حرمتی کرنے والا کافر اور یقینی کافر ہے تو ان ذواتِ مقدسہ کی بیحرمتی کرنے والا جن کے سینے قرآن کے گنجینے ہیں کب مسلمان ہوسکتا ہے۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے متعلّق کہا گیا ہے کہ قرآن آپؐ کا اخلاق ہے اور آپؐ کا اخلاق قرآن ہے۔ بلکہ اگر بہ نظرِ حقیقت دیکھا جائے تو حقیقی قرآن وہی ذوات ہیں جن میں لفظِ قرآن، معنیٰ قرآن اور اخلاقِ قرآن بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اب سمجھیے اس حدیث کو جس کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اکثر فرماتے تھے کہ قرآن حشر میں بصورتِ خوبرو انسان آئے گا اور اپنے پڑھنے والوں یا متعلّقین کو بخشوائے گا۔

" اِس کے بعد فرمایا کہ نماز ایک صورت دار شخصیت ہے جو امر و نہی کرتی ہے۔"

راوی کہتا ہے۔ میں نے امامؑ کی یہ بات ناپسند کی اور عرض کیا کہ میں آپؑ کی بات کو کسی دوسرے کے سامنے بیان نہیں کرسکتا۔

امامؑ نے فرمایا، تو نے نماز کو نہیں بلکہ ہمیں بھی نہیں پہچانا۔ کیا تو نے نہیں سُنا کہ قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن کہتا ہے نماز فحشاء اور منکر سے منع کرتی ہے۔ اگر نماز منع کرتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز بولتی ہے۔

(مترجم۔ اقول:۔) "نماز سے یہاں مطلب اہلِ نماز ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ کہا جاتا ہے کہ "ساری کراچی نے یک زبان ہو کر کہا" تو کیا کراچی بولتی ہے ایسا نہیں ہے، بلکہ کراچی سے مطلب اہالیانِ کراچی ہیں۔"

اسی طرح یہاں نماز سے مطلب اہلِ نماز ہیں۔ وہ اہلِ نماز جن کے متعلّق

قدرت نے کثرتِ عبادت دیکھ کر فرمایا۔ رات کو عبادت میں اس قدر طول نہ دیا کرو کہ آپؐ کے پیروں پر ورم ہو جاتا ہے۔ یا جن کی نماز پر "وَھُم رَاکِعُون" کی آیت نازل ہوگئی۔ یہ بیان کیونکہ ذرا وضاحت طلب ہے اس لیے ذرا تفصیل سے ہم یہ کہیں گے کہ ہر چیز اخلاقی ہو یا غیر اخلاقی، ظاہر و باطن، الفاظ و معنی، اور جسم و روح رکھتی ہے۔ بعض نے ظاہر یعنی الفاظ کو اپنایا اور گمراہ ہو گئے، بعض نے باطن یعنی معنی کو اپنایا اور اسی پر اکتفاء کر کے کافر ہو گئے۔ الفاظ پر اعتقاد رکھنے والوں نے کہا، عمارت، انہار، اشجار، حور و قصور کچھ نہیں روحانی اور معنوی لذات ہیں جو ان ظاہری الفاظ میں بیان کی گئی ہیں لیکن درحقیقت اہلِ یقین اور اہلِ ایمان کے نزدیک دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح لفظِ صراط ہے، جو دین کا ایک راستہ ہے اور صراطِ مستقیم اہلِ بیتِ اطہار ہیں۔ اور اصل صراط محبتِ علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السلام ہے اور یہ بھی حق ہے کہ صراط ایک جسر (پُل) ہے جو جہنم پر واقع ہے۔ اس لیے کہ صراطِ آخرت صراطِ دنیا ہے جس کے چپ و راست مختلف مذاہب اور اُن کے بدکردار افراد ہیں۔ جہاں آدمی ذرا اُن کی طرف متوجہ ہوا اور صراطِ مستقیم سے بھٹکا اور سیدھا جہنم رسید ہوا لیکن جو صراطِ مستقیم پر قائم رہا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز یعنی دشوار ترین راہ ہے، وہ خُلدِ بریں میں ہمیشہ کے لیے جا پہونچا۔

جہنم میں مار و عقرب (سانپ و بچھو) خود انسانِ گمراہ کے اعمالِ بَد اور اخلاقِ ذمیمہ ہیں اور حور و قصور اور نہریں اس کے افعالِ نیک اور اخلاقِ حسنہ ہیں۔ اسی طرح نماز کا بھی ایک جسم اور روح ہے۔ نماز کا جسم وہ حرکات اور افعال ہیں جو ہم بوقت ادائے نماز بجالاتے ہیں اور روحِ نماز ولایتِ علیؑ

ابنِ ابی طالبؑ اور اُن کی اولادِ معصومینؑ ہیں۔ اگر یہ ولایت نہ ہو تو نماز بالکل ایسی ہوگی جس طرح ایک جسم بے روح۔

لہٰذا جب بھی ہم نماز کا ذکر کریں گے اس سے مراد ظاہری صورتِ نماز اور باطنی صورت ولایتِ ائمہؑ مراد ہوگی۔ لہٰذا روحِ نماز ولایتِ ائمہؑ ہے اور بغیر ولایت کے نماز موجبِ کمال نہیں اور جب کمال نہیں تو قُربِ خداوندی بھی ممکن نہیں اور جب تقربِ الٰہی کا تصوّر ہی نہ ہو تو نجاتِ اُخروی اور عذابِ الٰہی سے نجات بھی ممکن نہیں۔ پس روح و معنی و حقیقی نماز و ایمان و زکوٰۃ وغیرہ سے مراد رسولؐ اور اوصیاءِ رسولؐ ہیں اور روحِ فحشاء، و منکر، کفر و فسوق اور عصیاں سے مراد دشمنانِ اہلبیتؑ ہیں۔

اسی طرح کعبہ پر بھی ان کو فضیلت دی گئی ہے۔ اس لیے کعبہ دوستانِ خدا کی عبادت گاہ ہے اور اُن کا دل جو دوستانِ خدا کی حصولِ معرفت کے لیے کعبہ سے زیادہ افضل ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ ہم کعبہ کی عظمت سے انکار کر دیں اور ادائیگیٔ حج کو بے معنی سمجھیں۔ بلکہ کعبۂ باطن تک پہونچنے کے لیے کعبۂ ظاہر کا طواف ضروری ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، کہ حج و طواف اس لیے ضروری ہے کہ لوگ اس سے فارغ ہو کر ہم سے اپنے علوم و مسائلِ دین کو کو سمجھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، قاریانِ قرآن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو قرآن کو صرف دنیاوی فائدہ کے لیے حصولِ دولت و اموال اور نام و نمود کے لیے پڑھتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے خدا

ان دونوں سے دنیا کو پاک فرمائے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو قرآن کو اپنے امراضِ قلب کی دوا بناتے ہیں۔ راتوں کو جاگتے ہیں، گھروں اور مسجدوں میں روحانیت کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ تلاوت سے خود بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی قربۃً الی اللہ فائدہ پہونچاتے ہیں۔ خداوندِ عالم ایسے لوگوں کی برکات سے بلاؤں کو دفع فرماتا ہے۔ بارانِ رحمت کو نازل فرماتا ہے مگر ایسے قاری بہت کم ہیں۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سے زینت حاصل کرو خدا کے لیے نہ کہ لوگوں کے دکھانے کے لیے۔ جو قرآن ختم کرتا ہے اس نے اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان وہ پیغمبری جمع کرلی جس میں وحی کو دخل نہیں۔ قاریٔ قرآن کو جاہلوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ خواہشِ نفسانی اور طلبِ دنیا سے متنفر رہنا چاہیے اور اس دولتِ ابدی پر شکرگزار ہونا چاہیے کہ اُسے قاریٔ قرآن بنایا ہے۔

قرآن پڑھنے کے آداب

قرأت یا تلاوتِ قرآن میں پہلی شرط ترتیل ہے یعنی حروف کو اُن کے مخارج سے ادا کرنا۔ فصل و وصل کا خیال رکھنا ہے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ترتیل سے مطلب حروف کا مخارج سے ادا کرنا۔ ان کا واضح طور پر ادا کرنا، آہستہ آہستہ سمجھ کر اور سمجھا کر پڑھنا۔ اتنا تیز نہ پڑھنا کہ سمجھ ہی میں نہ آئے، نہ اتنا آہستہ اور طول دیکر پڑھے کہ وقت ہی ضائع ہو اور سننے والا بھی اُکتا جائے

"خیر الامور اوسطھا" یعنی درمیانی راہ اختیار کرنا بہتر ہے۔

دوسری شرط، تدبّر اور تفکّر سے پڑھنا چاہیے۔ معانیٔ قرآن پر نظر رکھنی چاہیے۔ آیاتِ رحمت پر خدا سے طلبِ رحمت کرے اور آیاتِ عذاب پر استغفار بجالائے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام جب قرآن تلاوت فرماتے تھے تو حزن و اندوہ کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جب ذکرِ بہشت و دوزخ آتا تو گریہ فرماتے اور خدا سے سوالِ بہشت اور دوزخ سے استغفار فرماتے۔ اور جب نماز میں سورۂ قُل ھو اللہ احد پڑھتے تو ختمِ سورہ کے بعد تین مرتبہ کَذٰلِکَ اللہُ رَبِّی۔ کہتے۔ جب سورۂ قُل یا ایُّھا الکافرون پڑھتے تو اس کے ختم پر تین مرتبہ فرماتے رَبِّیَ اللہُ۔ دِینِیَ الاِسلَام اور جب سورۂ وَالتِّینِ وَالزَّیتُونِ پڑھتے تو بعدِ ختمِ سورہ فرماتے بَلیٰ وانا علیٰ ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِینَ۔ اور جب سورۂ لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَۃ پڑھتے تو فرماتے سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ بَلیٰ۔ اور جب سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو فرماتے اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین اور قرآن میں جہاں بھی یا ایُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا پڑھتے تو آہستہ سے فرماتے لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ ٥

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بھی اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ ...... پڑھو تو صلوٰۃ (درود) بھیجو، خواہ نماز میں ہو یا غیرِ نماز میں۔ اور جب سورۂ وَالتِّین پڑھو تو آخر میں کہو نحن علیٰ ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِین

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب سورۂ قُل یَا اَیُّھَا الکٰافِرُون پڑھتے تو آخر میں فرماتے دینی الاسلام علیہ احیا وعلیہ اموتُ انشاء اللہ۔

حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام نے فرمایا، اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ خدا سے باتیں کرے تو وہ قرآن کی تلاوت کرے۔ اس میں جب خدا کو مخاطب پائے تو لبیکَ اللّٰھُمَّ لبیکَ کہے اور جب وہ مقام آئے جہاں پیغمبر مخاطب ہوں تو یہ خیال کرے کہ یہ خطاب مجھ ہی سے ہے اور جب خدا قرآن میں گذشتہ لوگوں کا کوئی قصہ سنائے تو یہ سمجھے کہ یہ قصہ مجھ سے ہی کہا جارہا ہے۔ اور جب جنّت کی نعمتوں کا دسترخوان قرآن میں دیکھے تو اس طرح لطف اندوز و متلذذ ہو گویا دوست نے یہ لذّتیں اس کے واسطے بھیجی ہیں۔ کبھی خداوندِ عالم اس قرآن میں اپنے اوصافِ کمالیہ کے گلستان کی سیر کراتا ہے اور کبھی گلستانِ رحمانیت کی، تو کبھی گلستانِ رزّاقیت کی کبھی گلستانِ قدرت کی سیر کراتا ہے تو کبھی خزائنِ علوم و معارفِ لامتناہی کے ابواب وا کر کے عجائبات کی سیر کراتا ہے۔

غرض اپنے بندوں کو انواع نعمات اور رحمتوں سے نوازتا ہے اور نت نئی مسرت و انبساط کی راہیں دکھلاتا، بہشت کا وعدہ فرماتا نیز جہنم سے ڈراتا ہے۔ محفلِ قرآن بھی عجیب محفل ہے جس میں میزبان خدائے مہربان، مصاحب پیغمبر و اوصیاء اور صدیق، پھر ایسی بزم میں انسان کس طرح خوش اور شاد نہ ہو۔ اس کا احترام واجب ہے اس کو باوضو پڑھنا چاہیے مُجنب اور زنِ حائضہ بھی سوائے سورہ ہائے سجدہ کے قدرے تلاوت کرسکتے ہیں۔

دربیان استعاذہ

تلاوتِ کلامِ پاک سے قبل استعاذہ پڑھے یعنی کہے "اَعُوذُ بِاللّٰہِ ....." اس کا حکم قرآن میں آیا ہے۔

اس کے دو طریقے مشہور ہیں۔ (۱) اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم (۲) اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعُ العَلِیمُ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اور بعض روایت میں اعوذ باللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیمِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الفَتَّاحُ العَلِیمُ بھی وارد ہوا ہے لیکن اول الذکر دو بہت مشہور اور مستعمل ہیں۔ یعنی (۱) اور (۲)۔

رُو بقبلہ ہو کر تلاوت کرنا

تلاوتِ قرآن کریم کے وقت مجلس یا غیر مجلس میں بہتر یہی ہے کہ قبلہ کی طرف کو منہ کر کے تلاوت کرنا چاہیے جو احتراماً ضروری ہے۔ کسی کے پیچھے بیٹھ کر تلاوت نہ کرے۔

دربیان ختمِ قرآن

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں ایک شب میں قرآن ختم کرتا ہوں۔ (از ابوبصیر)
آپؑ نے فرمایا کہ قرآن کو ایک مہینے میں ختم کرنے میں بہتری ہے۔ قرآن کو ترتیل کے ساتھ اس طرح تلاوت کرے کہ الفاظ سمجھ میں آجائیں تاکہ دوسرے لوگ سُن کر سمجھ سکیں۔ اور جب ایسی آیت آئے جس میں بہشت کا ذکر ہو تو خدا سے آتشِ دوزخ سے پناہ چاہے۔ اور ماہِ مبارک رمضان میں زیادہ تلاوت

کرنی چاہیے۔ بہتر ہے کہ چالیس قرآن ختم کرے۔

علی بن مغیرہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے والد نے آپ کے جد بزرگوار سے ہر شب ایک قرآن ختم کرنے کے بارے میں سوال کیا آنحضرتؑ فرمایا، ہاں ٹھیک ہے۔ پھر اُس نے عرض کیا میرے والد ماہِ رمضان المبارک میں چالیس قرآن ختم کرتے تھے اور کبھی زیادہ و کم بھی ہوتے تھے اور یہی میرا بھی عمل ہے اور یوم عید الفطر کو ایک ختمِ قرآن جناب رسولِ خدا کی خدمت میں اور ایک برائے جنابِ امیرالمومنینؑ اور ایک جنابِ فاطمہؑ اور باقی ہر ایک امامؑ کے لیے اور ایک آپؑ کے لیے ہدیۃً پیش کرتا ہوں اور یہ عمل میرا شروع ہی سے اب تک ہے اس عمل کا کیا ثواب میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس عمل کے سبب سے خداوندِ عالم تم کو ان حضرات کے ساتھ روزِ محشر محشور فرمائے اور تم ان کے ساتھ ہوگے۔

راوی یہ سن کر چونک گیا اور عرض کیا کہ اس قدر ثواب ہے اس عمل کا مجھ جیسے کمترین کے لیے۔ ؟

حضرت نے تین مرتبہ فرمایا بلے، بلے، بلے (ہاں، ہاں، ہاں)

ثوابِ تعلیم و تعلّم اور حفظِ قرآن

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جس کا حافظہ کمزور ہو اور قرآن کو بہ مشقت یاد کرے خداوندِ عالم اُس کو دوہرا ثواب عطا فرماتا ہے۔ قرآن کو خوش الحانی (اچھی آواز سے لیکن گانے کی طرز پر نہ پڑھے) سے پڑھنا چاہیے تاکہ سننے والے بھی اس سے متاثر ہوں اور جو شخص قرآن کو حفظ کرکے قصداً فراموش کردے تو اُس کے حق

میں نہایت ہی بُرا ہے۔ فراموش شدہ سورے قیامت کے روز جنّت میں بلند مقام سے اس پر اس طرح سلام کریں گے اَلسّلام علیک یہ شخص جوابِ سلام کے بعد پوچھے گا کہ تم کون ہو کہ اس عالم میں مجھ پر سلام کرتے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم وہ قرآنی سورے ہیں جن کو تو نے یاد کرنے کے بعد فراموش کردیا تھا اگر تو فراموش نہ کرتا تو آج تو ہمارے ساتھ ان بلند مقامات پر ہوتا کیونکہ ہمارے درجات اللہ نے یہی مقرر فرمائے ہیں۔

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کو حفظ کرکے قصداً فراموش کردے اُس کو روزِ قیامت اس حالت میں محشور کیا جائے گا کہ اُس کے ہاتھ گردن میں بندھے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر آیت کے عوض (جس کو محو کردیا ہوگا) ایک سانپ اُس پر مسلّط فرماکر داخلِ دوزخ فرمائے گا۔

○ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب خدائے قہّار کسی سرزمین پر گناہگاروں کی کثرت کی وجہ سے عذاب نازل کرنا چاہتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ اس میں کچھ نمازی اور کچھ ان کے اطفال قاریٔ قرآن ہیں تو عذاب میں تاخیر فرماتا ہے۔

تلاوتِ قرآن کا ثواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ قرآن ایک عہد نامۂ الٰہی ہے اپنے بندوں کی طرف۔ لہٰذا ہر مسلمانوں کو چاہیے کہ اس عہد نامہ کو بہ نظرِ غائر دیکھے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں تلاوت

قرآن ہوتی ہے اس میں ملائکۂ آسمان برابر نازل ہوتے اور شیاطین دور ہوتے ہیں، جس گھر میں تلاوتِ قرآن ہوتی رہتی ہے وہ گھر اہلِ آسمان کو زمین پر ایسا روشن نظر آتا ہے جیسے آسمان پر ستارہ۔

- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جو شخص قرآن کو کھڑے ہو کر پڑھے اس کو پچاس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص یقین و اعتقاد سے قرآن سے مدد چاہے تو دشمنوں سے محفوظ ہوگا۔ چاہے تعداد میں کسی قدر ہوں

• بشیر بن غالب سے منقول ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کلامِ خدا کی آیت کھڑے ہو کر پڑھے اللہ جلّ شانہٗ ہر حرف کے عوض دس نیکیاں لکھتا ہے اور اگر کان لگا کر سُنے تو ہر حرف کے عوض ایک حَسنہ لکھا جاتا ہے، اگر شب بھر میں قرآن مجید ختم کرے تو صبح تک فرشتے صلوات بھیجتے ہیں، اگر دن میں ختم کرے تو کاتبِ اعمال فرشتے شام تک صلوات پہنچاتے ہیں اور بعدِ ختمِ قرآن اُس کی دعاؤں میں سے ایک دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے۔ اور ختمِ قرآن مجید کا ثواب بہتر ہے اس ثواب سے جو درمیانِ زمین و آسمان بھرا ہو۔

راوی نے عرض کیا: یا حضرت! اگر قرآن مجید نہ پڑھا ہوا ہو تو کیا کرے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کریم اور صاحبِ بخشش ہے جسقدر جانتا ہو پڑھے۔ ثواب ملے گا۔

• جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ جو شخص مکّہ میں قرآن شریف ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک یا کم و بیش عرصے میں ختم کرے اُس کے لیے بھی ایسا ہی ثواب ہے۔

• بسندِ معتبر جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے۔ جو شخص

ایک شب میں دس آیات پڑھے وہ غافلوں میں نہ لکھا جائے گا۔ اگر پچاس آیات پڑھے تو وہ ذاکرین میں شمار کیا جائے گا۔ اگر سو آیات پڑھے تو قانتین میں لکھا جائے گا۔ اگر دو سو آیات پڑھے تو خاشعین میں لکھا جائے گا۔ اگر تین سو آیات پڑھے تو فائزین میں لکھا جائے گا۔ اگر پانچ سو آیات پڑھے تو اس جماعت میں شمار ہوگا جنھوں نے عمر بھر عبادت کی ہوگی۔ اگر ہزار آیات پڑھے تو اس کے نام ایک قنطار نیکی تحریر کی جائے گی۔ اور ایک قنطار پندرہ ہزار مثقال سونے کا وزن ہے اور ایک مثقال چوبیس قیراط کا۔ اور قیراط جو سب سے چھوٹا ہو۔ وہ کوہِ اُحد کے برابر ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑا اتنا کہ زمین و آسمان کے درمیانی فضا کے برابر۔

- جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر سینہ میں درد ہو تو قرآن سے مدد لو۔ اِس لیے کہ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ قرآن سینوں کو شفا بخشتا ہے۔

- جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر سو آیاتِ قرآنی جس جگہ سے چاہے پڑھے اور بعد میں کہے۔ اَللّٰھُمَّ اکْشِفْ عَنِّیْ بَلَاءٗ تین بار یہی فقرہ پڑھے تو خداوندِ عالم بلا کو اس سے دور فرماتا ہے۔

- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کی ایک بہار ہوتی ہے اور قرآن کی بہار ماہِ مبارک رمضان ہے۔

- حضرت امام علی ابن الحسینؑ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی قرآن کا ایک حرف بھی رغبت سے سنے گا حق تعالیٰ اُس کے عوض ایک نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھنے کا حکم دیتا ہے اور ایک گناہ محو فرماتا ہے اور ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور جو شخص ایک حرف بھی قرآن سے یاد کرتا ہے حق تعالیٰ دس نیکیاں

اُس کے لیے لکھتا ہے اور دس گناہ محو فرماتا ہے اور دس درجات اس کے لیے بلند فرماتا ہے۔ جو شخص بیٹھ کر نماز میں قرآن پڑھتا ہے خداوندِ عالم پچاس حسنات اس کے لیے ثبت فرماتا ہے اور پچاس گناہ محو فرماتا ہے اور پچاس درجات اُس کے بلند فرماتا ہے اور اگر کوئی ایک حرف بھی قرآن کا کھڑے ہو کر حالتِ نماز میں پڑھے گا حق تعالیٰ سو نیکیاں اس کے لیے لکھ دیتا ہے اور سو گناہ اس کے محو فرماتا ہے اور سو درجات اُس کے بلند فرماتا ہے۔ اور جو قرآن ختم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ایک دعا جو دنیا کے لیے ہو یا آخرت کے لیے ہو قبول فرماتا ہے۔

- جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص سو آیاتِ قرآنی کہیں سے بھی پڑھے اور بعد میں سات مرتبہ یا اللہ کہکر اگر پتھر کو شگافتہ ہونے کا حکم دے گا تو وہ بھی بنامِ خدا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

قرآن کو دیکھکر تلاوت کرنیکی فضیلت

جو شخص قرآن کو دیکھکر پڑھتا ہے اس کی آنکھوں کے نور میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور اُس کے ماں باپ کے گناہوں میں خداوندِ عالم تخفیف کرتا ہے خواہ ماں باپ کافر ہی ہوں۔

- اور جس گھر میں قرآن ہوتا ہے اُس میں شیطان کا گذر نہیں ہوتا
- مستند حدیث میں ہے کہ تین چیزیں خداوندِ عالم سے شکایت کریں گی۔ (۱) وہ مسجد جس میں لوگ نماز کو نہ جاتے ہوں۔

(۲) وہ عالم جو جاہلوں میں ہو اور کوئی اس کی عزت نہ کرتا ہو۔

(۳) وہ قرآن جو گرد آلود گھر میں لٹکا ہوا ہو اور کوئی اس کی تلاوت نہ کرتا ہو۔

- جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ میں حافظِ قرآن ہوں، قرآن کی تلاوت کرنا بحفظ بہتر ہے یا دیکھ کر؟ آنحضرتؐ نے فرمایا دیکھ کر پڑھنا بہتر ہے کیونکہ قرآن پر نظر ڈالنا بھی ثواب کا موجب ہے۔ فرمایا کہ چھ چیزیں ایسی ہیں جو بعدِ مرگ فائدہ بخش ثابت ہوں گی۔

(۱) فرزندِ صالح جو بعدِ موت استغفار کرے

(۲) وہ قرآن جس کو اس کے بعد دوسرے تلاوت کریں

(۳) وہ کنواں جو عوام کے فائدے کے لیے بنایا جائے۔

(۴) وہ درخت جو دوسروں کے فائدے کے لیے لگایا جائے۔

(۵) نہر یا آبِ جاری کا سلسلہ قائم کرنا۔

(۶) وہ نیک سنّت جس پر لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی عمل کریں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے۔ ماں باپ کے چہرے پر شفقت و مہربانی کی نظر ڈالنا عبادت ہے۔ قرآن مجید پر نظر کرنا عبادت ہے۔ کعبہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

بعض آیات و سورتہائے قرآنی کے فضائل

حضرت امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا کہ اسمِ اعظم بسم اللہ سے اس قدر نزدیک ہے کہ جس قدر آنکھ کی سفیدی سے سیاہی۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بیماری کے دفع کرنے کے لیے سات مرتبہ سورۂ حمد پڑھنا کافی ہے اور اگر پھر بھی بیماری دور نہ ہو تو ستر مرتبہ پڑھے عافیت کا میں ضامن ہوں۔

○ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے سورۂ فاتحہ کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ ایک حصہ اپنے واسطے اور دوسرا حصہ اپنے بندوں کے واسطے۔ جب بندہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو خدا فرماتا ہے میرے بندہ نے ابتدا کی ہے میرے نام سے۔ لہٰذا اس کے تمام کام بابرکت انجام دوں گا۔ پھر جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ خدا فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا، لہٰذا میں نے اضافہ کیا اس پر دنیا کی نعمتوں کے ساتھ آخرت کی نعمتوں کا۔ اور جب بندہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میرے رحمٰن و رحیم ہونے کی شہادت دی ہے۔ لہٰذا میں اپنی ان صفات کی وجہ سے اپنی عطا و بخشش کو اپنے بندے پر مزید اضافہ کردوں اور جب بندہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے اے ملائکہ تم گواہ رہنا اس نے اعتراف کیا ہے کہ میں مالکِ روزِ جزا ہوں۔ لہٰذا میں اس کے روزِ جزا سارے گناہ معاف کردوں گا۔ اور جب بندہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ تو نے میری عبادت کی جس کا عظیم ثواب میں تجھ کو دوں گا۔ اور جب بندہ کہتا ہے وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ خدا فرماتا ہے کہ میں ہر بلا اور مصیبت میں تیری مدد کروں گا اور جب بندہ کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ تو خدا فرماتا ہے جو کچھ تو نے مانگا

وہ میں نے تجھ کو دیا اور جس سے تو ڈرتا ہے۔ اس سے میں نے تجھ کو بےخوف کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ستر مرتبہ ہر درد اور تکلیف پر سورہ الحمد پڑھنے سے درد زائل ہو جاتا ہے اور ستر مرتبہ میت پر پڑھ دی جائے تو عجب نہیں کہ مردہ زندہ ہو جائے۔

• ایک شخص نے آنحضرتؐ سے دردِ سر کی شکایت کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی پڑھ پھر یہ کہہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَجَلُّ وَاَکْبَرُ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَرَقٍ وَّاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَرِّ النَّارِ۔

ایک شخص نے آپ سے تپ (بخار) کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: اپنے گریبان کو کھولو اور سر اس میں ڈال کر اذان و اقامت کہو اور سات مرتبہ سورۂ الحمد پڑھو۔ اُس نے ایسا ہی کیا، بخار جاتا رہا۔

آپؐ نے مزید ارشاد فرمایا کہ جو سورۂ بقرۃ اور سورۂ آلِ عمران پڑھے گا، اُس پر روزِ قیامت یہ دونوں سورے ابر کی طرح سایہ فگن رہیں گے۔

• جناب علی بن الحسینؑ علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی سورۂ بقرہ کی آخری تین آیات پڑھے تو وہ اپنا اور اپنے مال کا نقصان نہ دیکھے گا، اور شیطان اس کے پاس نہ آئے گا اور قرآن کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔

○ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو وقتِ خواب

آیۃ الکرسی پڑھے گا وہ کبھی فالج میں مبتلا نہ ہو۔ اور جو بعد نماز پڑھے گا وہ زہریلے کیڑوں کے ڈنک سے محفوظ رہے گا۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے جو ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے گا خداوند عالم اس سے ہزار بلاؤں کو دفع فرمائے گا۔

○ منقول ہے کہ ابوذر غفاری نے حضرت رسولِ خداؐ سے سوال کیا کہ سب سے عظیم آیۃ قرآن کی کون سی ہے؟
آپؐ نے فرمایا آیۃ الکرسی۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے بخار کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا، آیۃ الکرسی کو کسی برتن پر لکھ کر پانی سے دھو کر پی لو۔

○ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے آباء میں سے کسی ایک نے ایک شخص کو سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے سُنا تو فرمایا اس نے شکرِ خدا ادا کیا اور بخشا گیا۔ پھر اس کو قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے سُنا تو فرمایا ایمان لایا اور بے خوف ہوگیا۔ پھر سورۂ انا انزلناہ پڑھتے ہوئے سنا فرمایا، پیغمبرؐ کی تصدیق کی اور بخشا گیا۔ پھر آیۃ الکرسی پڑھتے ہوئے سُنا تو فرمایا سبحان اللہ جہنم سے نجات پائی۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر کسی کی آنکھ میں کوئی تکلیف ہو تو بہ خلوصِ دل آیۃ الکرسی پڑھے انشاء اللہ برطرف ہو جائے گی اور جو شخص قبل طلوعِ آفتاب گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ، گیارہ مرتبہ انا انزلناہ اور گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے اس کا مال محفوظ رہے گا۔ جو شخص گھر سے باہر کسی مقصد کو جائے اُسے چاہیے کہ وہ آیۃ الکرسی، سورۂ انا انزلناہ اور

سورۂ حمد پڑھے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

○ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو سو مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے اس کو پوری عمر کی عبادت کا ثواب عطا ہوگا۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ آیۃ الکرسی کی کیا فضیلت ہے تو اس کے پڑھنے سے کسی وقت بھی غافل نہ رہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ: جب خداوندِ عالم نے آیۃ الکرسی، سورۃ الحمد اور آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ ...... اور آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ ...... نازل فرمانے کا امر کیا تو یہ مذکورہ آیات عرشِ الٰہی کے ساتھ چمٹ گئیں اور عرض کیا: اے پروردگار! ہمیں کہاں نازل فرما رہا ہے۔ یہ لوگ تو خطا کار اور گنہگار ہیں۔؟
حق تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ زمین پر جاؤ۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی، جو کوئی آلِ محمدؐ اور شیعانِ آلِ محمدؐ میں سے تمہاری تلاوت کرے گا مخفی مخفی نظرِ رحمت اس پر کروں گا، اور اپنا لطف اُس پر نازل کروں گا ہر روز ستّر بار اور ہر نظر میں اس کی ستّر حاجات پوری کروں گا، اُس کی توبہ قبول کروں گا، خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں گے۔

○ اشجع سلمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے اکثر خوف ناک ویران بیابانوں سے گذرنا پڑتا ہے کوئی ایسی چیز تعلیم فرمائیے کہ میں محفوظ رہوں۔
حضرتؑ نے فرمایا سر پر ہاتھ رکھ کر آیۃ الکرسی پڑھا کرو۔

خواص دیگر سورہائے قرآنی

(سورۃ النسآء)

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جو بروز جمعہ اس سورہ کو پڑھے فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

(سورۃ المائدۃ) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جو ہر جمعرات کو اس سورہ کی تلاوت کرے وہ کبھی مشرک نہ ہوگا۔

(سورۃ الانعام) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، اگر کوئی مرضِ مہلک میں مبتلا ہو جائے تو اس سورہ کی تلاوت کرے نجات پائے گا۔

(سورۃ الاعراف) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا وہ خدا کے دوستوں میں سے قرار پائے گا۔ اگر ہر جمعہ کو پڑھے گا تو حساب سے محفوظ رہے گا۔

• اصبغ بن نباتہ سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس نے حضرت محمدؐ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اُنؑ کے اہلِ بیتؑ کو بزرگی عطا فرمائی: بتحقیق کہ لوگ غرق سے بچنے، آگ و چوری سے حفاظت، غلام و کنیز اور چوپاؤں کے بھاگنے کی عادت دور کرنے کے لیے تعویذ و حرز جو تلاش کیا کرتے تھے، یہ سب کلامِ الٰہی میں موجود ہیں جس کا جی چاہے

مجھ سے پوچھ لے۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! مجھے وہ آیات تعلیم فرمائیے۔

آپؑ نے ان دو آیتوں کو پڑھا: "اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ۝" (۷/۱۹۶)

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝" (۳۹/۶۷)

پس اُس شخص نے اِن کو پڑھا اور ایسی زبردست آتش سے محفوظ رہا، کہ جس نے ہمسائے میں بہت سے گھروں کو جلا کر خاک کر دیا تھا۔

ایک اور شخص اُٹھا اور عرض کیا: یا حضرت! میرے پاس مویشی ہیں ان میں سے بعض کو بھاگ جانے کی عادت ہے۔؟

آپؑ نے فرمایا: جو بھاگتا ہوا اس کے کان میں یہ آیت پڑھ دے:

"وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝" (۳/۸۳)

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو تمام سرکش مویشی رام ہوگئے۔

پھر ایک اور شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا: یا حضرت! جہاں میں رہتا ہوں اس سرزمین پر درندہ جانور بکثرت ہیں جو گھر میں داخل ہو جاتے ہیں اور میرے پالتو جانوروں کا نقصان کر جاتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان دو آیتوں کو پڑھا کر:

"لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ

"مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝"
"فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝"

چنانچہ جب اُس نے ان آیات کو پڑھنا شروع کیا تو کوئی درندہ اس کے گھر کی طرف نہ آیا۔

پھر ایک اور شخص اُٹھا اور عرض کیا: یا حضرت! میرے اندر صفرا بکثرت جمع ہو گیا ہے جو بہت تکلیف دیتا ہے۔ کوئی آیت مجھے بھی تعلیم فرمائیے تاکہ یہ مرض دور ہو۔؟

آپؑ نے فرمایا: سن! یہ تدبیر ایسی ہے کہ نہ تیرا درہم خرچ ہوگا اور نہ دینار۔ اپنے شکم پر آیۃ الکرسی لکھ اور اس کو دھو کر پی لے کہ قدرتِ خدا سے شفا ہو گی۔

ایک اور شخص اُٹھا اور عرض کیا: یا حضرت! میرا غلام بھاگا ہوا ہے اس کے لیے کیا پڑھوں؟

آپؑ نے فرمایا: یہ آیت پڑھ: سورہ ۲۴ آیت ۴۰ (۲۴/۴۰)
"أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ۝"

جب اس شخص نے یہ آیت پڑھنا شروع کی، تو غلام خود بخود اُس کے پاس آگیا۔

پھر ایک اور شخص نے عرض کیا: یا حضرت! چوروں سے اپنے مال

کی حفاظت کے لیے مجھے بھی کچھ تعلیم فرمائیے۔؟

آپؑ نے فرمایا: جب تُو بستر پر سونے کو جائے تو اِن دو آیات کو پڑھ لیا کر، تیرا مال محفوظ رہے گا:
"قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ ..... تا آخر سورہ بنی اسرائیل آیات ۱۱۰ - ۱۱۱۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر رات کے وقت کوئی شخص خطرناک جنگل میں ہو۔ اور آیت سخرہ کو پڑھ لے۔ یعنی:
"إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ .... تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝" (الاعراف آیت ۵۴)
تو فرشتے اس کی حفاظت اور پہرے داری کریں گے اور شیاطین اس کے پاس نہ آئیں گے۔

ایک شخص جس نے یہ سُن لیا تھا، رات کو کسی ویرانے میں مقیم تھا۔ یہ آیت اُسے یاد نہ تھی۔ دو شیاطین آئے ایک نے اُس کا منہ بند کر دیا تاکہ آیت نہ پڑھنے پائے، دوسرے نے کہا، ابھی منہ بند نہ کر۔ تھوڑی سی مہلت دینی چاہیے۔

جب اُس نے منہ سے ہاتھ اُٹھایا۔ وہ شخص بیدار ہوا۔ فوراً آیتِ مذکور کو پڑھا۔ فرشتے اس کی حفاظت کو حاضر ہو گئے اور صبح تک اس کے پاس رہے اُس نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا حضرت! میں نے آپؑ کے حکم کو راست اور برحق پایا۔ رات کا تمام قصہ بیان کیا، اور عرض کیا کہ اُسی روز طلوعِ آفتاب کے بعد اس مقام پر گیا میں نے دیکھا کہ شیاطین کو زمین پر گھسیٹا گیا، کہ اُن کے نشانِ قدم زمین پر

معلوم ہونے تھے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس کسی کو دریا وغیرہ میں غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو ان آیات کو پڑھنے سے محفوظ رہے گا

"بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰىهَا اِنَّ رَبِّىۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۔"

بِسۡمِ اللّٰهِ الۡمَلِكِ الۡحَقِّ الۡمُبِيۡنِ

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ وَالۡاَرۡضُ جَمِيۡعًا قَبۡضَتُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِيّٰتٌۢ بِيَمِيۡنِهٖ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۔"

سورۂ بنی اسرائیل

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورے کو ہر شب جمعہ پڑھے۔ نہ مرے گا تاوقتیکہ جناب صاحب الامرؑ کی زیارت سے مشرف نہ ہو جائے۔ اور یہ شخص آنحضور صلعم کے اصحاب میں شامل ہوگا۔

• منقول ہے کہ عمر بن حنظلہ نے خدمت بابرکت جناب امام جعفر صادقؑ میں دردِ سر کی شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا: اپنا ہاتھ سر پر جہاں درد محسوس ہو رہا ہو، رکھ کر یہ آیات پڑھو:

"قُلۡ لَّوۡ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوۡلُوۡنَ اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰى ذِى الۡعَرۡشِ سَبِيۡلًا ۔" (۱۷/۴۲)

"وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ۔" (۴/۶۱)

(سورۂ ھود) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ جو اس سورہ کو ہر جمعہ پڑھے گا وہ روزِ قیامت زمرۂ پیغمبراں میں مبعوث ہوگا۔

(سورۂ یوسف) جو اس سورہ کو ہر روز یا بکثرت پڑھے گا تو اس کا چہرہ روزِ قیامت حضرت کے چہرے کی طرح نورانی ہوگا۔

(سورۂ رعد) اس سورہ کی تلاوت کرنے والا صاعقہ (بجلی) سے محفوظ رہے گا۔

(سورۂ ابراھیم وسورۂ حجر) جو ان سوروں کو جمعہ کے روز دو رکعت نماز میں پڑھے وہ کبھی تہی دست اور فقیر نہ ہوگا۔

(سورۂ نحل) جو اس سورہ کی تلاوت کرے گا وہ کبھی مقروض نہ ہوگا۔ **(سورۂ کہف)** جو اس سورہ کو ہر جمعہ کے روز پڑھے گا تو وہ جب مرے گا مرتبۂ شہادت پر فائز ہوگا۔

(سورۂ حج) جو اس سورہ کو ہر تیسرے روز پڑھے گا وہ اُسی سال حج سے مشرف ہوگا۔

(سورۂ عنکبوت والروم) کو جو شخص ماہِ رمضان کی ۲۳ تاریخ کو پڑھے وہ واللہ اہلِ بہشت سے ہے۔

(سورۂ یٰسٓ) یہ سورہ قلبِ قرآن ہے۔ اس کا پڑھنا بلاؤں سے نجات دلاتا ہے اور روزی میں وسعت کا سبب بنتا ہے۔

کسی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے **بواسیر** کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ یٰسٓ، کو شہد سے لکھ کر پانی سے دھو کر پی لو۔ اگر کسی کے جسم پر برص کے سفید داغ ہوں تو سورۂ یٰسٓ کو شہد سے لکھ کر پانی سے دھو کر پیے تو شفا پائے گا۔

ایک شخص نے جناب امیر المومنینؑ سے سوال کیا کہ گم شدہ شے کے لیے کوئی دعا تعلیم فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا دو رکعت نماز بجالاؤ اور ہر رکعت میں سورۂ یٰسٓ پڑھو اس کے بعد کہو یا ھادی الضّالّۃ ردّ علیّ ضالّتی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بسند معتبر منقول ہے کہ: جو شخص عمر بھر میں ایک بار سورۂ یٰسٓ پڑھ لے اللہ اپنی مخلوقاتِ دنیا و آخرت اور آسمانی خلقت کی تعداد سے ہر ایک کے برابر نیکیاں اس کے نام لکھے گا، اور دو دو ہزار گناہ بخش دے گا۔ فقیری، قرض، مکان سر پر گرتے، دیوانگی، جذام اور ہر ایک دکھ تکلیف و مصیبت سے محفوظ رہے گا، سکراتِ موت، قبضِ روح اور وحشتِ قبر کو اس کے واسطے آسان کردے گا۔ دنیا میں فراخ روزی اور آخرت میں بہشت کا ضامن ہوگا۔ اور اسقدر ثواب عنایت فرمائے گا کہ اس کا قاری خوش ہوجائے گا اور آسمان و زمین کے فرشتوں سے خطاب فرمائے گا کہ میں فلاں بندے سے راضی ہوں تم اس کے لیے استغفار کرتے رہو۔

آپؑ نے فرمایا: جس کے جسم پر برص کے سفید داغ ہوں سورہ یٰسٓ کو شہد سے لکھے اور حل کرکے پی لے۔

سُورۂ صٰفٰت

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی اس سورے کو روزِ جمعہ پڑھے تمام بلاؤں سے ہمیشہ حفاظت میں رہے گا دنیا میں روزی کشادہ ہوگی، جان، مال اور اولاد میں کوئی تکلیف نہ دیکھے گا کسی ظالم حاکم اور شیطان لعین سے ایذا نہ پائے گا۔ اگر اس روز مر جائے تو شہید ہوگا، اور شہیدوں کے ساتھ داخلِ بہشت ہوگا۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس کو بچھو یا سانپ کے کاٹنے کا خوف ہو۔ یہ آیت پڑھے۔ اور جو چاہے کہ قیامت کے روز بیحساب ثواب حاصل کرے تو وہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھے:

" سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ " (۳۷/۱۸۱)

اگر کوئی شخص ہر دفعہ کے بیٹھ کر اٹھنے میں یہ آیت پڑھے، تو اس نشست کے دوران جو گناہ اس سے صادر ہوا ہوگا اس کا کفارہ وہی ہوگا۔

سورۂ ص

جو شخص شبِ جمعہ میں سورۂ ص پڑھے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی اسقدر نیکی اسے عطا فرمائے گا کہ کسی کو عطا نہ کی ہوگی، سوائے پیغمبر یا فرشتے کے، اور جنت میں جگہ دے گا اور اہلِ خانہ سے جس کو چاہے گا، بلکہ اگر خادم کو چاہے گا اُسے بھی بہشت ملے گی۔

سورۂ حٰمٓ سجدہ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُسے ایک نور عطا فرمائے گا، کہ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے، روشنی ہی روشنی نظر آئے گی، اور اپنی رحمت سے اسے فرحت اور سرور عطا فرمائے گا۔ اس کی حالت دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا ہونے کی تمنّا کریں گے۔

سورۂ حٰمٓعسٓقٓ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورۂ مبارکہ کو ہمیشہ پڑھتا رہے، قیامت کے

روز جب قبر سے اُٹھایا جائے گا، اس کا چہرہ برف کی مانند سفید اور آفتاب کی طرح نور سے چمکتا ہوگا جس وقت عرشِ الٰہی کے روبرو کھڑا ہوگا اللہ فرمائے گا: "اے میرے بندے! تو ہمیشہ یہ سورہ پڑھتا رہا، اگر اس کے پڑھنے کے ثواب سے واقف ہوتا تو اس کی تلاوت سے کبھی تھکان محسوس نہ کرتا"۔ اب اس کا اجر سنو! فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے بہشت میں لیجاؤ۔ اور اُس محل میں لیجاؤ جو بالخصوص اس کے لیے بنوایا ہے جس کی در و دیوار یاقوتِ سرخ کی، کنگرے اور برج یاقوتِ سبز کے ہیں۔ لطافت اور پاکیزگی میں ایسا شفاف ہے کہ اندر سے باہر کی تمام چیزیں اور باہر سے اندر کی تمام چیزیں دکھائی دیتی ہیں، اور اس محل میں باکرہ حور العین، جوان عورتیں اور ہزار کنیزیں اور ہزار غلام جن کے کانوں میں گوشوارے ہیں، صف بستہ اس کی خدمت کے لیے نہایت حسن و جمال اور قرینے سے کھڑے ہیں۔

سورۂ زخرف

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں

جو کوئی ہمیشہ اس سورے کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ قبر کے موذی جانوروں اور فشارِ قبر سے اس کی محافظت فرمائے گا۔ روزِ قیامت یہ سورہ اس کی سفارش کر کے بہشت میں پہنچائے گا۔

سورۂ محمدؐ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو کوئی اس سورے کو پڑھتا رہے گناہوں سے بچائے گا، دین میں اُسے شک نہ ہوگا۔ فقیری میں مبتلا نہ ہوگا، بادشاہ کے خوف سے بیخطر ہوگا، مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ہزار فرشتے مقرر فرماتا ہے، تاکہ اس کی قبر پر نماز

پڑھا کریں اور ثواب ان کی نمازوں کا اس کو عطا فرماتا ہے۔ جب وہ قبر سے اُٹھے گا ہزار فرشتے اس کے ہمراہ ہوں گے جو قیامت کی تکلیف سے اُسے امن میں رکھیں گے اور وہ وہاں خدا اور رسولِ خداؐ کی امان میں ہوگا۔

سورۂ جن

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سورۂ جن کو اکثر تلاوت کرے، دنیا میں جنوں کے آزار اور سحر و جادو کی تکلیف سے محفوظ رہے گا اور بہشت میں جناب رسولِ خداؐ کے رفقا میں شامل ہوگا۔

(سورۃ الرحمٰن) یہ سورہ بڑا بابرکت ہے پڑھنے والے کا چہرہ دنیا و آخرت میں مثل مہتاب روشن ہوگا اور اس کے لیے تاکید ہے کہ جب بھی فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پڑھو تو فوراً بعد یہ بھی کہو لَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَآئِکَ رَبِّ اُکَذِّبُ۔

(سورۃ الواقعہ) جو ہر شب جمعہ کو یہ سورہ تلاوت کریگا خدا اس کو دوست رکھے گا۔ اور وہ کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا۔

(سورۂ انا انزلناہ) جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا شہید کا مرتبہ پائے گا اور اگر نماز میں اس کی تلاوت کرے گا تو اُس کے تمام گناہانِ گذشتہ کو معاف فرمائے گا، اگر کوئی ماہِ رمضان المبارک میں متواتر اور ۲۳ ماہِ رمضان کو ہزار مرتبہ (یعنی شبِ ۲۳) پڑھے وہ صبح کے وقت اس قسم کے عجائبات دیکھے گا کہ حیران رہ جائے گا اور اس کا یقین محکم و شدید تر ہو جائے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام جب نیا لباس زیبِ تن فرماتے تو دس بار

انا انزلناہ ، دس بار قل ھو اللہ احد ، اور دس بار قل یا ایہا الکافرون پانی پر دم کر کے لباس پر چھڑکتے اور فرماتے کہ جو شخص یہ عمل کرے گا خداوندِ عالم اس کی روزی و آرام و راحت میں فراخی و کشادگی عطا فرمائے گا تا اینکہ اس لباس کا ایک تار بھی باقی رہے ۔

• کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولا ! میں نے چند شادیاں کیں لیکن اولاد سے محروم ہوں۔

آپؑ نے فرمایا وقتِ جماع سات بار سورۂ اِنا انزلناہ پڑھ اس طرح کہ تیرا سیدھا ہاتھ تیری زوجہ کی ناف پر ہو۔ تا اینکہ حمل نمایاں ہو تو ہر شب زوجہ کی ناف کے سیدھی طرف ہاتھ پھیرتا رہ اور سات بار سورۂ مذکور کو بھی پڑھتا رہ ۔ جب اُس نے اس پر عمل کیا تو خدا نے اپنے فضل و کرم سے سات بیٹے عطا فرمائے ۔

پھر فرمایا کہ جو نماز میں سورۂ انا انزلناہ اور سورۂ قل ھو اللہ احد نہیں پڑھتا اس کی نماز کی قبولیت میں شک ہے ۔ اگر نماز قبول بھی ہو جائے تو یہ ثواب نہیں ملتا ۔

سورۂ زلزال

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس سورے کو نمازہائے نافلہ میں پڑھے ، خداوندِ عالم اُسے زلزلے بجلی اور دنیاوی آفات میں ہرگز مبتلا نہ کرے گا ۔ موت کے وقت ایک فرشتہ ملک الموت سے اس کی سفارش کرے گا ، موت سے پہلے اپنا مقام جنّت میں دیکھ لے گا ، پردے سامنے سے ہٹ جائیں گے پھر نرمی اور آسانی سے

اُس کی روح قبض کی جائے گی ۔

• بسندِ معتبر جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا : جو شخص سورۂ زلزال کو چار مرتبہ پڑھے ، ایسا ہے گویا تمام قرآن پڑھا ۔

سورۃ القارعۃ

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا :

جو کوئی سورۃ القارعۃ کو اکثر پڑھا کرے اللہ تعالیٰ دنیا میں اُسے دجّال کے فتنے سے محفوظ فرمائے گا ، اور آخرت میں جہنّم کی آگ سے پُر امن ہوگا ۔

سورۃ التکاثر

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :

جو شخص یہ سورہ نمازِ فریضہ میں پڑھے خداوندِ عالم سو شہیدوں کا ثواب اُس کے نام لکھے گا ۔ اور جو کوئی اسے نمازِ نافلہ میں پڑھے ، پچاس شہیدوں کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا اور نمازِ فریضہ میں فرشتوں کی چالیس صفیں اس کے پیچھے نماز پڑھیں گی ۔

سورۃ العصر

جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا :

جو شخص سورۃ العصر کو نافلہ نمازوں میں پڑھے ، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے نورانی چہرے ، ہنستے دانتوں اور روشن آنکھوں سے اُٹھائے گا اور بہشت میں داخل فرمائے گا ۔

(سورۂ کوثر) جو شخص سورۂ کوثر کو نمازِ فریضہ و نافلہ میں اکثر تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کو حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے گا اور جوارِ رسولؐ

میں جگہ دے گا۔

(سورۂ اذا جاء نصر اللہ) کا نماز میں پڑھنا جملہ دشمنوں کے شر سے نجات بخشتا ہے۔

(سورۂ اخلاص) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اس سورہ کو ایک مرتبہ پڑھے خدا اُس پر برکت نازل فرماتا ہے اور جو دو مرتبہ پڑھے خدا اس کی اولاد پر بھی برکت نازل فرماتا ہے۔ جو تین مرتبہ پڑھتا ہے خدا اُس کے دوستوں پر بھی برکت نازل فرماتا ہے اسی طرح جس قدر اضافہ ہوتا جاتا ہے ثواب و درجات میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ ہزار مرتبہ پڑھنے سے ہزار شہداء کا ثواب دیا جاتا ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کی نمازِ جنازہ پڑھی تو اس میں آپؐ نے دیکھا کہ ستر ہزار ملائکہ شریک تھے۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے سوال کیا کہ اس کو کس عمل نے اس کا مستحق بنایا۔

جبرئیلؑ نے عرض کیا، یہ سورۂ قل ھو اللہ بہت پڑھتا تھا۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اگر چاہتے ہو کہ خدا دشمنوں سے تمھاری پوری حفاظت فرمائے تو اپنے شش جہت یعنی جانبِ راست وچپ، اوپر، نیچے، آگے اور پیچھے سورۂ قل ھو اللہ پڑھو انشاء اللہ کوئی چیز ضرر نہ پہونچا سکے گی۔

○ اور جب کسی حاکم کے سامنے جاؤ تو تین مرتبہ اس کے چہرہ کے سامنے قل ھو اللہ پڑھو اور پھر ہر مرتبہ اپنے بائیں ہاتھ کی ایک انگلی بند کرتے جاؤ اور اسی طرح باہر نکل آؤ تو انشاء اللہ کامیاب واپس ہوگے۔

○ پھر آپؑ نے فرمایا کہ جس نے ایک ہفتہ تک سورۂ قل ھو اللہ احد

نہ پڑھا اس کا حشر ابولہب کے ساتھ ہوگا۔

○ نیز فرمایا، اگر کسی کو کوئی بیماری لاحق ہو اور قل ھو اللہ احد سے مدد نہ لے وہ اہلِ نار سے ہے۔

○ اور فرمایا کہ اگر خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو بعد نمازِ فریضہ قل ھو اللہ احد کو ترک نہ کرو اللہ تعالیٰ تمھارے اور تمھارے آباء واجداد و اولاد کے گناہ خدا بخش دے گا۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بعد نمازِ صبح گیارہ مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھے، لاکھ بار شیطان کوشش کرے مگر گناہ سرزد نہ ہوگا۔

○ نیز فرمایا کہ جو وقتِ شب قل ھو اللہ احد پڑھے اس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ پچاس ہزار فرشتے متعین فرماتا ہے کہ تمام شب اس کی حفاظت کریں۔

○ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے ایک مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ احد کو پڑھا اس نے گویا ایک ثلث قرآن، ایک ثلث توریت، ایک ثلث انجیل اور ایک ثلث زبور کی تلاوت کی۔

○ نیز فرمایا کہ خدا نے بعوضِ فدک جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا بخار کو مطیع فرمایا ہے۔ لہٰذا جو دوستدارِ اہلبیت ایک ہزار مرتبہ تپ زدہ پر سورۂ قل ھو اللہ احد پڑھے تپ ضرور دفع ہو جائے گا۔

○ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی بیمار پر سورۂ فاتحہ، سورۂ قل ھو اللہ احد، سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ قل اعوذ برب الفلق پڑھے اور مریض کے چہرے پر ہاتھ پھیرے

مرض زائل ہو جائے گا (انشاء اللہ)

سورۃ الکٰفرون

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سورۃ الکٰفرون اور سورۃ الاخلاص کو نمازِ فریضہ میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ کو اس کے تمام بھائی بہنوں کو بخش دے گا، اور اگر یہ شخص شقی ہوگا تو اس کا نام اشقیاء کی فہرست سے مٹا کر نیکوں کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور دنیا کی زندگی میں خدا اسے سعادتمند رکھے گا اس کی موت شہیدوں کی موت کے برابر ہوگی اور قیامت کے روز شہید اُٹھایا جائے گا۔

(**سورۃ معوذتین**) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ دو سورے یعنی سورۃ والنّاس اور سورۃ الفلق جب نازل ہوئے تو آنحضرتؐ اُس وقت بخار میں مبتلا تھے تو ان کو تعویذ کے لیے استعمال کیا گیا اور آپؐ روبصحت ہو گئے)

(**سورۃ الدھر**) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی ہر پنجشنبہ کی صبح کو سورہ دھر پڑھے گا تو خداوند عالم اس کو جنت میں آٹھ صد باکرہ لڑکیاں اور چار ہزار حوریں عطا فرمائے گا۔ اور وہ حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ ہوگا۔

٥ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تاثیرِ چشم صحیح ہے۔ خود اپنی ہی نظر خود کو اور دوسرے کو لگ جاتی ہے لہٰذا نظرِ بد سے حفاظت کے لیے تین مرتبہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ لیا کرو اور اگر کسی کو اپنے اوپر نظرِ بد کا اندیشہ ہو تو جب گھر سے باہر جائے تو معوذتین پڑھ

لیا کرے۔ محفوظ رہے گا۔

٥ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو خواب میں ڈرتا ہو اس کو معوذتین اور آیۃ الکرسی پڑھ لینا چاہیے۔

ینبوعِ سویم

دربیان معاشرت باسلاطین

(۱) سلاطین و امراء کے عدل و جور کے بیان میں وارد ہوا ہے کہ کسی ملک کی آبادی کی خوشحالی کا دارومدار اُس ملک کے بادشاہِ عادل پر ہے۔ چنانچہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کی خوشحالی دو قسم کے افراد پر منحصر ہے۔ ایک فقہا، دوسرے امراء۔

نیز فرمایا کہ روزِ قیامت جہنم تین شخصوں سے کلام کرے گی (امراء[1] قرأ[2] (قاریٔ قرآن) اور اغنیاء[3] (مالدار لوگ)۔ امراء و سلاطین سے یہ کہے گی کہ خدا نے تمھیں حکومت عطا کی اور تم نے اس کے بندوں پر ظلم و جور کیا، اب اپنے کیے کی سزا بھگتو۔

قرأ (قاریوں) سے کہے گی کہ تم نے لوگوں کے دکھلانے اور نام ونمود کی خاطر تلاوتِ قرآن کی اور معصیتِ الٰہی میں تمام عمر مبتلا رہے۔ اب آگ کا مزا بھی چکھ لو۔

اغنیاء (مالداروں) سے کہے گی۔ خدا نے تمھیں اتنی دولت عطا فرمائی تھی اور اس میں سے اللہ کی خوشنودی کی خاطر اُس کی راہ میں خرچ نہ کیا اب میرے عذاب پر کس طرح صبر کر سکو گے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ سلطانِ ظالم وجابر کی اطاعت کرنا گناہِ عظیم ہے اور اولوالامر یعنی ائمۂ طاہرین کی اطاعت فریضہ ہے ہر شخص پر اور ان حضرات کی نافرمانی گناہِ عظیم۔ کیونکہ یہ حضرات معصوم ہیں اور خداوندِ عالم عادل ہے وہ کبھی غیرِ عادل اور غیرِ معصوم کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا۔

پھر فرمایا، حق تعالیٰ چھ اشخاص پر اُن کی بُری خصلتوں کی وجہ سے عذاب فرمائے گا۔ (۱) عربوں پر، اُن کے تعصب کی وجہ سے (۲) دولتمندوں پر، اُن کے تکبر کی وجہ سے، (۳) امراء وسلاطین پر اُن کے ظلم وجور کی وجہ سے۔ (۴) فقہاء اور علماء پر اُن کے حسد کی وجہ سے (۵) تاجروں پر اُن کی خیانت کی وجہ سے، (۶) دیہاتیوں پر اُن کی جہالت کی وجہ سے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ جہنم میں ایک چکّی ہے جو ہر وقت چلتی رہتی ہے۔

لوگوں نے پوچھا: یا حضرت! وہ چکّی کیا پیستی ہے۔؟

آپؐ نے فرمایا: فاجر علماء کو، فاسق قاریوں کو، ظالم بادشاہوں کو، خائن وزیروں کو، جھوٹے رئیسوں اور سرداروں کو۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے لوگوں پر میں لعنت کرتا ہوں، اور ہر پیغمبر نے جو مجھ سے پہلے گذرے ہیں اُن پر لعنت کی ہے۔ پہلا وہ شخص جو کتابِ خدا میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ یا کمی کرے۔ دوسرا وہ جو قضا و قدرِ الٰہی کو جھوٹ جانے۔ تیسرا۔ وہ شخص جو میری سنّت کے خلاف کرے اور بدعت کا موجد ہو۔ چوتھا۔ وہ شخص جو میرے اہلِ بیت کا حق ظلم سے چھین لے۔ کیونکہ اللہ نے ان کا حق لینا

لوگوں پر حرام کیا ہے۔ پانچواں۔ وہ جو لوگوں پر جبراً تسلّط کرے تاکہ عزت دے اُن لوگوں کو جن کو اللہ نے ذلیل کیا ہے، اور ذلیل کرے اُن لوگوں کو جن کو اللہ نے عزّت دی ہے۔ چھٹا۔ وہ شخص جو مسلمانوں کے مال پر تنہا اپنا قبضہ جمالے۔ اور اس کو حلال سمجھے۔ ساتواں، وہ شخص جو حرام بنائے اس امر کو جس کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔

جب صاحبانِ حکومت جھوٹ بولیں، ناانصافی سے فیصلے کریں تو آسمان سے بارش بند ہو جاتی ہے۔ جب بادشاہ ظلم اور سختی کریں تو اُن کی سلطنت و شوکت پست و بے وقعت ہو جاتی ہے۔ جب لوگ زکوٰۃ ادا نہ کریں تو مویشی مرنے لگتے ہیں۔

اہلِ حکومت کا برتاؤ

بسندِ معتبر منقول ہے کہ زیاد قندی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا۔ آنجنابؑ نے دریافت فرمایا: اے زیاد! تو ان ظالم خلفاء کی طرف سے حاکم ہے۔؟

زیاد نے عرض کیا: یا بن رسول اللہ! بیشک حاکم ہوں، لیکن میرے اندر مروّت ہے، میں مال جمع کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، جو کچھ ملتا ہے اس سے برادرانِ مومن کی امداد کرتا ہوں اور اُن کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تو ایسا کرتا ہے تو بہت اچھا ہے۔ خیال رکھ کہ جب تیرا نفس تجھے ظلم کی طرف لیجائے اور اس پر تجھے قدرت و اختیار بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے اختیار کو یاد کر۔ جو لوگوں پر ظلم کرے گا اللہ تعالیٰ اسے

سزا و عذاب دے گا، اور اگر لوگ تجھے تکلیف دیں گے تو اُن کی تکلیف بہت جلد گذر جائے گی، اور اگر تو بھی کسی پر ظلم کرے گا تو اُس کا عذاب تیرے لیے باقی رہے گا۔

• بسندِ معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم جسے سلطنت دیتا ہے اس کے لیے شب و روز، برسوں اور مہینوں کی مدت مقرر کرتا ہے۔ اگر وہ شخص بندگانِ خدا میں انصاف کرے تو حق تعالیٰ اس فرشتے کو جو اس کے فلکِ اقبال کی گردش پر مقرر ہے حکم دیتا ہے کہ اس کے فلک کو دیر میں گردش کرے اس سے اس کی سلطنت کے روز و شب اور ماہ و سال دراز ہو جاتے ہیں اور اگر انصاف نہیں کرتا، بلکہ ظلم و بے رحمی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کے فلکِ اقبال کو جلد جلد گردش دے اور اس کا زمانہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے نوفل بکالی سے فرمایا:
اے نوفل! سُن اور میری نصیحت پر عمل کر۔ حکومت اور سرداری محصول وصول کرنے اور نقیب جیسے عہدے ہرگز قبول نہ کرنا۔

• بسندِ معتبر منقول ہے کہ ایک شخص جنابِ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا حضرت! حجاجؒ کے زمانے سے اس وقت تک میں نے لوگوں پر حکومت کی ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔؟
حضرت یہ سن کر خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے دوبارہ عرض کیا۔ تب آپؑ نے فرمایا: تیری توبہ قبول نہ ہوگی جبتک تو، ہر شخص کا حق ادا نہ کردے۔

• جنابِ رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو، اور اُس کا تدارک کرنا چاہتا ہو، لیکن وہ شخص جس پر ظلم ہوا ہے نہیں ملا، تاکہ تلافی کر سکے تو اس کے واسطے مغفرت کی دعا کرے تو یہ دعا اس کے گناہ ظلم کا کفارہ ہوگی۔
آنحضرتؐ نے پھر فرمایا، کہ جو سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوگا وہ، وہ امیر ہوگا جس نے ظلم اختیار کیا ہو۔ دوسرا وہ مالدار ہوگا جس نے اللہ کا حق اپنی دولت سے ادا نہ کیا ہو۔ تیسرا وہ فقیر ہوگا جو اپنے فقر پر تکبر کرتا ہو۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حکمراں سے فرمایا ظلم و جور سے ہمیشہ پرہیز کرو۔ دیکھو مظلوم سے ظلم کی اذیت و تکلیف تو برطرف ہو ہی جاتی ہے لیکن ظالم پر اس کے ظلم کا عذاب ہمیشہ کے لیے رہ جاتا ہے۔

○ آپؑ نے مزید فرمایا کہ روزِ قیامت تین اشخاص مقرب ترین بارگاہِ خداوندِ عالم ہوں گے۔ (۱) وہ جو حالتِ غیض و غضب میں بھی کسی پر ظلم نہ کرے۔ (۲) وہ جو کسی معاملے میں حَکَم یا ثالث ہو مگر کسی کی طرفداری نہ کرے۔ (۳) وہ جو سچ بولے خواہ اس میں اس کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، ایسے شخص پر ظلم کرتے ہوئے بہت خوفزدہ ہونا چاہیے جس کا سوائے خدا کے دنیا میں کوئی مددگار نہ ہو۔
نیز فرمایا، ظالم، مظلوم کے مال وغیرہ سے اس قدر نہیں لیتا جس قدر مظلوم اُس کے دین میں سے حصّہ لے لیتا ہے۔

○ اور جو شخص کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے گویا وہ اپنے ہی ساتھ بدی کرتا ہے اِس لیے کہ انسان جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

اُمراء اور رعایا پر ایک دوسرے کے حقوق کے بارے میں

حضرت امام زین العابدین ؑ کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم نے اُمراء و سلاطین کو کیونکہ صاحبِ اقتدار بنایا ہے لہٰذا لازم ہے کہ وہ خدا کے بندوں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آئیں۔ ماں باپ کی طرح شفقت و محبت کریں اور خدا کا شکر ادا کرتے رہا کریں۔ اس سلسلے میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے جو خطوط طولانی مالک اشتر، سہل ابن حُنیف اور محمد ابنِ ابی بکر کو لکھے ہیں وہ پڑھنے کے قابل ہیں۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا والی ہو اور عدالت کرے تو اپنا دروازہ اُن کے لیے کھلا رکھے، پردہ اور رکاوٹ اپنے اور اُن کے درمیان سے اُٹھا دے۔ اُن کے کاموں کو غور اور توجہ سے دیکھے، اُن کی ضرورتوں کو پورا کرے اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ قیامت کے روز اُس کے خوف کو اطمینان سے بدل دے، اور بہشت میں داخل کرے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا میں ہر شخص کو ایک قسم کا بادشاہ بنایا ہے اور سلطنت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"

(تم میں کا ہر شخص راعی ہے اور تم سے تمھاری رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا، پوچھ گچھ کی جائے گی۔) جس طرح ایک چرواہے

سے اُس کے مویشیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی جاتی ہے۔

قیامت کے روز ہر شخص سے سوال ہوگا کہ اپنی رعیت سے کیسا سلوک کیا۔ جیسا کہ اُس نے بادشاہوں کو تمام ملک کی رعیت پر اختیار دیا، امراء اور وزراء کو اُن سے کم درجے کا تھوڑے لوگوں پر مختار بنایا ہے جاگیرداروں کو اُن کے مال پر اور ماتحت کاشتکاروں پر حکومت دی اور ہر ایک صاحبِ خانہ کو اولاد، ازواج، نوکروں، غلاموں اور کنیزوں پر حکمران قرار دیا ہے اور ان سب کی روزی کا اُسے وسیلہ گردانا ہے۔ علماء کو طلباء پر فوقیت بخشی اور انھیں علماء کی رعیت کیا، اور ہر ایک کو چند حیوانات پر مسلّط کیا۔ اسی طرح ہر شخص کو اپنے اعضاء اور طاقتوں کا والی بنایا تاکہ ہر ایک طاقت وعضو کو اپنے حکم میں رکھے تاکہ یہ چیزیں نافرمان ہو کر قیامت کے روز اس کے لیے وبال کا باعث نہ ہو جائیں۔

اخلاق و عادات بھی انسان کے محکوم بنائے۔ اور ان کی حفاظت و رعایت کا حکم دیا۔ پس دنیا میں ایسا کوئی نہیں جسے حکومت و فرمانروائی کا حصّہ نہ ملا ہو۔ اور ایک جماعت اس کے زیرِ فرمان نہ ہو۔ ہر ایک سے جا یا بیجا، درست یا نادرست کام لینے میں عدل اور ظلم کا موقع بڑھتا ہے۔ ہر آدمی کو اس کی قابلیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حکومت و سلطنت کی نعمت بخشی ہے اِس نعمت کے عوض اس سے ادائے شکر طلب کیا ہے کیونکہ یہ تشکّر اس نعمت کے زیادہ ہونے کا باعث ہوتا ہے اس لیے ہر نعمت کا تشکّر یہ ہے حکمِ خدا کے مطابق اس کو کام میں لائے۔ اس سے متعلق جو حقوق لازم کر دیے ہیں ان کو پورا کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو خداوندِ عالم نعمت کو اس کے واسطے زیادہ کرے گا اور جو کفرانِ نعمت کرے گا خدا اس سے یہ نعمت واپس لے لیگا۔

امراء اگر رعایا کے ساتھ انصاف اور شکرِ خالق بجا لائیں تو اللہ ان کا زمانۂ سلطنت دراز کر دیتا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ملک، عادل بادشاہ خواہ کافر ہی ہو، کو دیا جا سکتا ہے مگر ظالم مسلمان سے ملک چھین لیا جاتا ہے۔

مومنین کی اعانت اور اُن کو مسرور رکھنے کے بارے میں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ مومن کو متبسم کرنا ایک بڑی نیکی ہے اور خدا کے نزدیک کوئی عبادت مومن کو خوش کرنے اور اس کی ضرورت کو پورا کرنے سے بہتر نہیں ہے۔

حدیث میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰؑ! میں نے اپنے بعض بندوں پر بہشت کو مباح کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، معبود! وہ کون بندے ہیں؟

ارشادِ ربّ العزّت ہوا، جو بندے اپنے برادرِ مومن کو خوش کر دیں۔

○ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ایک مومن ظالم بادشاہ سے تنگ آکر ترکِ وطن کر کے ایک کافر کے ملک میں ایک مشرک کے گھر پناہ گزیں ہوا۔ مشرک نے اس کو بڑے آرام و راحت سے رکھا اس کی ہر خدمت کرتا رہا کہ اسی دوران میں مشرک کو موت آگئی۔ خدا نے اُس کو وحی کی اور فرمایا کہ میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ "تو نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ جس سے میں خوش ہوا" اگر تو مشرک نہ ہوتا تو تجھ کو بہشت میں جگہ دیتا، البتہ جہنّم کی آگ

سے میں کہتا ہوں کہ وہ تجھے نہ جلائے گی اور نہ کوئی آزار پہونچائے گی اور ہر روز دو طرف سے اس کی روزی ملتی رہے گی۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو کسی ایک مومن کو خوش کرے اُس نے گویا رسولِ خداؐ کو خوش کیا اور جس نے رسولِ خداؐ کو خوش کیا اُس نے اللہ کو خوش کیا، اور اللہ کو خوش کرنے والا یقیناً داخلِ بہشت ہوگا۔

● سدیر صرّاف سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو برادرانِ مومن کے حقوق کا تذکرہ شروع ہوا کہ کیا ہیں۔؟

آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سدیر! اگر کہو تو بتاؤں؟

میں نے عرض کیا: یا حضرت! بتا دیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مومن کی روح کو قبض کا حکم فرماتا ہے تو اُس کے کراماً کاتبین فرشتے آسمان پر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! یہ تیرا نیک بندہ تھا، تیری اطاعت و عبادت میں ہر دم مستعد و چست رہتا تھا اور تیری نافرمانی سے اجتناب کرتا تھا اب تو نے اس کی روح قبض کر لی۔ ہمیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم دنیا میں واپس جاؤ اور میرے اس نیک بندے کی قبر پر میری تسبیح و تمجید کرتے رہو اور اس کا ثواب اس بندے کے نام لکھو، تا وقتیکہ دوبارہ اسے قبر سے اُٹھاؤں۔

آپؑ نے فرمایا: اے سدیر! کیا بندۂ مومن کی فضیلت مزید سننا چاہتا ہے۔؟

میں نے عرض کیا: یا حضرت! جی ہاں فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اس مومن کو قبر سے اُٹھائے گا تو اس کے ساتھ اس کی ایک خوشحالی صورت قبر سے برآمد ہوگی اور آگے آگے چلے گی۔ یہ شخص جب قیامت کے آثار دیکھ کر ڈرے گا، تو خوشحالی صورت کہے گی۔ مت گھبرا اور خوف نہ کر، تجھے بشارت ہو اُس خوشی و آرام کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لیے مقرر ہے۔

وہ مقامِ حساب تک اس کے ہمراہ رہے گی۔ اللہ تعالیٰ حساب کی مشکل اس کے لیے آسان کردے گا اور ارشاد فرمائے گا: اسے بہشت میں لے جاؤ۔

اس وقت خوشحالی صورت آگے آگے ہوگی۔ اس سے مومن کہے گا خدا تجھ پر رحم فرمائے تو کیسی نیک ساتھی و مصاحب ہے کہ میرے ہمراہ قبر سے ہے اور قدم قدم پر خدا کی رحمت و بخشش کی خوشخبری دیتی رہی مجھے بہشت میں پہنچا دیا۔ بتا تو سہی تو کون ہے۔؟

وہ صورت کہے گی: میں وہ خوشی و راحت ہوں جو تُو نے فلاں مومن کو پہنچائی تھی۔ دنیا میں مجھے اسی خوشی سے خدا نے پیدا کیا، تاکہ تجھے آئندہ خوشیوں کی بشارت دیتی رہوں۔

○ مشمعل سے منقول ہے کہ ایک سال میں حج کو گیا وہاں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہاں سے آنا ہوا؟

میں نے عرض کیا حج سے۔

فرمایا، معلوم ہے حج کا ثواب کیا ہے جو شخص حج کرتا ہے اللہ تعالیٰ

اس کے نامۂ اعمال میں چھ ہزار نیکیوں کا اضافہ فرمادیتا ہے اور چھ ہزار گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

مشمعل نے عرض کیا سبحان اللہ بڑا ثواب ہے۔

امامؑ نے فرمایا، اس سے بڑھ کر ثواب میں تجھ سے بتلاؤں۔ وہ مومن جو برادرِ مومن کو خوش کردے یا اس کے کام آئے خداوندِ عالم اس کو دس حجوں کا ثواب عطا کرتا ہے۔

ثواب حاجت برائی مومن

مفضّل بن عمر سے بسندِ معتبر روایت ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضّل! جو میں کہتا ہوں سُن اور اُس پر عمل کر: اپنے بلند مرتبہ مومن بھائیوں کو اس سے آگاہ کر۔

میں نے عرض کیا: یا حضرت! میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں، وہ لوگ کون ہیں جو اپنے برادرِ مومن کی حاجت پوری کرنے کا شوق رکھتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کی ایک حاجت پوری کرے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی سو ہزار (ایک لاکھ) حاجتیں پوری فرمائے گا کہ اُن میں سے ایک حاجت بہشت عطا کرنا ہوگا۔ اور ایک یہ حاجت ہوگی کہ اپنے عزیز و اقارب، دوستوں اور بھائیوں کو جو ناصبی نہیں، بہشت میں لے جائے گا۔

• ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ آنجناب نے مفضّل سے فرمایا: اے مفضّل! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کو منتخب فرمایا ہے جو ہمارے غریب و محتاج شیعوں کی حاجتیں پوری

کرتے ہیں۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ اُن کو بہشت عطا فرمائے گا، چنانچہ
تجھ سے جو ہو سکے تو اُس گروہ کے ساتھ شامل ہو جا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے
کہ: کسی مومن کی حاجت برلانا میرے نزدیک بیس حج سے بہتر ہے کہ ہر
ایک میں سو ہزار (ایک لاکھ) درہم خرچ کیے ہوں۔

• بسندِ معتبر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے
کہ جس کے پاس کوئی برادرِ مومن حاجت لیکر جائے تو وہ سمجھے کہ رحمت ہے
جو اللہ تعالیٰ نے اس پر نازل فرمائی ہے۔ اگر قبول کرے تو ہماری دوستی اور
اطاعت کا باعث ہوگی۔ اور ہماری دوستی، اللہ کی دوستی ہے۔ اور اگر وہ
روگردانی کرے، اُس کی حاجت پوری نہ کرے، درآنحالیکہ حاجت پوری
کرنے پر قدرت رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں ایک آتشی سانپ کو
مسلط کریگا جو قیامت تک اُسے ایذا پہنچاتا رہے گا۔ بعد اس کے خدا چاہے
عذاب دے خواہ معاف فرمادے۔ اور اگر صاحبِ حاجت اسے معذور رکھے
اس کا حال اس سے بدتر ہو گا۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر کوئی بندۂ
مومن اپنے برادرِ مومن کو تکلیف میں دیکھے اور اس کی مدد نہ کر سکتا ہو لیکن
اپنی اس مجبوری پر غمگین ہو تو خداوندعالم اس کے لیے بہشت لکھ دیتا ہے

• حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا
جو کوئی کسی برادرِ مومن کی حاجت کے لیے چل کر جائے تو پچھتر ہزار فرشتے
رحمت کے اس کے اوپر اپنے پروں کا سایہ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر قدم
کے عوض اُس کے نام پر ایک نیکی تحریر فرماتا ہے اور تمام گناہ بخش دیتا

ہے اور ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔ جب وہ واپس ہوتا ہے تو ایک حج اور
عمرے کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

• معتبر روایت میں منقول ہے کہ: آنجنابؑ نے فرمایا: جو شخص
کسی مومن کی اعانت و امداد نہ کرے درآنحالیکہ اس پر قدرت رکھتا ہو تو
اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرے گا۔

• جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ: چار قسم کے آدمی
ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نظرِ رحمت فرمائے گا۔ ایک وہ
کہ کسی نے اُس سے کوئی شے خریدی، مگر پشیمان ہو کر پھر واپس کرے اور
یہ اُسے قبول کر کے واپس لے۔ دوسرا۔ وہ جو کسی پریشان آدمی کی فریاد
کو پہنچے۔ تیسرا وہ جو غلام کو آزاد کرے۔ چوتھا۔ وہ جو کسی ناکتخدا
(بن بیاہے) کی شادی کرائے۔

• حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں
سے پانی، آگ یا دشمن کے خطرے کو دور کرے، خداوندعالم اُس کے تمام
گناہ بخش دے گا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک
شخص کو قبر میں فرشتوں نے زندہ کر کے اُٹھایا، اور کہا: ہم تجھے عذابِ خدا
کے سو تازیانے ماریں گے۔

اُس نے کہا: مجھ میں ان کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔
فرشتوں نے پھر کہا: اچھا، ایک تازیانہ کم ماریں گے۔
اُس نے کہا: مجھ میں قوّتِ برداشت نہیں ہے۔
اسی طرح فرشتوں نے کم کرتے کرتے کہا: اچھا تو ایک تازیانہ

ہم ضرور ماریں گے، اس کے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

اُس نے پوچھا: یہ تو بتاؤ میرا قصور کیا ہے۔؟

فرشتوں نے کہا: اس لیے کہ فلاں وقت تُو نے بے وضو کیے نماز پڑھی تھی، اور فلاں وقت تیرا گذر جب ایک ضعیف کے پاس سے ہوا، تو تُو نے دیکھ کر اس کی مدد نہ کی، یہ کہہ کر ایسا تازیانہ مارا کہ اُس کی قبر میں آگ بھڑک اُٹھی۔

• ایک اور حدیث میں آنجناب نے فرمایا: جو شخص اپنے برادرِ مومن سے ایسی چیز روک لے جس کی اُسے ضرورت ہے، درآنحالیکہ اُس کے دینے کا اپنی طرف سے یا غیر کی طرف سے اختیار رکھتا ہو، خداوندِ عالم قیامت کے روز میدانِ محشر میں ایسی صورت کو روک رکھے گا جس کا منھ کالا، آنکھیں نیلی اور دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اور لوگ کہیں گے، یہ شخص وہ ہے جس نے خدا اور رسولِ خدا سے خیانت کی تھی۔ اس کے بعد خدا اُسے جہنم میں ڈال دے گا۔

• جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ جو کوئی کسی حاجتمند کی حاجت کو روکے، درآنحالیکہ اس کے برلانے کی قدرت رکھتا ہو، اس کا گناہ مثل عشاری کے گناہ کے ہے۔

لوگوں نے پوچھا: یا حضرت! عشاری کس کو کہتے ہیں۔؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: وہ گنہگار جس پر شب و روز خدا اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق لعنت کرتے ہیں، اور جسے خدا لعنت کرے اس کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔

○ نیز فرمایا، جو بندۂ مومن کے ایک عیب کو پوشیدہ رکھے خدا

اُس کے ستر عیوب دنیا و آخرت میں پوشیدہ فرمائے گا۔

○ فرمایا خداوندِ عالم نے قسم کھائی ہے کہ خائن کو جوارِ رحمت میں جگہ نہ دے گا۔

کسی نے سوال کیا کہ خائن کون ہے؟

فرمایا، جو اپنے برادرِ مومن کی مدد کرنے سے بُخل کرے۔

مذمت تحقیر و ایذائے مومنین

حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ زمانۂ بنی اسرائیل میں چار مومن تھے جن میں سے تین مومن ایک گھر میں مصروفِ گفتگو تھے۔ چوتھا مومن آیا اور دق الباب کیا۔ غلام باہر آیا، مومن نے پوچھا تمھارا آقا گھر میں ہے؟ غلام نے کہا، آقا گھر میں نہیں ہے۔ مومن واپس چلا گیا۔ آقا نے غلام سے پوچھا کون تھا؟

غلام نے کہا، فلاں مومن تھا۔ میں نے اُس سے کہہ دیا کہ آقا گھر میں نہیں ہیں۔ آقا یہ سُن کر خاموش رہا اور ان دو مومنوں نے بھی سنا اور غلام کو کچھ نہ کہا۔ دوسرے روز پھر یہ شخص گیا وہ تینوں اشخاص باہر نکل رہے تھے۔ اُس نے اُن کو سلام کیا اور کہا کہ میں کل بھی آیا تھا۔ وہ ہنسے اور معذرت خواہ نہ ہوئے۔ اور اپنی زمین و زراعت کا رُخ کیا۔ راہ میں ان تینوں کے سروں پر ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا اور حضرت جبرئیلؑ کی آواز آئی کہ اے آتشِ ابر ان تینوں کو جلا کر خاکستر کر دے۔ ابر سے آگ برآمد ہوئی اور اُن تینوں کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔

چوتھے مومن نے اِس بات پر کافی افسوس ظاہر کیا اور اپنے زمانہ کے پیغمبر حضرت یوشع کے پاس گیا اور اس واقعہ کے بارے میں معلوم کیا تو اُنھوں

نے فرمایا کہ خداوندِ عالم اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ کوئی مومن دوسرے مومن
کی تحقیر و تذلیل کرے۔ ان تینوں نے تیری تحقیر کی تھی۔ کیونکہ جب تو پہلے دن
ان سے ملنے کے لیے گیا تھا وہ تینوں گھر میں موجود تھے درآنحالیکہ غلام نے تجھ سے
جھوٹ بولا کہ وہ موجود نہیں ہیں اور وہ غلام کے اس فعل سے راضی تھے اور دوسرے دن
بھی انھوں نے تجھ سے عذر و معذرت نہ کیا جس سے تیری تذلیل ہوئی۔ یہ بات تیرے
علم میں نہ تھی لیکن اللہ عالم الغیب اور اس کو یہ بات پسند نہ آئی جس پر ان تینوں
کو یہ سزا دی گئی۔

اُس مومن نے عرض کیا، اے پیغمبر خدا! میں اُن کو معاف کرتا ہوں
حضرت یوشع نے فرمایا، اللہ کا غضب نازل ہونے سے قبل معذرت یا
معافی کی گنجائش ہے لیکن عذابِ الٰہی نازل ہونے کے بعد معافی کا کیا سوال
پیدا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ آخرت میں اُن پر اس بارے میں کوئی عذاب نہ کیا جائے۔

مومن کو خوفزدہ کرنا

• بسندِ معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے: جو
شخص کسی مومن کی طرف ایسی نظر سے دیکھے کہ اس کو ڈرانا چاہتا ہو، تو
خداوندِ عالم اُسے اُس روز ڈرائے گا کہ سوائے خدا کی رحمت کے کہیں سایہ
اور پناہ نہ ہوگی۔ نیز اگر کوئی مسلمان کے پاس ملاقات کے لیے جائے اور یہ شخص
گھر میں ہو مگر اُسے نہ ملے اور نہ ہی باہر آئے، نہ اُسے اندر آنے کی اجازت دے
وہ ہمیشہ خدا کی لعنت میں گرفتار رہے گا، تاوقتیکہ اس سے ملاقات کرے۔

• بسندِ معتبر جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص
کسی مومن کو اپنی سلطنت اور رعب سے خوفزدہ کرے، خیال یہ ہو کہ ڈراتا ہے،

ایذا دینا نہیں چاہتا، روزِ قیامت اس کی جگہ جہنم ہوگی اگر ڈرانے کے ساتھ ایذا
بھی دینا چاہتا ہے تو وہ شخص جہنم میں فرعون اور آلِ فرعون کے ساتھ ہوگا۔

• ایک اور حدیث میں وارد ہے جو شخص کسی مومن کے ضرر میں آدھے
لفظ سے بھی شامل ہو اور ظالم کی امداد کرے، تو جب میدانِ محشر میں قیامت
کے روز آئے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان
لکھا ہوگا "یہ شخص میری رحمت سے ناامید ہے"۔

• بسندِ معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم
کے درمیان ایک پہاڑ ہے جس کا نام صعدا ہے۔ اور اس کے درمیان ایک
وادی ہے جس کا نام سقر ہے۔ اِس میں ایک کنواں ہے جسے ہبہب کہتے
ہیں۔ جب اس کنویں کا پردہ اُٹھایا جاتا ہے تو جہنم والے اس کی گرمی سے فریاد
کرتے ہیں۔ یہ کنواں جباروں اور ظالموں کا مقام ہے۔

• آپؑ نے فرمایا: کسی مخلوق کو ایذا پہنچانے میں ہرگز جلدی نہ کرو،
شاید وہ مومن ہو اور تمھیں خبر نہ ہو۔

• نرمی اور آہستگی اختیار کرو۔ تیزی اور غصہ شیطان کا ہتھیار
ہے۔ خداوندِ عالم کو نرمی اور بردباری سے زیادہ کوئی اور شے عزیز نہیں۔

• ایک اور حدیث میں جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے: جو مسلمان
کسی مسلمان کے منہ پر طمانچہ مارے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُس کی ہڈی
ہڈی جدا کرے گا اور اُس پر آتشِ جہنم مسلط کرے گا اور طوق پہنا کر جہنم میں
ڈالے گا۔

• جو شخص کسی جابر بادشاہ یا ظالم حاکم کے سامنے تازیانہ لے کر
کھڑا ہو، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس تازیانے کو سانپ کی صورت بنادے

گا، جس کا طول ستر گز ہوگا اور جہنم میں وہ سانپ اس پر مسلط ہوگا۔

• جو شخص کسی ظالم سے شکوہ یا چغلی مومن پر کھائے اور برائی کرے، اگرچہ اس سے کچھ نقصان ہی نہ پہنچے، تاہم چغلخور کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اُسے جہنم کے طبقے میں جگہ ملے گی۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلعم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اس حاکم کا کیا حال ہوگا، جو اپنی رعیت پر ظلم کرے اور حکمِ خدا کے مطابق ان کے ساتھ سلوک نہ کرے۔ ؟

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: شیطان، قابیل اور فرعون میں وہ چوتھا ہوگا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کر ڈالے اس کی موت کے وقت اس سے کہا جائے گا، یہودی کی موت اختیار کر، یا نصرانی یا مجوسی کی موت مر۔

• ایک اور حدیث میں ہے کہ: اس شخص کے حال سے دھوکے میں نہ رہو جس نے مسلمانوں کے قتل پر ہاتھ کھول رکھا ہو۔ بتحقیق اس کو قتل کرنے والا جہنم کی آگ میں کبھی نہ مرے گا۔

• پھر فرمایا: آدمی اس وقت تک اپنے دین میں ہے کہ وہ کسی مسلمان کے قتل کا مرتکب نہ ہو۔ اگر عمداً کسی مسلمان کو قتل کرے تو وہ توبہ کی توفیق نہ پائے گا۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص قیامت کے روز خونی گنہگار کی طرح لایا جائے گا۔ وہ کہے گا قسم خدا کی میں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا اور نہ کسی کے خون میں شریک ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے فلاں بندے کا تو نے برائی سے ذکر کیا

تھا، تیری وہ بات مشورہ ہوگئی اور اس کے قتل کا سبب ہوگئی۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جو بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ اوّل وہ جس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو۔ دوم وہ جو شراب خور ہو۔ سوم وہ جو سخن چینی کرتا ہو۔

• جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سب سے پہلے جس کا فیصلہ فرمائے گا۔ وہ مسلمانوں کا خون ہے۔

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کو حاضر کیا جائے گا۔ اُن کا فیصلہ ہوگا۔ پھر اور لوگوں کو جنھوں نے قتل کیا ہوگا۔ پھر باقی بندوں کے فیصلے کیے جائیں گے۔ مقتول اپنے قاتل کو خدا کے سامنے حاضر کرے گا۔ اسی صورت سے جس طرح قتل کیا ہوگا، خون چہرے پر بہتا ہوگا اور عرض کرے گا اے پروردگار! یہ وہ شخص ہے جس نے میرا ایسا حال بنا دیا اُس وقت قاتل انکار نہ کر سکے گا۔

نیز جو شخص دنیا میں کسی بندے کو قتل کرے میں (اللہ تعالیٰ) قیامت کے روز جہنم میں اُسے اسی طرح سو مرتبہ قتل کروں گا۔

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کوئی کسی مومن کو ناحق عمداً قتل کرے اللہ تعالیٰ مقتول کے تمام گناہ قاتل کے نام لکھتا ہے اور مقتول بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ: قیامت کے روز جب لوگ حساب دے رہے ہوں گے، ایک شخص دوسرے شخص کے پاس آئے گا اور اُسے خون آلود کر دے گا۔ یہ شخص کہے گا: اے بندۂ خدا! میرا تجھ سے کیا واسطہ ہے؟ وہ شخص کہے گا: فلاں روز تو نے میری بابت ایک کلمہ کہا تھا جو میرے قتل کا سبب بن گیا تھا۔

۔ معتبر روایت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے" جو کسی بندۂ مومن کو ذلیل کرے
ایسا ہے جیسے علانیہ مجھ سے جنگ کی ہو۔ خدا کے نزدیک گناہگار ترین وہ شخص
ہے جس نے کسی مومن کو ذلیل یا ہلاک کیا ہو۔ جو کسی مومن کو بے گناہ قتل کر دے خدا
مقتول کے جملہ گناہ قاتل کے نام پر لکھ دیتا ہے۔

حقوقِ بادشاہاں

دیندار بادشاہوں کے رعایا پر بکثرت حقوق ہیں کیونکہ وہ رعایا
کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے اُن سے دشمنوں کو دفع کرتے ہیں۔
حدیثِ معتبر میں وارد ہوا ہے کہ شاہانِ عادل کی عزّت و تعظیم کرنا
خدا کی تعظیم بجالانا ہے۔ بعض احادیث میں سلطانِ عادل کی بجائے امامِ
عادل بیان کیا گیا ہے۔

۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا اور آپؑ صحیح و سالم نکل آئے تو اُن کو شہر بدر
کر دیا گیا تو آپؑ وہاں سے شاہانِ قبط کے ملک میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ
ایک صندوق میں بند حضرت سارہ بھی تھیں تاکہ کسی نامحرم کی نظر اُن پر نہ پڑے
اُس ملک کے محاسبوں نے آپ کی تلاشی لی اور صندوق کھولنے کو کہا۔ آپؑ نے منع
کیا اور فرمایا کہ اس صندوق میں میری زوجہ جو میری خالہ زاد بہن ہے موجود ہے۔
لیکن انھوں نے جبراً کھول کر دیکھا کہ ایک نہایت حسین و جمیل عورت صندوق میں
سے برآمد ہوئی۔ انھوں نے بادشاہ کو مطلع کیا اور اُس نے ان سب کو حاضر ہونے کا
حکم دیا۔ جب دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے صندوق کے کھولنے پر بیحد اصرار کیا
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو محصول بھی تم لینا چاہو لے لو لیکن میں صندوق

کھول کر نہ دکھاؤں گا تاکہ میری زوجہ پر کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے، یہ بات قطعاً منظور
نہیں ہے۔ لیکن بادشاہ نے بھی جبراً صندوق کھلوایا اور دیکھا کہ نہایت ہی خوبصورت
عورت صندوق میں ہے اس نے جناب سارہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ادھر جناب
ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے دعا کی، پالنے والے میری عصمت کی حفاظت
فرما۔ بادشاہ کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ وہ گھبرایا اور اس نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ
آپ میرے لیے اپنے خدا سے دعا فرمائیے میں آئندہ دست درازی نہ کرونگا
حضرتؑ نے دعا فرمائی ہاتھ صحیح ہو گیا۔ بادشاہ نے پھر دست درازی کی، اُس کا
ہاتھ پھر خشک ہو گیا۔ اُس نے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دعا کے لیے
درخواست کی۔ آپؑ نے دعا کی۔ ہاتھ پھر صحیح ہو گیا۔ جب تین مرتبہ یہ واقعہ
پیش آیا تو بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم و
تکریم بجالایا۔ اور حضرت سارہ کے واسطے ایک کنیز ہاجرہ نامی پیش کی اور
کہا" اب آپ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ (ان ہی ہاجرہ سے اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے)
آپؑ وہاں سے روانہ ہوئے تو بادشاہ بھی کچھ دور آپؑ کی تعظیم کے
لیے آپؑ کے عقب میں چلتا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دراثناء وحی
ہوئی کہ بادشاہ کو ذلیل نہ کرو اُس کے آگے آگے مت چلو۔ چنانچہ آپؑ نے
بادشاہ سے فرمایا کہ میرے خدا کو یہ بات پسند نہیں کہ میں تجھے حقیر کروں اور
تیرے آگے آگے چلتا رہوں لہٰذا اب میں تیرے عقب میں چلوں گا۔ بادشاہ
یہ سُن کر بیحد متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ واقعی آپؑ کا خدا حلیم و بُردبار اور قابلِ
تعظیم ہے اور ایمان لے آیا۔

۔ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم
ارشاد فرماتا ہے کہ بادشاہوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ میں ہی اُن کو مقرر فرماتا ہوں جیسی

رعایا ہوتی ہے اُس پر ویسا ہی حاکم مسلط کرتا ہوں۔ اگر رعایا بدکردار، خدا کی
نافرمان ہوتی ہے تو ویسا ہی بدکردار و ناانصاف حاکم اُن پر مقرر ہوتا ہے۔ لہٰذا
لوگوں کو چاہیے کہ بجائے بادشاہ بدکردار کو بُرا کہنے کے اپنی اصلاح کریں تاکہ
خدا اُن پر نیکوکار حاکم مقرر فرمائے۔

مفاسدہ قُربِ بادشاہاں

سلاطین اور امراء کی قربت میں دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے
اکثر قربت ہی موجبِ ذلّت ہوتی ہے انسان سلاطین کی قربت کی وجہ سے دنیا میں
جسقدر باعزت ہوتا ہے، عدمِ قربت کی بِنا پر بعد میں وہ دنیا میں بھی اسی قدر ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں
بھی بادشاہ کے ہر اچھے اور بُرے خیال یا افعال کی تائید کرنے کی وجہ سے
ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اور جو جس قدر سلاطین سے زیادہ نزدیک ہوتا
جاتا ہے، وہ خدا سے اسی قدر بعید و دور ہوتا جاتا ہے۔

بادشاہوں کے تقرب سے اوّل تو ظلم میں اعانت کا مرتکب ہونا پڑتا ہے
دوسرے اُن سے دلی الفت اور سچی محبت رکھنا پڑتی ہے۔ حالانکہ خدا کا حکم
اس کے خلاف ہے:

" لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا " (سورہ۔ آیۃ ۱۱۳)

(ظلم کرنے والوں کی طرف مائل نہ ہو)

ایسا کرنے سے تمھیں آگ کا مزا چکھنا ہوگا۔

پس ان لوگوں کی دوستی کی ممانعت میں بہت سی احادیث منقول ہیں
تیسرے، اُن کے بد افعال پر راضی ہونا پڑتا ہے۔ اور ایسا ہونا شرکت ثابت
کرتا ہے۔ چوتھے، اُن کے بُرے افعال و اعمال دیکھ کر خود ایسے اعمال

کی طرف راغب ہونے لگتا ہے۔ پانچویں، ان کی مجلس میں خاموش نہیں
بیٹھ سکتا، اور ان کے لغویات اور خلافِ شرع افعال کو اچھا کہنا پڑتا ہے
جو خدا اور رسولِ خدا صلعم پر افترا ہے۔ چھٹے، ان کی مجلس کے ظلم کو روک
نہیں سکتا، اور نہی عن المنکر کا تارک بنتا ہے۔ ساتویں اپنی غرض کے
سبب سے ان کے ظلم کی حالت پر رہنا پسند کرنا پڑتا ہے تاکہ عزّت و آبرو
میں فرق نہ آئے۔ آٹھویں، رات دن ان کی صحبت میں رہنے سے سنگدل بنتا ہے

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول کہ: بخیل کو راحت
نہیں ملتی۔ حاسد لذّت سے محروم رہتا ہے۔ بادشاہوں میں وفا نہیں ہوتی
جھوٹا آدمی کبھی با مروّت نہیں ہوتا۔ بیوقوف، عقل سے خالی کو بزرگی نہیں
ملتی۔ نیز فرمایا: اگر تیرے کسی دوست کو حکومت و ریاست مل جائے تو اس کا
سلوک اور دوستی تیرے ساتھ پہلے کی بہ نسبت دسواں حصہ رہ جائے گی گر
اسقدر بھی اس کو بُرا دوست نہ سمجھ۔

• جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ:
چار چیزیں دل کو خراب کر دیتی ہیں۔ اور سنگدلی کا باعث ہو جاتی ہیں۔
اور نفاق کی خصلت اس طرح دل میں بڑھاتی ہیں جیسے پانی درخت کو۔
اوّل۔ ناچ رنگ اور گانا سننا۔ دوم۔ فحش کلام کرنا۔ سوم۔ بادشاہوں
کے پاس جانا۔ چہارم۔ شکار کی تلاش میں رہنا۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ جو بادشاہوں کا ہمنشین ہو
وہ فتنہ پرداز ہو جاتا ہے۔ اور جسقدر بادشاہ سے نزدیک تر ہوتا ہے اسی قدر
خدا سے دور ہو جاتا ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ظلم

کرنے والا اور جو ظلم پر اس کی امداد کرے اور جو اس کے ظلم پر رضامند ہو تینوں ظلم کے گناہ میں شریک ہیں۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ظالم بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف کرے اور دنیا کے لالچ پر اس کے آگے عاجزی اور فروتنی سے پیش آئے۔ وہ جہنّم میں اس کے ساتھ ہوگا اور جو کوئی ظالم کو ظلم کا راستہ دکھائے جہنّم میں ہامان کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص ظالم کی طرفداری میں جھگڑا کرے، یا اُس کی امداد کرے، ملک الموت اس کی موت کے وقت اس سے کہے گا۔ تجھے خدا کی لعنت اور جہنّم کی بشارت ہو۔

• بسندِ معتبر جناب امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایسی مجلس میں نہ جاؤ جہاں ظالم بادشاہ ظلم و سختی سے کسی کو مارتا ہو یا قتل کرتا ہو کیونکہ تم مظلوم کی امداد نہ کرسکو گے، اور مظلوم کی مدد کرنا اس پر جو وہاں موجود ہو واجب ہے، اور جب تم موجود نہ ہوگے، نہ تمھیں اس کی اطّلاع ہوگی تو تمھارے اوپر حجّت قائم نہ ہوگی۔

ظالموں کے مددگار

جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے اپنی وفات سے قبل امام حسنؑ کو وصیّت فرمائی: اے فرزند! نیک آدمی کے ساتھ اس کی نیکی کی وجہ سے دوستی رکھو اور بدکردار فاسق سے ظاہری سلوک رکھو، تاکہ تمھارا دین اُس کے شر سے محفوظ رہے، مگر دل میں اس سے نفرت ہی رکھنا۔

• منقول ہے کہ ظالموں کے مددگار قیامت کے روز آتشی پردوں کے اندر رہیں گے۔ اور خداوندِ عالم کی طرف سے ایک فرشتہ ندا دے گا

کہاں ہیں ظالم اور ظالموں کے مددگار اور وہ لوگ جنھوں نے اُن کی دوات میں صوف ڈالی، اور ان کے لیے مال کی تھیلی بند کی یا اور کسی قسم کی امداد کی اُن کو بھی ظالموں کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

• اور فرمایا: کوئی شخص بادشاہ کا مقرّب نہیں بنتا، مگر جس وقت خدا سے دور ہو جاتا ہے اور کوئی شخص زیادہ مالدار نہیں ہوتا، مگر یہ کہ اس کا حساب زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ اور کوئی شخص نہیں کہ اس کے پیروکار زیادہ ہوں، مگر یہ کہ اس کے شیطان بڑھ جاتے ہیں۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ پرہیزگاری اور نیکوکاری کے ساتھ اپنی حفاظت کرو۔ اپنے دین کو تقیّہ کے ساتھ مضبوط کرو بادشاہوں کے پاس حاجت لیجانے کی بجائے اللہ کی طرف رُجوع کرو اور استغنا حاصل کرو، اور یقین جانو کہ جو مومن کسی صاحبِ سلطنت کے سامنے یا کسی مخالفِ دین کے سامنے عجز و انکساری اور طمعِ دنیا کی غرض سے ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے گمنام کر دیتا ہے اور اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ اس کے مال و رزق سے برکت اُٹھا لیتا ہے۔ اُسے حج و عمرہ بجالانے اور غلام و کنیز آزاد کرنے کا بھی ثواب عطا نہیں فرماتا۔

حُکّام سے ملاقات

اگرچہ مومنوں کی شان کے خلاف ہے کہ وہ سلاطین، امراء یا حُکّام کے حاشیہ برداروں میں قرار دیے جائیں لیکن چند وجوہات کے پیشِ نظر حکّام یا امراء سے رابطہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(۱) اگر یہ خطرہ ہو کہ تعلّقات منقطع کرلینے پر جانی یا مالی نقصان و ضرر

رسانی کا اندیشہ ہو تو بہ نیتِ تقیہ حکّام سے تعلّقات رکھنا جائز ہوگا۔
چنانچہ ائمہ معصومین علیہم السّلام نے اسی اصول کے پیشِ نظر حکّام سے بگاڑنے
کی کوشش نہیں کی۔

(۲) حکّام سے تعلّقات رکھنا اُس وقت جائز ہے جبکہ کسی مومن کی مدد
کرنا یا اس کو ظلم سے نجات دلانا مقصود ہو۔

(۳) اگر حکّامِ ظالم اور جابر ہوں اور نصیحت کرنے سے امید ہو کہ وہ
راہِ راست پر آجائیں گے تو ان سے تعلّقات رکھنا اور ملنا جائز ہے۔

بہت سی حدیثوں میں وارد ہے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور
عزّت و عہدے کی زکوٰۃ یہ ہے کہ مومن بھائی کے کام میں اس کو صرف کرے۔
جس طرح مال زکوٰۃ ادا کرنے سے بڑھتا ہے اسی طرح عزّت و منزلت بھی راہِ خدا
میں صرف کرنے سے بڑھتی ہے۔ اور جیسے زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے مال زائل ہو جاتا
ہے۔ اسی طرح عزّت کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے ذلّت نصیب ہوتی ہے۔

• ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا: اگر میں
پہاڑ پر سے گر جاؤں اور ریزہ ریزہ ہو جاؤں تو اپنے لیے بہتر سمجھتا ہوں بہ نسبت
اس کے، کہ کسی ظالم حاکم کے طریقے پر حاکم کی طرف سے عامل و متولّی مقرّر
کیا جاؤں یا اُس کے پاس جانے کے لیے اس کے فرش پر قدم رکھوں۔ ہاں اس
لیے جانے کو بُرا نہیں سمجھتا کہ کسی مومن کی تکلیف میرے جانے سے دور ہو جائے
یا کوئی گرفتار قیدی رہائی پائے، یا کسی مومن کا قرض ادا ہو جائے۔

بتحقیق ظالموں کے مددگاروں کے واسطے جو عذاب مقرّر ہے سب سے کم
درجہ اس کا یہ ہے کہ اُن کے روبرو آگ کا پردہ لگایا جائے گا۔ تا وقتیکہ
خداوندِ عالم حساب سے فارغ ہو۔

پھر آپؑ نے زیاد بن قلاد سے فرمایا: اے زیاد! اگر تو ایسے لوگوں کی طرف
سے عامل مقرّر کیا جائے، اپنے مومن بھائیوں سے احسان کرنا۔ ممکن ہے
اسی سے تیرے گناہوں میں تخفیف ہو جائے۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے
کہ: کوئی ظالم بادشاہ یا حاکم ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک مومن نہ ہو جس کے
ذریعے سے خداوندِ عالم شیعوں کو اس ظالم کی ایذا سے بچاتا ہے۔ مگر آخرت
میں اس مومن کا حصّہ تمام مومنوں سے کم ہوگا۔ کیونکہ اس نے ظالم کی مصاحبت
اختیار کی۔

بادشاہوں کے پاس ہدایت کی غرض سے جانا جائز ہے یا یہ نیّت ہو کہ ان
کے حالات دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

حضرت لقمان علیہ السّلام بادشاہوں، امیروں اور حاکموں کے پاس وعظ و
نصیحت کرنے کے لیے تشریف لیجایا کرتے تھے اور انواع و اقسام کی بلاؤں اور
تکلیفوں میں ان کو گرفتار دیکھ کر ان پر رحم فرماتے تھے اور دنیا کی بے اعتبار
اور ناپائیدار چیزوں پر اُن کی دلبستگی کا حال ملاحظہ فرما کر افسوس کرتے تھے۔
ان کے واقعات سے عبرت حاصل کرتے، اُن کے اطوار و اخلاق سے اُن اُمور
کو اختیار فرماتے جن کے ذریعے سے اپنے نفس پر غالب ہو سکیں اور خواہشاتِ
نفسانی کا مقابلہ کر کے مجاہدے کی منزل کو طے کر سکیں۔

نیک اخلاق کا بیان

بسندِ صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے
منقول ہے کہ، مومنوں میں اسی کا ایمان پورا اور کامل ہے جس کا اخلاق نیک ہو۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ: قیامت کے روز میزانِ

عمل میں نیک خُلق سے بہتر کوئی شے نہ ہوگی۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بہتر کوئی عمل نہیں کہ آدمی اپنے نیک اخلاق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالے۔

• ایک اور حدیث میں فرمایا کہ: نیک خلق آدمی کو اس شخص کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے جس نے عمر بھر روزے رکھے ہوں اور راتوں کو عبادت کی ہو۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے سب سے زیادہ وہ شے جس سے میری اُمّت بہشت میں جائے گی اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیزگاری اور حُسنِ خلق ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حُسنِ خلق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح آفتاب برف کو۔

• نیز فرمایا: خلقت کے ساتھ نیکی کرنا اور لوگوں میں نیک اخلاق سے رہنا، گھروں کو آباد رکھتا ہے۔ اور عمروں کو دراز کرتا ہے۔

• ایک اور حدیث میں فرمایا: نیک اخلاق اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے جو اپنی خلقت کو اس نے مرحمت فرمایا ہے بعض اخلاق ان میں ایسے ہیں، جو پیدائشی اور طبعی ہیں اور بعض کو انسان اپنے ارادے اور اختیار سے حاصل کرتا ہے۔

راوی نے پوچھا: یا حضرت! ان دونوں میں سے کونسا بہتر ہے۔؟

فرمایا: پیدائشی خلق والا۔ کیونکہ زہے نصیب ان کا جنھیں اللہ تعالیٰ نے فطرتاً ایسا ہی بنایا، اور وہ اس کے برخلاف نہیں کرسکتا، اور اپنی ہمت و ارادے سے نیک خلق اختیار کرنے والا اپنے اوپر جبر کرتا ہے اور خوشنودیٔ خدا کے لیے نیک خلق اپنے اندر پیدا کرتا ہے اس لیے یہ بہتر ہے اور اس کا

ثواب بھی زیادہ ہے۔

• ایک اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نیک خلق کے عوض میں جہاد کرنے والے کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلعم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انصار میں سے کسی کی کنیز آئی اور آنحضرتؐ کے پیراہنِ مبارک کا دامن پکڑ لیا۔ آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اس خیال سے کہ شاید اسے کچھ کہنا ہے۔ مگر وہ خاموش رہی اور کچھ نہ کہا، تین مرتبہ اسی طرح کیا۔ چوتھی بار جب حضرتؐ اُٹھے تو تھوڑا سا دامن آنحضرتؐ کا کاٹ لیا۔ اصحاب اس حرکت پر ناراض ہوئے اور کہا: تُو نے حضرتؐ کو اسقدر تکلیف کیوں دی۔؟

اُس نے کہا: ہمارے گھر میں ایک مریض ہے۔ میرے آقا نے مجھ سے کہا کہ حضرتؐ کے پیراہن کا ایک ٹکڑا لے آ۔ تاکہ اس کی برکت سے مریض کو شفا نصیب ہو۔ جب میں نے لینا چاہا تو حضرتؐ کھڑے ہوئے۔ شرم کی وجہ سے نہ حضرت سے کچھ کہہ سکی اور نہ ٹکڑا لے سکی آخر جب کوئی صورت نہ دیکھی تو چوتھی مرتبہ دلیری کر کے تھوڑا پارچہ کاٹ لیا اور اب لیجاتی ہوں۔

بد خُلقی

باسنادِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بداخلاقی ایمان کو اور نیک اعمال کو خراب کر دیتی ہے جیساکہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔

• نیز فرمایا: بدخُلق آدمی کی توبہ قبول نہیں ہوتی، کیونکہ ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے اس سے بدتر دوسرے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

• فرمایا: مومن ہمیشہ نیک خُلق، نرم طبیعت اور حلیم مزاج ہوتا ہے اور کافر کج خلق، بدمزاج اور سخت طبیعت ہوتا ہے۔

• کسی نے آنجنابؐ سے پوچھا: یا حضرت! نیک اخلاق کا کیا اندازہ ہے؟

فرمایا: اپنا مزاج نرم رکھو، کسی کو تم سے تکلیف نہ ہونے پائے اپنا کلام نرم اور شیریں رکھو، جب اپنے برادرانِ مومن سے ملو خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرو۔

• جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تم دنیا میں تمام لوگوں کو اپنے مال سے خوش نہیں کر سکتے، تو خوش خلقی سے سب کو اپنا گرویدہ اور شیدا بنالو۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا صلعم کو سعدؓ بن معاذ انصاری کے انتقال کی خبر دی گئی۔ آنحضرتؐ مع تمام اصحاب کے ان کے جنازے پر تشریف لے گئے غسل کے وقت آپؐ ان کے پاس کھڑے رہے، جب فراغت پائی اور جنازہ اُٹھایا گیا تو آنحضرتؐ بلا کفش و ردا صاحبِ عزا کی طرح ساتھ تھے کبھی داہنی جانب کاندھا دیتے تھے کبھی بائیں جانب۔ جب قبر پر پہنچے تو آپؐ خود اُن کی قبر میں اتر گئے اور اپنے دستِ مبارک سے انھیں لحد میں لٹایا۔ پھر انٹیں لگائیں اور گارے سے سوراخ بند کیے۔ پھر مٹی ڈالتے تھے اور فرماتے تھے میں جانتا ہوں کہ سعد کا جسم بوسیدہ ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ بندہ جو کام کرے پختہ و مضبوط کرے۔

جب آنحضرتؐ، سعدؓ بن معاذ کی قبر کو ہموار کر رہے تھے تو سعد کی والدہ

نے کہا: اے سعد! بہشت تمھیں مبارک ہو۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: اے سعد کی ماں! خاموش رہو، کیونکہ اس وقت سعدؓ کو قبر میں فشار ہو رہا ہے۔

جب آنحضرتؐ وہاں سے واپس ہوئے تو اصحاب نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! جو اہتمام آپؐ نے سعدؓ کے جنازے پر کیا ہے کسی اور پر آپؐ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا گیا۔ بلا کفش (پا برہنہ) و بے ردا تشریف لے گئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ اسی طرح مثل صاحبِ عزا اس کے جنازے کے ساتھ تھے۔ ان کو دیکھ کر میں نے بھی ایسا ہی کیا۔

اصحاب نے عرض کیا: یا حضرت! کبھی آپؐ جنازے کی دائیں جانب کاندھا دیتے تھے اور کبھی بائیں جانب۔ اس کا کیا سبب ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: میرا ہاتھ جبرئیلؑ کے ہاتھ کے ساتھ تھا جس طرف کو وہ ہوتے تھے، میں بھی ہو جاتا تھا۔

اصحاب نے عرض کیا: یا حضرت! آپؐ خود اُن کے غسل میں شامل ہوئے اور جنازے کی نماز پڑھائی، اپنے دستِ مبارک سے لحد میں اُتارا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو فشارِ قبر ہو رہا ہے۔؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: فشارِ قبر اُن کو اس لیے ہوا کہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کے ساتھ کج خلقی سے پیش آیا کرتے تھے۔

• منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: یہ دو خصلتیں مسلمان میں نہ ہونی چاہئیں، ایک بخل، دوسرے کج خلقی۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! مومن کی شناخت یہ ہے کہ وہ بااخلاق ہو اس لیے کہ بداخلاق کبھی خدا کا دوست نہیں ہو سکتا۔ وہ مومن جو خوش اخلاق ہو وہ بداخلاق عابد و زاہد و متقی

سے بدرجہا افضل ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوش اخلاقی یہ ہے کہ مومن برادرِ مومن سے خوش روئی، کشادہ پیشانی اور خوش گفتاری سے پیش آئے۔ کوشش کرے کہ برادرِ مومن کو تحائف پیش کرکے یا وقتِ ضرورت امداد دے کر خوش کرے۔

اے ابوذر! نیک اور پاک بات ایک قسم کا صدقہ ہے اگر اس بات کا فائدہ کسی مومن کو پہونچا تو تصدق کا ثواب ملے گا۔

اے ابوذر! مسجد میں جانا اور وہاں بیٹھنا سب لغو اور بیکار ہے مگر تین کاموں کے واسطے۔ نماز پڑھنے، قرآن پڑھنے اور مسائلِ دینیہ پڑھنے یا پڑھانے کے واسطے۔

اے ابوذر! خدا مکان و زمان سے بے نیاز ہے، وہ کسی مکان کا محتاج نہیں ہے غلط گو اور مشرک ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز وہی ہے بلکہ ہر شے اس کی صفاتِ کمالیہ کا ایک مظہر اور آئینہ ہے جس کو دیکھ کر اس کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا کوئی عرش نہیں اور ہر جگہ اُس کا عرش ہے وہ اپنے دوست کو جہاں لے جاکر معزز کردے وہی اس کا عرش ہے وہ جس مومن کے قلب کو اپنے جلوۂ بے پایاں سے منوّر کردے وہی اُس کا عرش ہے۔ دنیا کی جس چیز کو اُس سے نسبت دے دو وہی عرشِ اعظم ہے۔

مٹی اور گارے سے بنا ہوا خانہ کعبہ جس میں نہ سونے چاندی کی زینت نہ لعل و یاقوت کی آرائش ہے۔ اس کی نسبت کی وجہ سے سیاہ پتھر بھی اس کا شاہانِ عالم کے لیے قابلِ صد تعظیم ہے۔ خانہ کعبہ سے مشابہت رکھنے والی مسجدیں محض شباہتِ کعبہ اور اس کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے وہ عظمت

رکھتی ہیں کہ اس کے کہنہ بوریہ کا ایک تار ملک قیصر و خاقان کے خراج سے بیش قیمت ہے۔ من جملہ فوائد مسجد سے ایک بڑا فائدہ اجتماعِ مومنین ہے جو باہم ملاقات کے ذریعے سے ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں اور ان کی ضروریات میں کام آتے ہیں۔

الغرض نمازِ جماعت کے فوائد لاتعداد اور بیشمار ہیں۔

ثوابِ نمازِ جماعت

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نمازِ جماعت کی صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ وہاں شیطان اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔

- ایک اور روایت میں ہے کہ جماعت کی صف سے الگ نہ کھڑا ہو۔ کیونکہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ کو بھیڑیا نہیں چھوڑتا۔
- بسندِ معتبر جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ زمین پر میری اُمّت کی صفیں ایسی ہیں جیسی آسمان پر فرشتوں کی صفیں۔ پھر ارشاد فرمایا: نمازِ جماعت کی ایک رکعت ان پر چوبیس رکعتوں کے برابر ہے جن کی ایک ایک رکعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک چالیس سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اور جس روز حق تعالیٰ تمام اوّلین و آخرین کو حساب کے لیے جمع کرے گا اس روز خداوندِ عالم ایسے شخص کو جس نے نمازِ جماعت کے لیے قدم اُٹھایا ہولِ قیامت سے محفوظ رکھے گا اور بہشت میں جگہ دے گا۔
- ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی نمازِ فجر جماعت سے ادا کرے اور طلوعِ آفتاب تک تعقیبات اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے، حق تعالیٰ جنّتِ الفردوس میں اُسے ستّر درجے عطا فرمائے گا، اور ہر ایک درجہ دوسرے درجے تک فربہ و تیز رفتار گھوڑے کی ستّر سال کی مسافت کے برابر

ہوگا؛ اور جو شخص نمازِ ظہر باجماعت پڑھے اللہ تعالیٰ جنّتِ عدن میں اُسے پچاس درجے عطا فرمائے گا۔ جس کا ایک درجہ دوسرے درجے سے فربہ و تیز رَو گھوڑے کی رفتار سے پچاس سال کی راہ مسافت کے برابر ہوگا۔ اور جو نمازِ عصر باجماعت پڑھے' ایسا ہے گویا اُس نے اولادِ حضرت اسماعیلؑ سے آٹھ غلام آزاد کیے۔ اور جو شخص نمازِ مغرب باجماعت پڑھے، اُس کے نام ایک حجِ مبرور اور ایک عمرۂ مقبول کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جو کوئی نمازِ عشاء باجماعت پڑھے تو شبِ قدر کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

• منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے اصحاب سے ارشاد فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمھیں ایسا عمل بتا دوں جو تمھارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور اس سے تمھارے حسنات خداوندِ عالم زیادہ کرے۔ ؟

سب نے عرض کیا: یا حضرت! ارشاد فرمائیے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: وضو کو پورے طور سے انجام دو خواہ موسم سرد اور پانی ٹھنڈا ہو، اور مسجد میں جایا کرو اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کیا کرو جو کوئی تم میں سے وضو کرکے گھر سے باہر نکلے اور مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھے اور بیٹھا رہے اور دوسری نماز کا انتظار کرے تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ خداوندا! اس کو بخش دے۔ اس پر رحم فرما، اور رحمت نازل فرما۔

• بروایت دیگر ایک اور حدیث میں منقول ہے: جو شخص کسی جماعت کی پیشنمازی اُن کی اجازت سے کرے اور لوگ اس کی امامت پر راضی ہوں تو وہ نماز میں اعتدال کا لحاظ رکھے، اُن کے حال کے مطابق اچھی طرح نماز پڑھائے خداوندِ عالم اُس کو اس تمام جماعت کے ثواب کے برابر ثواب اُسے عطا فرمائے

گا اور اُن کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

اور فرمایا: جو کوئی مسجد میں نمازِ جماعت کے لیے چل کر جتنے قدم اُٹھائے گا اس کے بدلے ستّر ہزار نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ اور ستّر ہزار درجے بلند کیے جائیں گے۔ اور اگر اسی حالت میں اُس کی موت واقع ہو جائے تو خداوندِ عالم ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا کہ قبر میں اُس کی عیادت کو آئیں گے۔ قبر کی تنہائی کے مونس ہوں گے اور تاوقتیکہ قبر سے اُٹھایا جائے، اُس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

• ایک اور حدیث میں فرمایا: جو شخص مسجد کی اذان سُنے اور بلا کسی عُذر کے اور بغیر کسی ضرورت کے مسجد سے نکل جائے۔ وہ منافق ہے بشرطیکہ اُس کا ارادہ مسجد میں واپس آنے کا نہ ہو۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: جو شخص پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھتا ہو اُس کی طرف سے نیک گمان رکھو اور اس کی گواہی قبول کرو۔

• ایک اور روایت میں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نمازِ فجر اور نمازِ عشاء باجماعت پڑھے وہ خدا کی حفاظت میں ہے۔ اگر کوئی اس پر ظلم کرے گا تو ایسا ہے گویا اس نے خدا پر ظلم کیا اور جو اُس کا عہد و پیمان توڑے گا، گویا اُس نے خدا سے پیمان توڑا۔

• نمازِ جماعت کی ایک نماز پچیس فرادیٰ نمازوں کے برابر ہے۔

• طلوعِ فجر اور طلوعِ آفتاب کے درمیان خدا سے روزی طلب کرو کہ اس کی تاثیر روزی کے معاملے میں اس سفر سے بھی زیادہ ہے جو تجارت کے لیے کیا جائے۔

ثوابِ تعقیبات

بسندِ معتبر جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے: "اے فرزندِ آدم! مجھے صبح کی نماز کے بعد ایک ساعت یاد کر، اور عصر کی نماز کے بعد ایک ساعت۔ تاکہ میں تیری حاجتوں کو پورا کروں اور تیری مہمّات کے لیے کافی ہو جاؤں"

• ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کی نماز کے بعد جا نماز پر بیٹھا ذکرِ خدا کرتا رہے تاوقتیکہ آفتاب نکلے، حق تعالیٰ اُسے آتشِ جہنّم سے محفوظ فرمائے گا اور اُسے خانۂ کعبہ کے حج کا ثواب عطا فرمائے گا اور تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

• جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ: صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد تعقیبات پڑھنا روزی کی برکت اور اضافے کا باعث ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ ہر نماز کے بعد نمازی کی ایک دعا، قبول ہوتی ہے۔

• فرمایا آنحضرتؐ نے: اے ابوذرؓ! جو لوگ اطاعتِ خدا بجالاتے اور حرام کے ترک کرنے میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہیں، پس وہ ذکرِ خدا اور یادِ خدا بہت کرتے ہیں خواہ ان کی نماز، اُن کا روزہ اور ان کی تلاوتِ قرآن مجید کم ہی کیوں نہ ہو۔

• اے ابوذرؓ! پرہیزگاری اور ترکِ حرام اصلِ دین ہیں اور دین کا راز خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہے۔

• اے ابوذرؓ! پرہیزگار بنو، تاکہ سب سے زیادہ عابد ہو جاؤ۔ اور دین کے اعمال میں سب سے بہتر خدا کی حرام چیزوں سے بچنا ہے۔

• اے ابوذرؓ! زیادہ علم کی فضیلت زیادہ عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے، اگر تم اسقدر نمازیں پڑھو کہ کمان کی مانند خمیدہ ہو جاؤ اور اتنے روزے رکھو کہ کمان کے چلّے جیسے لاغر ہو جاؤ، پرہیزگاری کے بغیر یہ چیزیں کچھ نفع نہ دیں گی۔ جن لوگوں نے حرام چیزوں سے پرہیز کیا، زہد و ترکِ دنیا اختیار کیا، بیشک وہ خدا کے دوست اور اس کے اولیا ہیں۔

تقویٰ اور پرہیزگاری

تقویٰ اور پرہیزگاری کے بہت سے مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ کفر اور شرک سے بچنا۔ جو ہمیشہ کے لیے جہنّم میں اذیّت کا باعث ہیں۔ اور ایسے تقویٰ کے بغیر کوئی عمل اور عبادت صحیح نہیں ہے دوسرا مرتبہ تمام محرّمات اور ترکِ واجبات سے تقویٰ رکھنا۔ تیسرا مرتبہ مکروہات کے ارتکاب اور مستحبّات کے ترک سے تقویٰ رکھنا۔ یہ مرتبہ بتدریج ترقّی کر کے اس درجے و مرتبے کا متّقی سوائے معبودِ حقیقی کے کسی اور طرف متوجّہ نہیں ہوتا۔ اور پہلے دو درجے جن کے اور بھی بہت سے مدارج ہیں عمل کی قبولیت اور انسان کے کامل بنانے میں بہت دخل رکھتے ہیں۔ جس قدر آدمی ان میں زیادہ کامل ہوتا جائے اس کا عمل قبولیت میں قریب ہوتا جاتا ہے اور اس کے اعمال سے قربِ خدا، محبّتِ معبود، معرفتِ الٰہی اور حُسنِ اخلاق کے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے: "اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ" اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حقِ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ بندے خدا کی اطاعت کریں گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ ہر دم خدا کی یاد میں رہیں کسی وقت اسے فراموش نہ کریں، اس کی نعمتوں کا شکر بجالائیں، کفرانِ نعمت سے اجتناب کریں۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: یا حضرت! اعمال میں بہترین عمل کونسا ہے؟
آپؑ نے فرمایا: تقویٰ اور پرہیزگاری۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: تھوڑا عمل جو تقوے کے ساتھ ہو اس بہت عمل سے بہتر ہے جو بے تقویٰ ہو۔

• نیز فرمایا: محرّماتِ الٰہی سے بچو! عبادت اور اطاعت بجالانے میں کوشش وسعی کرو۔ یقین جانو کہ عبادت کی کوشش بغیر حرام سے اجتناب کیے اور پرہیزگاری اختیار کرنے کے کچھ مفید نہیں۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عمر بن سعید نے کچھ نصیحتیں چاہیں تو آپؑ نے فرمایا: حرام سے بچو! پرہیزگاری اختیار کرو۔ محرّماتِ الٰہی سے بچو! عبادت واطاعت بجالانے میں کوشش اور سعی کرو یقین جانو کہ عبادت کی کوشش بغیر حرام سے بچنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے کے کچھ مفید نہیں۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ ورع یعنی حرام سے بچنا تم پر لازم ہے کیونکہ جو کچھ ثواب کے مراتب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں بغیر ورع یعنی حرام سے بچنے کے نہیں مل سکتے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ عبادتوں میں سب سے زیادہ مشکل ورع یعنی حرام سے بچنا ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق میرے اصحاب میں وہی شخص شامل ہے جس کی پرہیزگاری زیادہ ہو وہ اپنے خالق ومعبود کی عبادت کرے اور اسی سے ثواب کی اُمید رکھے ایسے لوگ میرے اصحاب ہیں۔

• ایک حدیث میں منقول ہے کہ تم اسی کو مومن خیال کرو جو ہمارے احکام کی اطاعت کرے۔ اور ہماری کہی ہوئی باتوں کا شوق وخواہش رکھے۔ منجملہ ہماری متابعت کے ایک یہ ہے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے، پرہیزگاری کو اپنی آرائش بنائے، تاکہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو اور ورع سے ہمارے دشمنوں کے مکروفریب سے اپنے آپ کو دور رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مرتبہ بلند رکھے۔ مشتبہ چیزوں سے توقف کرو؛ سب سے زیادہ عبادت کرنے والا وہ شخص ہے جو واجبات اور فرائض کو بجالائے اور قائم رکھے؛
سب سے زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو ترک کرے؛
سب سے بڑا عابد وہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تمہیں لازم ہے کہ ورع اختیار کرو، حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچو! کیونکہ ورع اس دین میں ہے جس کے ہم مالک ہیں، اور اس پر ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں اور شیعوں سے بھی ایسا ہی چاہتے ہیں۔ پس حرام کا ارتکاب کرکے ہمیں شفاعت کی تکلیف میں نہ ڈالو کیونکہ اس صورت میں شفاعت دشوار ہوگی۔

• جناب علیؑ بن الحسینؑ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ، ہمارے نزدیک کوئی گھونٹ لذیذ اور پسندیدہ نہیں مگر غصّے کا گھونٹ جس کو پی جائیں اور جس پر غصّہ ہو اُسے معاف کردیں۔ سزا نہ دیں۔ جو شخص اپنے غصّے کو روکے خداوندِ عالم دنیا اور آخرت میں اس کی عزّت زیادہ کرتا ہے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: حق تعالیٰ نے جہالت اور بدمزاجی پر کسی کو عزّت نہیں دی اور حلم وبردباری پر ہرگز کسی کو ذلیل نہیں کیا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

تین خصلتیں جس شخص میں ہوں، خداوند تعالیٰ قیامت میں اُسے حورالعین عطا فرمائے گا۔ ۱: غصّے کو پی جانا۔ ۲: راہِ خدا میں تلوار کھا کر صبر کرنا۔ ۳: مالِ حرام ہاتھ لگتا ہو، مگر خدا کے خوف سے اُسے چھوڑ دینا۔

• بسندِ معتبر جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

خداوندعالم نے اپنے پیغمبروں میں سے کسی کو وحی بھیجی کہ "کل صبح جب باہر نکلے تو اوّل: جو چیز تجھے نظر آئے اُسے کھالے۔ دوسرے: جس شے کو دیکھے اُسے پوشیدہ کردے۔ تیسرے: جو شے سامنے آئے اُسے قبول کرلے۔ چوتھے: جو شے آئے اُسے مایوس نہ کر۔ پانچویں شے سے دور بھاگ جانا۔

جب صبح ہوئی اور پیغمبرِ خدا باہر نکلے تو دیکھا کہ سامنے ایک پہاڑ ہے۔ کھڑے ہو کر سوچنے لگے، دل میں کہا، خدا کا حکم ہے کہ جو شے نظر آئے اُسے کھالے، حیرت میں تھے کہ کیا کروں، پھر خیال آیا کہ اگر مجھ میں طاقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہرگز حکم نہ دیتا۔ یہ سوچ کر کھانے کے ارادے سے پہاڑ کی جانب آگے بڑھے۔ جس قدر نزدیک گئے پہاڑ چھوٹا ہوتا چلا گیا، بالآخر بہت ہی قریب پہنچ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک لقمے کے برابر ہے۔ اُسے اٹھا کر منھ میں رکھا تو ایسی لذّت محسوس کی کہ کبھی ایسی لذیذ چیز کھائی ہی نہ تھی۔ پھر آگے چلے تو دیکھا کہ ایک سونے کا طشت رکھا ہے۔ چونکہ اسے چھپا دینے کا حکم تھا اس لیے ایک گڑھا کھود کر مٹّی میں پوشیدہ کردیا۔ اور آگے کو روانہ ہوئے تو کچھ دور جا کر مڑ کر دیکھا تو طشت مٹّی کے نیچے سے نکلا ہوا باہر رکھا تھا دل میں کہا، خدا کا جو حکم تھا وہ میں نے پورا کردیا۔ اب مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں۔ تھوڑی دور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک پرندہ اُڑتا ہوا دیکھا، اُس کے پیچھے ایک باز اُس کے شکار کو تیزی سے لپک رہا ہے۔ پرندے نے پیغمبر سے

پناہ کی التجا کی تو اُنھوں نے اپنی آستین اُس کے لیے کھول دی، پرندہ اس کے اندر چھپ گیا۔ باز نے قریب پہنچ کر پیغمبرِ خدا سے عرض کیا، کہ بہت دیر سے میں اس کے شکار کرنے کی کوشش میں پیچھے لگا ہوا تھا، آپ مجھے اس سے کیوں محروم کرتے ہیں۔؟

پیغمبرِ خدا کو مایوس نہ کرنے کا حکم تھا، اِس لیے اپنی ران سے تھوڑا سا گوشت کاٹ کر باز کو دے دیا۔ جب آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک مردار جانور پڑا ہوا ہے اور اُس میں کیڑے چل رہے ہیں اور سخت بدبو آرہی ہے۔ اس سے بھاگنے کا حکم تھا۔ اس لیے وہاں سے دور ہٹ گئے اور اپنے گھر کی طرف واپس ہوئے رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پیغمبر! جو کچھ ہم نے حکم دیا تھا، تم نے پورا کیا لیکن تمھیں معلوم نہ ہوا کہ یہ چیزیں حقیقتاً کیا تھیں پیغمبر نے عرض کیا، میں نہیں جانتا۔

ارشادِ ربّ العزّت ہوا: اے پیغمبر! جو پہاڑ تو نے دیکھا وہ آدمی کے غصّے کی صورت تھی، جب انسان غضبناک ہوتا ہے تو جوش میں اپنے آپ سے نکل جاتا ہے اور اپنی قدر وحیثیت نہیں سمجھتا، لیکن اگر جوشِ غضب کو ضبط کرے اور غصّے کو پی جائے تو اس کا انجام مثل اس لذیذ وخوشگوار لقمے کے ہوتا ہے جو تُو نے کھایا تھا۔

اور سونے کے طشت کی مثال نیک اعمال کی تصویر ہے۔ کہ آدمی خواہ اُن کو کتنا ہی چھپائے، مگر تمھارا اللہ اُسے ظاہر کردیتا ہے تاکہ دنیا میں اپنے بندے کو عزّت عطا فرمائے اور آخرت میں ثواب سے نوازے اور پرندے کی مثال نصیحت کرنے والے کی طرح ہے کہ اسے قبول کرنا چاہیے۔

اور باز سے مراد ایسا آدمی ہے جو تم سے کچھ حاجت طلب کرے اُسے ہرگز مایوس و محروم نہ کرنا چاہیے۔

اور گندے مردار سے مراد غیبت اور بدگوئی ہے کہ اس سے نفرت کرنا اور دور بھاگنا ضروری ہے۔

آئمہؑ کا حلم

جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلعم کا بستر آنحضرتؐ کی عبا تھی۔ اور تکیہ گوسفند کے چمڑے کا، جس میں کھجور کی کھال بھری تھی۔ ایک شب وہ عبا آپؐ کے نیچے دوہری کر کے بچھائی گئی، تاکہ آپؐ کو زیادہ آرام ملے۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آج رات نرم بستر ہونے کے سبب سے مجھے نماز کو دیر ہو گئی، لہٰذا آئندہ اکہرا بستر بچھایا جائے۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اصحابِ رسولؐ اور خود اپنے اصحاب سے کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں، مگر باوجود قدرت اور اختیار کے سب کو معاف کرتے رہے۔ چنانچہ جنگِ جمل میں سب آپؑ کے برخلاف ہو گئے۔ آپؑ کے اصحاب کو شہید کیا اور بہت بے ادبی کی پھر بھی جب لڑائی ختم ہوئی تو سب کو معاف فرما دیا۔ حالانکہ جس طرح چاہتے ان کو سزا دے سکتے تھے۔ جناب عائشہؓ کو باعزّت و احترام مدینہ روانہ کیا۔ ستّر عورتیں ان کے ہمراہ کر دیں۔ مروان بن حکم کو باوجود اس کی گستاخیوں اور ایذا رسانیوں کے رِہا کر دیا۔ عبداللہ بن زبیر کو قید کر کے آزاد کر دیا۔ جو آپؑ کا سخت دشمن تھا۔ وہ بہت ہی بے ادب مخالف تھا۔

ایسا ہی حضرت نے نہروان کے خوارج کے ساتھ سلوک کیا۔ ابنِ ملجم ملعون جب حضرت کو زخمی کرنے کے بعد حاضر کیا گیا تو آپؑ نے اس کے قتل کا حکم نہ دیا۔ بلکہ امام حسن علیہ السلام سے فرمایا: کہ اس کو ایک ضرب سے زیادہ نہ مارنا۔ نہ اس کے ناک و کان وغیرہ کاٹنا۔ جیسا کھانا میں کھاتا ہوں، ویسا ہی اس کو بھی دینا۔ ہزارہا خوارج آپؑ کے عہدِ خلافت میں موجود تھے جو علانیہ آپؑ کو (معاذاللہ) کافر کہتے تھے اور طرح طرح رمز و کنائے کرتے تھے، مگر آپؑ اُن کو معاف فرماتے تھے اور کچھ تعرّض نہ کرتے تھے۔

• منقول ہے کہ ایک روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے راستے میں ایک عورت کو پانی کی مشک بھرے کندھے پر لیجاتے دیکھا۔ آپؑ نے مشک اُس سے لیکر اپنے دوشِ مبارک پر رکھ لی اور فرمایا: چل، میں اسے تیرے گھر چھوڑ آتا ہوں۔ راستے میں آپؑ نے اس کا حال دریافت کیا تو اس عورت نے کہا: میرے شوہر کو جناب امیرالمومنینؑ نے جنگ میں بھیجا تھا۔ وہ وہاں قتل ہو گیا۔ اب میں ہوں اور میرے خُرد سال یتیم بچے ہیں گزارے کی کوئی صورت نہیں، لوگوں کے گھروں میں خدمت کر کے کچھ لے آتی ہوں، اور ان کی پرورش کرتی ہوں۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام مشک اس کے گھر پہنچا کر واپس آئے اور تمام شب اس فکر میں پریشان رہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک بڑے تھیلے میں آٹا اور کھجوریں، گوشت اور کچھ کھانے کی چیزیں بھر کر اُس عورت کے گھر کا رُخ کیا۔

اصحاب نے عرض کیا: یا حضرت! یہ تھیلہ ہم اُٹھا کر چلتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہاں تو تم اٹھا لو گے لیکن قیامت کے روز میرا بوجھ کون

اُٹھا کر چلے گا۔ ؟

الغرض آنجناب وہ بوجھ اُٹھائے ہوئے عورت کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی۔

عورت نے دروازہ کھولا اور پوچھا: آپ کون ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا: جس نے کل تیری مشک پہنچائی تھی، اب میں تیرے بچوں کے لیے کچھ کھانے کی چیزیں لایا ہوں۔

اس عورت نے کہا: خدا آپ کو جزائے خیر دے اور علیؑ کا اور میرا قیامت کے دن فیصلہ فرمائے۔

آپؑ نے فرمایا: میں مزید کچھ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے تیرا آٹا خمیر کر کے روٹیاں پکانا چاہتا ہوں، تو بچوں کو سنبھال۔ یا میں تیرے بچوں کو بہلاتا ہوں اور تو آٹا خمیر کر کے روٹیاں پکالے۔

عورت نے کہا: آٹا خمیر کرنا اور روٹیاں پکانا میں بہتر جانتی ہوں مناسب ہے کہ آپ اتنی دیر میرے بچوں کی خبر گیری کریں۔

چنانچہ عورت نے آٹا خمیر کرنا شروع کیا اور آپؑ گوشت پکانے میں مصروف ہوگئے اور بچوں کو کھجوریں دے کر بہلایا، جب گوشت تیار ہوگیا تو چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کر بچوں کو کھلاتے جاتے اور فرماتے: اے بچو! علیؑ کے قصور کو معاف کردو۔

جب خمیر تیار ہوگیا تو عورت نے کہا: اے بندۂ خدا! آپ تنور روشن کردیں

آپؑ نے تنور گرم کرنا شروع کیا کہ اسی دوران ہمسائے کی ایک عورت جو آپؑ کو پہچانتی تھی، گھر میں آگئی، آپؑ کو اس حالت میں دیکھ کر اُس عورت سے کہا: تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو امیر المومنینؑ، بادشاہِ مسلمین سے یہ خدمت

لے رہی ہے۔ ؟

یہ سنتے ہی وہ عورت دوڑ کر احساسِ شرمندگی سے حضرتؑ کے پاؤں میں گر پڑی۔ روتی ہوئی کہنے لگی: یا امیر المومنینؑ! میں اس شرم سے خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گی۔ مجھے معاف فرمادیجیے۔

آپؑ نے فرمایا: بلکہ میں ایسا شرمسار ہوں کہ خدا کو کیا جواب دوں گا۔

• منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب محمدؒ بن حنفیہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے درمیان کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ جناب محمدؒ بن حنفیہ نے حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ بھائی جان! میرے اور آپ کے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں، مگر آپؑ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہؑ زہرا، جناب رسولِ خداؐ کی بیٹی ہیں۔ اگر تمام دنیا سونے کی ہوجائے اور میری والدہ کے قبضے میں ہو، تب بھی وہ اُن جناب کی برابری نہیں کرسکتیں آپؑ اس خط کو پڑھتے ہی آکر مجھے راضی کیجیے۔ کیونکہ فضیلت واحسان میں آپ کا مرتبہ مجھ سے بہت زیادہ ہے۔ والسّلام

جب یہ خط آنجناب کی خدمت میں پہنچا۔ پڑھ کر فوراً ہی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ اور رنجش دور کی۔ اس کے بعد پھر کبھی ناخوشگوار موقع نہ آیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں مومنین کے درجات کی بلندی کا باعث ہیں۔ موسمِ سرد میں وضو کرنا، مسجد میں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اور جماعت کی ہر نماز میں شریک ہونا۔

• جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں علیؑ بن ابیطالبؑ کو حکم دوں گا ہر اُس شخص کے گھر کو جلا دینے کا جو بغیر کسی عذر کے نمازِ جماعت میں شریک نہیں ہوتا۔

فرمایا، اے ابوذر! التقویٰ اختیار کرو اس لیے کہ کوئی عملِ نیک اتنا مفید
نہیں ہوتا جس قدر تقویٰ کے ساتھ اس کو بجالایا جائے۔

ابوذر نے سوال کیا، یارسول اللہ! تقویٰ کیا ہے۔

ایک آدمی نیک اعمال اِس طرح بجالاتا ہے کہ بھوکوں کو کھانا
کھلاتا ہے، ہمسایہ کی خبر لیتا ہے مگر دوسری طرف کچھ گناہ بھی کرلیتا ہے
ان گناہوں سے پرہیز کرنا اور ہر حال میں خدا سے ڈرنے کا نام تقویٰ ہے

جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا، نیک ترین انسان وہ ہے
جو ظالم کے ظلم کو معاف کردے۔ جو بدی کرے اُس کے ساتھ نیکی سے
پیش آئے۔ جو بدسلوکی کرے اُس پر احسان کرے۔ عطا و بخشش کرے
اس پر، جو اسے محروم کردے۔ نیز فرمایا متقی وہ ہے جو ظلم پر صبر کرے اور
رضائے خدا میں غصہ کو پی جائے۔ اور جہاد میں ثابت قدم رہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دشمنوں کے ساتھ
جنہوں نے انتہائی تکالیف حضور کو پہونچائیں، کبھی اُنکے ساتھ بُرا سلوک نہیں کیا۔
انھیں ہمیشہ معاف فرمایا۔ چنانچہ ایک روز ایک شخص نے آپ کی پس پشت
آکر چادر پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا جس سے آپ کی گردن سخت متاثر ہوئی۔ آپ
نے مڑ کر دیکھا اور کہا کیا بات ہے۔ اُس نے کہا کچھ عطا کرو۔ آپ نے اُس کا
سوال فوراً پورا کردیا۔

فتح مکہ کے بعد کفارِ قریش کو یقین تھا کہ اب رسول خدا ہم سے انتقام
لیں گے مگر آپ نے اُن سب کو نہ صرف معاف کیا بلکہ کچھ انعامات دے کر خوش
کرنے کی کوشش فرمائی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ

طاقتور کون ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، جو سب سے زیادہ حلیم و بُردبار ہے۔

پھر سوال کیا گیا سب سے زیادہ حلیم کون ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، جو سب سے زیادہ غصہ کو پینے والا ہو۔

جناب رسول مقبول، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمینؐ کے حلم و بُردباری کی
انتہا نہ تھی۔ امیر حمزہ جیسے شفیق اور وفادار چچا کے دل کو چبانے والی کو بخشدیا
اور جانی دشمن کے گھر کو جائے امن قرار دیدیا۔ آنحضرتؐ کو بعثت سے وقتِ رحلت
تک جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا اُن کو خود آپؐ نے بیان فرمایا ہے کہ کسی
نبی کو اتنی اذیت نہیں دی گئی جس قدر مجھے اذیت دی گئی ہے۔ مگر آپؐ نے تمام
مصائب کو نہایت صبر و تحمل سے برداشت فرمایا

یہی حال آپ کے بعد آپؐ کے وصیٔ برحق حضرت علی بن ابیطالبؑ
علیہ السلام کا ہوا کہ آپؑ نے بعدِ رحلتِ رسول اللہؐ جن شدائد کا مقابلہ کیا
وہ ایک شجاع اور بہادر انسان کے لیے ناممکن تھا لیکن آپؑ نے اپنے تحمل
و بُردباری کا مظاہرہ فرمایا اور دنیا والوں کو دکھایا کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ صرف شجاع
نہیں ہے بلکہ شجاعت، تحمل و بردباری کے ساتھ ہے۔ نیز بنتِ رسولؐ پر جو شدائد
گذرے ان پر صبر و تحمل سے کام لینا صرف آپ ہی کا کام تھا۔

جنگِ جمل میں جان کے دشمن پر فتح حاصل کرنا اور پھر انتقام نہ لینا
بلکہ نہایت عزت و احترام سے ستر عورتوں کی نگرانی میں مدینہ بعافیت پہونچا دینا،
آپؑ ہی کا کام تھا۔ نیز اپنے قاتل کی شربت سے تواضع وغیرہ کرنا ایسے واقعات موجود
ہیں جن سے آپ کی شجاعت، اور تحمل و بُردباری کی واضح ترین مثالیں موجود ہیں۔

آپؑ کے خصائلِ حمیدہ کی تائید اس موقع پر ایک آپ کے جانی دشمن

سے کرائی جا رہی ہے۔ معتبر روایت ہے کہ ضرار بن حمزہ ایک روز معاویہ کے دربار
میں گئے۔ معاویہ نے دیکھ کر اُن سے کہا کہ آج علیؑ بن ابیطالب کے کچھ اوصاف اور
خصوصیات بیان کرو۔

ضرار نے معذرت چاہی۔ اس طرف سے اصرار ہوا۔

ضرار نے فرمایا، واللہ علیؑ بن ابی طالبؑ انتہائی عاقبت اندیش تھے
راہِ خدا میں انتہائی ثابت قدم تھے۔ جو فرماتے تھے وہ سب حق ہوتا تھا اور جو حکم
دیتے تھے وہ سب عدل ہوتا تھا۔ آپ کے ہر پہلو سے علومِ الٰہی کے سمندر موجزن
تھے۔ اور آپ کے اقوال پُر از حکمت بحرِ مواج کی طرح تھے۔ جو خود زینت
دنیا سے متنفر اور تاریکیٔ شب سے مانوس تھے۔ محبتِ الٰہی میں گریاں، مناجات
میں مصروف، لباس موٹا، معمولی اور ناپسندیدہ اور خوراکِ لذیذ کو ناپسند فرماتے
تھے۔ ہمارے درمیان ہم جیسے ایک تھے۔ جب ہم جاتے تو اپنے قریب بٹھلاتے ہماری
ہر بات کا جواب دیتے۔ مگر رعب و دبدبے کی وجہ سے ہم ان سے بات بھی نہ کر سکتے
تھے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو دندانِ مبارک مثل مروارید چمکتے تھے۔

صاحبانِ علم کی عزت فرماتے۔ مساکین اور فقراء سے محبت کرتے تھے۔

قسم معبودِ حقیقی کی کہ میں نے خود دیکھا کہ آپ راتوں کو پیشِ خدا اس طرح تڑپ کر
فریاد کرتے تھے جیسے کوئی سانپ یا بچھو کا کاٹا ہوا تڑپ کر چلاتا ہے۔ میں اکثر سُنتا
تھا کہ وقتِ مناجات فرمایا کرتے تھے "اے دنیا مجھے نہ لُبھا، جا کسی اور کو فریب
دے۔ میں تیرے فریب میں آنے والا نہیں۔ میں تو تجھے تین مرتبہ طلاق دے
چکا ہوں، اے دنیا تیری عمر بہت کم ہے۔ تو کسی سے وفا نہیں کرتی، تیری آرزو کرنا
بیکار ہے۔"

ابھی یہاں تک بیان کیا تھا کہ معاویہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور

تمام اہل مجلس بھی رونے لگے۔

ابوذر غفاری راوی ہیں کہ جعفر بن ابیطالبؑ ایک کنیز حبشہ سے چار سو
درہم میں خرید کر لائے تھے جس کو بطور ہدیہ خدمتِ امیر المومنین علیہ السلام میں پیش کی۔
مگر آپؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ کی خوشنودی کی خاطر اس کنیز کو راہِ خدا میں آزاد کر دیا اور
چار سو درہم راہِ خدا میں تصدق فرما دیے۔ اس کے صلے میں خداوند عالم نے وحی نازل
فرمائی کہ اے رسولؐ! علیؑ سے کہہ دو ہم نے کنیز کے آزاد کرنے پر بہشت عطا فرمایا اور
درہم کے تصدق کرنے پر جہنم کا اختیار دے دیا۔ علیؑ جس کو چاہیں بہشت ہمارے
حکم سے عطا کریں اور جس کو چاہیں جہنم میں داخل کریں۔

پس اُس روز سے جناب امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ
میں ہوں قسیمِ جنت و جہنم۔ خود جناب فاطمہ بنتِ رسولؐ نے بھی جس تحمل اور صبر کا
حیاتِ رسولؐ اور بعد حیاتِ رسولؐ مظاہرہ فرمایا اور ہر مصیبت پر صبر کیا اور شکرِ
خالق ادا کیا، اس سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ دروازے کا انہدام اور بطنِ اقدس
میں جناب محسن کی شہادت کچھ کم مصیبت نہ تھی مگر اللہ رے صابرہ کبھی دشمن کے
لیے بد دعا نہ کی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان مصائب کے علاوہ جو آپ کو پہونچائے
گئے سب سے بڑی مصیبت ناقابلِ برداشت یہ تھی کہ جناب امیر المومنینؑ کے
متعلق دشمنانِ دین توہین آمیز تقاریر کرتے اور آپ صبر و تحمل سے سُنتے اور
برداشت کرتے تھے۔

اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو صبر و ضبط کی انتہا کر دی، کربلا کے
میدان میں آنکھوں کے سامنے دوست، انصار، عزیز و اقارب، بھائی بھتیجے
بھانجے، فرزندِ دلبند شہید ہوتے دیکھے اور صبر کیا۔ خود آپ کے جسمِ اقدس پر

بے حساب زخم تیر و شمشیر و سناں موجود تھے لیکن آپ نے بد دعا کیلئے زبانِ مبارک نہ کھولی بلکہ وقتِ شہادت قاتل کے خنجر کے نیچے شکرِ خالق بجا لائے۔

امام حسین علیہ السلام کا حلم

• جناب امام علی بن الحسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب میں اپنے پدرِ عالی قدر جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ سے کربلا جا رہا تھا، میں نے دیکھا کہ راستے میں جہاں بھی آپ قیام فرماتے یا کوچ کرتے تھے تو آپؑ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا بہت ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز آپؑ نے فرمایا: دنیا، خدا کے نزدیک ایسی حقیر و ذلیل شے ہے کہ حضرت یحییٰؑ جیسے پرہیزگار کا سرِ مبارک بنی اسرائیل کی ایک بدکار اور فاحشہ عورت کے سامنے ہدیے کے طور پر رکھا اور پیش کیا گیا۔ آنجنابؑ کے وفورِ حلم کی یہ حالت تھی کہ باوجودیکہ آپ کے فرزندوں، عزیزوں اور دوستوں کو کربلا میں اُن ملاعین نے روبرو قتل کیا۔ بحکمِ خدا تمام زمین و آسمان کے فرشتے، جنات وحوش و طیور اور تمام مخلوق وغیرہ زیرِ فرمان تھے، مگر قاتلوں سے انتقام لینے کا ارادہ نہ کیا، اور نہ ان کے لیے عذاب کی بد دعا کی۔ ایک روایت کے اعتبار سے تین سو ساٹھ زخم آپؑ کے جسمِ اقدس پر لگے تھے۔ دوسری روایت ہے کہ ایک سو اسّی زخم نیزوں اور تلواروں کے اور چار ہزار زخم تیروں کے بدن مبارک پر لگے، اس پر بھی حضرت نے ان اشقیاء کی حالت پر رحم فرما کر بد دعا کے لیے لب تک نہ ہلائے، ہدایت کی کوشش آخری وقت تک جاری رکھی۔ قوّتِ ربّانی اور ضربتِ روز حیدری سے بہت سوں کو بضربِ شمشیر و نیزہ واصلِ جہنم کیا۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ آپؑ نے

ایک ہزار نو سو پچاس ملاعین کو اپنے دستِ مبارک سے قتل کیا۔ زخمیوں کی تعداد ان مقتولین کے علاوہ ہے۔

• روایت میں ہے کہ شبِ تیرہ و تاریک میں امام حسین علیہ السلام اگر کسی جگہ تشریف رکھتے تھے تو آپ کی پیشانیٔ اقدس اور گردنِ مبارک کا نور اسقدر چمکتا تھا کہ لوگوں کو آنجناب کی موجودگی کا علم ہو جایا کرتا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا حلم

منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی کنیز کے ہاتھ سے ایک پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تو وہ خوفزدہ ہو کر کانپنے لگی اور رنگ زرد ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: تو کیوں اس قدر خوفزدہ ہے۔ جا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا۔

• ایک دفعہ کسی نے آنجناب کو کچھ ناسزا کہا۔ آپ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اُس نے دوبارہ پکار کر کہا کہ میں آپ ہی کو کہہ رہا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: میں تجھے معاف کرتا ہوں اور تیری خطا سے درگذر کرتا ہوں۔

• ایک اور روایت میں ہے کہ آنجناب کا ایک آزاد کردہ غلام تھا آپؑ نے اس کو زراعت کے کام پر لگا رکھا تھا۔ ایک روز آپؑ اس کا کام ملاحظہ فرمانے کے لیے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ اس نے غفلت سے کھیتی کو خراب کر دیا ہے۔ تنبیہ کے طور پر اسے ایک تازیانہ مارا۔ مگر ساتھ ہی بہت افسوس کرنے لگے۔ جب گھر تشریف لائے تو اس غلام کو بلایا۔ وہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت اپنا پیراہن اُتارے اور وہی تازیانہ سامنے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ وہ ڈرا کہ شاید آپ پھر سزا دیں گے۔

چنانچہ حضرت نے تازیانہ اُٹھا کر اُسے دیا اور فرمایا: آج مجھ سے تمہارے حق میں ایک غلطی ہوگئی ہے جبکہ اس سے قبل کبھی ایسی بات نہ ہوئی تھی۔ جس طرح یہ تازیانہ میں نے تمھیں مارا تھا اس کے قصاص میں اسی طرح مجھے بھی تازیانہ لگاؤ۔

غلام نے عرض کیا: یا مولا! میں سمجھتا تھا کہ مجھے اور سزا ملے گی، کیونکہ میرے قصور پر آپ مجھے سزا دیں، مناسب ہے۔

حضرت نے دوبارہ فرمایا اور بہت اصرار کیا۔

اس نے عرض کیا: خدا کی پناہ، مجھ سے ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں نے اپنا قصاص آپ کو معاف کیا۔

جب آپ نے دیکھا کہ کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو فرمایا: اچھا اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کے عوض اپنا ایک کھیت جس پر تو کام کرتا ہے، میں وہی تجھے بخشتا ہوں۔

• منقول ہے کہ ایک روز جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے مکان پر چند مہمان کھانا کھانے کے لیے مدعو تھے۔ آپؑ کا غلام جو کھانا دینے پر مامور تھا، کچھ گرم کھانا دسترخوان پر رکھنے کے لیے لیکر آرہا تھا۔ راستے میں ہاتھ سے خوان گر پڑا، اور حضرت کا ایک چھوٹا بچہ اُس کی زد میں آگیا۔ اُسے اسقدر چوٹ لگی کہ اس تکلیف سے مرگیا۔ غلام بہت خوفزدہ ہوا آپؑ نے جب اس کو زیادہ پریشان دیکھا، تو فرمایا: مت گھبرا، تُو نے عمداً تو ایسا نہیں کیا ہے۔ پھر کیوں ڈرتا ہے۔ میں نے تجھے آزاد کیا۔

پھر آپؑ حسبِ معمول مہمانوں کے ساتھ مصروف اطعام وضیافت ہوگئے۔ فارغ ہو کر بچے کو غسل وکفن دیا اور دفن کر دیا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے جناب رسولِ خداؐ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنے بندۂ مومن کی خواہش کے مطابق جو شے میں اسے نہیں دیتا، اس میں بھی اس کی بہتری مدِّنظر ہوتی ہے۔ اُسے چاہیے کہ میری رضا و خوشنودی پر راضی رہے۔ بلا و مصیبت پر صبر کرے، میری نعمتوں کا شکر ادا کرے تاکہ اسے اپنے مخلصین و صدّیقین میں شمار کروں۔

• ایک اور حدیث میں آنجناب نے فرمایا کہ جو امر واقع ہونا تھا تو جناب رسولِ خدا صلعم کبھی یہ نہ فرماتے تھے کہ ایسا نہ ہوتا، کاش اس طرح ہوجاتا۔ یا اس طرح نہ ہوتا، بلکہ اس طرح ہوجاتا تو بہتر ہوتا۔ اور فرمایا کہ ایسا کہنے والا شخص کسی طرح مومن ہوسکتا ہے۔ جو اپنے پروردگار کی مرضی کو پسند نہ کرے اور اپنے مرتبے کو حقیر جانے۔ یہ تمام خدا کی طرف سے اسی کے واسطے مقرّر ہوچکا ہے اور جس شخص کے دل میں سوائے رضائے الٰہی کے کسی اور امر کا خیال نہ گذرے، میں ضامن ہوں کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی

• منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا یا حضرت! مومن کو کس چیز سے پہچانیں کہ وہ دراصل مومن ہے؟

آپؑ نے فرمایا: رضائے الٰہی پر راضی ہونے سے۔ خواہ وہ تکلیف دہ ہو یا باعثِ راحت۔

• بسندِ معتبر جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرزندِ آدم! میری اطاعت کر اور مجھے وہ چیزیں یاد نہ دلا جو تیرے فائدے کی ہیں، کیونکہ میں تجھ سے بہتر ان کو جانتا ہوں۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"توانگری اور عزّت گردش میں ہیں، جہاں توکّل کو پاتی ہیں وہاں قیام کرتی ہیں اور اپنی جگہ بنا لیتی ہیں۔"

• ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جناب داؤد علیہ السّلام کو خدا نے وحی بھیجی کہ "اے داؤدؑ! جو بندہ مجھ پر بھروسہ کرے اور خلقت کی طرف سے منھ پھیر لے اور میں اس کی نیّت کو دیکھ لوں کہ راستی پر ہے پھر اگر زمین و آسمان اور جو اُن کے درمیان ہیں، اُس کے ساتھ مکر و فریب کریں تو میں اس کے لیے رہائی کا راستہ بنا دوں گا، اور جو کوئی بندہ میری خلقت میں سے کسی پر بھروسہ رکھے اور اسی پر اعتماد کرے تو مجھے اس کے دل کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ میں اس کے آسمانی وسیلوں کو قطع کر دوں گا، زمین کے راستے اس کے مسدود کر دوں گا اور کچھ پرواہ نہ کروں گا کہ وہ کس جنگل میں ہلاک ہوتا ہے۔

• ایک اور حدیث میں فرمایا: جو شخص ایسے کاموں کی طرف متوجّہ ہو کہ خدا کے پسندیدہ ہیں، خدا اُس کے کاموں کی طرف متوجّہ ہوگا جو اُس کے پسندیدہ ہیں اور مہیّا فرمائے گا، اور جو کوئی خدا سے اجتنابِ معاصی کی مدد طلب کرے خداوندِ عالم اس کی محافظت فرمائے گا جس کے حال کی طرف خداوندِ عالم توجّہ فرمائے اور حفاظت کرے، وہ شخص پرواہ نہیں کرتا، خواہ اُس کے اوپر کیسی ہی بلا نازل ہو۔ کیونکہ وہ تقویٰ و پرہیزگاری کے سبب اس گروہ میں شامل ہے جو خدا کے حفظ و امان میں ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ۔"

(بتحقیق، متّقی لوگ مقامِ امن میں ہیں۔)

• بسندِ معتبر جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ

جس چیز کی طرف تیرا خیال ہے بہ نسبت اس کے اس کی زیادہ اُمید رکھ جس کا خیال و گمان دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی اہلیہ کے لیے آگ لینے گئے تھے اور کلیم ہوگئے، پیغمبری کا رتبہ مل گیا۔ اور شہرِ سبا کی ملکہ سیر کو نکلی اور ملکہ بلقیس اسلام کے شرف سے مشرّف ہوگئی۔ فرعونؑ کے جادوگر فرعونؑ کی عزّت رکھنے کو آئے تھے، اُنھیں ایمان کی عزّت حاصل ہوگئی۔

• بسندِ معتبر امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب موسیٰؑ بن عمرانؑ نے خدا سے عرض کیا: پروردگارا! تو مجھے بھیجتا ہے اور میرے خُرد سال بچّوں کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰؑ! کیا تم راضی نہیں کہ میں ان کا نگراں اور روزی رساں ہوں۔؟

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا: بیشک، پروردگارا! تو بہترین وکیل اور سب سے اچھا نگراں و محافظ ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السّلام نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی کہ: اے بیٹا! جو شخص طلبِ روزی میں خدا پر یقین نہیں رکھتا، اُسے چاہیے کہ عبرت حاصل کرے اور غور کرے کہ خدا تعالیٰ نے اُسے پیدا کیا اور تین ایسی حالتوں میں روزی پہنچائی کہ وہاں سوائے خدا کے کوئی روزی رساں نہ تھا۔ پس ضروری ہے کہ چوتھی حالت میں وہی روزی کا انتظام فرمائے گا۔

مترجم: شاعرِ مشرق اقبالؒ نے سچ کہا ہے۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے ÷ اک ضربِ یدّاللّٰہی اک سجدۂ شبیری

سلسلۂ امامت کے ہر فرد نے اپنے اپنے زمانے میں جابر و ظالم امراء و حکام

کے دور میں ساری زندگی قید و بند کی تکالیف برداشت کیں لیکن بد دعا کسی کے لیے نہ کی۔ اور اُن حضرات کا صبر و تحمل ہی پیغامِ حق کی تبلیغ کا کام دیتا رہا۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا'

اے ابوذر ! اگر تم چاہتے ہو کہ قوی ترین انسان بنو' تو صبر و تحمل اور توکّل اختیار کرو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا' مومن وہ ہے جو راحت و تکلیف دونوں میں خوش اور راضی برضائے الٰہی ہو۔

جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ انسان کو ہر حال میں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے اتنے احسانات ہیں جن کا شکریہ بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی کہ زندگی کے چار دَور ہیں۔ تین دَور ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان کا کوئی مددگار نہیں، خداوندِ عالم خود اس کی بقائے حیات کا انتظام فرماتا ہے۔ شکمِ مادر میں گرمی سردی سے حفاظت فرماتا اور رزق کا انتظام فرماتا ہے۔ دوسرا دور جب شکمِ مادر سے باہر آتا ہے تو اس کے لیے دودھ کی نہریں جاری کر دیتا ہے جس سے وہ سیر و سیراب ہوتا ہے اور اس کے بعد ماں باپ کے دل میں اس قدر محبت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس کے، ہر حال میں محنت مزدوری وغیرہ کر کے کفیل ہوتے ہیں۔ پھر وہ جب صاحبِ عقل اور لائقِ کسب ہو جاتا ہے تو کیوں اس خدائے قادر سے مایوس ہوتا ہے۔ اس کو اب بھی یہ یقین کرنا چاہیے کہ جس نے عالمِ مجبوری میں میری مدد فرمائی تھی وہ آج بھی مجھ پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے۔

اللہ پر توکّل

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: شیطان کہتا ہے

کہ تمام لوگ میرے قبضے میں ہیں، مگر پانچ آدمی ایسے ہیں جن کا میرے پاس کوئی علاج نہیں، کسی حیلے سے میں انھیں اپنے قابو میں نہیں لا سکتا۔

اوّل: وہ جو نیک نیّتی سے اپنے کاموں میں خدا پر توکّل کرے۔

دوم: وہ جو رات دن' ہر وقت تسبیحِ خدا میں مصروف رہے۔

سوم: وہ جو مومن اپنے مومن بھائیوں کے لیے وہی چاہتا ہو جو اپنے لیے چاہتا ہے

چہارم: وہ جو مصیبت و تکلیف کے وقت جزع فزع نہ کرے۔

پنجم: وہ جو تقدیرات پر راضی ہو اور روزی کم ہونے کا غم نہ کرے

• بسندِ معتبر حضرت امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے اصحاب سے کسی اپنے غیر حاضر صحابی کا حال دریافت فرمایا۔ اُنھوں نے عرض کیا: یا حضرت! وہ بیمار ہے۔ چنانچہ آپؑ اُس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ قریب المرگ ہے۔

آپؑ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: اپنے خدا کی طرف نیک گمان رکھو۔ اس نے عرض کیا: یا حضرت! خدا پر میرا گمان بہت نیک ہے مگر بیٹیوں کی طرف سے بہت غمگین ہوں، اسی غم نے مجھے بیمار کر ڈالا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جس سے تو اُمید کرتا ہے کہ تیرے گناہوں کو معاف کرے اور نیکیوں کو دوچند کرے، بیٹیوں کے لیے بھی اُسی سے اُمید رکھ۔ کیا تجھے اُمید نہیں کہ رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: جب میں شبِ معراج سدرۃ المنتہٰی سے گذرا تو اس کے پتّوں اور شاخوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بعض پتّوں سے پستانیں لٹک رہی ہیں اور اُن سے دودھ ٹپک رہا ہے، بعضوں سے شہد بعضوں سے روغن، بعض پتّوں سے آٹا اور بعض سے میوے زمین کی طرف

گر رہے ہیں اور بعضوں میں سے کپڑے لٹک رہے ہیں۔ میں نے دل میں
کہا کہ یہ کہاں سے گر رہے ہیں۔ اس وقت جبرئیلؑ میرے ساتھ نہ تھے کہ ان سے
دریافت کر لیتا۔ میں جبرئیلؑ کے مقام سے بلندی پر جا چکا تھا۔

پس خداوندِ عالم نے میرے دل میں آواز دی: اے محمدؐ! میں نے ان کو بلند
مقام پر اُگایا ہے، تاکہ تمھاری اُمّت کے بچّوں کو روزی پہنچاؤں۔ بیٹوں کے
باپوں سے کہہ دو کہ اپنی تنگدستی اور فقیری پر دل تنگ نہ ہوں جس طرح میں
نے ان کو پیدا کیا ہے اسی طرح اپنی قدرت سے اُنھیں روزی بھی پہنچاؤں گا۔

• بسندِ معتبر جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ:
خداوندِ عالم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی، اے داؤدؑ! تم ارادہ
کرتے ہو اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں، مگر ہوتا وہی ہے جس کا میں ارادہ کرتا ہوں
اگر تم میرے ارادے کے مطیع ہو جاؤ اور اس پر راضی رہو تو جو تمھارا مطلب ہوگا
عطا کروں گا، اور اگر راضی نہ ہوگے، تکلیف میں ڈالوں گا اور مطلب کے
حاصل کرنے کی کوشش میں تھکاؤں گا۔ آخر ہوگا وہی جو میرا ارادہ ہوگا۔ اگر تم
میرے ارادوں کے مطیع ہو جاؤ گے اور ان پر راضی رہو گے تو جو تمھارا مطلب
ہوگا عطا کروں گا۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ ارشادِ خدائے تعالیٰ ہے کہ:
"جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری تقدیرات پر یقین نہ رکھے اسے چاہیے
کہ میرے سوا کوئی اور پروردگار تلاش کر لے۔ نیز دنیا کے حصّے سے جو
کچھ تیری قسمت کا ہے تجھے ضرور ملے گا خواہ تو کتنا ہی کمزور و ضعیف ہو
اور جو تکلیف تیرے حصّے میں آچکی ہے تو اپنی طاقت سے اُسے دفع نہیں
کرسکتا، اور جو چیز کسی سے ضائع ہو جائے تو اگر اس سے اُمید منقطع کرے، ہمیشہ

راحت میں رہے گا۔" اور جو کوئی خداوندِ عالم کی مقدّر کی ہوئی روزی پر راضی ہو
ہمیشہ خوشحال اور خوشدل رہتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: بندہ، خداوندِ عالم کی نعمت، قضا اور بَلا کے درمیان ہے اُسے
لازم ہے کہ بَلا پر صبر کرے اور قضا پر تسلیم و رضا اختیار کرے اور نعمتوں کا شکر
بجا لائے۔

- حضرت امام رضا علیہ السلام سے توکل بخدا کے معنی پوچھے گئے
آپؑ نے فرمایا، توکّل کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب یہ یقین ہے کہ خدا ہمارے
ساتھ ہے تو کسی سے نہ ڈریں۔ ہر حال میں آرام، ہو یا تکلیف اس کی رضا پر
راضی و خوشنود رہیں اور کسی کو اس سے زیادہ اپنا معاون اور مددگار نہ سمجھیں۔
اس لیے کہ دوسروں کی مدد پر یقین کرنا بھی شرکِ خفی ہے۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انگشتری کو ایک
انگلی سے دوسری انگلی میں پہننا کہ فلاں کام یاد آجائے، یہ بھی شرکِ خفی ہے
اِس لیے کہ غیر سے یعنی انگشتری سے امداد کا طالب ہوا۔

• بسندِ معتبر منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے حضرت جبرئیلؑ
سے دریافت فرمایا کہ توکّل بر خدا کے کیا معنی ہیں۔؟

جبرئیلؑ نے عرض کیا: اس سے یہ مراد ہے کہ آدمی سمجھے کہ بندگانِ خدا اپنے
نفع یا نقصان پر قدرت نہیں رکھتے۔ نہ کچھ دے سکتے ہیں اور نہ روک سکتے
ہیں۔ اس لیے اُن کی طرف سے ہر قسم کی اُمید کو قطع کرے۔ جسے یہ مرتبہ حاصل
ہو جائے وہ جو کام کرے گا خدا کے بھروسے پر انجام دے گا، اُس کے سوا غیر کا
اُمیدوار نہ ہوگا۔ اور اس کے بغیر کسی سے نہ ڈرے گا۔ نہ دوسرے پر طمع
رکھے گا، جو کچھ خدا کی طرف سے پہنچے خلوص دل کے ساتھ اس پر راضی ہو اور

کوئی گِلہ و شکایت نہ کرے، تمام کاموں میں خدا پر بھروسہ رکھے، جو کچھ وہ کرے اسی پر راضی رہے، اور یقین رکھے کہ خدا تعالیٰ انسان کی بھلائی میں کوتاہی نہیں کرتا، اپنی مہربانی کو انسان سے بچا کر نہیں رکھتا۔

جب انسان قضاءِ الٰہی پر رضا کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اس کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔ اور اسی میں بہتری سمجھتا ہے اسے ہر دم تسلّی و اطمینان رہتا ہے۔ مصیبت کے وقت پریشان ہو کر گھبراتا نہیں، بلکہ شکر بجالاتا ہے، اور صبر کرتا ہے۔ کوئی رنج و تکلیف اسے حیران نہیں کرتی، ان حالات میں بھی خدا کی عبادت نہیں چھوڑتا، کسی کا دشمن نہیں ہوتا کہ کیوں اس نے مجھے فلاں فلاں چیزیں نہیں دیں۔ انسان کے عطیّے و بخشش پر اس کی محبّت میں ایسا محو نہیں ہوتا کہ خدا کو بھول جائے، کسی سے یہ حسد نہیں ہوتا کہ اس کے پاس مجھ سے زیادہ کیوں ہے، دنیا کی چیزوں پر لوگوں سے لڑتا جھگڑتا نہیں، سب کے ساتھ محبّت اور دوستی خدا کے لیے کرتا ہے۔ عبادت ایسی خالص ہوجاتی ہے کہ ریا سے بالکل پاک، تغیّراتِ دنیا اور حوادثِ زمانہ سے غمگین و ملول نہیں ہوتا۔

بہلول سے لوگوں نے پوچھا کس حال میں ہو؟

بہلول نے کہا، اُس سے اس کا حال پوچھتے جس کی خواہش کے مطابق آسمان گردش کر رہا ہو، اُس کی مرضی کے مطابق زمین ساکن ہو اور جو کچھ زمین اور آسمان میں ہو رہا ہے وہ سب اُس کی (میری) مرضی اور خواہش کے مطابق ہو رہا ہو۔؟

لوگوں نے کہا بہلول کافر ہوگیا ہے۔

بہلول نے کہا، سنو! روزِ اوّل سے جب سے میں نے ہوش سنبھالا

ہے اپنی مرضی اور خواہش کو بہ تمام و کمال خالق کے سپرد کر دیا ہے اور اُس کی مرضی کو اپنی مرضی سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا اب جو کچھ وہ اپنی مرضی سے کر رہا ہے وہ میری مرضی کے مطابق اور میری ہی مرضی سے ہو رہا ہے۔ مگر ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے۔ خدا نے جس کی جو تقدیر میں لکھ دیا ہے اس کو وہ ضرور پاتا ہے۔ جو روزی انسان کی قسمت میں لکھ دی گئی اگرچہ اس سے کتنا ہی بھاگے مگر وہ اس کو پہونچ کر رہے گی۔ (تاہم روزی کے لیے سبب ضروری ہوتا ہے اگر کوئی دکاندار اپنی دکان پر بروقت پہونچ جائے تو وہ روزی جو اُس کی خلقت سے ہزاروں سال قبل اللہ تعالیٰ نے لکھدی تھی بذریعۂ خریدار (گاہک) اس کو حاصل ہو جائیگی لیکن اگر وہ دکاندار اپنی دکان پر نہیں پہونچتا یا تاخیر سے پہونچتا ہے اور خریدار آکر اس کی دکان بند دیکھ کر کسی دوسری دکان سے اشیاء خرید لے گا اور وہ شخص اُس روزی سے اس لیے محروم کر دیا گیا کہ اس نے اپنے سببِ روزی کو منقطع کر دیا۔ چنانچہ لازم و ضروری ہے کہ وہ اپنی دکان وقت پر کھولے اپنے سامانِ فروخت کو سجائے اور صاف ستھرا کر کے رکھے اور اب اللہ تعالیٰ پر توکّل کرے، اگر وہ طلبِ روزی اور سببِ روزی کو ترک کر کے خانہ نشینی اختیار کرے گا تو گنہگار ہوگا اور وہ روزی جو دکان پر ملنی تھی نہ ملے گی ؎

گر توکّل می کنی در کار کن ٭ کار کُن پس تکیہ بر جبّار کُن

صبر — امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، کہ "خدا کے لیے" صبر کرنا بہ منزلۂ سر ہے اور ایمان بہ منزلۂ جسم ہے اگر صبر نہ ہو تو ایمان ایک جسمِ بے جان رہ جاتا ہے۔

تسلیم و رضا

بسندِ معتبر جناب امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو کوئی دنیا

کی تکالیف اور مکروہات پر صبر کرے، ضرور بہشت میں جائے گا۔ اور جو شخص خواہشات اور لذّات کی پیروی کرے، جہنّم میں ڈالا جائے گا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب مومن کو قبر میں رکھتے ہیں تو اُس کی داہنی جانب نماز کھڑی ہوتی ہے، زکوٰۃ بائیں جانب، نیکیاں جو ماں باپ اور عزیزوں سے کی ہوں بالینِ سر، صبر اُس کے پہلو میں۔ اُس وقت منکر و نکیر سوال کرنے آتے ہیں۔ تو صبر اپنے تین ساتھیوں یعنی نماز، زکوٰۃ اور نیکیوں سے کہتا ہے۔ اپنے صاحب کی امداد کرو۔ اگر تم سے نہ ہو سکے تو میں اس کی امداد کے لیے تیار ہوں۔

• جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ:

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُس وقت شاہی اور سلطنت بغیر کشت و خون اور ظلم و جبر کے نہ ملے گی۔ اور تونگری بغیر لوگوں کا مال چھینے اور بغیر بخل کیے حاصل نہ ہوگی، اور آپس کی دوستی نہ ہو سکے گی، مگر دین کو چھوڑنے اور نفس کی پیروی کرنے سے۔ جو تم میں سے اُس زمانے میں ہو اور تنگدستی پر صبر کرے حالانکہ غصب اور بخل سے مالدار ہونے پر قدرت رکھتا ہو اور ذلّت پر صبر کرے، حالانکہ اہلِ باطل کی متابعت کر کے عزّت حاصل کرنے پر قادر ہو، اور لوگوں کی دشمنی پر صبر کرے جو اس کے ساتھ حق کی اطاعت کرنے کی وجہ سے کرتے ہوں، حالانکہ اُن کی پیروی کر کے اُن کو دوست بنانے پر اختیار رکھتا ہو، حق تعالیٰ اُسے اُن پچاس صدّیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا، جنھوں نے میری تصدیق کی ہو۔"

اقسامِ صبر

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ:

صبر کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ اطاعت کی محنت پر صبر ۲۔ گناہ کے ترک پر صبر۔ ۳۔ مصیبت و بلا پر صبر۔ جو شخص مصیبت پر صبر کرے اور صبر کی طاقت سے مصیبت کا دفاع کرے، خداوندِ عالم اُسے تین سو درجے عطا فرماتا ہے جس کے ایک درجے سے دوسرے تک اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ اور جو شخص اطاعت کی تکلیف پر صبر کرے اُس کے لیے خدا تعالیٰ چھ سو درجے لکھتا ہے کہ ایک سے دوسرے درجے تک فاصلہ منتہائے زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہوگا اور جو ترکِ گناہ پر صبر کرے، اُس کے لیے نو سو درجے لکھے جائیں گے جن میں ایک سے دوسرے درجے تک اتنا فاصلہ ہوگا، جتنا منتہائے زمین منتہائے عرش تک۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی مومن بلا میں گرفتار ہو اور اس پر صبر کرے خداوندِ عالم ہزار شہیدوں کا ثواب اُسے بخشے گا۔

• بسندِ معتبر جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ قیامت کے روز جب خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا، اُس وقت ایک منادی خدا تعالیٰ کی طرف سے ندا دے گا جس کی آواز کو تمام مخلوق سُنے گی کہ: کہاں ہیں وہ لوگ جو صبر کرتے تھے۔ پس ایک گروہ آئے گا جس کے استقبال کے لیے فرشتے آگے بڑھیں گے اور کہیں گے تم نے کس چیز پر صبر کیا۔؟ وہ جواب دیں گے: ہم نے اطاعتِ خدا کی تکلیف پر صبر کیا، اور

ترکِ گناہ پر صبر کیا اور اس کی مشقّت برداشت کی۔

تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ ندا دے گا: یہ بندگانِ خدا سچ کہتے ہیں۔ انھیں بےحساب بہشت میں جانے دو۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ: جناب امیرالمومنین علیہ السّلام کے غلام قنبرؔ سے آپؑ کو بہت محبّت تھی۔ جب حضرت گھر سے کہیں تشریف لیجاتے تو یہ تلوار لگا کر آپؑ کے ساتھ ہو جاتے کہ مبادا حضرت کو کسی شخص سے تکلیف پہنچے۔

ایک دن آنحضرتؑ چاندنی رات میں اپنے بیت الشّرف سے باہر تشریف لائے۔ جب آپ کسی مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ حسبِ معمول قنبرؔ ساتھ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: قنبرؔ تم کیوں آئے ہو؟

قنبرؔ نے عرض کیا: اس لیے کہ خدانخواستہ آپؑ کو کوئی ایذا دے۔

آپؑ نے فرمایا: تم میری حفاظت آسمانی مخلوق سے کروگے یا اہلِ زمین سے؟

قنبرؔ نے عرض کیا: زمین کے لوگوں سے۔

آپؑ نے فرمایا: آسمانی مقدّر کے بغیر اہلِ زمین سے کوئی مجھے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم واپس جاؤ۔

قنبرؔ حسب الحکم لوٹ آئے۔

• جناب امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا: ایمان، اسلام سے ایک درجہ افضل ہے، اور تقویٰ ایمان سے ایک درجہ افضل ہے اور بنی آدم میں یقین سے بڑھ کر کوئی چیز کم تقسیم نہیں ہوئی۔

کسی نے دریافت کیا: فرزندِ رسولؐ! یقین کے کیا معنی ہیں۔؟

آپؑ نے فرمایا: خدا پر توکّل کرنا، تسلیم اختیار کرنا، قضا و قدر پر راضی

رہنا اور اپنا ہر ایک امر خدا کو سونپ دینا۔

• "سلسلہ حدیثِ ابُوذرؓ" چار خصلتیں مومن کے سوا کسی میں نہیں ہوتیں۔ ۱؎ خاموشی۔ یہ خدا کی پہلی عبادت ہے۔ ۲؎ تواضع۔ یعنی خدا کے سامنے انکساری یا خدا کے لیے خالق اور مخلوق کے سامنے تواضع کرنا۔ ۳؎ ہر حالت میں ذکرِ الٰہی اور یادِ خدا کرنا۔ ۴؎ چیز کی قلّت، یعنی مال کی کمی۔

• اے ابُوذر! کارِ خیر اور نیکی کا قصد کر اگرچہ اس کو عمل میں نہ لاسکے تاکہ غافلوں میں نہ لکھا جائے۔

• اے ابوذرؓ! جو شخص مالک ہو، یعنی قابو میں رکھے دو زانوؤں کے درمیان کی چیز کو یعنی شرمگاہ کو حرام سے اور اس چیز کو جو دو داڑھوں کے درمیان ہے یعنی زبان کو لغوگوئی اور جھوٹ سے، وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

ابوذرؓ نے عرض کیا: یا حضرت! جو کچھ ہماری زبان سے نکلتا ہے کیا ہم سے اُس کا مواخذہ ہوگا۔؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذرؓ! کیا لوگوں کو جہنّم میں کوئی اور چیز لیجائے گی سوائے اُن کی زبان سے کہی ہوئی باتوں کے۔ تو سلامت رہے گا، تا وقتیکہ خاموش رہے اور جب کلام کرے گا اور اچھی بات کہی ہوگی تو اس کا ثواب تیرے نام لکھا جائے گا، اور اگر بُرا کلمہ جاری کیا ہوگا، اُس کا گناہ لکھا جائے گا۔

• اے ابوذرؓ! آدمی کسی مجلس میں کلام کرے اور لوگوں کو اس سے ہنسائے، وہ شخص جہنّم کے طبقات میں اتنی دور تک لیجایا جائے گا جتنا کہ زمین اور آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے۔

• اے ابوذر! ہلاکت اور جہنم ہے اس کے لیے جو بات کرے اور جھوٹ کہے، تاکہ لوگ اس کی بات سے ہنسیں، جہنم ہے، جہنم ہے۔ جہنم ہے اس کے لیے، اور جو شخص خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔ تو اگر کلام کرے تو سچی بات کہہ، اپنے منہ سے جھوٹی بات ہرگز نہ نکال۔

ابوذرؓ نے عرض کیا: یا حضرت! ایسے شخص کی توبہ کیا ہے جس نے عمداً جھوٹ بولا ہو۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: استغفار کرنا اور پانچوں وقت کی نماز پڑھنا اُس گناہ کو دھو دے گا۔

راست گو کبھی مستحبات کو ترک نہیں کرتا اور ہمیشہ مکروہ باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔ انسان ہر روز خدا کے سامنے عبادت میں دس مرتبہ کہتا ہے کہ:

"ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے اعانت چاہتے ہیں۔"

پھر اگر ایک ہی خدا کی نافرمانی کرے جو در اصل شیطان کی عبادت ہے یا ایک مرتبہ ہی خدا کے سوا کسی غیر سے اعانت طلب کرے تو پھر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ اس طرح سے اپنے دعوے میں جھوٹا ہے کہ عبادت میں ریاکاری اور لوگوں کے دکھانے کو نمازیں اور وظیفے زیادہ پڑھنا اور جب کوئی آدمی نہ ہو تو تنہائی میں بے پروائی کرنا، یا اس کے سوا دیگر نیک کاموں میں سستی کر کے خلوص کے ساتھ بجا نہ لانا، یہ کردار کا جھوٹ ہے۔ گویا اس کا یہ کام خود کہہ رہا ہے کہ یہ شخص جھوٹا عمل کرتا ہے۔ اس کا دلی ارادہ خدا کے لیے نہیں ہے۔ اگر آدمی غور کرے تو اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جسقدر نیک اعمال اور افعال ہیں سب کا دار و مدار صدق و سچائی پر ہے۔ اسی لیے خداوند عالم نے صادقین کی بہت مدح فرمائی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ جھوٹ تمام گناہوں اور بد اعمال کی جڑ ہے۔ احادیث اور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے

جھوٹ کا عتاب

اکثر و بیشتر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ خواہ واقعی ہو یا خوش طبعی اور مزاح سے دونوں صورتوں میں حرام ہے لیکن بعض صورتوں میں خاص مواقع پر سچ کہنا بُرا ہے، اور بعض مقام پر خاص صورتوں میں جھوٹ کہنا اچھا ہے۔ بلکہ واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایسا سچ کہنا حرام ہے جس سے کسی مومن کا نقصان ہوتا ہو یا جان جاتی ہو۔ اور ایسا جھوٹ بولنا واجب ہے جس سے کسی مومن کی جان بچ جائے، قید سے چھوٹے یا نقصان سے محفوظ رہے فرض کرو کسی مومن نے ہمارے پاس اپنا مال امانت رکھا، اگر کوئی ظالم وہ مال ناحق ہم سے طلب کرے اس وقت واجب ہے کہ ہم انکار کر دیں، بلکہ قسم بھی کھا سکتے ہیں۔ ایسے موقع پر توریہ بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً مال طلب کرنے والے سے کہہ دیں کہ جو مال تو حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور ایسے موقع پر بھی دروغ جائز ہے مثلاً کوئی ظالم حاکم یا محصول والا اقرار پر مال کسی سے مواخذہ کرے اور اس شخص کے پاس مال نہ ہو۔ دو مومنوں میں صلح کی غرض سے اگر جھوٹ کہا جائے تو بھی جائز ہے۔ مثلاً ایک طرف سے دوسرے کو کہیں کہ وہ تمھاری تعریف کرتا تھا اور محبت بھری باتیں کہتا تھا، اگرچہ در اصل اس نے ایسا نہ کہا ہو، بلکہ مذمت کی ہو اور گالیاں دی ہوں، اس موقع پر یہ بھی جائز ہے کہ عورت سے کوئی وعدہ کیا ہو اور خلافِ وعدہ کیا جائے، اِس لیے کہ ان کو مقررہ وعدے سے زیادہ توقع ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ

جس شخص کی زبان راست گو اور صادق ہو اُس کے اعمال پاکیزہ اور مقبول ہوتے ہیں۔

• ایک اور حدیث میں فرمایا: سب سے پہلے جو راست گو شخص کی تصدیق کرے گا وہ خداوند تعالیٰ ہے۔ پھر وہ خود اپنی تصدیق کرے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو میں کہتا ہوں سچ ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: کلام کی زینت سچائی ہے۔ سچ بولو، کیونکہ اللہ سچ بولنے والوں کو صادقین کے لقب سے یاد فرماتا ہے اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہے۔ جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ ایمان سے دور ہے۔ بتحقیق سچ بولنے والا نجات اور بخشش کے کنارے پر ہے۔ اور جھوٹا خواری اور ہلاکت کے کنارے پر ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ جل شانہ، نے گناہوں کے لیے قفل مقرر فرمائے ہیں اور شراب اُن کی کنجی ہے اور جھوٹ بولنا شراب پینے سے بدتر ہے۔

• پھر فرمایا: جھوٹ بولنا ایمان کی خرابی کا باعث ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا و رسولؐ پر جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ ہے۔

• جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو جھوٹے کے جھوٹ کی گواہی دے گا وہ خداوندِ عالم ہے پھر دو فرشتے جو ہر وقت اس کے ساتھ ہیں۔ پھر یہ خود گواہی دے گا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جو جھوٹ بولے اس کے چہرے کی رونق اور خوبصورتی جاتی رہتی ہے۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام ایک مرتبہ ایک خم شدہ دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! دیوار شکستہ ہے کہیں گر نہ پڑے۔

آپؑ نے فرمایا، موت محافظ ہے۔

آپؑ جب وہاں سے اُٹھے تو دیوار منہدم ہوگئی۔

آپؑ کے ایک شعر کا ترجمہ کسی فارسی شاعر نے کیا ہے۔ کیا خوب شعر ہے

از مرگ حذر کردن دو روز روا نیست ÷ روزے کہ قضا آید، روزے کہ قضا نیست

○ غناء و توانگری ○

جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا

اے ابوذر! غناء و توانگری اختیار کر یعنی مستغنی ہو جا، تاکہ اللہ کی نظر میں مکرّم ہو سکے۔

ابوذر نے سوال کیا یا رسول اللہ غنا (مستغنی) سے کیا مطلب ہے

آپؐ نے فرمایا، صبح کا کھانا اور رات کی خوراک رکھنے والا غنی ہے۔

○ آنحضرتؐ نے فرمایا، (اے ابوذر!) جو خدا کی عطا کردہ تھوڑی سی روزی پر قانع ہے خدا اُس کے تھوڑے سے اعمال پر اُس سے رضامند ہو جائے گا۔

دروغگوئی سے پرہیز

○ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، اے ابوذر! جو حفاظت کرے اس چیز کی جو اُس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے (زبان)

اور اُس چیز کی جو اُس کی دو رانوں کے درمیان ہے (شرمگاہ) خدا اُس کو بہشت عطا فرمائے گا۔

حفاظتِ زبان یہ ہے کہ انسان دروغگوئی (جھوٹ) سے پرہیز کرے اور قول و فعل دونوں میں صداقت ہو۔

انسان (یعنی وہ جو نماز گذار ہے) نماز میں پیشِ معبود کم از کم دسؔ بار کہتا ہے "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ لہٰذا وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ درآنحالیکہ جب کوئی کام کرتے ہیں اور توجہ اللہ کے غیر سے ہو یا ایک گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو یہ گناہ کرنا عبادتِ شیطان ہے نہ کہ اللہ کی۔ اور بندے ہر نماز میں یہی کہتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد و استعانت چاہتے ہیں۔

خداوند عالم جھوٹوں پر لعنت بھیجتا ہے اور سچوں کو دوست رکھتا ہے اور فرماتا ہے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اور جھوٹ بولنا نہ صرف فعلِ مذموم ہے بلکہ گناہِ کبیرہ ہے۔ یہانتک کہ خوش طبعی و مزاح کے طور پر بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔ لیکن بعض جھوٹ ایسے ہیں کہ خوب ہیں اور بعض جگہ سچ بولنا بُرا ہے۔ یعنی کسی کو جھوٹ بول کر قتل سے بچا لینا واجب ہے۔ اور ایسے ہی مواقع پر اگر سچ بولے اور کوئی بیگناہ قتل ہو جائے تو وہ صدق ہرگز جائز نہیں ہے۔ نیز دو مومنوں کے درمیان برائے اصلاح دروغگوئی سے کام لیا جائے تو جائز ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین موقعوں پر جھوٹ بولنا اچھا ہے مذموم نہیں ہے۔ جنگ کے موقعے پر دشمن سے وعدہ خلافی کرنا اپنی زوجہ سے اور دو اشخاص کے درمیان برائے اصلاح

اور دوستی۔

نیز فرمایا آنحضرتؐ نے کہ شاہ نامے، مجوسیوں کے قصّے، لیلیٰ مجنوں وغیرہ کے قصّے جو سچے ہیں لیکن اُن کا پڑھنا اور سُننا دونوں ناجائز اور باطل ہے

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے آنحضرتؐ سے نقل فرمایا کہ آپؐ نے فرمایا کہ علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے اس لیے کہ اس کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کا ذکر عبادت ہے۔

کاذبین پر خدا کی لعنت ہو اس کی وضاحت چند فصلوں میں (باب ۱۳ میں) کی گئی ہے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ قصّہ خوانوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آیا ان کے قصّے سننا جائز ہے؟ یا نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جو شخص کسی بولنے والے کی طرف کان لگاتا ہے تو گویا اس کی پرستش کرتا ہے۔ پس اگر وہ خدا کی باتیں کہے تو اس کی پرستش خدا کے لیے ہوگی، اگر وہ شیطان کی باتیں کہے یعنی جھوٹ اور لغو، پس اس کی پرستش شیطان لعینؑ کے لیے ہوگی۔

باب ۱۳
مدارج

(۱) مذمّتِ غیبت

غیبت کے حرام ہونے میں جملہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔ احادیثِ معتبرہ سے ثابت ہے کہ گناہِ کبیرہ ہے بلکہ رسولِ خداؐ نے فرمایا، زنا سے بدتر ہے۔

غیبت زنا سے بڑھ کر ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اگر آدمی زنا کرے اور اللہ کے سامنے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ لیکن غیبت کا گناہ نہیں بخشا جاتا، جبتک کہ وہ شخص کہ جس کی غیبت کی گئی ہو نہ بخش دے۔

کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے قتال کرنا کفر ہے اور غیبت کرنا ایسا ہے گویا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور مسلمان کے مال کی حرمت مثل اس کے خون کی حُرمت ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: جو شخص کسی مومن کی بابت وہ باتیں بیان کرے جو اس کی آنکھوں نے دیکھی یا کانوں نے سُنی ہوں اُس جماعت میں داخل ہوگا جس کی نسبت اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" (سورہ ۲۴ آیت ۱۹)

یعنی (جو لوگ دوست رکھتے ہیں اس بات کو، کہ ایمان والوں کے عیوب ظاہر ہوجائیں، اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔)

مسلمان آدمی کے دین کو خراب کرنے میں غیبت ایسا جلد اثر کرتی ہے جیسا کوڑھ اندرونِ جسم کو جلد خراب کرتا ہے۔

• فرمایا: نماز باجماعت کے انتظار میں مسجد کے اندر بیٹھنا ثواب ہے بشرطیکہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: جو شخص کسی مومن کا ذکر ایسی باتوں سے کرے جن سے اس کے عیب ظاہر ہوں اور عزت برباد ہو کہ لوگوں کی نظروں سے گر جائے تو خدا تعالیٰ اسے اپنی ولایت سے نکال دیتا ہے اور شیطان کی ولایت میں چھوڑ دیتا ہے شیطان خوش ہو کر اسے قبول کرتا ہے یعنی خداوندِ عالم اسے دوست نہیں رکھتا اس کی مدد نہیں کرتا اور شیطان ملعون کی طرف جانے دیتا ہے۔

• بسندِ معتبر جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اُسے ایسی مجلس میں نہ بیٹھنا چاہیے جہاں لوگ امام علیہ السلام کو سب وشتم کرتے ہوں یا کسی مسلمان کی غیبت کرتے ہوں۔ جو شخص کسی مومن کی غیبت کرنے والے کو روکے اور اس کی تردید کرے خداوندِ عالم اس سے ہزار قسم کی تکالیف دنیا وآخرت میں دور کرے گا، اور اگر تردید نہ کرے حالانکہ اختیار رکھتا ہو، پس غیبت کرنے والے کے گناہ سے

ستر گنا گناہ اس کے زیادہ ہوں گے۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو کسی برادرِ مومن کی غیبت کرے حالانکہ ان کے درمیان کسی قسم کی عداوت نہ ہو ایسے غیبت کرنے والے کے نطفے میں شیطان کی شراکت ہوتی ہے۔

• حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: جو شخص کسی مسلمان کی نسبت کچھ کہہ کر اس کی عزت خراب کرے، خداوندِ عالم قیامت کے روز اُسے ایسی جگہ قید کرے گا جہاں زنا کاروں کی فرج کی غلاظت اور پیپ جمع ہوگی تاوقتیکہ اس گناہ سے بری ہو۔

• بسندِ معتبر جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: لوگوں کی نسبت بدگمانی سے پرہیز کرو کہ یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے اور راہِ خدا میں بھائی بن کر چلو، جیسا کہ اس نے حکم فرمایا ہے:

"اور ایک دوسرے کو بُرے نام سے نہ پکارو، لوگوں کے عیب نہ تلاش کرو، آپس میں فحش نہ بولو، غیبت نہ کرو، لڑائی جھگڑے سے باز رہو، کسی سے دشمنی اور حسد نہ رکھو۔"

بتحقیق حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی ہوئی لکڑی کو۔

• ایک اور روایت میں آنجناب سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: اے موسیٰ! اگر غیبت کرنے والا توبہ کرے تو وہ بہشت کے جانے والوں میں سب سے پیچھے ہوگا۔ اور اگر توبہ نہ کرے، اہلِ جہنم میں سب سے پہلے اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

• بسندِ معتبر جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے: فرمایا چار

اشخاص ایسے ہیں کہ اُن کی تکلیف سے اہلِ جہنم کو بھی اذیت ہوگی۔ حمیمِ جہنم وہاں ان کے لیے کھانے کو ہوگا۔ ہائے واویلا سے بہت شور کریں گے اہلِ جہنم آپس میں کہیں گے، یہ کون لوگ ہیں باوجود ہماری اس مصیبت کے ہمیں ستاتے ہیں۔

کچھ لوگ ان میں سے جہنم کے تابوت میں لٹکتے ہوں گے، ایکدوسرے کے شکم سے انتڑیاں کھینچ رہے ہوں گے، کچھ کے منھ سے خون اور پیپ بہتی ہوگی، اور کچھ اپنے ہی گوشت کو خود نوچ نوچ کر کھا رہے ہوں گے۔ اہلِ جہنم تابوت والوں کی نسبت پوچھیں گے تو اُن سے کہا جائے گا کہ مرتے وقت ان کے ذمے لوگوں کا بہت سا مال تھا۔ انھوں نے اپنے پیچھے کچھ نہ چھوڑا کہ حقداروں کا مال ادا ہوتا، پھر اُن کی نسبت دریافت کریں گے جو انتڑیاں ایکدوسرے کے شکم سے کھینچ رہے ہوں گے، تو کہا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں بے جگہ جہاں چاہتے تھے پیشاب کر دیتے کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے پھر ان لوگوں کی نسبت دریافت کریں گے جن کے منھ سے خون اور پیپ بہتی ہوگی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ کسی کی بُری بات سن کر دوسروں سے کہہ دیا کرتے تھے۔ پھر گوشت نوچ نوچ کر کھانے والوں کی نسبت پوچھیں گے تو کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو چغلخوری کیا کرتے تھے۔ اور غیبت سے لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا کہ "مومن کی عورت مومن پر حرام ہے" کیا مطلب ہے۔؟

آپ نے فرمایا کہ مومن کے رازِ پوشیدہ کو ظاہر کرنا حرام ہے۔ غیبت کرنے والے کا روزہ[1] اور وضو دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور جو شخص لوگوں کے

[1] اس سے مراد کمالِ روزہ و وضو نہیں رہتا۔ اس کا مطلب روزہ کی قضا یا اعادۂ وضو نہیں ہے

عیوب کو زیادہ بیان کرے سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں ہی بیشمار عیوب موجود ہیں۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ غیبت سے پرہیز کرو۔ یہ عادت جہنم کے کتوں کی خوراک ہے۔ اور غیبت کرنیوالا خود کو حلال زادہ سمجھتا ہے۔

(۲) معنیٔ غیبت

کسی مومن کو اس کی عدم موجودگی میں ان الفاظ سے یاد کرنا کہ اگر وہ سُنتا تو رنجیدہ ہوتا، یہ غیبت ہے۔

یہ غیبت اشارے اور کنائے سے بھی ہو تو بھی غیبت ہے۔ البتہ اگر نام نہ لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس شہر میں ایک بڑا بدخصلت انسان ہے تو حرام نہیں ہے اگر کسی شخص کی غیبت اُن عادات و اُمور کے بارے میں کی جائے جو اُس میں موجود ہیں اِس کو غیبت کہتے ہیں۔ اور اگر ایسی برائیاں اس سے منسوب کی جائیں جو اُس میں نہیں پائی جاتیں اس کو بہتان کہتے ہیں، جو غیبت سے زیادہ قابلِ مذمت ہے خدا اُن عیوب سے جو دشمنِ ایمان ہیں ہر مومن کو محفوظ فرمائے۔

(۳) جوازِ غیبت

دس مواقع ایسے ہیں جن میں غیبت کرنا جائز ہے

(۱) جب ظالم کسی پر ظلم کرے اور مظلوم اس کے ظلم کو کسی شخص کے سامنے اس اُمید پر بیان کرے کہ وہ اس کا انتقام لے گا یا اس کو اس کے ظلم سے نجات دلا سکے گا۔

(۲) اُس شخص کے عیوب بیان کرنا جو علانیہ مرتکبِ معاصی ہو اور اُس کو یقین ہو کہ اگر میں اس کے عیوب بیان کروں گا تو اس سے اس کی اصلاح

ممکن ہو سکتی ہے۔

(۳) فتوٰے کے موقع پر اگر کسی عالم سے فتوٰی لینا ہو تو اُس شخص کا نام لکھ سکتا ہے یعنی یہ کہ میرا بھائی میرا حق نہیں دیتا کیا میں اس پر دعوٰی کر سکتا ہوں۔

(۴) اگر کوئی مومن کسی مومن سے کسی کے متعلق مشورہ لے کہ میں اُس شخص کو اپنا مال دے سکتا ہوں یا بطور امانت اس کے پاس رکھ سکتا ہوں تو اس کو صحیح مشورہ دے اور اگر کوئی خرابی ہو تو اس کو واضح کر دے۔

(۵) اہلِ بدعت کی بدعتوں کو جو دین کو صریحاً نقصان پہونچا رہی ہوں بیان کرنا جائز ہے۔

(۶) خطائے اجتہادی کو اگر کوئی دوسرا مجتہد بیان کرے اور یہ کہے کہ فلاں مجتہد نے یہ خطا کی ہے تو جائز ہے۔

(۷) راویانِ اخبار کے متعلق جرحِ قدح کہ فلاں معتبر اور فلاں غیر معتبر ہے۔ جائز ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص مخصوص کسی عیب میں مبتلا ہو اور اس کا ذکر کیا جائے اور لوگ نہ سمجھیں تو اس کے اُس عیب کے ساتھ واضح کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی کے بارے میں یہ کہدیا جائے کہ فلاں باتونی وغیرہ۔

(۹) اگر کوئی جماعت بُرائیوں اور عیوب کی علانیہ مرتکب ہو اس کی برائیوں کا ذکر کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی مجرم جو کثیر جرائم کا مرتکب ہو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے اس کے خلاف گواہی دینا اور اس کے جرائم کو بیان کرنا جائز ہے۔

(۴) غیبت کا سُننے والا

غیبت کا سُننے والا بھی غیبت کرنے والے کی طرح گناہگار ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: غیبت کا سُننے والا بھی دو غیبت کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

مشہور روایت ہے کہ غیبت کرنے والے کو اوّل تو غیبت کرنے سے منع کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے اُٹھ جانا چاہیے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے "جو برادرِ مومن کی غیبت کرنے سے منع کرے اور برادرِ مومن کی مدد کرے خداوندِ عالم اس کو دنیا و آخرت میں غم و ہم سے نجات دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مومن کی غیبت کر رہا ہو اور ہم اُس دوسرے شخص کو نہ جانتے ہوں تو اُس مومن کو بُرا نہ کہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حق پر ہو۔

(۵) کفّارۂ غیبت

غیبت کا کفّارہ یہ ہے کہ جس جس سے اُس نے غیبت کی ہے اُن سب سے اس کی تعریف کرے اور ان بُرائیوں کو اُن کے دل سے برطرف کردے۔

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا غیبت کرنا زنا سے بدتر ہے۔

لوگوں نے وجہ پوچھی۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ زنا سے اگر توبہ کی جائے تو خداوندِ عالم قبول فرمالیتا ہے مگر غیبت کی توبہ اُس وقت تک قبول نہیں ہوتی جبتک وہ معاف نہ کردے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

نیز آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جس کی غیبت کی گئی ہے اُس کو خبر نہ ہو، تب بھی معافی مانگنی چاہیے اور اگر اُس کو معلوم ہو اور معافی نہ مانگی جائے اور مرجائے تو اُس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

(۶) مذمتِ بُہتان

جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو مومن یا مومنہ پر بُہتان لگائے اور ایسی چیز بیان کرے جو ان کے اندر نہ ہو خدا روزِ قیامت بہتان لگانے والے کو دوزخ میں آگ کے پہاڑ پر کھڑا کرے گا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا، صرف چار انگشت کا اور آپ نے کان اور آنکھ کے درمیان چار انگشت رکھ کر فرمایا، جو آنکھ سے دیکھو وہ حق ہے اور جو کان سے سنو اس میں اکثر باطل ہے۔

جو برادرِ مومن کو رسوا کرنے کے لیے اُس پر بہتان لگاتا ہے خدا اُس کو دنیا و آخرت میں رسوا کرتا ہے۔

- جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ بہتان لگانے والوں اور اُن کی صحبت سے پرہیز کرو۔ ہو سکتا ہے کہ اُن کی ہمنشینی تم میں بھی وہ عادت پیدا کر دے۔
- جناب رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہمت کا سزاوار وہ شخص ہے جو اہلِ تہمت کا ہمنشین ہے۔

(۷) حسد

حسد، گناہانِ نفسانی میں سب سے بدترین گناہ ہے
یہ وہ سب سے پہلا گناہ ہے جو حضرت آدمؑ کے بارے میں شیطان نے کیا۔ حسد گناہانِ کبیرہ میں سے ایک گناہ ہے۔ حاسد، محسود سے زوالِ نعمت چاہتا ہے۔ اور اگر زوالِ نعمت نہ چاہے اور یہ چاہے کہ میں بھی ایسا ہی یا اس سے زیادہ صاحبِ نعمت ہو جاؤں۔ تو یہ غِبطہ کہلاتا ہے اور اس میں چنداں مضائقہ نہیں ہے۔ حاسد برخلاف اس کے ہے جو یہ چاہتا ہے کہ صاحبانِ نعمت سے نعمت کا زوال ہو جائے اور یہ ممکن نہیں کیونکہ نعمت خدائے تعالیٰ اور منعمِ حقیقی کی عطا کردہ ہوتی ہے اس لیے حاسد کا نعمتوں پر حسد کرنا اللہ کے خلاف جنگ کرنا ہے اور اس کے عدل وحکمت کی مخالفت کرنا ہے کہ یہ نعمت فلاں کو کیوں دی گئی۔ لہٰذا حاسد ہر وقت اپنی اس بُری عادت کی وجہ سے رنج وغم میں مبتلا اور حسد کی آگ میں جلتا ہی رہتا ہے

- جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "حسد نہ کرو، کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، مومن غِبطہ کرتا ہے حسد نہیں کرتا اور منافق حسد کرتا ہے غِبطہ نہیں کرتا۔ غِبطہ میں زوالِ نعمت کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ خود بھی صاحبِ نعمت ہونے کی آرزو ہوتی ہے۔ حاسد ہمیشہ رنج وغم ہی میں مبتلا رہتا ہے۔

حاسد کو اکدم نہیں راحت جہان میں ؎ رنج وحسد ہے جان ہے جبتک کہ جان میں

- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، بہشت حرام ہے نمّام پر سخن چین اور حاسد پر۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے ابوذر! جو دنیا میں منافق اور سخن چین ہوگا وہ روزِ قیامت جہنم میں ہوگا۔ منافق وہ ہے جو روبرو تعریف کرے اور پس پشت مذمت کرے۔

اے ابوذر! ہر وہ راز جو پوشیدہ طور پر برادرِ مومن نے تجھ سے بیان کیا ہے اُس کو کسی سے کہنا خیانت ہے۔ اس کے فاش کرنے سے اجتناب کر۔ اگر تو برادرِ مومن کے راز کی حفاظت نہ کرے گا تو وہ بھی تیرے راز کی حفاظت نہ کریگا۔

چغلخور

چغلخور بہشت میں داخل نہ ہوگا اور آخرت میں خدا کے عذاب سے ہرگز راحت نہ پائے گا۔

- جنابِ رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جنھوں نے سخن چینی اور چغلخوری کو اپنا شعار بنایا ہے اور دوستوں میں دشمنی پیدا کرتے ہیں اور دوسروں کو ایسے عیب لگاتے ہیں جو اُن میں نہ ہوں، سب سے بُرے ہیں۔ بہشت اُن پر حرام ہے۔

پھر فرمایا: چار قسم کے لوگ بہشت میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ ۱۔ کاہن، ۲۔ منافق ۳۔ دائم الخمر ۴۔ چغلخور

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین قسم کے لوگ بہشت میں نہ جائیں گے۔ ۱۔ جو مسلمانوں کی خونریزی کریں۔ ۲۔ شراب خور ۳۔ چغلخور۔

• جناب رسولِ خدا صلعم سے منقول ہے کہ معراج کی شب آپؐ نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر مثل سُوّر کے تھا اور جسم مثل بندر کے اور وہ ہزار طرح کے عذابوں میں مبتلا تھی۔

آپؐ کے اصحاب نے پوچھا: یا حضرت! وہ عذاب اُس پر کس لیے تھے؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا: وہ چغلخور اور دروغگو تھی۔

• بسندِ معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: بہت بُرا ہے وہ شخص جو دو رُخ اور دو زبان والا ہو۔ منھ پر تعریف کرے اور خوشامدی بنا رہے اور پسِ پشت غیبت کرے۔ اگر اسے کچھ دیا جائے تو حسد کرے اور جب مصیبت میں دیکھے تو بھاگ جائے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: دو رُخا آدمی قیامت کے میدان میں اس شکل سے آئے گا کہ ایک زبان سر کے پیچھے اور ایک سر کے آگے لٹکتی ہوگی۔ دونوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔ پھر وہ آگ اُس کے تمام جسم میں جا پہنچے گی اور میدانِ محشر میں منادی ندا کرے گا کہ یہ وہی شخص ہے جو دنیا میں دو رُخ اور دو زبان والا تھا۔

واضح ہو کہ مجلس اور مصاحبت کے بہت سے آداب ہیں، اُن میں سب سے عمدہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے راز نہ کھولیں۔ کیونکہ اس سے بہت سے فساد اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ دوستوں میں بیٹھ کر انسان اپنے راز ظاہر کر دیتا ہے

بعض اوقات افشائے راز سے جان کا اندیشہ ہو جاتا ہے، سخت عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی چغلخوری ہے۔ اسی طرح وہ راز ہے جو کسی دوست نے اپنے دوست کے پاس بطور امانت رکھا ہو، اُس کا ظاہر کر دینا بھی سب سے بڑی خیانت ہے کیونکہ جس سے راز بیان کیا گیا ہے اس کا بھی کوئی دوست ہوگا جس سے وہ اس راز کو ظاہر کر سکتا ہے اور پھر اسی طرح یہ راز دور تک سلسلے وار ظاہر ہوتا چلا جائے گا، اور ممکن ہے کہ ان میں صاحبِ راز کا کوئی دشمن بھی ہو۔ لیکن اگر کوئی دینی غرض اس پر موقوف ہو تو ذکر کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

• حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ: تین قسم کے لوگ قیامت کے روز عرشِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے جبکہ اس روز سوائے اس کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ایک وہ جو اپنے غیر شادی شدہ برادرِ مومن کی شادی کرائے دوسرا وہ شخص جو کسی برادرِ مومن کی خدمت کے لیے خدمتگار مہیا کرے۔ تیسرا وہ جو اس کے راز کو پوشیدہ رکھے۔ واضح رہے کہ راز کا چھپانا لازم ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دوست کے ساتھ مناسب دوستی رکھ، شاید کسی روز وہ تیرا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن کے ساتھ مناسب اور جائز دشمنی رکھ، شاید کسی روز وہی تیرا دوست بن جائے۔

• اے ابوذرؓ! اہلِ دنیا کے اعمال ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک خداوندِ تعالیٰ کے سامنے دوشنبہ اور پنجشنبہ کو پیش کیے جاتے ہیں۔ پس ہر ایک شخص کے گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے بھائی کے ساتھ دشمنی اور مخالفت رکھی ہو۔ حکم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے اعمال کو رہنے دو تا وقتیکہ آپس میں صلح کر لیں اور ان کے درمیان سے دشمنی جاتی رہے

• اے ابوذرؓ! اپنے بھائی کی جدائی سے اجتناب کر۔ تحقیق جدائی کے سبب سے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اے ابوذرؓ! میں تجھے جُدائی کرنے سے منع کرتا ہوں۔ اگر مجبوراً جدائی کرنا پڑ جائے پس تین روز تک اُسے باقی نہ رہنے دے کیونکہ جو تین روز تک اپنے مومن بھائی سے جدائی رکھے اور اس عرصے میں مر جائے آتشِ جہنّم اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

• بسندِ معتبر جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ جسے غم و فکر زیادہ رہے، ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ جس کے اخلاق بُرے ہوں، وہ ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہتا ہے۔ جو لوگوں سے جھگڑا و فساد زیادہ رکھے، اُس میں مروّت و آدمیت نہیں رہتی، عزّت و اعتبار برباد ہو جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا: جبرئیل مجھے جھگڑا کرنے سے ہمیشہ منع کرتے رہے ہیں، اِس طرح کہ جیسے شراب پینے اور بُت پرستی سے۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ جب تک دو مسلمان آپس میں کشیدہ رہیں شیطان لعین خوشیاں مناتا ہے اور جب صلح کر کے آپس میں ملتے ہیں تو اس کے گھٹنے ٹوٹ جاتے ہیں اور بند بند جُدا ہو جاتا ہے، پھر وہ فریاد کرتا ہے کہ ہائے افسوس! یہ کیسی مصیبت مجھ پر آن پڑی

• آپؑ نے فرمایا: جس صدقے کو اللہ تعالیٰ بہت دوست رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ ناراض لوگوں کی آپس میں صلح کرائی جائے اور ایکدوسرے سے جُدا ہونے والوں کا ملاپ کرایا جائے۔ دو آدمیوں میں صلح کرانا میرے نزدیک بہتر ہے اس سے کہ دو اشرفیاں خدا کی راہ میں تصدّق کروں۔

تکبّر

اے ابوذرؓ! سب سے زیادہ جہنّم میں جانے والے متکبّر لوگ ہوں گے۔

کسی نے عرض کیا: یا حضرت! تکبّر سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پشم کا لباس پہنے، دراز گوش پر سواری پسند کرے، اپنی بکری کا دودھ خود نکالے اور مساکین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے اور جو شخص اپنا سامان خود اُٹھائے۔ وہ تکبّر سے بَری ہے۔

(اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی بہر صورت منکسر مزاج ہو جائے، تب ہی وہ تکبّر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔)

• اے ابوذرؓ! جو کوئی فخر و تکبّر سے اپنا کپڑا پیچھے لٹکاتا ہوا چلے، خداوندِ عالم قیامت کے روز اس کی طرف نظرِ رحمت نہ کرے گا۔

جو شخص اپنے پیراہن کا دامن سمیٹ کر چلے۔ یعنی عرب کے متکبّروں کی طرح نہ چلے، اپنے جوتے کی خود مرمّت کرے، اور خدا کے سامنے اپنا منہ خاک پر رکھے، وہ شخص تکبّر سے بَری ہے۔

• عنقریب میری اُمّت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ وہ زیادہ نعمت اور دولت والے گھروں میں پیدا ہوں گے، ناز و نعمت کے ساتھ عمدہ خوراک اور لذیذ غذاؤں سے پرورش پائیں گے، خوشامدی شعراء ان کی تعریف لکھیں یہ لوگ میری اُمّت کے بُرے آدمی ہوں گے۔

باب ۱۴

مصابیح

(۱) مذمّتِ تکبّر

سب سے پہلے یہ گناہ شیطان سے صادر ہوا جبکہ اُس سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبۂ قاصعہ میں ارشاد فرمایا کہ اس خدا کی ہزار بار حمد و سپاس جس نے اپنی خاص صفات عزّت اور کبریائی کو قرار دیا اور ان دو صفات کو صرف اپنے ہی لیے اختیار فرمایا دوسروں پر حرام قرار دیا۔ اور مخلوق میں سے جو بھی ان دو صفات کا دعویدار ہو اس پر لعنت فرمائی۔

سب سے پہلے کبریا نے ملائکہ کا امتحان لیا، فرمایا میں ایک بشر مٹّی سے خلق کرتا ہوں، جب پیدا کر کے اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ (تعظیمی) کرنا۔

سب فرشتوں نے خدا کے حکم سے آدمؑ کو سجدہ کیا، مگر شیطان نے تکبّر کیا، اور کہا، یہ مٹّی سے پیدا ہوا ہے اور تو نے مجھے آگ سے خلق فرمایا ہے۔

لہٰذا میں اس سے افضل ہوں۔ اس معبودِ حقیقی کی قسم کہ شیطان پیشو
متکبّرین میں سے قرار پایا اور کیونکہ خدا کے سامنے تکبّر سے پیش آیا اور اللہ
اطاعت سے انکار کیا، لہٰذا دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل ہوا۔ اگر خدا چاہ
کہ حضرت آدمؑ کو نور سے اور ایسے نور سے خلق فرمائے جس کو دیکھ کر ملائکہ کی
نورانیت بھی ماند پڑ جائے اور وہ حیران رہ جائیں۔ ایسا کر سکتا تھا مگر خدا
مقصد فرشتوں کا امتحان لینا تھا، اگر فرشتے آدمؑ کے غیر معمولی نور کو دیکھ کر مرع
ہو کر سجدہ کرتے تو وہ آدمؑ کے نور کی وجہ سے ہوتا، حکمِ خدا سے نہ ہوتا۔

قدرت چاہتی تھی کہ امتحان ہو اور اس طرح ہو کہ اطاعت گذار اور نافرمان جُدا جُدا نظر آئیں۔ چنانچہ ابلیس کو جس نے چھ ہزار سال عبادت کی تھی تکبّر کی سزا میں شیطان بنا کر نکال دیا۔ یہ پہلا متکبّر تھا جس نے پہلا سبق قابیل کو سکھایا، جس نے خلافِ حکمِ خدا اپنے مومن بھائی ہابیل کو محض حسد اور تکبّر کی وجہ سے قتل کر دیا۔

لہٰذا تکبّر سے پرہیز کرو اور نصیحت حاصل کرو، اُن ہزاروں من مٹّی میں دبنے والوں سے جنھوں نے دنیا میں اپنی برابر کسی کو نہ سمجھا اور تکبّر کیا۔ آج اُن کا کیا حال ہے۔ اگر تکبّر اچھی چیز ہوتا تو خداوندِ عالم اس صفت سے اپنے پیغمبروں کو محروم نہ فرماتا۔ لیکن تکبّر کو اُن کے لیے پسند نہیں فرمایا اور ربِّ جلیل کے سامنے عبدِ ذلیل کی پیشانی خاک پر رکھنے کو پسند کیا تاکہ اس امتحان میں کامیابی اُن کے بلندئ مراتب کا باعث بنے۔

مال و دولت فتنۂ عظیم ہے اور فقر و درویشی امتحانِ کریم ہے۔

خداوندِ عالم متکبّرین کا اپنے ان مخلص، ضعیف و حقیر بندوں کے ذریعے سے امتحان لیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اونی لباسِ
درویشانہ پہنے ہوئے عصا ہاتھ میں لیے فرعون کے دربار میں پہونچے اور فرعون
سے کہا کہ اگر دائمی حکومت اور بلند عزّت چاہتا ہے تو شرط یہ ہے کہ اسلام
قبول کرلے۔

فرعون یہ سن کر ہنسا اور اہلِ دربار سے کہا کہ یہ دو فقیر جن کے پاس نہ
پہننے کو کپڑے ہیں، نہ جاہ و جلال ہے، ہاتھ میں درویشانہ عصا لیے ہوئے
مجھ سے کہتے ہیں کہ ہم تجھے ملکِ باقی اور عزتِ جاودانی دیں گے۔ اگر یہ اس قدر
با اختیار ہیں تو ان کے پاس حکومت و دولت کیوں نہیں۔ ان کے پاس سونے
کے کنگن بھی نہیں ہیں۔

اس بات سے یہ پتہ چلا کہ فرعون کی نظر میں حکومت و دولت اور کنگن
وغیرہ اچھی اور قابلِ عزّت چیزیں تھیں۔ خداوند عالم اگر مال و دولت کو کوئی اچھی چیز
جانتا تو وہ اپنے پیغمبروں کو ضرور عطا فرماتا۔ مال و دولت دیتا، حکومت اور
بادشاہت عطا کرتا، مگر مقصدِ اصلی فوت ہو جاتا اور متکبّر و مغرور دولتمندوں
کا امتحان نہ ہوتا۔ رسول اور پیغمبر اگر صاحبِ ملک و جاہ ہوتے تو متکبّر اُن
کے سامنے خدا کے لیے نہیں بلکہ مال و دولت کے لیے جھکتے۔ مگر خدا چاہتا
تھا کہ یہ دیکھے کہ اُس کے مخلص بندے کون کون ہیں۔ اسی طرح خدا نے چند معمولی
پتھروں اور مٹی سے اپنا گھر تعمیر کرایا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سونے اور چاندی کی
اینٹوں اور عنبر و زعفران کے گارے (مسالہ) سے بنوا کر یاقوت و زمرّد کی
گل کاری سے نظر فریب و دلکش کر دیتا کہ دیکھتے ہی متکبّروں کی گردنیں اس کے
سامنے جھک جاتیں، مگر خالق کو اس مکان کی عظمت کے سامنے جھکا دینا
مقصود نہ تھا بلکہ اپنی عظمت کے سامنے جھکا کر امتحان لینا اور مراتب میں

بلندی عطا کرنا مقصود تھا۔

نماز کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ متکبّر اور مغرور انسان اپنی پیشانی
خاک پر رکھ کر عظمتِ الٰہی کا معترف ہو۔ دولت مند روزہ رکھ کر فقراء کی
خدمت صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر بجالائے۔

زکوٰۃ دیکر یہ سوچنے پر مجبور ہو کہ مجھے اُس نے عطا فرمایا ہے لہٰذا
مجھے بھی کسی ضرورت مند کو دینا چاہیے۔ خانۂ خدا کیسا ہی معمولی اور سادہ
بے آب و گیاہ ویرانہ میں ہے مگر کیونکہ ایک باعظمت ذات سے منسوب
ہے۔ لہٰذا مجھے اس کے ایک سیاہ پتھر کی بھی تعظیم خدا کے حکم کے پیشِ نظر
کرنی چاہیے۔

(۲) انواعِ تکبّر

متکبّر خود کو بزرگ اور بڑا سمجھتا ہے اس کی
کئی صورتیں ہیں۔

وہ تکبّر جو کفر کی منزل تک پہونچا دیتا ہے۔ یعنی بندگیٔ خدا سے
تکبّر کرنا، اُس کے انبیاء، اولیاء، علماء اور پرہیزگار بندوں سے تکبّر کرنا
اُن کی اپنے مقابلہ تحقیر کرنا۔ علاوہ ازیں، بلند و بالا محل تعمیر کرانا، لباسِ فاخرہ
پہن کر لوگوں پر افتخار جتانا، نفیس ترین گھوڑوں پر سواری کرنا، بکثرت غلام
و خادم رکھنا۔ بقصدِ فوقیت و برتری۔ سب تکبّر میں شامل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بدترین متکبّر وہ
ہے جو حق کی معرفت نہ رکھتا ہو اور اہلِ حق کو ناچیز سمجھے۔

ایک شخص نے آپؑ سے سوال کیا، یا حضرت! میں اچھے مکان میں

رہتا ہوں، اچھا کھانا کھاتا ہوں، اچھا پہنتا ہوں اچھے گھوڑے پر سوار ہوتا
ہوں، غلام اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ کیا یہ بھی تکبّر ہے ؟

آپؐ نے فرمایا، یہ کام دوسروں پر فوقیت اور برتری حاصل
کرنے کے خیال سے کرتا ہے ؟

اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔

آپؐ نے فرمایا، یہ تکبّر نہیں ہے۔ تکبّر وہ ہے جو حق سے جاہل
ہو اور اہلِ حق کو ذلیل سمجھے۔ اگر انسان میں یہ تکبّر ایک رائی کے دانے کی
برابر بھی ہوگا وہ داخلِ بہشت نہیں ہو سکتا۔

○ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک روز ایک ایسے مقام
سے گذرے جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ آپؐ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ
وہ کیوں جمع ہیں ؟

اُنھوں نے عرض کیا، یہاں ایک مجنون رہتا ہے اُس کو دیکھنے کے
لیے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا، وہ مجنون یا دیوانہ نہیں ہے۔ وہ تو ایک مریض ہے
مجنون تو وہ ہوتا ہے جو خود کو بہتر سمجھتے اور دوسروں کو دیوانہ سمجھ کر ان کا تماشہ
دیکھے۔ جو شخص نادان، غریبوں کا مذاق اُڑاتا ہے، وہ درحقیقت مصلحتِ
خداوندی کا مذاق اُڑاتا ہے۔

• ایک اور حدیث میں جناب رسالت مآب صلعم سے منقول ہے کہ:
جس وقت میری اُمّت کے لوگ اکڑ کر چلیں گے اور تکبّر سے شانے مٹکا مٹکا کر
چلا کریں گے اور فارس و روم کے غلام ان کی خدمت میں ہوں گے اُس وقت ان
میں جنگ وجدل کا ہنگامہ برپا ہوگا اور ایک دوسرے کے مقابلے پر لڑیں گے۔

• پھر فرمایا: بہشت کی خوشبو ہزار سالہ راہ تک پہنچے گی، مگر اُس کو

جو ماں باپ کا نافرمان، قاطعِ رحم، بوڑھا زانی، تکبّر سے دامن لٹکانے والا،
اپنی شرارت سے لوگوں کو گمراہ کرنے والا، احسان جتانے والا، اور دنیاوی
حرص میں گرفتار ہونے والا، نہ سونگھ سکے گا۔

• ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے اپنی ضرورت
سے زیادہ عمارات دوسروں پر فخر و مباہات کے لیے تعمیر کرائیں، خداوندِ عالم
قیامت کے روز اُن عمارات کو زمین کے ساتویں طبقے تک آتشی طوق کی صورت
میں بنا کر اس کی گردن میں ڈالے گا۔ پھر اُسے جہنّم رسید کرے گا۔

• پھر ارشاد فرمایا: جو شخص فاخرہ لباس پہن کر تکبّر کرے خدا
اُسے جہنّم کے نچلے درجے میں قارون کے ساتھ رکھے گا۔ کیونکہ وہ پہلا شخص
ہے جس نے مال و دولت پر غرور کیا اور زمین میں غرق کیا گیا۔

• جو شخص کسی فقیر پر دست درازی کرے یا اُسے حقیر جانے اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز اس آدمی کو چھوٹی چیونٹی کے برابر قد میں اُٹھائے گا اور جہنّم
میں ڈالے گا۔

(۲) علاجِ تکبّر

تکبّر کے دور کرنے کا علاج یہ ہے
کہ انسان اپنی ابتداء، انجام، اپنی مجبوریوں، معذوریوں، عدمِ کامیابیٔ
مقاصد، بیماری اور مصائب و آلام پر نظر کرے۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ تعجب ہے اس انسان
پر جو نطفۂ گندیدہ سے پیدا ہوا ہے، آخر میں مردار گندیدہ ہوتا ہے اس کو درمیان
کا حال معلوم نہیں اور پھر تکبّر کرتا ہے۔

۵۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تعجب ہے اس انسان پر جس کی ابتداء ایک نجس قطرے سے ہوئی اور اس کا انجام وہ مردار ہے جس کے چھونے سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور ساری زندگی اس کا جسم ایک پیشاب اور پائخانہ کا ظرف بنا رہتا ہے اور پھر وہ تکبر کرتا ہے

۶۔ جو شخص چاہتا ہے کہ تکبر کو اپنے اندر سے دور کرے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے خادم کے ہمراہ کھانا کھائے۔ بکریوں کا دودھ خود نکالے۔ فقراء کی صحبت میں بیٹھے، اغنیاء کی صحبت سے پرہیز کرے۔

(۴) اصلاحِ باطن

انسان کو چاہیے کہ وہ ظاہر کی طرح اپنے باطن کی بھی اصلاح کرے تاکہ ظاہر و باطن دونوں نیک ہوں۔ باطن کی طرح اپنے ظاہر کو بھی خراب کرنا اور یہ کہنا کہ یہ اس لیے مستحسن ہے کہ لوگ ہمیں اچھا نہ سمجھیں جو صوفیوں کا طریقہ ہے ہرگز جائز نہیں۔ درپردہ گناہ کرنے سے ظاہر بظاہر گناہ کرنا زیادہ قبیح ہے۔ آقا کی بظاہر مخالفت کرنا زیادہ باعثِ ناراضگی ہے نسبتاً پس پشت مخالفت کرنے یا برا کہنے کے۔ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ قرآن مجید میں ہے کہ "اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو بظاہر اور علانیہ برا کہے مگر ظالم کی برائی مظلوم کر سکتا ہے"۔ (پارہ ۶ آیت ۱)

(۵) کمبل پوشی

کمبل کا لباس پہننے میں اہلِ سنت کی حدیثوں میں بہت کچھ تعریفیں ہیں۔ شیعہ کی بعض احادیث میں اس کی مذمت ہے

اور بعض میں تعریف۔ مگر تعریف والی حدیثیں تقیہ پر محمول ہیں۔ اگر کمبل کا لباس عبادت کے وقت یا اس کے علاوہ تواضع اور عاجزی کی غرض سے یا سردی سے حفاظت کے لیے یا کم خرچ سمجھ کر پہنا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن ہمیشہ کے لیے اسے اپنا مخصوص لباس بنانا اور اس کے ذریعے سے دوسروں پر اپنے آپ کو ترجیح دینا اور ممیز بنانا برا ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ: روئی کا لباس پہنو، کیونکہ یہ جناب رسولِ خدا صلعم اور ہم اہلِ بیتؑ کا لباس ہے۔ جناب رسولِ خدا صلعم بالوں یا پشم کا لباس بغیر ضرورت و عذر کے ہرگز نہ پہنتے تھے۔

• جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: پانچ باتوں کو میں مرتے دم تک کبھی نہ چھوڑوں گا، تاکہ میری سنت ہو جائیں۔ ۱۔ زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا۔ ۲۔ جھول اور پالان پڑے ہوئے دراز گوش پر سوار ہونا۔ ۳۔ اپنے ہاتھ سے بکری دوہنا۔ ۴۔ پشم کا لباس پہننا۔ ۵۔ بچوں کو سلام کرنا۔

• اے ابوذر! آخری زمانے میں لوگ گرم و سرد موسموں میں پشم کا لباس پہنیں گے اور اسے فضیلت و برتری شمار کریں گے جبکہ ان لوگوں پر زمینوں اور آسمانوں کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، اور بہشت کے حقدار غبار آلودہ، پریشان زلف، پرانے کپڑے پہننے والے، اور لوگوں میں حقیر اور عدم توجہی والے ہوں گے، اگر یہ لوگ کسی امر کے لیے خدا کو قسم دیں، تو خدا ان کی قسم قبول فرمائے اور حاجت پوری کرے۔

جناب رسولِ خدا صلعم امورِ غیب سے باخبر ہونے کے باعث جانتے

تھے کہ میرے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو مکر و فریب سے کمبل پوشی اختیار کریں
گے اور دھوکے سے دوسروں کو بدعت و گمراہی میں مبتلا کریں گے۔ اسی لیے
آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: اس لباس کو اختیار کرنے والے ملعون ہیں، ان کے
فریب میں نہ آنا۔ یہ بھی آپؐ کا ایک بڑا معجزہ ہے کہ اس فرقے کی پیدائش
سے پہلے اس کی خبر بھی دی اور مذمّت بھی فرمادی، تاکہ کسی کو شک و شبہ
نہ رہے اور جو آدمی اس فرقۂ صوفیہ کے گمراہ ہونے کا انکار کرے خدا و رسولؐ
کی لعنت کا مستحق ہے۔ صرف کمبل پوشی ان کے لیے باعثِ لعنت نہیں، بلکہ
اس کی وجہ شریعت حقّہ کی تباہی۔ دینِ حق کی بیخ کُنی اور کافروں و زندیقوں
کے عقائد اختیار کرنا ہے اور شریعت کو ترک کرکے اپنی ایجاد کردہ بدعات
کو لوگوں میں پھیلانا ہے اور راہِ راست سے روکنا ہے۔

دوسری بہت سی احادیث صوفیہ فرقے کے باطل ہونے کو ظاہر کرتی ہیں
شیعہ علمائے متقدّمین اور متاخّرین نے ان کی بہت کچھ مذمّت بیان کی ہے
اور بیحد تکذیب کی ہے۔ بعض نے اس کے رد و بطلان پر کتابیں لکھی ہیں۔
مثلاً جناب علی بن بابویہؒ، جن کے خطوط مشکل مسائلِ شرعی کے استفسار میں
حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور وہاں سے جواب باصواب بھی
آتے تھے۔ اور ان کے فرزند باسعادت محمّد بن علی بن بابویہؒ جو شیعہ محدّثین
کے رئیس ہیں اور جناب صاحب العصرؑ کی دعاء سے تولّد ہوئے۔ اسی دعاء
میں آپ کی تعریف بھی مذکور ہے۔ اور جناب شیخ مفید علیہ الرّحمہ جو شیعہ
مذہب کے ستون ہیں اور بہت سے علماء اور محدّثین ان جناب کے شاگرد
ہیں۔ امام آخر الزّمان علیہ السّلام کی توقیع ان کے نام آئی جس میں ان کی تعریف
بھی مذکور ہے۔ انھوں نے ایک بڑی کتاب اس فرقے کے رد میں لکھی ہے۔

شیخ طوسیؒ، علامہ حلّیؒ اور شیخ شہیدؒ سب نے اس فرقے کے رد میں کتب
تحریر فرمائیں۔ اور جناب شیخ علیؒ نے ایک کتاب "مطاعن مجرمیہ" اس فرقے
کے رد میں تحریر فرمائی۔ ان کے فرزند ارجمند جناب شیخ حسنؒ نے "عمدۃ المقال"
ان کے رد میں لکھی اور شیخ عالیقدر جناب جعفر بن محمّد دورستی نے اپنی کتاب
"اعتقاد" میں خوب اس فرقے کی تردید کی ہے۔ ابنِ حمزہؒ اور سیّد مرتضیٰ رازی
نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ زبدۃ العلماء، نُخبۃ الفقہاء جناب مولانا احمد اردبیلی
نے اپنی تصانیف میں اس فرقے کی خوب تردید کی ہے۔ غرضیکہ تمام محدّثین اور
علماء نے اپنے کلام میں اس فرقے کی تردید فرمائی ہے۔

اے عزیزو! تم اس فرقے کو کیوں اچھا خیال کرتے ہو۔ جبکہ اس گروہ کی
مذمّت میں جناب رسولِ خداؐ اور اہلِ بیت علیہم السّلام کے فرامین اور علماء کی
شہادتیں ہوتے ہوئے تم کیا عذر پیش کروگے۔ کیا یہ کہوگے کہ میں حسن بصری کا
پیروکار ہوں جس پر بہت سی احادیث میں نفرین آئی ہے۔ یا سفیان ثوری کے پیرو
کہوگے جو امام جعفر صادق علیہ السّلام کا سخت دشمن اور مخالف تھا۔ یا غزالی کی
متابعت کا عذر کروگے جو یقیناً ناصبی تھا۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جس
معنی سے علیؑ مرتضیٰ امام ہیں، میں بھی امام ہوں، اور لکھتا ہے جو کوئی یزید لعین
کو لعنت کرے گنہگار ہے۔ اس نے شیعوں کی مذمّت اور رد میں بہت سی
کتابیں لکھی ہیں: جیسے: کتاب "المنقذ من الضلال" وغیرہ۔ یا اس کے بھائی
احمد غزالی کو بطورِ حجّت پیش کروگے، جو کہتا ہے کہ شیطان بڑے اولیاء اللہ
میں سے ہے۔ یا مولوی رومی کو اپنا شفیع بناؤگے، جو کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ
ابنِ ملجم کی شفاعت کریں گے اور اُسے بہشت میں لیجائیں گے۔ اور کہتا ہے۔
کہ اُس پر کوئی گناہ نہیں مقدّر ہی ایسا تھا اور وہ اس عمل میں مجبور تھا۔

چونکہ بیرنگی اسیرِ رنگ شد — موسیٰ و فرعون اندر جنگ شد

یعنی بے رنگ ہونے سے اور بے سمجھی سے اسیرِ رنگ ہو گئے۔ ظاہر بین بن گئے اور موسیٰؑ و فرعونؑ آپس میں لڑ پڑے۔

مولوی رومی کی مثنوی کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں جبر یا وحدت الوجود یا عبادات کے بیکار ہونے وغیرہ کے فاسد عقائد کا ذکر نہ ہو، اور اس کے بیہودہ معتقدین کا خیال ہے کہ طبلہ، سارنگی اور نے کا سُننا عبادت ہے۔

یا محی الدین عربی کو اپنا وسیلہ بناؤ گے جس کے بیہودہ اعتقادات اور خیالات کو اِس کتاب میں کئی مقامات پر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہتا ہے اولیاء اللہ لوگوں کا ایک گروہ ہے جن کو رافضی لوگ خنزیر کی صورت دکھائی دیتے ہیں۔

اور یہ بھی کہتا ہے کہ جب میں معراج پر گیا تو علیؑ کے مرتبے کو عرش پر عثمان و عمر و ابوبکر سے نیچے پایا۔ جب واپس آیا تو میں نے علیؑ سے کہا: تم دنیا میں تو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ میں ان تینوں سے بہتر ہوں لیکن عرش پر تمھارا مرتبہ کیسے کم ہو گیا۔

ان کے سوا اور بھی اسی قسم کی بہت سی خرافات و بکواس ہیں جن کے ذکر سے طول ہو جائے گا۔ لہٰذا، تم ان کے مکر و فریب میں نہ آؤ، یہ تمام دھوکا دنیا کی خواہش اور نام کی غرض سے ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہو کہ میں تمام اسرارِ غیب سے واقف ہوں ہر ایک چیز مجھے کشف سے معلوم ہو جاتی ہے۔ میں رات کو دس مرتبہ عرش پر جاتا ہوں۔ لیکن اس سے کوئی مسئلہ شکیاتِ نماز کا یا کوئی میراث کا مسئلہ یا کوئی مشکل حدیث دریافت کی جائے تو ہرگز نہیں بتا سکتا۔

• بسندِ معتبر و صحیح امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: کذّاب اور دروغگو کی یہ علامت ہے کہ تمھیں آسمان، زمین، مغرب و مشرق

کی خبریں بتاتے گا، لیکن جب دینِ خدا کے حلال یا حرام مسائل کے بارے میں سوال کرو گے تو اُن سے لاعلمی ظاہر کرے گا۔ آخر یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ: وحدت الوجود کے دقیق مسائل کو میں نے سمجھ لیا ہے اور باقی اسقدر علماءُ فضلاء نہ سمجھ سکے۔ ایک آسان سی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو بیسیوں مرتبہ اسے سمجھائی جاتی ہے اور جو لوگ باریک علمی مسائل کے سمجھنے والے ہیں ان کی سمجھ میں یہ مسئلہ کیوں نہیں آتا جو اس نے سمجھ رکھا ہے۔ پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ کشف اور کفر آپس میں ضد نہیں، ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں، اور کفارِ ہند صاحب کشف گذرے ہیں۔ مانا کہ ان کا کشف واقعی ہے اور دھوکے بازی نہیں، لیکن اس سے ان کو کیا خوبی حاصل ہوئی۔ کفار ہی رہے اور قیامت میں کفار ہی اُٹھیں گے۔

• ''احتجاج'' طبرسیؒ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جناب امیر المومنینؑ کا گزر بصرہ میں حسن بصری کے پاس سے ہوا۔ وہ وضو کر رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اے حسن! پورے طور سے وضو کر۔

اُس نے کہا: یا امیر المومنینؑ! کل آپ نے ان لوگوں کو قتل کیا جو کلمہ گو تھے اور پورا وضو کرتے تھے۔ آج مجھے پورا وضو کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تو اُن کی مدد کرنے کے لیے کیوں نہ آیا۔

اُس نے کہا: واللہ، میں نے صبح کو غسل کیا، کافور ملا اور ہتھیار لگا کر تیار ہوا، کیونکہ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ عائشہ سے تخلف کرنا کفر ہے راستے میں جاتے ہوئے آواز آئی ''تو کہاں جاتا ہے، واپس چلا جا، کہ جو شخص ان لوگوں میں قتل کرے گا اور قتل ہو گا دونوں جہنم میں جائیں گے''۔ میں اس آواز سے ڈرا اور گھر میں آ کر بیٹھ گیا۔ دوسرے روز پھر عائشہ کی مدد کے لیے تیار ہو کر چلا۔ راستے میں وہی آواز سُنی اور واپس آ گیا۔

حضرت نے فرمایا: تو سچ کہتا ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ وہ آواز دینے والا کون تھا۔؟

اس نے کہا: نہیں

آپؑ نے فرمایا: وہ تیرا بھائی شیطان تھا۔ اس نے تجھے سچ ہی تو بتایا تھا کہ عائشہ کے لشکر کا قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔

• ایک روایت میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حسن بصری سے فرمایا: اے حسن! ہر اُمت میں ایک سامری ہوا کرتا ہے، اور اِس اُمت کا سامری تو ہے۔

• حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن بصری! خواہ تو دائیں چلا جا یا بائیں، علم کہیں نہ ملے گا سوائے ہم اہلِ بیت کے۔

واضح ہو کہ یہ حسن بصری وہی شخص ہے جو صوفیوں کا بڑا پیر ہے اسی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اور اسی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بڑا شیخ ان کا عباد بصری گذرا ہے۔ وہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام پر طعن کرتا تھا اور جہاد کے معاملے میں حضرت پر اعتراض کیا کرتا تھا۔

• ایک دفعہ بصرہ کی ایک جماعت جس میں ایوب سجستانی، صالح مرنی، عتبہ، حبیب فارسی، مالک بن دینار، ابو صالح اعمی، جعفر بن سلیمان رالبعہ اور سعدانہ تھے حج کو گئے۔ مکہ میں پانی کی قلت تھی۔ سب نے مل کر خانۂ کعبہ میں بارش کی دعاء مانگی، مگر دعاء بے سود رہی۔ اتنے میں حضرت امام زین العابدینؑ محزون و غمناک صورت میں تشریف لائے۔ اور طوافِ کعبہ کے بعد سب کو کعبہ سے دور جانے کو کہا۔ پھر آپؑ کعبہ کے پاس سجدہ بجالائے اور دعاء فرمائی۔ ابھی دعاء ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ابر اُٹھا اور ایسا

پانی برسا کہ قلت دور ہوگئی۔

واضح ہو کہ مذکورہ بالا سب آدمی صوفیوں کے بڑے اولیاء ہیں جو اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت نہیں رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک طاؤس یمانی ہے جس کے مباحثے اور مناظرے امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مشہور ہیں اور حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

• شیخ طوسیؒ، کتاب "غیبت" میں لکھتے ہیں کہ چند لوگوں نے نیابت حضرت صاحب العصر علیہ السلام کا جھوٹا دعوٰی کیا۔ اور آخر کار ذلیل و رسوا ہوئے۔ اگر درحقیقت نائبِ امام ہوتے تو امامِ عصر علیہ السلام کی طرف سے کوئی معجزہ دکھاتے جس سے لوگوں کو ان کی نیابت کا یقین ہوتا۔ ان میں پہلا دعویدارِ نیابت، شریعی تھا، جو دعوٰی کر کے رسوا ہوا۔ اور حضرت کا فرمان اس پر لعنت کے متعلق صادر ہوا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ تلعکبری نے بیان کیا کہ اس شخص کے دعوئ نیابت کے بعد اس کا ملحد ہونا اور کافر ہونا لوگوں پر ظاہر ہوگیا پہلے وہ امام علیہ السلام پر جھوٹ و افترا باندھتا تھا تاکہ کم عقل لوگ اس کی طرف راغب ہوں۔ اس طرح رفتہ رفتہ شرارت میں ترقی کرتا ہوا حلاجیہ مذہب کا قائل ہوگیا۔ جیسا کہ ابو جعفر شلمغانی وغیرہ مشہور ہوئے۔ پھر شیخ بیان کرتے ہیں کہ منجملہ کذابوں کے حسین بن منصور حلاج بھی تھا۔

• بسندِ معتبر ہبۃ اللہ بن محمد کاتب سے روایت ہے کہ سہل بن اسماعیل نوبختی جو ایک پکا شیعہ تھا۔ اس نے منصور حلاج کا پیرو کار بننے کا پیغام اِس شرط پر بھیجا کہ اس کے بال سفید ہوگئے ہیں اور اسے کنیزوں کی خاطر ہر جمعہ خضاب کرنا پڑتا ہے، ایسا معجزہ دکھائے کہ داڑھی سیاہ ہوجائے اور خضاب کی ضرورت پیش نہ آئے۔

جب حلاج نے یہ بات سنی تو کہا کہ "اس پیغام میں سہل نے خطا کی ہے" اور اس کے سوا کچھ جواب نہ دیا۔ اس قصے کو سہل ہر جگہ بیان کرتا تھا۔ لوگ سن کر حلاج کی ہنسی اُڑاتے اور وہ ذلیل و خوار ہوتا۔

• احتجاج طبرسی میں منقول ہے کہ جناب صاحب الامر علیہ السلام کا فرمان حسین بن روح کے ذریعے سے اس جماعت کی لعنت کے متعلق صادر ہوا ہے جن میں حسین بن منصور حلاج تھا۔ ایسے لوگ ہمیشہ ہمارے ائمہ علیہم السلام کی مخالفت پر کمر بستہ رہے ہیں۔ شیعہ علماء کبار اور راویانِ اخبار جو اُن کے زمانے میں یا اُن کے قریبی زمانے میں تھے اور ہماری تمہاری بہ نسبت ان کا علم و فہم، تقویٰ و طہارت بھی زیادہ تھی، ان لوگوں سے ہمیشہ بیزار رہے اور ان کے کفر و الحاد کو ثابت کرتے رہے۔ اس پر بھی اگر کوئی دیدہ و دانستہ طریقِ اہلِ بیتؑ کو چھوڑے اور گمراہی کا راستہ اختیار کرے تو اس کا گناہ کسی دوسرے کے نام لکھا جائے گا۔ اہلِ بدعت لوگوں یعنی صوفیا کے اوراد و وظائف سے پرہیز لازم ہے۔ اس کے بدلے اہلِ بیت علیہم السلام سے منقول دعائیں اور اذکار سے نفع حاصل کریں۔

باب ۱۵
اذکار

(۱) فضیلتِ اذکار

تسبیحات کی فضیلت:

حضرت امام حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت خدمتِ رسولؐ میں آئی اور اُن کے عالم نے چند مسائل کا آنحضرتؐ سے جواب باصواب پایا اور وہ سب کے سب ایمان لے آئے۔ ان مسائل میں سے ایک سوال یہ تھا۔ کہ تعمیرِ کعبہ کے وقت خدا نے جو کلمات حضرت ابراہیمؑ کو تعلیم فرمائے تھے وہ کیا تھے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا، ان میں سے ایک کلمہ یہ تھا۔

"سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ۔"

یہودی نے سوال کیا جو اِن کلمات کو پڑھے اُس کو کیا ثواب ملے گا؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تسبیح پڑھنے والا سُبْحَانَ اللهِ کہتا ہے تو زیرِ عرش فرشتے بھی سبحان اللہ کہتے ہیں

اور پڑھنے والے کو دس گنا زیادہ ثواب عطا ہوتا ہے اور جب کلمہ
الحمد للہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ نعیمِ دنیا و آخرت عطا فرماتا ہے۔
یہ وہ کلمہ ہے کہ اہلِ بہشت داخلِ بہشت ہوں گے تو اُن کی زبانوں پر بھی
کلمہ جاری ہوگا کیونکہ وہ اس کو دنیا میں پڑھا کرتے تھے۔ اور جب وہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہتا ہے تو خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اس بندے
کو اس کلمہ کی جزا میں بہشت عطا فرماتا ہوں کیونکہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ جب یہودی عالم نے یہ سُنا تو اس نے آنحضرتؐ
کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ اے محمدؐ! آپ نے سچ فرمایا۔

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ کی
خدمت میں فقراء کی ایک جماعت آئی اور کہنے لگی۔

یا رسول اللہؐ! مالداروں کے پاس مال و دولت ہے وہ حج کرسکتے
ہیں ہم مالدار نہیں ہیں اس لیے حج نہیں کرسکتے، اُن کے پاس مال ہے وہ غلام
آزاد کرسکتے ہیں اور ہم نہیں کرسکتے، اُن کے پاس مال و دولت ہے وہ تصدق
کرسکتے ہیں ہم نہیں کرسکتے۔ وہ جہاد کرسکتے ہیں ہم نہیں کرسکتے۔

جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا، جو سَو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر
کہے اُس کو سَو غلام آزاد کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو سَو مرتبہ
سبحان اللہ کہے اس کو اُس حج کا ثواب ملتا ہے جس میں سَو اونٹ
قربانی میں دیے جائیں اور جو سَو مرتبہ الحمد للہ کہے اس کو اُس
جہاد کا ثواب ملتا ہے جو مجاہدین کو سو گھوڑے برائے جہاد دے۔ اور جو سَو
مرتبہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہے اس کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔

یہ خبر اغنیاء تک پہونچی اُنھوں نے بھی ان اعمال کو بجالانا شروع کیا

فقراء جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا۔
یا رسول اللہ! دولتمندوں نے بھی یہی کام شروع کر دیا۔
آنحضرتؐ سے فرمایا، یہ فضلِ خدا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

○ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بندہ سَو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر
سَو مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، سَو مرتبہ سبحان اللہ، سَو مرتبہ لا الٰہ اِلّا اللہ کہے
اور سَو مرتبہ درود محمدؐ و آلِ محمدؐ پر بھیجے اور بعد میں کہے اَللّٰھُمَّ زَوِّجْنِیْ مِنَ
الْحُوْرِ الْعِیْنِ۔ تو خداوندِ عالم اس کو بہشت میں حور العین (حوریہ) کرامت
فرمائے گا۔ اور یہ پانچ سو کلمات اس حوریہ کا مہر قرار پائے گا۔ اسی وجہ سے بحکمِ
خدا پانچ سو درہم زنِ مومنہ کا مہر سنت قرار پایا۔

(۲) ثوابِ تہلیل

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر آسمان و زمین
اور جو کچھ ان میں ہے اُن کو ترازو کے پلڑے (پتے) میں رکھ دیا جائے اور اُس
کے دوسرے پلڑے (پتے) میں لا اِلٰہ اِلَّا اللہ رکھا جائے تو یہ کلمہ
اُن سب سے زیادہ وزنی ہوگا۔ اور فرمایا جان کنی کے عالم میں اس کا پڑھنا
گناہوں کو ختم کرنے اور جاں کنی کے آسان کرنے کا باعث ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا پڑھنا جس
قدر زیادہ ہو اسی قدر ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہ وہ ذکر ہے جس کی فضیلت
بےحد اور بے انتہا ہے۔ ہر عبادت کی حد ہے مثلاً نماز پنجگانہ ختم ہوئی، فرض
بھی ادا ہوگیا۔ اور حد ختم ہوگئی۔ لیکن لا الٰہ اِلّا اللہ کی کوئی حد ہی نہیں

ہے خواہ جس قدر چاہو، جب چاہو، پڑھو پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ○ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۱)

"اے مومنو! اللہ کا ذکر کرو بہت زیادہ اور اُس کی تسبیح کرتے رہا کرو صبح و شام

حضرت امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت نوح علیہ السلام سے ارشاد فرمایا جب کشتی کو خطرہ محسوس کرو تو ہزار مرتبہ اس کو پڑھ لینا۔ نیز فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا پڑھنا فقر و فاقہ کو دور کرتا ہے اور عذابِ قبر سے نجات بخشتا ہے۔ اور جو ہر روز اس کو پڑھے خدا اُس کے پانچ ہزار گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ گویا اُس نے اس روز بارہ مرتبہ ختمِ قرآن کر لیا۔

الغرض اُس مالک کی وحدت کی گواہی اِس طرح دینا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا سب سے بڑی عبادت اور باعثِ نجات ہے

مستند روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ حضرت یوسفؑ کے پاس محل کے بالائی حصہ میں بزمانۂ بادشاہت تشریف فرما تھے کہ ایک راہ گیر نیچے سڑک پر خستہ حال چلتا ہوا نظر آیا۔ حضرت جبریلؑ نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے؟

حضرت یوسفؑ نے فرمایا، آپ ہی بتلایئے کہ یہ کون ہے۔

حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے گہوارے میں آپ کی عصمت کی گواہی دی تھی۔

چنانچہ حضرت یوسفؑ نے یہ سُنتے اپنے ارکانِ سلطنت کو حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لایا جائے۔

جب اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اس کے ساتھ بڑی محبّت و شفقت سے پیش آئے۔ خدام کو حکم دیا کہ اس کو نہلایا جائے عمدہ لباس پہنایا جائے، رہنے کے لیے محل میں ایک ایوان دیا جائے، عمدہ کھانا کھلایا جائے اور ایک خوبصورت عورت سے شادی کی جائے۔

چنانچہ تمام کام بموجب حکم انجام پا گئے اور وہ شخص انتہائی خوشی اور مسرّت کے عالم میں وہاں سے چلا گیا۔ تو حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ یا نبی اللہ! یہ انسان کس قدر نا عاقبت اندیش ہے اگر یہ خدا وحدت کی شہادت صدقِ دل سے دے تو وہ کریم اس کو جنّت میں عالیشان محل لذیذ غذائیں عمدہ لباس اور حور العین سے شادی کا انتظام اللہ تعالیٰ فرما دیتا۔ جب اللہ کے ایک بندے نے اپنی عصمت کی گواہی دینے پر یہ سب کچھ عطا کر دیا۔ بیشک اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جنّت کی کنجی ہے۔

فضیلتِ اذکار

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: جو کوئی بلا وجہ تعجب کا کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اللہ تعالیٰ اس کلمے سے ایک مرغ پیدا کرتا ہے جو کہنے والے کے سر پر قیامت تک اُڑتا رہے گا اور ذکرِ خدا کرتا رہے گا اور اس ذکر کا ثواب اسے ملے گا۔

- جناب رسولِ خدا صلعم نے ارشاد فرمایا: اپنے مرنے والوں کو کلمۂ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو۔ بتحقیق جس کا آخری کلام یہ کلمہ ہوگا وہ بہشت میں جائے گا۔
- امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت نوحؑ کشتی میں سوار ہوئے، اللہ نے ان پر وحی نازل فرمائی: جب غرق ہونے کا خطرہ ہو تو ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا۔

• بسند معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو کوئی سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَالِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ پڑھے اللہ عزیز و جبار اسے فقر سے نجات دے گا اور قبر کی وحشت سے اس کو امان نصیب ہوگی۔ وہ تونگر بن جائے گا۔

• ایک اور حدیث میں ہے: جو شخص اس تہلیل کو ہر روز تیس مرتبہ پڑھے، دولتمندی کی طرف رُخ کرے گا، اور تنگدستی اور فقر سے نجات حاصل کرے گا۔ اور بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔

• ایک معتبر روایت سے منقول ہے کہ جو کوئی پندرہ مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا وَّ تَصْدِیْقًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عُبُوْدِیَّةً وَّ رِقًّا پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا اور جبتک اس کو بہشت میں داخل نہ فرمائے گا نظرِ رحمت نہ پھیرے گا۔

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ جو شخص ہر روز دس بار اس دعا کو پڑھے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا۔"

اس کے نامۂ اعمال میں اللہ تعالیٰ پینتالیس ہزار حسنات لکھتا ہے اور پینتالیس ہزار گناہ مٹاتا ہے اور اسی قدر درجات بلند فرماتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ دعا اُس کے لیے روزِ قیامت شیطان کے شر سے بچائے گی۔ اور گناہانِ کبیرہ سے محفوظ رکھے گی اور اُسے دس قرآن مجید ختم کرنے کا ثواب ملے گا اور بہشت میں اس کا گھر ہوگا۔

(۳) فضیلتِ تسبیح

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بندۂ مومن کہتا ہے سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ، خداوندِ عالم تین ہزار نیکیاں اس کے حساب میں لکھتا ہے اور ایک ہزار گناہ معاف فرما دیتا ہے اور بہشت میں ایک مرغ خلق فرماتا ہے۔ جو یہ تسبیح قیامت تک پڑھتا رہے گا جس کا ثواب اس شخص کو ملے گا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب بندۂ خدا سبحان اللہ کہتا ہے۔ ملائکہ اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو سبحان اللہ وبحمدہٖ، سبحان العظیم تیس مرتبہ کہے گا حق تعالیٰ فقر و تنگ دستی کو اس سے رخصت فرماتا ہے اور تونگری و دولت کو اُس کی طرف پھیر دیتا ہے اور اس کا مقام بہشت میں لکھ دیتا ہے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے جب نورِ مقدس جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا تو بارہ ہزار سال اُسے حجابِ قدرت میں رکھا، وہاں وہ نور یہ تسبیح پڑھتا رہا:

"سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَ بِحَمْدِهٖ"

پھر گیارہ ہزار سال حجابِ عظمت میں رکھا، وہاں یہ تسبیح پڑھتا رہا:

"سُبْحَانَ عَالِمِ السِّرِّ وَ الْخَفِيَّاتِ"

پھر دس ہزار سال حجابِ المنۃ میں رکھا، وہاں یہ تسبیح تھی:

"سُبْحَانَ مَنْ هُوَ قَآئِمٌ لَّا يَلْهُوْ"

پھر نو ہزار سال حجابِ رحمت میں رکھا، وہاں یہ تسبیح تھی:

"سُبْحَانَ الرَّفِيعُ الْاَعْلٰى"

پھر آٹھ ہزار سال حجاب السعادت میں رکھا، وہاں کی تسبیح یہ تھی:

"سُبْحَانَ مَنْ هُوَ دَآئِمٌ لَّا يَسْهُوْ"

پھر سات ہزار سال حجاب الکرامت میں رکھا، وہاں یہ تسبیح تھی:

"سُبْحَانَ مَنْ هُوَ غَنِىٌّ لَّا يَفْقَرُ"

پھر چھ ہزار سال حجاب المنزلہ میں رکھا، جہاں وہ نور یہ تسبیح پڑھتا تھا:

"سُبْحَانَ الْعَلِيمُ الْكَرِيمُ"

پھر پانچ ہزار سال حجاب الہدایت میں رکھا، جہاں یہ تسبیح پڑھتا تھا۔

"سُبْحَانَ ذِى الْعَرْشِ الْعَظِيمِ"

پھر چار ہزار سال حجاب النبوّۃ میں رکھا، وہاں یہ تسبیح تھی:

"سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ"

پھر تین ہزار سال حجاب الرّفعہ میں رکھا، وہاں پر یہ تسبیح پڑھی:

"سُبْحَانَ ذِى الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ"

پھر دو ہزار سال تک حجاب ہیبت میں رکھا، جہاں یہ تسبیح پڑھی:

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ"

پھر ایکہزار سال تک اس نور کو حجاب الشفاعت میں رکھا وہاں یہ تسبیح تھی

"سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهٖ"

(۴) فضیلت تحمید

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے

کسی نے سوال کیا کہ کونسا عمل خدا کے نزدیک بہترین ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا، اس کی حمد بجالانا۔

○ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السّلام نے فرمایا، جس نے الحمد للہ کہا، گویا تمام نعمتوں کا شکریہ ادا کیا۔

○ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ کا ارشاد ہے کہ خداوندِ عالم اس کو نعمت کرامت فرماتا ہے جو یادِ الٰہی کرتا ہے اور جس کی روزی میں تاخیر ہوتی ہو تو اُس کو چاہیے کہ وہ استغفار کہے اور کوئی شخص اگر رنج وغم یا کسی مشکل امر میں گرفتار ہو جائے اس کو چاہیے لاحول ولا قوۃ الّا باللہ کہے۔

○ جناب رسول خداؐ جب کسی وجہ سے خوش ہوتے تو فرماتے، الحمد للہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات اور جب کوئی بات حزن وملال کی درپیش ہوتی تو فرماتے الحمد للہ علیٰ کلِ حالٍ

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنابِ رسولِ خداؐ ہر روز حمدِ الٰہی فرماتے تھے۔ ۳۶۰ مرتبہ رگہائے بدن کے بقدر الحمد للہ رب العالمین کثیراً علیٰ کل حالٍ پڑھا کرتے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا، جو یہ کہے، "الحمد للہ کما ھو اھلہٖ" کاتبانِ اعمال خدا سے سوال کراتے ہیں کہ اس بندے کے نامۂ اعمال میں کس قدر ثواب لکھیں ہم تو عاجز ہیں۔ خداوند بزرگ وبرتر ارشاد فرماتا ہے کہ میرا بندہ جو کچھ کہتا ہے بس وہ لکھ لو اور اس کا ثواب مجھ پر چھوڑ دو۔

(۵) فضیلتِ استغفار

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، گناہوں کی بدبو کو استغفار کی خوشبو دور کردیتی ہے اور استغفار باعثِ وسعتِ رزق ہے۔

○ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا جو شخص " استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ " کہتا ہو وہ کبھی متکبر اور مغرور نہیں ہوتا۔

○ جناب رسولِ خدا جس مجلس میں تشریف لے جایا کرتے تھے تو زیادہ وقت استغفار میں گذارتے تھے۔

منقول ہے کہ جناب رسولِ خداؐ ہر شب سو مرتبہ استغفار پڑھتے تھے حالانکہ ہرگز کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوتا تھا معلوم ہوا کہ استغفار کا پڑھنا ہی ایک بڑی عبادت ہے۔ چاہے کسی نے گناہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بہرحال پسندیدۂ معبود اور عملِ پیغمبرؐ ہے۔

• بسندِ معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اُسے سات گھنٹے تک مہلت دی جاتی ہے، اگر وہ اس عرصے میں تین مرتبہ یہ استغفار پڑھ لے تو وہ گناہ اس کے نام نہ لکھا جائے گا۔ " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ "

پھر فرمایا: جو کوئی دن بھر میں سو مرتبہ " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ " پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے سات سو گناہ معاف فرما دیتا ہے اور ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو ایک روز میں سات سو گناہ کرے۔

• بسندِ صحیح امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: جس مومن سے ایک دن و رات میں چالیس گناہ سرزد ہوں اور وہ ان کی وجہ سے شرمندہ ہو کر یہ پڑھے: " اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَاَسْئَلُہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَتُوْبُ عَلَیَّ " اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

(۶) اذکارِ متفرقہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مجھے تعجب ہے کہ وہ شخص جو اپنے دشمن یا کسی اور چیز سے خائف ہے وہ یہ کلمہ کیوں نہیں پڑھتا۔ " حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ " (۱) اس لیے کہ خدا فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کلمہ پڑھا انھوں نے نعمتِ عظیم حاصل کی۔ اور تعجب ہے اس پر جو کسی غم میں مبتلا ہے وہ یہ کلمہ جو حضرت یونسؑ نے شکمِ ماہی میں پڑھا تھا، کیوں نہیں پڑھتا (۲) لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اس لیے کہ خدا نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ میں نے یونس کی دعا قبول فرمائی۔ اور غم سے نجات دی۔ اور تعجب ہے اُس پر جس کے دشمن اُس سے مکر کے ساتھ پیش آئیں۔ وہ یہ کلمہ کیوں نہیں پڑھتا (۳) " اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ " کیونکہ خدا اس کے بعد فرماتا ہے کہ جب مومنِ آلِ فرعون نے یہ کلمہ پڑھا تو خدا نے دشمنوں کے

مکر سے اسے محفوظ رکھا، اور تعجب ہے اس پر جو خواہشِ مال و متاع رکھتا ہے وہ اس کلمہ کیوں نہیں پڑھتا (4) "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اس لیے کہ خدا نے اس کے بعد مومن سے وعدہ فرمایا ہے۔

جناب رسولِ خدا سے ایک شخص نے وسوسہ اور قرض کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا، ان کلمات کو اکثر پڑھا کرو (5) تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۔ شکایت برطرف ہو جائے گی۔

نیز فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے وسوسۂ خاطر اور اندوہ کی شکایت کی۔ جبریل نازل ہوئے اور کہا کہو (6) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وسوسہ برطرف ہو گیا۔

نیز فرمایا جس کو خدا نعمتِ کثیر عطا فرمائے اس کو چاہیے کہ کہے (7) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ جو رنج و غم میں مبتلا ہو وہ کہے۔ (8) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

نیز فرمایا کہ شبِ معراج خداوندِ عالم نے بذریعے وحی خزانۂ عرش سے یہ دو کلمات تعلیم فرمائے (9) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص اپنی دعا کے ساتھ ان کلمات (10) مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کو بھی

اسی میں شامل کر کے پڑھے اُس کی دُعا ضرور قبول ہوگی۔

- نیز فرمایا جو شخص سات مرتبہ کہے "یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ" فرشتہ کہتا ہے کہ تیری آواز ارحم الراحمین نے سُنی۔ طلب کر جو طلب کرنا چاہتا ہے تاکہ تجھ کو عطا کیا جائے۔ اور اگر بندہ دس مرتبہ کہے "یَا اَللّٰهُ" تو خدا فرماتا ہے مانگ جو کچھ تجھے درکار ہے۔

- حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص کسی سختی میں گرفتار ہو تو کثرت سے "یَا رَءُوْفُ یَا رَحِيْمُ" کہے۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: سورۂ قل ھو اللہ، آیۃ الکرسی، سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ، روبقبلہ پڑھے تو ضرور حاجت برآری ہوگی۔ کیونکہ اس میں اسمِ اعظم ہے

- حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "یَا حَيُّ یَا قَيُّوْمُ" میں اسمِ اعظم ہے۔

- جناب علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ دعا، اسمِ اعظم پر مشتمل ہے:

"یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ یَا اَللّٰهُ وَحْدَكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَذُو الْاَسْمَآءِ الْعِظَامِ وَذُو الْعِزِّ الَّذِيْ لَا يُرَامُ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔"

یہ دعا، پڑھ کر جو حاجت ہو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔

• بسندِ معتبر سکین بن عمار سے منقول ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مکّہ میں سو رہا تھا۔ کوئی شخص مجھے خواب میں دکھائی دیا۔ اور اُس نے کہا اُٹھ کھڑا ہو اور دیکھ کہ ایک شخص میزاب کے نیچے اللہ تعالیٰ کا اسم پڑھ رہا ہے میں بیدار ہوا مگر نیند کے غلبے سے پھر سو گیا۔ چنانچہ وہی خواب پھر دیکھا اور ویسی ہی آواز آئی۔ بیدار ہو کر پھر سو گیا۔ تیسری مرتبہ زور دار آواز آئی کہ اُٹھ کر دیکھ میزاب کے نیچے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اسمِ اعظم پڑھ رہے ہیں میں نے اُٹھ کر غسل کیا، اور کپڑے پہن کر حجرِ اسود کے پاس آیا۔ دیکھا کہ ایک بزرگ سر پر کپڑا لپیٹے سجدے میں مصروف ہیں۔ میں ان کے پاس ہی جا کر کھڑا ہو گیا۔ جب غور سے سُنا تو یہ دعا، پڑھ رہے تھے:

"یَا نُورُ یَا قُدُّوسُ تین بار۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ تین بار
یَا حَیُّ لَا یَمُوتُ تین بار۔ یَا حَیُّ حِینَ لَا حَیُّ تین بار
یَا حَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تین بار۔ اَسْئَلُكَ بِاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
اَنْتَ تین بار۔ سکین کہتے ہیں حضرت نے بار بار اس کو پڑھا کہ مجھے یاد ہو گئی

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو "یَا اَسْمَعَ السَّامِعِینَ وَ یَا اَبْصَرَ النَّاظِرِینَ وَیَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِینَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ وَیَا اَحْکَمَ الْحَاکِمِینَ پڑھے، میں ضامن ہوں کہ اس کی حاجت ضرور بر آئے۔

(۷) تعینِ اوقاتِ اذکارِ مخصوصہ

تعقیباتِ نمازِ صبح و شام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

سے منقول ہے کہ نمازِ شام (مغرب) سے فارغ ہو جاؤ تو فوراً بغیر کسی سے گفتگو کیے سو مرتبہ کہو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور بعد نمازِ صبح (نمازِ فجر) بھی سو مرتبہ اسی کلمہ کا ورد کرو، خداوندِ عالم سو بلاؤں کو تم سے دفع فرمائے گا کیونکہ مذکورہ کلمہ میں اسمِ اعظم ہے اسی وجہ سے زیادہ مؤثر ہے۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص قبل طلوعِ آفتاب و قبل غروبِ آفتاب دس مرتبہ یہ پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ یُمِیْتُ وَ یُحْیِیْ وَهُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اُس کے اُس روز کے تمام گناہ خدا بخش دے گا۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، جو وقتِ طلوعِ صبح دس مرتبہ محمد و آلِ محمد پر صلوات بھیجے اور پینتیس ۳۵ مرتبہ سبحان اللہ پینتیس ۳۵ مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور پینتیس ۳۵ مرتبہ الحمد للہ کہے اور اسی طرح شام کو کہے تو اس کا شمار صبح سے شام تک عبادت گذاروں میں ہو گا۔ اور جو غروبِ آفتاب اور طلوعِ آفتاب کے وقت سو مرتبہ اللہ اکبر کہے اس کو سو غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا ہو گا۔

○ منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شب و ہر صبح تین سو ساٹھ مرتبہ بقدر رگہائے بدن اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کَثِیْرًا عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جسم میں ۳۶۰ رگیں ہوتی ہیں جن میں ایک سو اسّی (۱۸۰) رگیں متحرک اور ایک سو اسّی

(۱۸۰) رگیں ساکن ہوتی ہیں، اگر متحرک رگوں میں سے کوئی ایک ساکن ہوجائے یا
ساکن رگوں میں سے کوئی ایک حرکت کرنے لگے تو اس کو نیند نہ آئے گی اور رات
بھر پریشان رہے گا۔ اسی لیے مذکورہ بالا ورد جاری رکھے۔

• حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ صبح کے وقت
یہ دعاء پڑھو:

"اَصْبَحْتُ بِاللّٰهِ مُؤْمِنًا عَلٰى دِيْنِ مُحَمَّدٍ وَسُنَّتِهٖ وَ
دِيْنِ الْاَوْصِيَآءِ وَسُنَّتِهِمْ اٰمَنْتُ بِسِرِّهِمْ وَ
عَلَانِيَتِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَآئِبِهِمْ وَاَعُوْذُ
بِاللّٰهِ مِمَّا اسْتَعَاذَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَعَلَى الْاَوْصِيَآءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ
وَاَرْغَبُ اِلَى اللّٰهِ فِيْمَا رَغِبُوْا اِلَيْهِ وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔"

• آنحضرتؑ ہی سے منقول ہے: جو شخص قبل طلوعِ آفتاب یہ دعا
پڑھے: "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَسُبْحَانَ
اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ كَثِيْرًا لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَصَلَّى
اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ۔"

تو ایک فرشتہ اس دعاء کو اپنے پروں میں لیکر آسمان پر جاتا ہے جب
پہلے آسمان پر پہنچتا ہے تو وہاں کے فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرے
پاس کیا شے ہے؟

وہ جواب دیتا ہے کہ فلاں مومن کی دعاء لیکر آیا ہوں۔

وہ فرشتے کہتے ہیں کہ خدا اس دعاء کے پڑھنے والے پر رحمت نازل فرمائے
اور اُس کے گناہوں کو معاف فرمائے۔

اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور پھر حاملانِ عرش اُس کے حق میں دعاء
کرتے ہیں اور یہ دعاء خالص مومنوں کے اعمال کے ساتھ خزانے میں رکھی جاتی ہے

• حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر صبح تین مرتبہ یہ دعاء پڑھتے تھے۔

"اَصْبَحْتُ وَرَبِّيْ مَحْمُوْدٌ اَصْبَحْتُ لَا اُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا اَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا وَّلَا اَتَّخِذُ
مِنْ دُوْنِهٖ وَلِيًّا۔"

شام کو بھی تین مرتبہ یہی دعاء پڑھا کرتے تھے۔ اور بجائے اَصْبَحْتُ
کے اَمْسَيْتُ پڑھتے تھے۔

• بسندِ معتبر امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ صبح کے وقت
کوئی کلام کرنے سے پہلے عقیق کے نگینے پر سورۂ القدر پڑھ کر پھونکے پھر یہ دعاء
پڑھے: "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَكَفَرْتُ
بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَاٰمَنْتُ بِسِرِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَعَلَانِيَتِهِمْ وَظَاهِرِهِمْ وَبَاطِنِهِمْ وَاَوَّلِهِمْ
وَاٰخِرِهِمْ۔"

تو اللہ تعالیٰ اسے اس روز تمام آسمانی بلاؤں اور زمینی آفتوں سے محفوظ
رکھے گا۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے جو کوئی مغرب کے
وقت تین مرتبہ یہ آیت پڑھے: صبح تک اُس کی کوئی شے ضائع نہ ہوگی اور اگر
صبح کو تین مرتبہ پڑھے۔ دن کو کوئی شے ضائع نہ ہوگی اور آفتوں اور بلاؤں سے

محفوظ رہے گا:

" فَسُبْحَانَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ " (۳۰/۱۸)

○ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہر صبح و شام تین مرتبہ کہے رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ نَبِيًّا وَّ بِالْقُرْاٰنِ بَلَاغًا وَّ بِعَلِيٍّ اِمَامًا وَّ بِالْاَوْصِيَآءِ مِنْ وُّلْدِهٖ اَئِمَّةً " ۔ تو خدائے کریم ضرور اس کو داخلِ بہشت فرمائے گا

○ حضرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو ہر روز (۲۵) مرتبہ کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ ۔ تو خداوند عالم حضرت آدمؑ سے لیکر قیامت تک مومنین کے حق میں ایک نیکی اور اُس کے حق میں تمام مومنین و مومنات، مسلمین و مسلمات کے بقدر ثواب عطا فرمائے گا۔

○ ہلقام نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا، یا ابن رسول اللہ! کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائیے جو دنیا و آخرت دونوں میں کام آئے۔

آپؑ نے فرمایا۔ بعد نمازِ صبح تا طلوعِ آفتاب یہ پڑھا کرو۔

سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللهَ وَ اَسْئَلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔

(۸) ادعیہ بعد ہر نماز

ہر نماز کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں میں بہترین تعقیبات تسبیح جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہے۔ یعنی

چونتیس ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، تینتیس ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ ۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ بعد نماز پنجگانہ تسبیح جناب فاطمہ زہراؑ سے بہتر خدا کی کوئی اور حمد نہیں ہے۔ اگر اس سے بہتر کوئی حمد ہوتی تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیقہ کبریٰ بتولِ عذرا، سیدۃ النساء العالمین، خاتونِ جنت، اپنی پیاری بیٹی پارۂ جگر کو ضرور تعلیم فرماتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ نماز پنجگانہ کے بعد تسبیحِ جناب فاطمہ زہراؑ کا پڑھنا ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ بعد تسبیح فاطمہ زہراؑ ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہے۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جو بعد نمازِ فریضہ اپنی جگہ پر خاموش اسی طرح بیٹھ کر تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ " کہے تو خداوندِ عالم اُس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے

• جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسندِ معتبر روایت ہے جو شخص نمازِ فریضہ کے بعد تیس ۳۰ مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ پڑھے تو اُس کے جسم سے تمام گناہ جھڑ جائیں گے۔

• جناب امیر المومنین علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ اگر کوئی چاہتا ہو کہ جب دنیا سے جائے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جیسا کہ اپنی پیدائش کے روز تھا اور اُس پر کوئی مظلمہ باقی نہ ہو تو وہ ہر نمازِ فریضہ کے بعد بارہ دفعہ سورۃ الاخلاص پڑھے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یہ پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْمَكْنُوْنِ وَالْمَخْزُوْنِ
الطَّاهِرِ الطُّهْرِ الْمُبَارَكِ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ
الْعَظِیْمِ وَسُلْطَانِكَ الْقَدِیْمِ یَا وَاهِبَ الْعَطَایَا
وَیَا مُطْلِقَ الْاُسَارٰی وَیَا فَكَّاكَ الرِّقَابِ مِنَ
النَّارِ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
وَاَنْ تُعْتِقَ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تُخْرِجَنِیْ مِنَ
الدُّنْیَا اٰمِنًا وَّاَنْ تُدْخِلَنِی الْجَنَّةَ سَالِمًا وَّ
اَنْ تَجْعَلَ دُعَآئِیْ اَوَّلَهٗ فَلَاحًا وَّاَوْسَطَهٗ نَجَاحًا
وَّاٰخِرَهٗ صَلَاحًا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔"

یہ دعاء اسرارِ مخفیہ سے ہے۔

- جناب امام صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد جاءِ نماز سے نہ اُٹھتے تھے، تاوقتیکہ اِس اُمّت کے چار ظالم ملعونوں اور چار ملعونہ عورتوں پر لعنت نہ بھیج لیتے تھے

- امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ بعد نماز رسولِ خدا پر سلام و درود کس طرح بھیجا جائے۔؟

آپ نے فرمایا، کہو السّلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا محمد بن عبداللہ السّلام علیک یا خیرۃ اللہ السّلام علیک یا حبیب اللہ السّلام علیک یا صفوۃ اللہ السّلام علیک یا امین اللہ۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ نَصَحْتَ لِاُمَّتِكَ وَجَاهَدْتَ فِیْ سَبِیْلِ رَبِّكَ وَعَبَدْتَهٗ حَتّٰی اَتَاكَ الْیَقِیْنُ

فَجَزَاكَ اللّٰهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفْضَلَ مَا جَزٰی نَبِیًّا عَنْ
اُمَّتِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَا
صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(۹) تعقیباتِ نمازِ ظہر

جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے بسندِ معتبر منقول ہے کہ جناب رسولِ خداؐ بعد نمازِ ظہر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ
مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ خَیْرٍ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ
كُلِّ اِثْمٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَ
لَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا سُقْمًا اِلَّا شَفَیْتَهٗ وَلَا عَیْبًا
اِلَّا سَتَرْتَهٗ وَلَا رِزْقًا اِلَّا بَسَطْتَهٗ وَلَا خَوْفًا اِلَّا
اٰمَنْتَهٗ وَلَا سُوْٓءً اِلَّا صَرَفْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ
رِضًا وَّلِیَ فِیْهَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَیْتَهَا یَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ ۝

(۱۰) تعقیباتِ نمازِ عصر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بعد نمازِ عصر ستّر مرتبہ استغفار پڑھے خدا اس کے سات سو گناہ بخش دیتا ہے۔ اگر اس کے اتنے گناہ نہ ہوں تو اس کے والدین کے پھر اُس کے اعزاء کے معاف فرما دیتا ہے۔

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بعد نمازِ عصر ایک مرتبہ یہ استغفار پڑھے تو خداوندِ عالم اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ استغفار یہ ہے:۔ اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَاَسْئَلُہٗ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیَّ تَوْبَۃَ عَبْدٍ ذَلِیْلٍ خَاضِعٍ فَقِیْرٍ بَآئِسٍ مِّسْکِیْنٍ مُّسْتَجِیْرٍ لَّا یَمْلِکُ لِنَفْسِہٖ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا

(۱۱) تعقیباتِ نمازِ شب

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا جو بعد نماز مغربین سات مرتبہ سورۂ اِنَّا اَنزلناہُ پڑھے وہ صبح تک حفظ وامانِ میں اللہ تعالیٰ کی رہتا ہے۔

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے فرمایا بعد نمازِ شب دس مرتبہ سورۂ الحمد، سورۂ قل ھو اللہ، سورۂ قل اعوذ برب الناس، سورۂ قل اعوذ برب الفلق، دس مرتبہ تسبیحاتِ اربعہ، دس مرتبہ صلواۃ پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۲) سجدۂ شکر

سجدۂ شکر بعد ہر نماز فریضہ، سنت مؤکدہ ہے،

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اِشارہ وجوب کا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب بندۂ بعد نماز سجدۂ شکر بجالاتا ہے تو خداوندِ عالم ملائکہ

سے خطاب فرماتا ہے۔ کہ میرا مخلص بندہ سجدہ شکر بجالا رہا ہے بتلاؤ مجھے اس کو کیا عطا کروں۔ فرشتے کہتے ہیں پروردگارا! اپنی رحمت اس کے شاملِ حال فرمادے۔ پھر خداوندِ عالم فرماتا ہے اور کیا عطا کیا جائے، ملائکہ کہیں گے، پالنے والے بہشت عطا فرمادے۔ پھر خداوندِ عالم فرماتا ہے اور کیا عطا کیا جائے، فرشتے عرض کریں گے پروردگارا! اس کے والدین اور اولاد کو بھی بہشتِ بریں عطا فرمادے۔ خدا فرمائے گا اور کیا دیا جائے فرشتے عرض کریں گے ہمارے علم میں بس یہی تھا، تیرا علم وسیع ہے تو بہتر جانتا ہے۔ وہ کریم فرمائے گا اس نے بڑے خلوص سے میرا شکریہ ادا کیا ہے اس لیے مجھے بھی اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ سجدۂ شکر میں کم سے کم تین مرتبہ شُکْرًا لِلّٰہِ کہنا چاہیے۔ نیز فرمایا کہ سو مرتبہ عَفْوًا یا سو مرتبہ شکرًا کہے۔ یا پہلے سجدۂ شکر میں سو مرتبہ عَفْوًا یا اَلْعَفْوَ اَلْعَفْوَ کہے بعد ازاں سیدھا رُخسار سجدہ گاہ پر رکھ کر جو ذکر چاہے کرے یا مثلاً یہ کہے یا اللہُ یا ربَّاہُ یا سیِّداہُ اور اسی طرح بایاں (الٹا) رُخسار سجدہ گاہ پر ذکر کرے بعد ازاں پیشانی سجدہ گاہ پر رکھ کر سو مرتبہ شکرًا شکرًا یا شکرًا للہ کہے۔

یاد رہے کہ یہ سجدہ، نماز کے سجدے کی طرح نہیں کیا جاتا ہے برخلاف اس کے ہے کہ سنّت ہے کہ) سینہ وشکم کو زمین سے چپکا دے اور دونوں بازوؤں کو بھی پھیلا دے اور کہنیوں کو بھی زمین پر رکھ دے۔ اور اپنے وجملہ مومنین وغیرہ کے لیے بچشمِ گریاں، مناجات کرے کیونکہ خداوندِ عالم کو اپنے بندے کی یہ حالت (بحالتِ سجدہ گریاں) بہت پسند ہے جو باعثِ تقرّب

الٰہی ہے۔ اور ہمارے ائمہ علیہم السلام بڑا طولانی سجدہ کیا کرتے تھے بالخصوص حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ نمازِ صبح سے فراغت کے بعد جو سجدہ کرتے تھے تو سورج بلند ہونے تک سجدہ ریز رہتے تھے۔ جب آپؑ سے سجدۂ شکر کے بارے میں دریافت کیا کہ یا بن رسول اللہ! سجدۂ شکر میں کیا پڑھا جائے۔؟

آپؑ نے فرمایا، یہ پڑھو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُكَ وَ اُشْھِدُ مَلٰٓئِكَتَكَ وَ اَنْبِيَآئَكَ وَ رُسُلَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَالْاِسْلَامُ دِيْنِيْ وَ مُحَمَّدًا نَبِيِّيْ وَعَلِيًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَلِيَّ ابْنَ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدَ ابْنَ عَلِيٍّ وَجَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوْسَى ابْنَ جَعْفَرٍ وَعَلِيَّ ابْنَ مُوْسٰى وَمُحَمَّدَ ابْنَ عَلِيٍّ وَعَلِيَّ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَالْحُجَّةَ ابْنَ الْحَسَنِ اَئِمَّتِيْ بِهِمْ اَتَوَلّٰى وَمِنْ اَعْدَآئِهِمْ اَتَبَرَّاُ بعد ازاں سو مرتبہ شکراً اور ماقبل صلواۃ بھی بھیجے۔

پھر تین مرتبہ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ دَمَ الْمَظْلُوْمِ

پھر تین مرتبہ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ بِاِيْوَائِكَ عَلٰى نَفْسِكَ لِاَعْدَآئِكَ لَتُهْلِكَنَّهُمْ بِاَيْدِيْنَا وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ بِاِيْوَائِكَ عَلٰى نَفْسِكَ لِاَوْلِيَآئِكَ لَتُظْفِرَنَّهُمْ بِعَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلَى الْمُسْتَحْفِظِيْنَ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

پھر تین مرتبہ کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْيُسْرَ بَعْدَ الْعُسْرِ

پھر داہنا رخسارہ سجدہ گاہ پر رکھے اور تین بار پڑھے:

يَا كَهْفِيْ حِيْنَ تُعْيِيْنِي الْمَذَاهِبُ وَ تَضِيْقُ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَيَا بَارِئَ خَلْقِيْ رَحْمَةً بِيْ وَ كُنْتَ عَنْ خَلْقِيْ غَنِيًّا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى الْمُسْتَحْفِظِيْنَ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

پھر بایاں رخسارہ سجدہ گاہ پر رکھے اور تین بار پڑھے:

يَا مُذِلَّ كُلِّ جَبَّارٍ يَا مُعِزَّ كُلِّ ذَلِيْلٍ قَدْ عِزَّتِكَ بَلَغَ بِيْ مَجْهُوْدِيْ۔

• ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے: "اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَارٍ حَرُّهَا لَا يُطْفٰى وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَارٍ جَدِيْدُهَا لَا يَبْلٰى وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَارٍ عَطْشَانُهَا لَا يُرْوٰى وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَارٍ مَسْكُوْبُهَا لَا يُكْسٰى۔

• منقول ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے: اِرْحَمْ ذُلِّيْ بَيْنَ يَدَيْكَ وَتَضَرُّعِيْ اِلَيْكَ وَوَحْشَتِيْ مِنَ النَّاسِ وَاُنْسِيْ بِكَ يَا كَرِيْمُ۔

(۱۳) ادعیہ واوراد بوقتِ خواب

وقتِ خواب مستحب ہے کہ باوضو ہو۔ داہنے پہلو پر لیٹے اور رو بقبلہ ہو جو سورے قبل ازیں ذکر قرآن میں مخصوص آئے ہیں اُن کا ذکر کرے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ تسبیح فاطمہ زہرا پڑھے تاکہ اس رات وسوسۂ شیطانی سے دور رہے۔

— حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا وقتِ خواب گیارہ

مرتبہ سورۂ انا انزلناہ، اور گیارہ مرتبہ سورۂ قل ھو اللہ پڑھے تو پچاس سال آئندہ کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اور اگر کوئی خواب میں ڈرتا ہو تو چاہیے کہ وہ معوذتین یعنی سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے۔

○ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، جب کروٹ بدلی جائے تو کہا جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ میں درمیانِ شب کسی وقت بیدار ہو جاؤں تو وہ یہ دعا پڑھ کر سو جائے بیدار ہو جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُنْسِنِىْ ذِكْرَكَ وَلَا تُؤْمِنِّىْ مَكْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنِىْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَاَنْبِهْنِىْ لِاَحَبِّ السَّاعَاتِ اِلَيْكَ اَدْعُوْكَ فِيْهَا فَتَسْتَجِيْبُ لِىْ وَاَسْئَلُكَ فَتُعْطِيْنِىْ وَ اَسْتَغْفِرُكَ فَتَغْفِرُ لِىْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ •

○ جناب سید طاؤس علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی مومن چاہے کہ رسولِ خدا ؐ کو خواب میں دیکھے تو بعد نمازِ عشاء غسل کرے اور چار رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورۂ حمد ایک مرتبہ اور سو مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے بعد نماز ہزار مرتبہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھے اور پاک لباس میں کہ جس میں ہم صحبت (جائز یا ناجائز) نہ ہوا ہو اپنے داہنے ہاتھ کو زیرِ رخسار رکھے اور سو مرتبہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور سو مرتبہ کہے ماشاء اللہ کہے اور سو رہے۔ خواب میں جناب رسولِ خدا ؐ

کی زیارت ہوگی۔

اور اگر جناب امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھنے کی خواہش کرے تو وہ وقتِ خواب یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ يَا مَنْ لَهٗ لُطْفٌ خَفِىٌّ وَ اَيَادِيْهِ بَاسِطَةٌ لَا تَنْقَضِىْ اَسْئَلُكَ بِلُطْفِكَ الْخَفِىِّ الَّذِىْ مَا لَطَفْتَ بِهٖ لِعَبْدٍ اِلَّا كَفٰى اَنْ تُرِيَنِىْ مَوْلَاىَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؑ فِىْ مَنَامِىْ

○ اگر کوئی شخص اپنے مردہ عزیز میں سے کسی کو خواب میں دیکھنا چاہے تو باوضو سوئے اور پہلے تسبیح فاطمہ زہرا ؑ پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْحَىُّ الَّذِىْ لَا يُوْصَفُ وَالْاِيْمَانُ لَا يُعْرَفُ مِنْهُ مِنْكَ بَدَتِ الْاَشْيَاءُ وَاِلَيْكَ تَعُوْدُ فَمَا اَقْبَلَ مِنْهَا كُنْتَ مَلْجَاَهٗ وَمَنْجَاهُ وَمَا اَدْبَرَ مِنْهَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ مَنْجًا وَلَا مَنْجًا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ وَالْاِيْمَانَ فَاَسْئَلُكَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَسْئَلُكَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِحَقِّ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَيِّدِ النَّبِيِّيْنَ وَبِحَقِّ عَلِىٍّ سَيِّدِ الْوَصِيِّيْنَ وَبِحَقِّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةِ نِسَاۤءِ الْعَالَمِيْنَ وَبِحَقِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ الَّذَيْنِ جَعَلْتَهُمَا سَيِّدَىْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ السَّلَامُ اَنْ تُصَلِّىَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تُرِيَنِىْ مَيِّتِىْ فِىْ حَالِ الَّتِىْ هُوَ عَلَيْهَا۔

مقبول ترین دعاؤں میں ایک نمازِ امیر المومنینؑ ہے اور وہ چار رکعت ہے
دو سلام کے ساتھ۔ ہر رکعت میں بعد سورۂ حمد، پچاس مرتبہ سورۂ احد۔
یعنی قل ھو اللہ پڑھے۔ جب اس نماز سے فارغ ہوگا تو تمام گناہ بخشے جائیں
گے (از اوّل تا آخر۔)۔ الحمد للہِ علیٰ احسانہ و اکرامہ